69

کلامِ نبوت

محمد فاروق خاں

احباب پبلی کیشنز، لاہور

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY
LAHORE

CLASS NO.....................

BOOK NO.....................

M-152—Punjab University Press—20,000—13-6-97

ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے
پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا

Marfat.com

213

ذخیرہ
صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی • لاہور پاکستان •

Marfat.com

Marfat.com

مطبوعات اشاعت اسلام ٹرسٹ ۔ ۵۳

حدیث کا ایک جامع انتخاب

کلامِ نبوّت

جلد اوّل

مع ترجمہ وحواشی

مرتبہ

محمد فاروق خاں

اجاب پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

52701

بار اوّل ـــــــــــ مئی ۱۹۷۹ء
تعداد ـــــــــــ ایک ہزار

قیمت ـــــــــــ ۵۰ روپے

طابع ـــــــــــ سندھو پرنٹرز، لاہور
ناشر ـــــــــــ احباب پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

813

ترتیب

دیباچہ ـــــــــــــــ ۵

مقدمہ ـــــــــــــــ ۹

۱۔ منصبِ نبوت	۹	۲۔ نبی کی غیر معمولی قابلیت و صلاحیت	۱۵
۳۔ نبی کی عصمت	۱۷	۴۔ وحیِ غیر متلو	۲۰
۵۔ قرآن اور سنت	۲۵	۶۔ سنت کا اتباع	۳۱
۷۔ سنت کی حفاظت	۴۱	۸۔ روایتِ حدیث	۴۳
۹۔ کتابت	۴۷	۱۰۔ درایت کا استعمال	۵۶
۱۱۔ خبرِ واحد بھی دین میں حجت ہے	۶۰	۱۲۔ چند شبہات اور ان کا ازالہ	۶۵

ائمۂ محدثین ـــــــــــــــ ۷۷

۱۔ امام ابو حنیفہؒ	۷۰	۲۔ امام مالکؒ	۷۷
۳۔ امام شافعیؒ	۸۲	۴۔ امام احمد بن حنبلؒ	۸۵
۵۔ امام بخاریؒ	۸۸	۶۔ امام مسلمؒ	۹۴
۷۔ امام ترمذیؒ	۹۷	۸۔ ابو داؤدؒ	۹۹
۹۔ ابن ماجہؒ	۱۰۱	۱۰۔ امام نسائیؒ	۱۰۳
۱۱۔ امام طبرانیؒ	۱۰۵	۱۲۔ دارمیؒ	۱۰۶
۱۳۔ دارقطنیؒ	۱۰۷	۱۴۔ احمد بن حسین بیہقیؒ	۱۰۹

اُمّ الاَحادیث ـــــــــــــــ ۱۱۱

اساسی افکار و عقائد ـــــــــــــــ ۱۲۱

۱۔ علم و دانش	۱۲۵	۲۔ دینِ فطرت	۱۴۵
۳۔ خدا کا تصور	۱۵۵	۴۔ اللہ پر ایمان	۱۵۸
۵۔ تنزیہہ و تقدیس	۱۶۸	۶۔ رحمت و مغفرت	۱۷۱

Marfat.com

۷۔ خدا کی عظمت	۱۸۰	۸۔ غیرتِ حق	۱۹۲
۹۔ خدا کے حقوق	۱۹۸	۱۰۔ خدا کی محبت	۲۰۷
۱۱۔ خدا کا خوف	۲۱۵	۱۲۔ اللہ سے حسنِ ظن	۲۲۳
۱۳۔ اللہ کی اطاعت	۲۲۶	۱۴۔ توحید کا احترام	۲۳۱

ایمان بالقدر ــــــــــــــــــــ ۲۳۷

۱۔ ایمان بالقدر اور اس کی اہمیت	۲۳۸	۲۔ انسان کی سیرت و کردار پر ایمان بالقدر کا اثر	۲۴۱

عقیدۂ رسالت ــــــــــــــــــــ ۲۴۴

۱۔ رسالت پر ایمان	۲۴۷	۲۔ نزولِ وحی کی کیفیت	۲۵۲
۳۔ شکل و شباہت	۲۵۵	۴۔ آپ کی مثال	۲۵۹
۵۔ آپ کی محبت	۲۶۴	۶۔ درود و سلام	۲۶۸
۷۔ آپ کی اطاعت	۲۷۲	۸۔ بعثتِ عام	۲۷۶
۹۔ ختمِ نبوت	۲۷۸	۱۰۔ آپ کے بعض امتیازی اوصاف	۲۸۵
۱۱۔ غلو سے پرہیز	۲۸۸	۱۲۔ آنحضرتؐ کی شانِ عبودیت	۲۹۱
۱۳۔ آپ کی وفات	۲۹۹	۱۴۔ آپ کے صحابہؓ	۳۰۴
۱۵۔ آپ کی امت	۳۱۱	۱۶۔ آپ کی کچھ پیشین گوئیاں	۳۲۰

کتاب پر ایمان ــــــــــــــــــــ ۳۲۵

۱۔ ایمان بالکتاب	۳۲۷	۲۔ قرآن کی عظمت	۳۲۸
۳۔ تلاوتِ قرآن	۳۴۰	۴۔ قرآن پر عمل	۳۴۵

عقیدۂ آخرت ــــــــــــــــــــ ۳۴۸

۱۔ آخرت پر ایمان	۳۵۱	۲۔ عالمِ برزخ	۳۵۲

Marfat.com

۳-آثارِ قیامت ۳۵۷ | ۴-حشر و نشر ۳۶۷

۵-جنت و دوزخ ۳۸۱ | ۶-خدا کا دیدار ۳۹۱

۷-انسان کے افکار و اعمال پر عقیدۂ آخرت کا اثر ۳۹۵

ایمان و اسلام ۴۱۹

۱-ایمان کے اثرات و ثمرات ۴۱۹ | ۲-یقین کی کیفیت ۴۳۱

۳-مومن کی تصویر ۴۳۶ | ۴-اسلام کے محاسن ۴۴۰

عبادات و روحانیات ۴۵۱

اسلامی عبادات ۴۵۲

نماز ۴۵۵

۱-نماز کی حقیقت و اہمیت ۴۶۱ | ۲-نماز کی تعداد اور اس کے اوقات ۴۷۲

۳-نماز اور طہارت و پاکیزگی ۴۷۴ | ۴-نماز کے آداب ۴۸۲

۵-نماز باجماعت ۴۹۰ | ۶-امامت ۴۹۲

۷-مسجد کے آداب و فضائل ۴۹۳ | ۸-نفل نماز اور تہجد ۴۹۵

۹-نماز عید الفطر ۴۹۹

زکوٰۃ ۵۰۲

۱-زکوٰۃ کی اہمیت ۵۰۷ | ۲-انفاق کی فضیلت ۵۱۳

۳-صدقہ کا وسیع مفہوم ۵۲۵ | ۴-انفاق کے بعض آداب ۵۳۴

۵-سوال کرنے سے پرہیز ۵۴۴

روزہ ۵۵۰

۱-روزے کی حقیقت ۵۵۵ | ۲-نفل روزے ۵۶۵

۳-روزے کے فطری احکام ۵۶۶ | ۴-اعتکاف ۵۶۹

Marfat.com

حج ———— ۵۷۱

۱۔ حج کی حقیقت ۵۷۶ | ۲۔ مناسکِ حج ۵۸۰

۳۔ حج اور عمرہ ۵۸۵ | ۴۔ حج کے فطری احکام ۵۸۹

دعا ———— ۵۹۱

۱۔ دعا کی اہمیت ۵۹۶ | ۲۔ دعا کے کچھ آداب ۶۰۴

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعائیں ————

۱۔ نماز کی بعض دعائیں ۶۱۵ | ۲۔ صبح و شام کی کچھ دعائیں ۶۲۸

۳۔ مجلس کی دعا ۶۳۱ | ۴۔ سفر کی دعا ۶۳۲

۵۔ کھانے کی دعا ۶۳۵ | ۶۔ رنج و غم کے وقت کی دعا ۶۳۵

۷۔ کچھ جامع دعائیں ۶۳۶ | ۸۔ توبہ و استغفار ۶۴۳

اللہ کا ذکر ———— ۶۴۹

۱۔ ذکر اللہ کی اہمیت ۶۵۵ | ۲۔ ذکر کے بعض پاکیزہ کلمات ۶۶۱

اعتدال کی راہ ———— ۶۶۹

اصطلاحاتِ حدیث ———— ۶۷۵

علومِ حدیث ———— ۶۸۵

Marfat.com

ذخیرہ

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں قرآن کریم کے بعد جس چیز کو بنیادی اہمیت حاصل ہے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کی حدیث ہے۔ یوں تو اب تک اردو زبان میں احادیث کے مختلف مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن کی اپنی جگہ پر خاص اہمیت ہے لیکن پھر بھی ایک عرصہ سے احادیث کے ایک ایسے انتخاب کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جس میں اسلام کو ایک مکمل فلسفۂ حیات اور نظامِ زندگی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو۔ حدیث کا یہ انتخاب جسے ہم "کلامِ نبوت" کے نام سے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اسی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔

حدیث کا یہ انتخاب مختلف ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کی ابتدا ایک تعارفی مضمون سے کی گئی ہے۔ تعارفی مضمون کے بعد حدیثیں پیش کی گئی ہیں حسبِ ضرورت احادیث کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ احادیث کی تشریحات میں ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ احادیث کے سلسلہ میں صرف یہی نہیں کہ قارئین اپنے ذہن میں ابھرنے والے سوالات کے جوابات پالیں بلکہ اسی کے ساتھ ان میں فہمِ حدیث اور فہمِ دین کا صحیح ذوق بھی پیدا ہو سکے اور صحیح معنوں میں وہ دین کے مزاج آشنا ہو سکیں۔

کتاب کے مقدمہ میں حدیث کی اہمیت، اس کی تاریخ تدوین وغیرہ اہم موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور سنتِ رسولؐ اور احادیث کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے شکوک و

Marfat.com

شبہات کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کچھ ائمہ اور محدثین کرام کے حالاتِ زندگی بھی بیان کیے گئے ہیں جنھوں نے احادیث کی خدمت میں غیر معمولی کارنامہ انجام دیا ہے۔ جن کی مساعی کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ مصطلحات اور علوم حدیث کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ اصطلاحات اور علوم حدیث سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امت کے ائمہ و محدثین نے صرف یہی نہیں کہ علمی تحقیق اور ریسرچ کی داغ بیل ڈالی ہے بلکہ انہوں نے جس علم و فن کو بھی ہاتھ میں لیا اُسے رتبۂ کمال تک پہنچا دیا ہے۔

ہم ان سبھی حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب میں ہمیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائی۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

خاکسار

محمد فاروق خاں

کربی — حمزہ پور پٹھان

سلطان پور (یو۔پی)

۱۶ اپریل ۱۹۶۹ء

Marfat.com

مقدمہ

منصب نبوت

زندگی کی سیدھی راہ پانے کے لئے انسان ہمیشہ خدا کی رہنمائی کا محتاج رہا ہے۔ خدا کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر انسان کبھی بھی راہ راست پر قائم نہیں رہ سکا۔ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ نے کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے۔ رسولوں نے لوگوں کے سامنے کتاب الٰہی کے منشا اور مفہوم کو واضح کیا اور خدا کے دیئے ہوئے احکام کے مطابق عمل کر کے انہیں دکھایا۔ انہوں نے لوگوں کے سامنے اپنی زندگی پیش کی تاکہ وہ اچھی طرح اس بات کو سمجھ سکیں کہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے؟ خدا کی طرف سے اگر کوئی رسول نہ آتا صرف کتاب نازل ہوتی تو اس کتاب کے سمجھنے میں لوگوں کے درمیان سخت اختلاف ہوتا اور یہ فیصلہ نہ ہو سکتا کہ حق کس کی طرف ہے اور کس کی طرف نہیں ہے۔ احکام الٰہی کے حقیقی منشا اور مفہوم کو سمجھنے میں لوگ غلطیاں کرتے اور ان کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ انسانوں کی یہ ایک ضرورت ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں کوئی ان کے ساتھ شریک ہو کر اپنے قول و عمل سے ان کی صحیح رہنمائی کرے۔ ذہنی و فکری اور عملی ہر اعتبار سے ان کی

Marfat.com

تربیت کرے اوران کے اندر اتباعِ حق کا جذبہ پیدا کرے۔ انہیں بتائے کہ زندگی کی پُرپیچ راہوں میں وہ کس طرح حق وصداقت اور عدل وانصاف کے راستے کو اختیار کریں اور اسی پر آخر دم تک چلتے رہیں۔

انسان کی یہ ضرورت ایسی ہے جو کسی فرشتے کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ فرشتہ انسانی ضروریات سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس کے جذبات و داعیات انسانوں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ انسانی زندگی کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے کتاب کے ساتھ جو رسول بھی بھیجا وہ انسان تھا۔

رسالت اور نبوت کی تاریخ اتنی ہی طویل ہے جتنی طویل خود انسان کی تاریخ ہے۔ رسالت و نبوت کا سلسلہ اسی وقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ سب سے پہلے انسان نے اس زمین پر قدم رکھا تھا۔ ہر قوم میں خدا کے رسول آئے۔ انہوں نے اپنی قوم کو خود قوم کی زبان میں خطاب کیا۔ خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کے بعد انسانوں کی ہدایت کے لئے کوئی نیا رسول آنے والا نہیں ہے آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کی تفصیل جو قرآن میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے:-

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ..... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرہ: ۱۲۹)

اور یاد کرو جبکہ ابراہیم اور اسماعیل اس گھر (کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (انہوں نے دعا کی)... اے ہمارے رب ان لوگوں میں خود ان ہی کے اندر سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیتیں سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بے شک تو عزیز اور حکیم ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

اللہ نے اہل ایمان پر احسان فرمایا جبکہ ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے

Marfat.com

وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○ (آل عمران: ۱۶۴)

اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے تو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

ان آیتوں سے صاف واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری جہاں یہ تھی کہ آپ لوگوں کو قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں وہیں آپ کی بعثت کے تین اہم مقاصد اور بھی تھے۔

ایک یہ کہ آپ لوگوں کو کتاب اور احکام و قوانین الٰہی کی تعلیم دیں۔

دوسرے آپ لوگوں کو حکمت اور دانائی کی تعلیم دیں تاکہ لوگ اس قابل ہو جائیں کہ حقائق کو سمجھ سکیں اور فکر و عمل کے میدان میں صحیح رویہ اختیار کر سکیں۔

اور تیسرے آپ لوگوں کا تزکیہ کریں ان کی ایسی تربیت کریں کہ ان کے اندر بہترین قسم کے اوصاف نشوونما پاسکیں اور ان کی انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کی خرابیاں دور ہو سکیں۔ یہی تزکیہ کا عمل ہے جس کے ذریعہ سے صالح اجتماعی نظام اور صحیح اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے جو عالم انسانیت کے لئے سراپا رحمت ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے معلم، مربی، ہادی، شارع، قاضی اور حاکم سب کچھ تھے۔ آپ کی زندگی کو اہل ایمان کے لئے اسوہ قرار دیا گیا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۔ (سورۂ آل عمران: ۳۱)

(اے نبی! لوگوں سے) کہو: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ○ (آل عمران ۳۲)

(اے نبی!) کہو: اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑتے ہیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من اطاع محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فقد اطاع اللہ ومن عصی محمدا

جس نے محمدؐ کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمدؐ کی نافرمانی کی بیشک

Marfat.com

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم فرق بين الناس (بخاری)

اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد لوگوں کے درمیان حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (الاحزاب: ۲۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اسوہ اور نمونہ تقلید ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا خوف رکھتا ہو۔

رسول کی حیثیت سے آپ کو مقدمات کے فیصلے کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ط (النساء: ۱۰۵)

اے نبی! ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اللہ کی دکھائی ہوئی روشنی میں فیصلہ کرو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ۶۵)

پس اے نبی! تمہارے رب کی قسم وہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ آپس کے جھگڑوں میں تمہیں فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو فیصلہ بھی تم کرو اس کی طرف سے اپنے دل میں کوئی تنگی تک محسوس نہ کریں بلکہ اسے بسر وچشم قبول کریں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسول حاکم مطاع بھی تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ (النساء: ۶۴)

ہم نے جو رسول بھی بھیجا اسی لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے خدا کے اذن سے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ

اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولی الامر ہوں

Marfat.com

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (النساء: ۵۹)

پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں نزاع ہو تو اس کو پھیرو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے شارح بھی تھے۔ بحیثیت رسول آپ کی یہ ذمہ داری تھی کہ آپ ان احکام و ہدایات کی توضیح و تشریح فرمائیں جو خدا کی طرف سے نازل ہوں۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴)

اور (اے نبی!) یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف اس لئے اتارا ہے کہ تم لوگوں کے لئے اس تعلیم کو واضح کر دو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے

خدا کی طرف سے آپ کو تشریعی اختیارات بھی حاصل تھے۔ قرآن کریم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے:-

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط (الاعراف: ۱۵۷)

وہ انہیں معروف کا حکم دیتا ہے اور ان کو منکر سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال ٹھیراتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور بندھن اتار دیتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تحلیل و تحریم اور امر و نہی کے وہ احکام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور آپ کے ارشادات سے اخذ ہوتے ہیں۔ ان سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر اپنے تشریعی اختیارات کو بیان فرمایا ہے۔ مقدام ابن معدیکربؓ کی روایت ہے آپؐ کا ارشاد ہے:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ

جان رکھو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ ویسی ہی ایک اور چیز بھی۔ خبردار رہو! ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہنے لگے کہ تم پر بس قرآن کی پیروی لازم ہے، جو کچھ اس میں حلال پاؤ

مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، حاکم)

اس کو حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو، حالانکہ جو کچھ خدا کا رسول حرام قرار دے وہ ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔

ابو رافعؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَا أُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَاْتِيْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِيْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا نَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، شافعی، بیہقی فی دلائل النبوۃ)

”میں ہرگز تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اُسے میرے ان احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جن سے منع کیا ہے کوئی حکم پہنچے اور وہ سن کر کہے کہ ہم نہیں جانتے۔ ہم تو جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔“

عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِي الْقُرْاٰنِ اَلَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ اَشْيَاءَ اِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَكْثَرُ (ابوداؤد)

کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز حرام نہیں کی ہے سوائے ان چیزوں کے جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں؟ خبردار رہو۔ خدا کی قسم میں نے جن باتوں کا حکم دیا ہے اور جو نصیحتیں کی ہیں اور جن باتوں سے منع کیا ہے وہ قرآن ہی کی طرح ہیں بلکہ کچھ زیادہ۔

مسلمانوں پر رسولؐ کے احکام کی پیروی اسی طرح لازم ہے جس طرح قرآن حکیم کی پیروی ان پر

Marfat.com

لازم ہے اور جن باتوں سے رسول ؐ نے انہیں روکا ہے ان سے باز رہنا بھی ان کے لئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح ان چیزوں سے باز رہنا ضروری ہے جن سے قرآن میں روکا گیا ہے۔

نبی کی غیر معمولی قابلیت وصلاحیت:

خدا نے ہمیشہ انبیاء کو غیر معمولی صلاحیتوں اور قابلیتوں سے نوازا۔ اپنی غیر معمولی خصوصیات اور صلاحیتوں کے بغیر وہ اس عظیم خدمت کو کبھی انجام نہیں دے سکتے تھے جو خدا کی طرف سے انہیں سپرد ہوتی رہی ہے۔

انبیاء منصبِ نبوت ہی کے لئے پیدا کئے گئے۔ انہیں نہایت پاکیزہ فطرت عطا کی گئی جبلّی طور پر وہ ایسے تھے کہ بلا کسی خاص غور وفکر کے اپنے وجدان (Intuition) سے ہی صحیح نتائج تک پہنچ جاتے تھے۔ انبیا انسان ہی تھے۔ لیکن انہیں بشریت کا درجۂ کمال حاصل تھا۔ حق و باطل میں امتیاز کرنا ان کی فطرت تھی وہ جسمانی اور روحانی ہر لحاظ سے کامل تھے۔ خدا نے ان کی فطری استعداد کو ترقی دی اور انہیں وہ چیز عطا فرمائی جسے قرآن میں علم، حکم (قوتِ فیصلہ) ہدایت، بیّنہ، وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا:

چنانچہ حضرت موسیٰ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ (القصص: ۱۴)

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا آدمی بن گیا تو ہم نے اُسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔

حضرت صالح نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا:

يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۚ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِىْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝ (ھود: ۶۳)

اے میری قوم! بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک بیّنہ (دلیل) پر ہوں اور اُس نے اپنی طرف سے مجھے رحمت (نبوت) بخشی ہے۔ سو اگر میں اُس کی نافرمانی کروں تو اللہ کے خلاف میری کون مدد

Marfat.com

کرے گا؟ (اس وقت تو) تم مجھے گھاٹے کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتے۔

حضرت یوسف کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ (یوسف: ۲۲)

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اُسے حکم (قوت فیصلہ) اور علم عطا کیا۔

اس غیر معمولی علم و دانش سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سرفراز فرمایا گیا:

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ (الانعام: ۵۷)

(اے نبی) کہو: میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح اور روشن راستے پر ہوں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۫ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ (یوسف: ۱۰۸)

(اے نبی!) کہو: یہ میری راہ ہے میں خدا کی طرف بلاتا ہوں میں بھی بصیرت پر ہوں اور وہ بھی جنھوں نے میرا اتباع کیا۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ (النساء: ۱۱۳)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور علم بخشا جسے تم نہ جانتے تھے۔

قرآن کی تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ خدا نے نبی کو کتاب ہی عطا نہیں فرمائی بلکہ اس کے ساتھ اُس نے نبی کے نفس میں ایسی روشنی اور نور بھی پیدا فرمایا جس سے ان کی حیثیت حقیقتوں کے مشاہد کی ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ حق اور باطل میں امتیاز کرتے اور معاملات کا فیصلہ کرتے اور زندگی کی پیچیدہ راہوں میں حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ اندرونی بصیرت اور روشنی انہیں ہر وقت حاصل رہتی ہے جن باتوں کو دوسرے لوگ غور و خوض اور فکر و تدبر کے بعد بھی نہیں سمجھ پاتے۔ نبی کی نگاہ ان کو آنِ واحد میں پالیتی ہے۔ اس کو اصطلاحاً وحی خفی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی ایک کشف کی فضا میں ہوتا ہے جہاں حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ اس کی زبان سے جو کچھ ادا ہوتا ہے حق ہوتا ہے اس کے قدم راہِ راست کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کی فطرت کی پاکیزگی کسی غلط اور باطل چیز کو پسند نہیں کر سکتی۔ نبی کو اس کا پورا شعور ہوتا ہے کہ خدا کی رہنمائی ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

یہی وہ حقیقت ہے جسے آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے، فَوَالَّذِیْ نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلتا ہے، حق ہی ہوتا ہے۔"

خدا کی طرف سے نبی کو یہ صلاحیت اور بصیرت اس لئے عطا کی جاتی ہے کہ وہ نبوت کے فرائض کو صحیح طور سے انجام دے سکے۔ وہ کتاب اللہ کا منشا لوگوں کو بتا سکے اور خدا کی مرضی کے مطابق سیرتوں کی تعمیر اور معاشرے کی تشکیل کر سکے اور لوگوں کو اس راہ پر لگا سکے جو انہیں خدا سے ملا اور دنیا و آخرت میں انہیں کامیاب کرتا ہے۔

نبی کی عصمت:

جس طرح خدا اپنے نبی کو غیر معمولی صلاحیت اور قابلیت بخشتا ہے اور اُسے علم و دانش اور نور و ہدایت سے نوازتا اور وحی کے ذریعہ اس کی رہنمائی فرماتا ہے اسی طرح وہ اپنے نبی کی ہمہ وقت نگرانی و حفاظت فرماتا ہے۔ ایک طرف وہ نبی کی پرورش و تربیت کا خاص انتظام فرماتا ہے۔ دوسری طرف وہ اُسے ہر طرح کی گمراہیوں اور غلط کاموں سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے کی زندگی بھی انبیاء کی بے داغ ہوتی ہے۔ منصب نبوت پر مامور ہونے کے بعد انبیاء کو غیر معمولی دانش و بینش اور حکمت عطا کی جاتی ہے تاکہ وہ راہ راست پر قائم رہ سکیں اور لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے سکیں۔ اقتضائے بشریت سے اگر کبھی انبیاء سے کوئی اجتہادی غلطی یا وحی خفی کے لطیف اشاروں کو سمجھنے میں کوئی بھول چوک ہو بھی جاتی ہے تو فوراً خدا اس کی اصلاح فرما دیتا ہے۔

حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو پانی میں غرق ہوتے دیکھا تو پکار اٹھے کہ خدایا یہ میرا بیٹا ہے (رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ) خدا نے اسی وقت حقیقت واضح فرمائی کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ عمل غیر صالح ہے۔

وحی الٰہی خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نگرانِ حال رہی ہے اگر کہیں آپؐ سے معمولی سی بھی

Marfat.com

بھول چوک ہوئی تو فوراً وحی الٰہی نے اس کی اصلاح کر دی۔ ایک مہم کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مہم پر نہ چلنے کی رخصت دیدی جنھوں نے آپ سے اس کے لئے درخواست کی تھی۔ اس پر خدا نے ان الفاظ میں تنبیہ کیا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ○ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ
يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ — التوبہ: ۴۳-۴۴

(اے نبی!) خدا تمہیں معاف کرے! تم نے انہیں اجازت کیوں دی، تم انہیں اجازت نہ دیتے، یہاں تک کہ وہ لوگ کھل کر تمہارے سامنے آجاتے جو سچے ہیں اور تم جھوٹوں کو بھی جان لیتے! جو اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی تم سے اس کی اجازت نہیں مانگیں گے کہ اپنے مال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد نہ کریں۔ اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو اس کا ڈر رکھتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کا حضرت زینبؓ سے نکاح ہوا لیکن جب دونوں میں نباہ مشکل ہو گیا تو حضرت زیدؓ نے آپؐ سے کہا میں انہیں طلاق دینا چاہتا ہوں۔ اس وقت آپؐ نے حضرت زیدؓ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ حالانکہ آپؐ کو اشارہ مل چکا تھا کہ زیدؓ طلاق دیدیں گے اور حضرت زینبؓ آپ کے ازواج مطہرات میں شامل ہوں گی لیکن آپ نے حضرت زیدؓ سے یہی کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو، اللہ سے ڈرو۔ آپؐ کو خوف تھا کہ لوگ کیچڑ اچھالیں گے کہ دیکھو اس شخص نے اپنے منہ بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی رچالی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ
زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ
مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ

(اے نبی!) یاد کرو جب تم اُس شخص سے جس پر اللہ نے احسان کیا تھا اور تم نے بھی جس پر احسان کیا تھا (یعنی زیدؓ) کہہ رہے تھے۔ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو (اُسے طلاق نہ دو) اور اللہ کا ڈر رکھو۔ تم اپنے جی میں وہ بات چھپائے

Marfat.com

اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ـــــ الاحزاب: ۳۷

ہوئے تھے جس کو اللہ کھولنے والا تھا۔ تم لوگوں سے ڈر رہے تھے۔ حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی کو یا آپؐ کی کچھ بیویوں کو کوئی چیز تھی جو پسند نہ تھی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد تھا۔ شہد کی بعض قسمیں اپنے ذائقہ اور بُو کے لحاظ سے ایسی ہوتی ہیں کہ بعض لوگوں کو وہ پسند نہیں ہو سکتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہد بے حد پسند فرماتے تھے۔ لیکن جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ آپؐ کی بیویوں میں سے بعض شہد کو ناپسند کرتی ہیں تو آپؐ نے اس خیال سے کہ انہیں تکلیف نہ ہو شہد کا استعمال ترک کر دیا۔ اس پر اللہ نے قسم توڑنے کا حکم دیا۔ اللہ نے اس کو پسند نہیں کیا کہ ایک حلال اور طیب چیز کے استعمال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی باز رہیں۔ اس لئے کہ آپؐ کا طریقہ بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ بن سکتا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ـــــ التحریم: ۱-۲

اے نبی جس چیز کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے اُسے اپنی بیویوں کی رضاجوئی کے لئے کیوں حرام کرتے ہو! اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے اللہ نے تمہارے لئے تمہاری (خلاف شرع) قسموں کا کھولنا فرض کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کرتا دھرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ان چند مثالوں سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کس طرح اللہ نے اپنے نبی پر خاص نظر رکھی ہے اور آپ سے کسی معمولی سی معمولی لغزش پر بھی قائم نہیں رہنے دیا۔ کبھی کوئی معمولی سی بھی لغزش ہوئی تو فوراً اس کی اصلاح فرمائی گئی۔

Marfat.com

وحی غیر متلو:

غیر معمولی بصیرت اور صلاحیت کے علاوہ نبی کو ہمیشہ خدا کی رہنمائی بھی حاصل رہتی ہے۔ نبی کا خدا سے ہمیشہ ربط و تعلق قائم رہتا ہے۔ خدا کی وحی ہمیشہ نبی کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ خدا کی طرف سے صرف کتاب ہی کا نزول نہیں ہوتا، بلکہ کتاب کے علاوہ دوسری وحی بھی خدا کی طرف سے آتی ہے۔ کتنے ہی ایسے انبیاء ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نہیں اُتری پھر بھی وہ وحی الٰہی کے مخاطب تھے۔ وحی کے ذریعہ خدا نے ان کی رہنمائی فرمائی۔ ان کی قوم بھی اُن پر اور اُن کی تعلیمات پر ایمان لانے پر مامور تھی۔ حضرت موسیٰؑ کو توریت اس وقت عطا ہوئی جب فرعون غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل کو لے کر وہ طور کے دامن میں پہنچے[1] جب تک وہ مصر میں رہے ان پر کوئی کتاب نہیں اتری لیکن اس دوران میں بھی ہر شخص ان کی تعلیمات اور ان کی پیش کردہ باتوں پر ایمان لانے پر مامور تھا جس کو انہوں نے اپنا مخاطب بنایا تھا قرآن مجید میں ایسے واضح اشارے ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کے علاوہ بھی نبیوں کی رہنمائی کے لئے خدا کی طرف سے وحی کا نزول ہوتا تھا حضرت موسیٰؑ فرعون کے دربار میں جادوگروں کے سانپوں سے ڈر جاتے ہیں، خدا کی طرف سے وحی آتی ہے: لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى "مت ڈرو تمہارا ہی بول بالا ہوگا"۔ حضرت موسیٰ خدا کے حکم سے بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات چل پڑتے ہیں۔ دریا پر پہنچے تو وحی آئی: اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ "اپنا عصا دریا پر مارو"۔ ظاہر ہے یہ وحی وہ نہ تھی جو عام ہدایت کے لئے کتاب کی شکل میں نازل ہوتی ہے۔

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس طرح کی وحی غیر متلو یا وحی خفی نازل ہوتی رہتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ بعد میں آپ کو بیت الحرام کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم میں اس بات کی توثیق فرمائی گئی کہ قبلہ اول کو بھی خدا ہی نے

---

[1] دیکھیے سورہ الاعراف: ۱۳۸ - ۱۴۷، سورۃ القصص: ۴۰-۴۳

Marfat.com

مقرر فرمایا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا	جس رقبلہ پر تم تھے اُسے تو ہم نے اسی لئے قبلہ مقرر
اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ	کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ کون رسول کا اتباع کرتا ہے
يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ـــ البقرہ ۱۴۳	اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

قرآن کی ایسی کوئی آیت پیش نہیں کی جا سکتی جس میں پہلے قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی جس کے ذریعہ آپ کو بہت سے ایسے احکام بھی ملتے تھے جو قرآن میں بیان نہیں کئے جاتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنی کسی بیوی سے راز میں کوئی بات کہی۔ انھوں نے اسے دوسروں کو بتا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کی خبر ہو گئی:۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ	جب نبی نے اپنی بیویوں میں سے کسی سے
اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ	راز میں ایک بات کہی، جب اس بیوی نے اس کی
وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ	خبر دوسروں کو کر دی اور اللہ نے نبی پر اس کو
وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ	ظاہر کر دیا تو اس نے اس کا کچھ حصہ جتا دیا اور کچھ سے
قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ	درگذر کیا بس جب نبی نے اس بیوی کو اسکی خبر دی تو اس نے کہا:
الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ـــ التحریم: ۳۔	آپ کو کس نے خبر دی: نبی نے کہا: مجھے خبر دی علیم و خبیر خدا نے۔

قرآن میں کہیں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں نبی کو مطلع کیا گیا ہو کہ تمہاری بیوی نے راز کی بات دوسروں سے کہدی ہے

جنگِ اُحد کے دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے کہا کہ ہمیں کافروں کا پیچھا کرنا چاہئے کہیں وہ دوبارہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ اس موقعہ پر بھی جبکہ مسلمان زخموں سے چور تھے کفار کا پیچھا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قرآن سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ کفار کا پیچھا کرنے کا حکم خدا کی طرف سے تھا حالانکہ قرآن میں کہیں بھی کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں مسلمانوں کو

Marfat.com

کافروں کا پیچھا کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔ قرآن کے الفاظ ملاحظہ ہوں :۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ	جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا (اور لڑنے کے لئے تیار ہو گئے) جبکہ وہ (ابھی ابھی لڑائی میں) زخم کھا چکے تھے۔
ـــــ آل عمران : ۱۷۲۔	

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے ہدایت اور وحی کا نزول ہوتا تھا۔

جنگِ بدر کے خاتمہ پر سورۃ الانفال نازل ہوئی۔ اس سورہ میں اللہ نے جنگ بدر پر تبصرہ فرمایا ہے۔ تبصرہ کا آغاز کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے :

وَاِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ ۙ (الانفال : ۷)	اور (یاد کرو) جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو گروہوں (یعنی تجارتی قافلے اور قریش کے لشکر) میں سے ایک تمہارے ہاتھ آجائے گا اور تم چاہتے تھے کہ بے زور گروہ (تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آئے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی کمر توڑ دے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ خدا نے نبی کے ذریعہ یہ وعدہ فرمایا تھا کہ ایمان والوں کو دو گروہوں میں سے ایک پر قابو عطا کیا جائے گا۔ لیکن قرآن میں کہیں ایسی آیت کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی جس میں مسلمانوں سے جنگ سے پہلے یہ وعدہ فرمایا گیا ہو۔ اس سے ظاہر ہے یہ وعدہ قرآن کے علاوہ کسی دوسری وحی کے ذریعہ کیا گیا تھا۔

اسی جنگ بدر کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے :

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ۔ الانفال : ۹	(یاد کرو) جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو وہ تمہاری فریاد کو پہنچا کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

52701

Marfat.com

مسلمانوں کی فریاد کا جواب قرآن کی کسی آیت میں نہیں ملتا اس طرح کی دوسری اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں جن سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی۔

قرآن مجید سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ وحی کی مختلف قسمیں ہیں۔ وحی کی ایک قسم تو وہ ہے جس کے ذریعہ قرآن نازل ہوا۔ قرآن خدا کے فرشتے کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر اترا ہے[1] اس کے علاوہ وحی کی دو خاص قسمیں اور بھی ہیں۔ ایک براہ راست وحی جسے القا و الہام کہا جاتا ہے۔ دوسرے پردے کے پیچھے سے اس طرح کلام کیا جانا کہ پردے کے پیچھے سے آواز آئے لیکن سامنے کوئی دکھائی نہ دے۔ جیسے طور پر حضرت موسیٰ سے خدا نے کلام فرمایا تھا ایک درخت سے اچانک آواز آنی شروع ہوگئی لیکن بولنے والا نگاہوں سے اوجھل تھا[2]

خواب کے ذریعہ بھی خدا اپنے نبی کو ہدایت دیتا ہے۔ اس کی تائید بھی قرآن سے ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ آپ کا خواب پورا ہوا قرآن نے اس کی تصدیق کی کہ یہ خواب آپ کو خدا نے دکھایا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے:-

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ	بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا تم مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے۔

—— الفتح: ۲۷۔

معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث دونوں ہی کی پیروی لازم ہے۔ دونوں خدا کی جانب سے ہیں۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

السُّنَّةُ ایضاً تُنزَل علیه بالوحی کما	سنت بھی آپ پر وحی کے ذریعہ اتری جس طرح کہ

---

[1] دیکھئے سورہ البقرہ: ۹۷-۹۸، الشعراء: ۱۹۲-۱۹۴ [2] سورہ الشوریٰ: ۱۵

Marfat.com

ینزل بالقرآن الا أنما لایتلی کما یتلی القرآن۔

قرآن نازل ہوا۔ فرق بس اتنا ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور سنت و حدیث غیر متلو۔

امام حازمی ناسخ و منسوخ میں فرماتے ہیں:

السنة کان ینزل بہا جبرئیل ویعلمہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمعنی التنزیل ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان ذٰلک باسناد ثبت عنه۔

حضرت جبرئیل حدیث لے کر اترتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ فرمان یا ہر وہ حدیث جو باسند و معتبر ہو وہ بھی تنزیل میں داخل ہے۔

حضرت حسان بن عطیہ جو کبار تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں:

کان جبرائیل ینزل علی النبی بالسنة کماینزل علیه بالقرآن (ناسخ ص)

"جبریلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث لے کر اسی طرح اترتے تھے جس طرح قرآن کو لے کر آتے تھے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اگر آپ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ وحی کا انتظار فرماتے اور وحی آجانے کے بعد اس کا جواب دیتے۔ اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ امام بخاری نے تو اس سلسلہ میں ایک باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے: باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئل مما لم ینزل علیه الوحی فیقول لا ادری اولم یجیب حتی ینزل علیه الوحی۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی بات دریافت کی جاتی جس کے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو آپ کہہ دیتے کہ مجھے معلوم نہیں یا آپ جواب ہی نہ دیتے یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی آجاتی۔

ابن مسعود رضہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری)

حج کی حالت میں خوشبو لگانے کی ممانعت ہے۔ ایک صحابی نے ناواقفیت کی بنا پر احرام میں خوشبو لگالی اور جبہ بھی پہن لیا۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ کو جواب معلوم نہ تھا۔

Marfat.com

آپؐ کے پاس وحی آئی۔ تب آپؐ نے جواب دیا کہ خوشبو دھوڈالو اور جبّے کو نکال دو۔

قرآن اور سنت:

قرآن مجید کا اپنا سارا زورِ بیان جس چیز پر صرف ہوتا ہوا نظر آتا ہے وہ ایمان، عقائد اور اصولِ دین کی تعلیم ہے، اخلاق، عبادات اور معاملات سے متعلق احکام کے زیادہ تر اصول اور ان کے بنیادی مسائل ہی قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان احکام کی تفصیلات اور فروعی مسائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے عمل سے معلوم ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کے ذریعہ قرآنی احکام کی وضاحت فرمائی اور عملی زندگی میں انہیں نافذ کیا۔ قانون کو تفصیلی شکل دینا درحقیقت آپ کے فرائض منصبی میں داخل تھا: قرآن میں ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (النحل ۴۴)
"اور اے نبی! ہم نے یہ ذکر تمہاری طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کیلئے اس تعلیم کو واضح کرو جو انکی طرف نازل کی گئی ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل قرآن کے قوانین و احکام سے مختلف کوئی چیز نہیں ہے بلکہ حقیقت میں وہ قرآن ہی کی تشریح اور اسی کا حصہ ہے۔ امام شاطبی کے الفاظ میں:

فکانت السنۃ بمنزلۃ التفسیر والشرح لمعانی احکام الکتاب (الموافقات ج ۴ ص ۱۰)

گویا سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کے لئے تفسیر و شرح کا درجہ رکھتی ہے۔

تفسیر فتح البیان میں ہے:

و بیان الکتاب یطلب من السنۃ والمبین لذالک المجمل ھو الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ولھذا قیل متی وقع تعارض بین القرآن والحدیث وجب تقدیم الحدیث لان القرآن مجمل والحدیث مبین بدلالۃ ھذہ الآیۃ والمبین مقدم علی المجمل (ج ۵ ص ۲۳۲)

قرآن کی تفسیر اور اس کا بیان سنت (حدیث) سے سمجھا جائے۔ اس مجمل کے مبین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ جب کبھی قرآن و حدیث میں بظاہر تعارض واقع ہو تو حدیث کو مقدم رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ اس آیت (نحل ۴۴) کی رو سے قرآن مجمل ہے اور حدیث اس کی شرح د

Marfat.com

... ... تفسیر ہے اور مبین ہمیشہ مجمل پر مقدم ہوتا ہے

یہی بات خازن اور معالم التنزیل وغیرہ قرآن کی تفسیروں میں مفسرین نے لکھی ہے۔ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ بعض مقامات پر قرآن کا بیان اتنا مجمل ہے کہ حدیث کے بغیر اس اجمالی حکم پر عمل کرنا مشکل ہے۔ گویا قرآن اپنے مرادی معنی سمجھانے میں حدیث کا محتاج ہے۔ (مفتاح الجنۃ)

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں الکتاب احوج الی السنۃ من السنۃ الی الکتاب "کتاب کو سنت کی اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے جتنی کہ سنت کو کتاب کی حاجت ہے"۔ حافظ ابو عمر اس فقرے کی وضاحت فرماتے ہیں "یرید انہا تقضی علیہ وتبین المراد منہ" ان کا مطلب یہ ہے کہ سنت قرآن کی مراد بیان کرتی ہے۔ امام شاطبیؒ نے امام اوزاعی کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

لان الکتاب یکون محتملا لامرین	قرآن کی عبارت میں کبھی دو باتوں اور کبھی اس سے
فاکثر فتاتی السنۃ بتعیین احدھما	بھی زیادہ کا احتمال ہوتا ہے۔ حدیث ان میں سے
فیرجع السنۃ بترک مقتضی الکتاب	ایک کو متعین کر دیتی ہے پھر وہی قرآن کی مراد تسلیم
الموافقات ج ۴ ص ۱۰	کی جاتی ہے دوسرے احتمالات پر عمل نہیں کیا جاتا۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: علیك بالسنۃ فانہا شارحۃ للقرآن وموضحۃ لہ" تم پر سنت کی پیروی لازم ہے کیونکہ وہ قرآن کی شرح اور اس کی تفسیر ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کل ما حکم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو مما فھمہ من القرآن۔ قال اللہ تعالیٰ "اِنَّآ اَنزَلنَآ اِلَیکَ الکِتٰبَ بِالحَقِّ لِتَحکُمَ بَینَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ۔ (النساء: ۱۰۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ قرآن سے سمجھ کر فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اے نبی!) ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ اللہ نے جو کچھ تمہیں دکھا دیا ہے اس کے مطابق تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو"

قرآن میں دین کی ساری ہی بنیادی باتیں آگئی ہیں۔ امام حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں: جملہ فقہی مسائل کی اصل قرآن میں موجود ہے سنت صرف اس کا اعلان کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا فَرَّطنَا

Marfat.com

فی الکتاب من شئ (۶: ۳۸) ہم نے کتاب میں کسی (ضروری) چیز کا ذکر باقی نہیں چھوڑا"۔

یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اپنے قول و عمل سے قرآن کی تشریح فرمائی اور قرآنی احکام کی تفصیلات اور ان پر عمل درآمد کی شکل بتائی اور ان کا منشا اور مفہوم واضح فرمایا ہے۔

قرآن میں حکم دیا گیا کہ نماز کے لئے اٹھو تو اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوؤ۔ سر پر مسح کرو اور پاؤں دھوؤ یا ان پر مسح کرو (المائدہ: ۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ دھونے میں کلی کرنا اور ناک صاف کرنا بھی شامل ہے سر کے مسح کے ساتھ کان کا مسح بھی کرنا چاہیے۔ کان بھی سر ہی کا حصہ ہے۔ پاؤں پر موزے ہوں تو مسح کیا جائے ورنہ پاؤں کو دھونا چاہیے۔ ساتھ ہی آپ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ وضو کن حالات میں ٹوٹ جاتا ہے اور کن حالات میں نہیں ٹوٹتا۔

قرآن مجید میں "اقامتِ صلوٰۃ" کا حکم دیا گیا لیکن صلوٰۃ سے مراد کیا ہے؟ اور اس کی اقامت کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ یہ ساری باتیں حضورؐ کے عمل اور آپ کے ارشادات ہی سے معلوم ہوتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی سے نماز کے اوقات، نماز کی ہیئت، اس کی رکعتیں، نماز باجماعت کا طریقہ اور نماز سے متعلق دوسری تفصیلات کا علم ہوتا ہے۔

جب روزے کے بارے میں یہ آیت اتری: حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ (البقرہ: ۱۸۷) (کھاتے پیتے رہو) یہاں تک کہ سفید دھاگا تمہیں کالے دھاگے سے صاف الگ دکھائی دینے لگے"؛ عدی بن حاتمؓ نے دو دھاگے سفید اور سیاہ اپنے پاس رکھ لئے اور جب تک ان میں فرق معلوم نہ ہوا کھاتے پیتے رہے۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے رات کو دو سیاہ و سفید دھاگے اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لئے تھے۔ آپ نے عدی کی بات سن کر ہنستے ہوئے فرمایا: تمہارا تکیہ بڑا لمبا چوڑا ہے جس میں رات اور دن دونوں سما جاتے ہیں اس سے تو رات کی سیاہی اور دن کی روشنی مراد ہے۔ اسکے بعد مزید توضیح کے لئے مِنَ الْفَجْرِ کا ٹکڑا بھی نازل ہو گیا۔

قرآن میں حج کی فرضیت کا عام حکم تو ملتا ہے (آل عمران: ۹۷) لیکن قرآن نے اسکی صراحت نہیں کی کہ مسلمان پر عمر میں صرف ایک بار حج کرنا فرض ہے یا اُسے ہر سال حج کرنا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عمر میں ایک بار حج کر لے تو وہ فریضۂ حج سے سبکدوش ہو جائیگا۔

Marfat.com

قرآن میں سونے چاندی کے جمع کرنے پر سخت وعید فرمائی گئی ہے (التوبہ: ۳۴) وعید کے عموم میں اس کی گنجائش نظر نہیں آتی کہ کوئی شخص خرچ سے زائد ایک پیسہ بھی اپنے پاس رکھ سکے یا کوئی عورت معمولی زیور بھی اپنے پاس رکھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ سونے چاندی کا نصاب کیا ہے؟ اور نصاب کے بقدر یا اس سے زیادہ سونے چاندی رکھنے والا شخص اگر ڈھائی فیصدی زکوٰۃ ادا کرے تو قرآن کی وعید اس پر صادق نہیں آئے گی۔

قرآن میں کھانے پینے کی چیزوں میں بعض چیزوں کو حرام اور بعض کے حلال ہونے کی صراحت کر کے باقی چیزوں کے بارے میں ایک عام ہدایت فرمادی ہے کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کی گئی ہیں (المائدہ: ۴) کون سی چیزیں پاک ہیں جنہیں ہم کھا سکتے ہیں اور کون سی چیزیں ناپاک ہیں جنہیں کھانا ہمارے لئے حلال نہیں ہے؟ ان سب کی تفصیلات ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے معلوم ہوتی ہیں۔

قرآن میں وراثت کا قانون بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ میت کی اگر نرینہ اولاد کوئی نہ ہو اور ایک لڑکی ہو تو وہ نصف ترکہ کی حقدار ہوگی اور اگر دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا (النساء: ۱۱) اس حکم میں یہ بات واضح نہ تھی کہ اگر دو لڑکیاں ہوں تو انہیں کتنا حصہ ملے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ دو لڑکیوں کا حصہ بھی اتنا ہی ہے جتنا دو سے زیادہ لڑکیوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

قرآن میں دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا گیا ہے (النساء: ۲۳) اس حکم سے درحقیقت محبت کے اس تعلق کی حفاظت مقصود ہے جو دو بہنوں کے درمیان فطری طور پر پایا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو جمع کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ ممانعت کی جو علت وہاں پائی جاتی ہے وہ یہاں بھی پائی جاتی ہے۔ اس لئے آپؐ نے پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت فرمادی۔

قرآن میں صرف شراب (خمر) کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ حرمت کی علت شراب کا نشہ آور ہونا ہے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر تھوڑی پی جائیں تو نشہ نہیں ہوتا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ایسی چیزوں کا تھوڑی

Marfat.com

مقدار میں پیا گیا ہے؟ حدیث میں وضاحت کر دی گئی: ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام "جو چیزیں زیادہ مقدار میں ہونے پر نشہ لائیں ان کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔"

قرآن میں حرمتِ رضاعت میں صرف ماں اور بہن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (النساء: ۲۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں بہن کے ساتھ بعض دوسرے رشتوں کو بھی شریک فرمایا ہے جس کسی عورت کا بھی کسی نے دودھ پیا ہے وہ ماں کے مثل ہے اور اس کا شوہر باپ کے مثل قرار پائے گا۔ اس رشتہ سے بھی وہ سبھی رشتے اس کے لیے حرام قرار پائیں گے جو ماں باپ کے رشتے سے حرام قرار پاتے ہیں۔

قرآن میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا بتایا گیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ سزا کتنے مال کی چوری کرنے پر دی جائے گی۔ اسی طرح قرآن میں اسکی وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ چور کا کتنا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ یہ ساری تفصیلات ہمیں سنت ہی سے معلوم ہوتی ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہوا ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ "مطلقہ عورتیں تین قروء تک انتظار کریں" (البقرہ: ۲۲۸) لفظ "قروء" سے طہر اور حیض دونوں مراد لئے جا سکتے ہیں سنت نے اس کو واضح کر دیا کہ یہاں حیض مراد ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ طلاق الامۃ ثنتان وعدتها حیضتان[1] اس سے واضح ہوا کہ "قروء" سے مراد حیض ہے نہ کہ طہر ورنہ فرمایا جاتا کہ لونڈی کی عدت دو طہر ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام: ۸۲)	جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو کچھ ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا ان ہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یاب ہیں۔

صحابہ کرامؓ گھبرا گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں کون ہے جس سے ایمان لانے کے بعد کوئی ظلم یا معصیت کا فعل سرزد نہ ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا: یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ دوسری آیت میں شرک کو ظلم سے ہی تعبیر کیا ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان: ۱۳) بلاشبہ شرک بڑا ظلم ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1] تخریج و تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۲۶۔

Marfat.com

یہ جواب سُن کر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تردد جاتا رہا اور ان کی گھبراہٹ دور ہوگئی۔
ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جس سے حساب لیا گیا سمجھ لو وہ ہلاک ہوا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ قرآن میں تو ارشاد ہوا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (الانشقاق: ۷-۸) تو جس شخص کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا، اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حساب یسیر" کے معنی تو عرض (پیش کرنے) کے ہیں یعنی اعمالنامہ اس کے سامنے رکھ کر صرف جتلا دیا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں عمل کیا ہے مگر اس پر باز پرس نہ ہوگی۔ اگر کسی سے یہ سوال کر لیا گیا کہ یہ کام کیوں کیا تو بے شک اس کی خیر نہیں۔ (بخاری و مسلم)

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سنت (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و عمل) حقیقت میں قرآنی احکام کی تفصیل ہے۔ آیت وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (النحل: ۴۴) "اور اے نبی! ہم نے یہ ذکر تمہاری طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لئے اس تعلیم کو واضح کرو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔" سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث و سنت کی حیثیت ذکر یعنی قرآن کی تفسیر یا بیان کی ہے۔ بیان کی بہت سی قسمیں ممکن ہیں ہر لحاظ سے حدیث و سنت کو قرآن کا بیان ہی کہیں گے۔ یہاں بیان کی چند قسموں کی طرف اجمالی اشارے پر اکتفا کرتے ہیں:

بیانِ تفصیل: آیت کے کسی اجمال کو حدیث صاف طور پر کھول دیتی ہو تو اسے بیانِ تفصیل کہیں گے۔
بیانِ تاکید: آیت اور حدیث کا مضمون ایک ہی ہو حدیث سے آیت کی صرف تائید و تثبیت ہوتی ہو۔
بیانِ تعیین: آیت میں مختلف احتمالات تھے۔ حدیث سے کوئی ایک احتمال متعین ہوتا ہو۔
بیانِ تقریر: حدیث آیت کے کسی ابہام کو مشخص کرتی ہو۔
بیانِ الحاق: کسی آیت کے چھوڑے ہوئے مضمون کے ساتھ مل کر حدیث اسے پورا کرتی اور اسے وسعت دیتی ہو۔
بیانِ تخصیص: آیت کا حکم بظاہر عام تھا لیکن حدیث اسے خاص فرد کے ساتھ مخصوص کرتی ہو۔
بیانِ توجیہ: آیت کے حکم کی وجہ حدیث ظاہر کر رہی ہو۔
بیانِ تعلیل: آیت کے حکم کی علت حدیث سے واضح ہوتی ہو۔
بیانِ تاثیر: آیت کے آثار و خواص کو حدیث بیان کرتی ہو۔

Marfat.com

بیانِ تمثیل: آیت کے کسی کلیہ کا کوئی جزئیہ حدیث نے بیان کیا ہو۔
بیانِ تفریع: آیت کے کسی اصول کلی سے حدیث کوئی جزئیہ مستنبط کر کے پیش کرتی ہو۔
بیانِ قیاس: حدیث کسی مشترکہ علت کی بنا پر آیت کے کسی جزئیہ کے مشابہ کوئی جزئیہ پیش کرتی ہو۔
بیانِ استخراج: آیت کے کسی جزئیہ سے حدیث نے کوئی کلیہ اخذ کر کے پیش کیا ہو۔
قرآن و حدیث سے یہاں ہر ایک کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے یہاں بس اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سنت کا اتباع:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے طریقہ کی پیروی ہم پر لازم ہے۔ آپ کی رسالت کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں ہے۔ آپ اپنی بعثت سے لیکر قیامت تک سارے انسانوں کے رسول ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سبا:۲۸)

(اے نبی!) ہم نے تجھے سارے انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام:۱۹)

(کہو) یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اسکے ذریعہ تنبیہ کروں تمہیں اور جس کو بھی یہ پہنچے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:۱۰۷)

اور (اے محمدؐ!) ہم نے تجھے سارے عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

آپؐ کی رسالت صرف آپؐ کے اپنے ہی زمانے کے لئے نہ تھی۔ قیامت تک حکم خدا کی اطاعت کے ساتھ آپؐ کے حکم کی اطاعت بھی اہل ایمان کا اولین فرض ہے۔ قرآن کا یہ ارشاد قیامت تک کے لئے ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولی الامر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان

Marfat.com

فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ النساء: ۵۹ کسی چیز میں نزاع ہو تو اس کو پھیر دو خدا اور رسول کی طرف

اولی الامر جو احکام دیں گے ان کی اطاعت بھی مسلمانوں پر لازم ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ خدا اور رسول کے احکام کے خلاف نہ ہوں بلکہ وہ ان سے اصولی مطابقت رکھتے ہوں۔ اختلاف کی صورت میں ہمیشہ اللہ و رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں پر صرف قرآن پر عمل کرنا ہی کافی نہیں ہے۔ سنت کی پیروی بھی ان پر لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ "تم جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز ادا کرو"

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا: خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ لَعَلِّیْ لَآ اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا "لوگو! تم مناسکِ حج مجھ سے سیکھ لو۔ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھوں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (عن انس۔ بخاری و مسلم)

"جس کسی نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں" حضورؐ کی یہ وصیت ہے:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

"میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے: اللہ کی کتاب، دوسری سنت رسول اللہؐ"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کی بعثت کا امکان بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ نبوت کا سلسلہ آپؐ پر ختم فرما دیا گیا:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ الاحزاب: ۴۰

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں (سلسلہ نبوت ان پر ختم ہے) اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ آپ کی ذات پر ختم کر دیا گیا ہے[1]۔ اب قیامت تک آپ ہی کی پیروی میں انسانوں کی فلاح اور نجات ہے۔ آپؐ کے

[1] ملاحظہ ہو اس کتاب کے باب 'رسالت پر ایمان' کا ذیلی عنوان "ختمِ نبوت"

Marfat.com

ذریعہ خدا نے اپنے دین کی تکمیل فرمادی[1] ہے اور اس کی دائمی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے[2] کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ کی پیروی مسلمانوں کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ یہ ایک ایسی متفق علیہ بات ہے جس سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ صحابہ کرامؓ، ائمۂ اُمت اور اکابر دین نے قرآن کے ساتھ سنت کی پیروی کو اپنے لئے لازم سمجھا۔ سنت سے بے پروائی اور سنت کا انکار اس طریقہ کے بالکل خلاف ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کو چھوڑ گئے تھے۔ صحابہؓ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ انہیں ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تلاش ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کوئی معاملہ آتا تو وہ پہلے اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہی میں تلاش کرتے تھے۔ کسی معاملہ میں وہ اجتہاد سے اسی وقت کام لیتے جب کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں کوئی حکم نہ پاتے[3]۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پہلے ہی خطبہ میں فرمایا تھا: اَطِیْعُوْنِی مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنْ عَصَیْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَلَا طَاعَۃَ لِیْ عَلَیْکُمْ "میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر رہا ہوں۔ لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی اختیار کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔"

ایک عورت اپنے پوتے کی میراث کا مطالبہ کرتی ہے جس کی ماں مر چکی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: مَالَکِ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ شَیْئٌ وَمَا عَلِمْتُ لَکِ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ شَیْئًا فَارْجِعِیْ حَتّٰی اَسْأَلَ النَّاسَ "کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں جس کی رو سے تجھے حق پہنچتا ہو اور سنت رسول اللہ کی رُو سے تیرا کوئی حق مجھے معلوم نہیں لہٰذا اس وقت واپس جا تا آنکہ میں لوگوں سے دریافت کروں"۔ اسکے بعد انہوں نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مُسلمہؓ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ان کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ (یعنی حصہ مادری) دلوایا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اس کے مطابق اس عورت کو چھٹا حصہ دلایا۔ (موطا، بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کو کچھ مال دینے کو کہا تھا۔ لیکن ان کو یاد نہیں

---

[1] ملاحظہ ہو سورۃ المائدہ: ۳ [2] سورۃ الحج: ۹ [3] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴ ۵۔

Marfat.com

رہا کہ یہ مال انہوں نے حضرت عائشہؓ کو دیا یا نہیں۔ وفات کے وقت انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اگر تم نے وہ مال لے لیا ہے تب تو وہ تمہارے پاس رہے گا (وہ تمہیں ہبہ ہو چکا) لیکن اگر ابھی تک تم نے اس کو اپنے قبضہ میں نہیں لیا ہے تو اب وہ میرے تمام ورثا میں تقسیم ہوگا۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ اگر مال ابھی تک قبضہ میں نہیں لیا گیا ہے تو اس صورت میں اس کی حیثیت محض وصیت کی رہتی ہے اور حدیث ہے لا وصیۃ لوارث جس کی رو سے میت کے ترکہ میں کسی وصیت کا نفاذ نہیں ہوسکتا تھا۔

حضرت صدیق رضؓ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو اس فیصلہ کی صحت میں تامل ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ان سے کس طرح جنگ کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں تا آنکہ وہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہوجائیں جب وہ اس کے قائل ہوجائیں گے تو وہ مجھ سے اپنے مال اپنی جان کو بچالیں گے مگر حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اب جبکہ وہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں، ان کے خلاف آپ کس طرح جنگ کریں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: وَاللّٰہِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ فَإِنَّ الزَّکٰوۃَ حَقُّ الْمَالِ۔ وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَہٗ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِہٖ "خدا کی قسم میں ان سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں، زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ جس طرح نماز نفس کا حق ہے، خدا کی قسم اگر وہ اونٹ باندھنے کی ایک رسی بھی روک لیں گے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔" (بخاری ومسلم)

حضرت عمرؓ کا مسلک اور طریقہ بھی وہی تھا جو حضرت صدیق اکبرؓ کا تھا۔ مجوس کا ملک اسلامی مقبوضات میں شامل ہوا تو حضرت عمرؓ کو تردد ہوا کہ مجوس سے جزیہ لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ قرآن مجید میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا ذکر ہے اور قرآن کی زبان میں اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس بات کی شہادت دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا ہے۔ اس شہادت کے بعد حضرت عمرؓ کو ان سے جزیہ لینے میں کوئی تامل نہ ہوا۔

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کے نام اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر کوئی معاملہ ایسا سامنے آئے جس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ہو تو اس کا فیصلہ اس حکم کے مطابق کریں جو انہیں اس کے بارے میں سنت رسول میں ملتا ہو۔ اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اس میں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ دونوں خاموش ہیں تو پھر وہ اس قانون کی پیروی کریں جس پر اجماع ہو چکا ہو اور اگر اس کے متعلق کوئی اجماعی فیصلہ بھی نہ ہوا ہو تو پھر اجتہاد سے کام لینے کا اختیار ہے یا پھر انتظار کریں کہ اس معاملے میں کوئی اجماعی فیصلہ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں یہ بھی لکھا کہ میرے نزدیک انتظار کرنا زیادہ بہتر ہے[1]

حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ شوہر کی دیت سے بیوی کو وراثت نہ ملنی چاہیئے لیکن جب انہیں یہ روایت پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت زوج سے وراثت دلائی ہے تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے یہ اعلان کیا کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے بارے میں کچھ سنا ہے کہ اگر جھگڑے میں کسی عورت کا حمل ساقط ہو جائے تو اس کی دیت کیا ہے؟ حمل بن مالک نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک مرتبہ دو عورتوں میں لڑائی ہو گئی۔ ایک عورت نے دوسری عورت کو خیمے کی چوب ماری جس کے صدمہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا حضورؐ کے سامنے مقدمہ آیا تو آپؐ نے اس پہ پانچسو درہم بطور دیت لازم کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر ہم یہ حدیث نہ سنتے اور اپنی رائے سے فیصلہ کرتے تو شاید اس کے خلاف فیصلہ کر جاتے۔

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز بوسہ

---

[1] اعلام الموقعین

Marfat.com

نہ دیتا۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے، بیعت کے بعد انہوں نے علی الاعلان فرمایا کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے پابند ہوں گے اور اپنے پیش رو خلفاء کے ان فیصلوں اور طریقوں کی پیروی کریں گے جو مسلمانوں کے اتفاق اور اجماع سے طے ہو چکے ہوں گے اور خود ان کے زمانے میں جو امور اہل خیر کے اتفاق و اجتماع سے طے ہوں گے ان پر عمل درآمد کریں گے۔[1]

حضرت علیؓ نے بھی خلیفہ ہونے کے بعد اہل مصر کو جو سرکاری فرمان حضرت قیس بن سعد بن عُبادہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق عمل کریں اور تم پر وہ حق قائم کریں جو کتاب و سنت کے لحاظ سے حق ہو اور رسول خدا کی سنت کو جاری کریں اور تمہاری بے خبری کی حالت میں بھی تمہاری خیر خواہی کرتے رہیں۔

خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر صحابہؓ بھی کتاب و سنت کو آخری سند اور حرف آخر سمجھتے تھے۔ وہ اپنے کو سنت رسولؐ کے خلاف فیصلہ کرنے کا مجاز ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ رومی حکومت اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان ایک معاہدہ کے تحت ایک خاص مدت تک جنگ بند تھی۔ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب ہوئی تو حضرت معاویہؓ نے لشکر کے ساتھ دشمن کے ملک کی جانب کوچ کر دیا۔ انہوں نے سوچا کہ معاہدہ کی جو مدت ہے اس کے اندر حملہ نہیں کریں گے۔ لیکن مدت ختم ہوتے ہی اچانک یکبارگی حملہ کر دیں گے۔ ایک دن انہیں دور سے ایک سوار آتا دکھائی دیا جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر عہد کو پورا کرنا ہے توڑنا نہیں ہے۔ وہ سوار عمرو بن عبسہ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ جس شخص کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو اس عہد میں کوئی رد و بدل نہ کرے، جب تک کہ معاہدہ کی مدت نہ گذر جائے یا اس قوم کو مطلع نہ کر دے۔ حضرت معاویہ نے یہ سُنا تو اپنی فوج کے ساتھ واپس ہو گئے۔

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ ص ۴۴۶۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور دیگر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا تو ان کے ہاتھ بایں الفاظ بیعت کی: نبایعك علیٰ کتاب اللہ وسنة رسوله وسنة الخلیفتین بعدہ "ہم آپ کے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور دونوں سابق خلفاء کے طریقے پر عمل کریں گے۔"

حضرت ابن عمرؓ مخابرہ (مزارعت کی ایک صورت) کیا کرتے تھے۔ جب رافع بن خدیج کی اس باب میں ممانعت کی روایت انہیں پہنچی تو انہوں نے مخابرہ کرنا چھوڑ دیا۔ اسی طرح حضرت زید حائضہ کے لئے بھی طواف صدر کرنا واجب سمجھتے تھے لیکن جب حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف صدر ترک کرنے کی اجازت دی ہے، تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے یہ نذر کی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھے گا۔ اتفاق سے اس کے بعد ہی عید الاضحیٰ یا عید الفطر آگئی، کیا وہ ان دنوں میں بھی روزہ رکھے۔ انہوں نے فرمایا: نہیں اور یہ آیت تلاوت کی، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نہ خود روزہ رکھتے تھے نہ روزہ رکھنا پسند فرماتے تھے (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے جس کو کوئی فیصلہ کرنا ہو وہ کتاب اللہ سے کرے مگر اس میں موجود نہ ہو تو حدیث نبوی کے مطابق فیصلہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے [1]

صحابہ کرامؓ کے بعد دوسرے بزرگان اور ائمہ دین نے بھی سنت رسول کو دین میں وہی مقام دیا جو صحابہ کرامؓ نے دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک شخص کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالاقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الموافقات ج ۳ ص ۸۰

وَتَرْكَ مَا اَحْدَثَ الْمُحْدِثُوْنَ بَعْدَ مَا جَاءَتْ بِهٖ سُنَّتُهٗ وَكُفُوْا مَؤْنَتَهٗ فَعَلَيْكَ بِلُزُوْمِ السُّنَّةِ فَاِنَّهَا لَكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ عِصْمَةٌ "میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اللہ کا ڈر رکھنے کی اور اس کے حکم پر چلنے کی اور اس کے نبی کی سنت کے اتباع کی اور جو باتیں اہل بدعت نے نکالی ہیں انہیں ترک کرنے کی۔ اہل بدعت نے یہ باتیں اس وقت نکالی ہیں جبکہ سنت کا اجرا عمل میں آچکا تھا۔ یہ لوگ سنت کو پیچھے ڈال کر اس کی پیروی سے مستغنی ہو گئے۔ تجھ پر سنت کی پیروی لازم ہے۔ کیونکہ یہی چیز تجھے بحکم خدا گمراہیوں سے بچانے والی ہے۔" (ابوداؤد)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک مومن کے لئے سنت کی پیروی لازم اور ضروری ہے اور یہی وہ محفوظ راہ ہے جس کے ذریعہ آدمی اپنے کو ہر طرح کے فتنوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ وہ خود بھی سنت کے متبع تھے اور دوسروں کو بھی سنت کی پیروی کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں ایک غلام فروخت ہوا۔ بعد میں اس میں کوئی عیب ثابت ہوا تو مشتری نے اس کی واپسی کا دعویٰ کر دیا۔ غلام کے ذریعہ جو آمدنی اس درمیان میں ہوئی تھی اس کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا کہ وہ کس کو ملے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی رائے تھی کہ آمدنی کی رقم بائع کو دی جائے۔ لیکن جب ان تک حضرت عائشہؓ کی روایت پہنچی کہ حضور کا فیصلہ یہ ہے کہ آمدنی مشتری کو ملنی چاہیئے کیونکہ اس درمیان میں اگر غلام فوت ہو جاتا تو نقصان مشتری ہی کا ہوتا لہٰذا جس کا نقصان ہوتا نفع بھی اس کو ملنا چاہیئے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی حکم کتاب اللہ میں مل جاتا ہے تو میں اسی کو تھام لیتا ہوں، جب اس میں نہیں ملتا تو سنت رسول اللہؐ اور آپ کے ان آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے یہاں ثقہ لوگوں کے واسطے سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ خدا کی کتاب میں حکم ملتا ہے اور نہ رسول اللہؐ کی سنت میں تو میں اصحاب رسولؐ (یعنی ان کے اجماع) کا اتباع کرتا ہوں اور ان کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن ان سب کے اقوال سے باہر جا کر۔

Marfat.com

کسی کا قول اختیار نہیں کرتا۔ رہے دوسرے لوگ تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔[1]

ایک دن کسی نے ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے اس کے جواب میں کہا: لعن اللہ من یخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ اکرمنا اللہ وبہ استنقذنا۔ خدا اس پر لعنت کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے خدا نے ہمیں عزت عطا کی اور آپ ہی کے سبب ہم نے نجات حاصل کی ہے۔[2]

علامہ ابن القیمؒ نے امام احمدؒ کے اصول استنباط کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اولین درجہ کتاب اللہ اور صحیح احادیث کو دیتے ہیں اگر وہ نہ ملیں تو اقوال صحابہؓ کو۔ وہ بھی نہ ہوں تو پھر "قیاس" سے کام لینے سے پہلے دیکھ لینا چاہیئے کہ کوئی ایسی روایت موجود ہے جو گرچہ صحت کے اعلیٰ معیار پر نہ ہو لیکن بالکل ناقابل حجت بھی نہ ہو۔ ایسی صورت میں امام احمد کے نزدیک اس قسم کی حدیث کو بنائے استدلال بنانا چاہیئے۔ ان کے نزدیک مرسل اور ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح حاصل ہے انہوں نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ ضعیف سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے بلکہ اتنا ہی ہے کہ وہ صحت کے اعلیٰ معیار کی نہ ہو۔

لیس المراد بالضعیف عندہ الباطل ولا المنکر ولا ما فی روایتہ سقم بحیث لا یسوغ الذھاب الیہ فالعمل بہ بل الحدیث الضعیف عندہ قسیم الصحیح وقسم من اقسام الحسن[3]	ضعیف سے مراد ان کے نزدیک باطل اور منکر نہیں ہے اور نہ وہ جس کی روایت میں کوئی سقم ہو کہ اس پر چلنا جائز نہ ہو اور اس پر عمل کرنا بلکہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک صحیح حدیث کا ایک حصہ ہے اور حسن احادیث کی قسموں میں سے ہے۔

---

[1] تاریخ بغداد الخطیب ج ۱۳، مناقب امام ابوحنیفہ وصاحبین للذہبی ص ۲۰، مناقب امام اعظم للموفق المکی ج ۱ ص ۹۔

[2] الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۴۰ - ۱۴۱۔ [3] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۵۔

Marfat.com

ولیس المراد بالحدیث الضعیف	سلف کی اصطلاح میں ضعیف حدیث سے
فی اصطلاح السلف ھو الضعیف فی اصطلاح	مراد وہ نہیں ہے جو مراد ضعیف حدیث کی متاخرین کی
المتاخرین بل ما یسمیہ المتاخرون حسنا	اصطلاح میں ہے۔ بلکہ جس احادیث کو متاخرین حسن سے
قد یسمیہ المتقدمون ضعیفاً[1]۔	موسوم کرتے ہیں اسی کو متقدمین ضعیف سے موسوم کرتے تھے۔

ابن قیم رح لکھتے ہیں کہ امام احمد اس طرز عمل میں منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ سبھی ائمہ اس سلسلہ پر اُن کے موافق ہیں۔

ولیس احد من الائمۃ الا ھو موافقہ	ائمہ میں سے ہر ایک اس اصل میں ان کے
علی ھذا الاصل من حیث الجملۃ فانہ	موافق ہے کہ ان میں سے ہر ایک ضعیف حدیث کو
ما منھم الا وقد قدم الحدیث الضعیف	قیاس پر مقدم رکھتا ہے۔
علی القیاس[2]۔	

ابن قیم رح نے امام ابوحنیفہ رح کے اس قسم کے فتاوی کو مثال میں پیش کیا ہے جو اس اصول پر مبنی ہیں۔ امام مالک کے بارے میں لکھتے ہیں:

اما مالک فانہ یقدم الحدیث	امام مالک حدیث مرسل، منقطع اور بلاغات اور
المرسل والمنقطع والبلاغات وقول الصحابی	صحابی کے قول کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے۔
علی القیاس[3]	

یہاں بھی یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ امام مالک جن مرسل، منقطع اور بلاغات[4] کو استدلال کی بنیاد قرار دیتے تھے، ان کے نزدیک انہیں ثابت شدہ احادیث کی حیثیت حاصل تھی[5]

ائمہ اور فقہائے امت کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا بھی یہی مسلک تھا کہ وہ قرآن اور سنت

---

[1] اعلام ج ۱ ص ۶۴ [2] اعلام ج ۱ ص ۲۵ [3] اعلام ج ص ۲۶

[4] بلاغات سے مراد موطا کی وہ روایات ہیں جن کو "بلغنہ" سے بیان کیا گیا ہے [5] مصفی ص ۱۳، ۱۴

Marfat.com

دونوں ہی کو دین کا بنیادی ماخذ سمجھتے تھے۔ انھوں نے کبھی اپنے کو سنت کی پیروی سے بے نیاز نہیں سمجھا حدیث کے مقابلے میں وہ کسی کے قول کو بھی حجت نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں: الطرق کلھا مسدودۃ علی الخلق الا علی من اقتفی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان لوگوں کے علاوہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے باقی سب کے لئے خدا تک پہنچنے کے لئے راستے مسدود ہیں"[1]

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ہے: من علامات المحب للہ عز وجل متابعۃ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی احوالہ وافعالہ واوامرہ وسننہ۔ "اللہ عز وجل کے محب کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے آپ کے احوال میں بھی، اعمال میں بھی، احکام واوامر میں بھی اور آپ کی سنتوں میں بھی"[2]

حضرت ابن عطاءؒ فرماتے ہیں: لا مقام اشرف من مقام متابعۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم فی اوامرہ وافعالہ واخلاقہ "کوئی مقام بھی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، آپ کے اعمال اور آپ کے اخلاق کی پیروی کے مقام سے برتر نہیں"[3]

سنت کی حفاظت:۔

اوپر کی تفصیلات سے ظاہر ہے کہ ہدایت پانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جس طرح آپ کے ہم عہد لوگوں کے لئے ضروری تھی اسی طرح قیامت تک کے لوگوں کیلئے ضروری ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اور آپ کے احکام بھی محفوظ ہوں۔ اس پہلو سے دیکھتے ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ خدا نے قرآن کے ساتھ سنت رسول کی بھی حفاظت کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ایک طرف تو اپنے قول وعمل سے کتاب اللہ

---

[1] رسالہ قشیریہ ص ۱۱ [2] ایضاً ص ۸ [3] ایضاً ص ۲۳

Marfat.com

اور احکام الٰہی کی تشریح فرمائی۔ دوسری طرف آپ نے اسلامی اصولوں پر افراد کی تربیت کی اور انہیں ایک منظم اور طاقت ور گروہ بنایا۔ عقائد اور تصورات سے لے کر عملی زندگی کے تمام ہی گوشوں تک معاشرہ کی تعمیر و تشکیل آپؐ ہی کے مقرر کیے ہوئے اصول و ضوابط پر ہوئی۔ آپ کے سکھائے ہوئے ڈھنگ پر نماز، حج، روزہ وغیرہ عبادات کے طریقے رائج ہوئے۔ شادی بیاہ، طلاق اور وراثت وغیرہ کے جو ضابطے اسلامی معاشرے نے اختیار کیے وہ وہی تھے جو آپ نے مقرر فرمائے تھے۔ جنگ میں دشمنوں سے آپ نے جو معاملات فرمائے۔ مفتوح قوم کے ساتھ آپؐ نے جو سلوک کیا وہی اسلامی مملکت کا ضابطہ قرار پایا۔ گھر سے لے کر مسجد، بازار، عدالت، حکومت اور بین الاقوامی سیاست تک تمام ہی شعبوں میں حضورؐ کی سنت مسلمانوں کے لئے ایک قانون اور ضابطہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ مسلمانوں نے اسے قانون اور ضابطہ کی حیثیت ہی سے اختیار کیا۔ اسی ضابطہ اور قانون کی روشنی میں اسلامی معاشرہ میں ایک چیز حلال قرار پاتی تھی اور ایک چیز حرام سمجھی جاتی تھی۔ اسلامی معاشرہ اپنے تمام ہی شعبوں اور پہلوؤں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہوا۔ آپؐ کی وفات کے بعد یہ معاشرہ باقی رہا اور اس معاشرہ کے عمل نے بعد کی صدیوں میں سنت کی حفاظت کی۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث کی مستند روایات اور امت کے متواتر عمل میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا بلکہ ان کے درمیان پوری مطابقت پائی جاتی ہے۔ بعض سنتیں ایسی ہیں جو آپؐ کی زندگی میں مشہور و معروف نہیں ہو سکی تھیں۔ ان سنتوں کا علم متفرق افراد کے پاس تھا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کو دیکھ کر اخذ کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً ہی اس کے جمع کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے خود موجود تھے۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد اس بات کی شدید ضرورت پیش آئی کہ آپؐ کی وہ سنتیں بھی جمع کی جائیں جن کا علم ابھی ہر شخص کو نہیں ہو سکا تھا۔ عوام سے لے کر حکام اور قاضی تک سبھی کو اپنے اپنے دائرہ کار میں ایسے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا تھا جن کے بارے میں انہیں سنت کے علم کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جن لوگوں کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا کوئی علم

Marfat.com

تھا وہ بھی اسے ایک امانت سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ ان کے پاس جو علم بھی ہے اسے دوسروں تک پہنچانا ان پر لازم ہے۔ اس طرح روایت حدیث کا آغاز ہوا اور حدیثوں کے جمع کرنے کا یہ سلسلہ سالہا سال سے تیسری چوتھی صدی ہجری تک جاری رہا۔ ساتھ ہی گھڑی ہوئی اور موضوع حدیثوں کو صحیح احادیث میں شامل کرنے کی کوششوں کو ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ خاص طور سے ان سنتوں کی جو احکام سے متعلق تھیں ہر طرح سے تحقیق کی گئی۔ ہر اس طریقے سے جو انسان کے لئے ممکن ہے ان کی چھان بین کی گئی اور تنقید کے سخت سے سخت اصولوں پر انہیں پرکھا گیا۔ بحث و تنقید کے اس مواد کو بھی محفوظ کر دیا جس کے سبب کسی روایت کو قبول کیا گیا یا کسی روایت کو ترک کیا گیا۔ اس طرح روایتوں کے ردّ و قبول کے سلسلہ میں تحقیقی رائے قائم کرنے کا موقع ہر شخص کو حاصل ہو گیا۔ یہ محدثین کا ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اس معاشرہ کا جس کی تعمیر آپ کے ہاتھوں ہوئی تھی مکمل نقشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔ آپ کے ایک ایک قول کی سند کو محفوظ کر دیا گیا جسے کسی وقت بھی جانچ کر بآسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی روایت کس درجہ کی ہے اور کہاں تک اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

روایتِ حدیث:

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ روایتِ حدیث کا آغاز ابتدا ہی سے ہوا اور کم از کم دو صدی تک سماعتِ حدیث اور نقل روایت کا غیر معمولی شغف مسلمانوں میں رہا ہے۔ قدیم زمانے میں واقعات کو محفوظ رکھنے اور انہیں بعد کے لوگوں تک پہنچانے کا خاص ذریعہ یہ تھا کہ واقعات کو حافظہ میں محفوظ رکھا جائے اور انہیں زبانی طور پر دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اہل عرب ہزاروں سال سے لکھنے کے بجائے زیادہ تر زبانی اور اپنے حافظے سے کام چلاتے آئے تھے۔ انہیں قوتِ حافظہ اور صحت و نقل میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ وہ شعراء کے کلام ہی کو نہیں قبیلوں کے انساب بلکہ گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو یاد کراتے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا

Marfat.com

کہ یہ قوم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جیسی باعظمت شخصیت کے حالات و واقعات اور آپؐ کی گفتگو کو بھول جاتی اور انہیں بعد کے لوگوں تک منتقل نہ کرتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ کو جو والہانہ تعلق تھا تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ صحابہؓ کے دلوں پر آپؐ کا جو اثر تھا اس کا اندازہ کرنا بھی ہمارے لئے بے حد مشکل ہے۔ ان کے نزدیک تو زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ وہی تھا جو آپؐ کی معیت میں گذرا۔ وہ آپؐ کی ہر بات کو پوری توجہ اور کامل یکسوئی کے ساتھ سنتے تھے اور آپؐ کے ہر فعل و عمل کو دیکھتے تھے اور اس احساس کے ساتھ دیکھتے تھے کہ اسے اپنی زندگی میں عملاً اختیار کرنا ہے۔ اس طرح کی مثال بھی ملتی ہے کہ دو صحابی باہم طے کر لیتے تھے کہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے اور وہ ایک دوسرے کو آپؐ کے ارشادات اور حالات سے باخبر کرے تاکہ آپ کی کوئی ایک بات بھی علم میں آنے سے باقی نہ رہے[1] جب شیفتگی اور تعلق کی یہ کیفیت ہو تو پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات اور آپؐ کے ارشادات کو یاد رکھنے سے غافل کیسے ہو سکتے تھے۔ جن لوگوں کو آپؐ کی زیارت اور صحبت حاصل نہ ہو سکی فطری طور پر انہیں اس کا شوق تھا کہ وہ آپؐ کے حالات اور آپؐ کے ارشادات سے واقف ہوں۔ تاریخ میں اس طرح کے واقعات نقل ہوئے ہیں کہ لوگوں کو جہاں کہیں کسی صحابی کی خبر ملتی وہ سیکڑوں میل کی مسافت طے کر کے ملاقات کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہؓ کو نقل روایت کی اجازت حاصل تھی بلکہ آپؐ تو لوگوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے کہ وہ احکام و ہدایات کو جو خدا کے رسول سے انہیں ملیں یاد رکھیں اور انہیں دوسروں تک منتقل کریں۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

---

[1] خود حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ حاضری دیتے اور ایک دن میں حاضر رہتا۔ جس دن میں حاضر رہتا اس روز کے حالات و واقعات اور وحی وغیرہ کی تفصیل انہیں سناتا اور جس دن وہ حاضر ہوتے اس دن کی تفصیلات وہ مجھے سناتے۔ (بخاری)

Marfat.com

ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیبلغ الغائب الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھو اوعیٰ منه "جو حاضر ہے وہ ان لوگوں تک پہنچائے جو حاضر نہیں ہیں، ممکن ہے وہ کسی ایسے شخص تک پہنچادے جو اس سے زیادہ سمائی والا ہو۔" (بخاری و مسلم)

زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعود، جبیر بن مطعم اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے، نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهٗ حَتّٰى يُبَلِّغَهٗ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ. "خدا اس شخص کو خوش و خرم رکھے جو ہم سے کوئی بات سُنے، اسے محفوظ رکھے یہاں تک کہ وہ دوسروں تک پہنچائے۔ کتنے ہی حامل فقہ ایسے شخص تک پہنچاتے ہیں جو اُن سے بڑھ کر فقیہ ہوتا ہے اور کتنے ہی حامل فقہ فقیہ نہیں ہوا کرتے۔" (ابوداؤد، ترمذی، احمد، ابن ماجہ، دارمی)

بحرین سے بنی عبدالقیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ واپسی کے موقع پر وفد کے لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپؐ ہمیں کچھ ایسی ہدایات دیں جو ہم واپس ہو کر اپنی قوم کے لوگوں کو بتائیں اور جنت کے مستحق ہوں۔ آپؐ نے دین کے چند احکام بتلائے اور فرمایا: احفظوہ واخبروہ من ورائکم۔ "ان باتوں کو یاد کر لو اور وہاں کے لوگوں کو بتا دو۔" (بخاری و مسلم)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يُّسْمَعُ مِنْكُمْ. "تم مجھ سے سنتے ہو اور لوگ تم سے سنیں گے پھر جن لوگوں نے تم سے سُنا ہوگا ان سے دوسرے لوگ سنیں گے۔" (ابوداؤد)

صحابہؓ نے احادیث کی اشاعت کا غیر معمولی اہتمام کیا۔ بخاری میں حضرت ابوذرؓ کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ اگر تم میرے قتل کے لئے میری گردن پر تلوار رکھ دو اور مجھے اس بات کی امید ہو کہ میں مرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کلمہ بھی جو میں نے سنا ہے پہنچا سکوں گا تو میں ضرور کہہ دوں گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کم عمر تھے۔ وہ صحابہؓ کے

Marfat.com

دروازہ پر محض اس غرض سے صبح سے شام تک بیٹھے رہتے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات بیان کریں تو یہ اُسے نوٹ کرلیں۔ (دارمی)

ان روایات سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کرام کو اسکی اجازت حاصل تھی کہ وہ جو کچھ آپ سے سُنیں اُسے دوسروں تک منتقل کریں۔ صحابہؓ آپ کے مطیع تھے۔ اقوال و اعمال تو بڑی چیز ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات و سکنات تک کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت اغر مزنی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے شمار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں سَو مرتبہ استغفار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف صحابہ کرامؓ کو احادیث کی نشر و اشاعت کی تاکید فرمائی تھی دوسری طرف آپ نے احادیث میں آمیزش سے احتراز کی بھی سختی سے تاکید فرمائی تھی۔ چند احادیث اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں:

حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا: من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار: "جو شخص میری طرف منسوب کرکے وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے" (بخاری)

ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حدثوا عنی ولا حرج ومن کذب علی متعمدا فَلْیَتَبَوَّا مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ "میری باتیں روایت کرو، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ مگر جو شخص میری طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔" (مسلم)

ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ اور جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ "میری طرف سے کوئی بات بیان کرنے سے بچو سوائے اس کے جس کے بارے میں تمہیں علم ہو کہ وہ میں نے کہی ہے، کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا

Marfat.com

جہنم میں بنائے گا۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

صحابہؓ کو اس کا پورا احساس تھا کہ رسول خدا کی طرف غلط بات منسوب کرنا معمولی گناہ نہیں ہے بلکہ یہ ایسا گناہ ہے جس کی سزا جہنم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی بات منسوب کر کے بیان کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے صحابہ کرامؓ میں کوئی ایک مثال بھی نہیں پیش کی جا سکتی کہ کسی صحابی نے ذاتی مقصد کے حصول کے لئے اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی ہو۔ صحابہؓ کا حال تو یہ تھا کہ جب وہ حدیث بیان کرتے تو کانپ اٹھتے۔ جہاں انہیں کچھ بھی شبہ ہوتا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کچھ اور رہے ہوں وہاں وہ آپ کی بات نقل کرنے کے بعد "اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ دیتے تھے تاکہ سننے والا الفاظ کو بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہ سمجھے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ پہلی صدی ہجری کے آخر سے احادیث میں ایسی روایتیں شامل ہونے لگیں جو موضوع اور گھڑی ہوئی تھیں۔ حدیث کے ذخیرہ میں اگر کچھ موضوع حصہ شامل بھی ہوا تو محدثین کی چھان بین اور ان کے اصول تنقید نے انہیں چھانٹ کر رکھ دیا۔ اس غرض کے لئے محدثین نے اسماء الرجال کا مستقل ایک فن ایجاد کیا۔

کتابت:

اہل عرب زمانۂ دراز سے زبانی اور حافظہ کی مدد سے کام چلانے کے عادی رہے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں برسوں تک ان کا یہ امتیازی وصف باقی رہا ہے۔ ابتدا میں جس چیز کو محفوظ کرنے کے لئے کتابت کو ضروری سمجھا گیا وہ قرآن تھا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ قرآن کے ہر لفظ کو خاص اس ترتیب کے ساتھ محفوظ رکھنا مطلوب تھا جو خدا نے اس کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ قرآن اپنے الفاظ و معنی اور ترتیب ہر اعتبار سے وحی تھا۔ اس لئے اس کی ہر چیز کو محفوظ رکھنا ضروری تھا۔ سنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور عمل دونوں شامل ہیں۔ عملی سنت کو صحابہؓ اپنے الفاظ میں

Marfat.com

بیان کرتے تھے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ایسا تھا اور آپ نے یہ عمل کیا۔ آپ کے ارشادات اور اقوال کی نقل کرنے کے بارے میں بھی صحابہؓ پر یہ پابندی نہ تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو لفظ بلفظ ہی بیان کریں۔ وہ آپؐ کی باتوں کو سن کر اس کے معنی و مفہوم کو بدلے بغیر اپنے الفاظ میں بیان کر سکتے تھے اور انہوں نے اپنے الفاظ میں بیان بھی کیا ہے۔ حدیث کی کتابت کی وہ اہمیت نہ تھی جو اہمیت قرآن کی کتابت کی تھی۔ قبیلہ قریش میں صرف گنے چنے آدمیوں کو لکھنا پڑھنا آتا تھا۔ مدینے کے انصار میں بھی گیارہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ کاغذ نایاب تھا۔ لکھنے کے لئے جھلیاں، ہڈیاں اور کھجور کے پتے کام میں لائے جاتے تھے۔ ایسی حالت میں سب سے ضروری تھا کہ قرآن مجید کی اس طرح حفاظت کی جائے کہ وہ دوسری چیزوں کی آمیزش سے بالکل پاک رہے۔ لکھنے والے صرف چند لوگ تھے جو قرآن لکھ رہے تھے وہ اگر دوسری چیزیں بھی لکھنے لگتے تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ قرآن میں دوسری چیزوں کی آمیزش ہو جائے۔ انہی وجوہ سے ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے لکھنے سے منع فرمایا تھا۔ لیکن یہ ممانعت کچھ ہی زمانے تک رہی ہجرت کے بعد آپ مدینہ پہنچے وہاں آپؐ نے تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ جلد ہی اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہو گئی جو لکھ پڑھ سکتے تھے۔ پھر آپؐ نے احادیث قلم بند کرنے کی عام اجازت بھی دیدی۔ اس سلسلہ میں روایات بہت ہیں۔ ہم یہاں صرف چند قوی اور مستند ترین روایات نقل کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: "میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں مگر یاد نہیں رکھ پاتا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استعن بیمینک واومابیدہ الی الخط "اپنے ہاتھ سے مدد لو۔" اور پھر اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ لکھ لیا کرو۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ ابوشاہ نے عرض کیا: میرے لئے لکھا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اکتبوا لابی شاہ۔" "اے ابوشاہ کو لکھ کر دیدو" (بخاری، احمد، ترمذی) ابوہریرہؓ کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطبہ حضور

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر دیا تھا اور اس خطبہ میں آپؐ نے حرمِ مکہ کے احکام اور قتل کے معاملہ کے کچھ قوانین بیان فرمائے تھے۔ اہلِ یمن میں سے ایک شخص نے کہا تھا یہ احکام مجھ کو لکھوا دیں "۔

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا۔ یاد کرنے کے لئے اُسے لکھ لیا کرتا تھا۔ لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں، کبھی رضا کی حالت میں باتیں کرتے ہیں کبھی غضب کی حالت میں۔ اس پر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:
اُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ "لکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا"۔ (ابوداؤد، مسند احمد، دارمی، حاکم، بیہقی فی المدخل)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس حدیثیں نہ تھیں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اس سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے احادیث کا ایک مجموعہ لکھ رکھا تھا۔ اس کا نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا۔ اس مجموعہ میں تقریباً ایک ہزار حدیثیں تھیں (اصابہ، طبقات ابن سعد، ابوداؤد)

حضرت علیؓ نے ایک موقع پر لوگوں کو ایک تحریر نکال کر دکھائی جس میں زکوٰۃ، تعزیرات کے قوانین، حرمِ مدینہ اور بعض دوسرے معاملات سے متعلق کچھ احکام تھے۔ (بخاری، مسلم، احمد، نسائی)

عبداللہ ابن حکیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر ہمارے قبیلہ جہینہ کے پاس پہنچی جس میں مختلف حدیثیں تھیں اور یہ روایت بھی تھی کہ مردار جانور کی کھال اور پٹھے بغیر پکائے ہوئے کام میں نہ لاؤ۔ (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری عہد میں حدیث کی ایک ضخیم کتاب لکھا کر عمرو بن حزمؓ کے ذریعہ اہلِ یمن کے پاس بھیجی تھی۔ اس میں تلاوت قرآن، نماز، روزہ، زکوٰۃ، طلاق، عتاق، قصاص، دیت اور دیگر ذالتعلق دسنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیل تحریر کی گئی تھی (دارقطنی، دارمی، بیہقی، مسند احمد

Marfat.com

موطا امام مالک، نسائی)

جامعیت کے لحاظ سے اس کو حدیث کی پہلی کتاب کہا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

ھو کتاب عظیم فیہ انواع کثیر من الفقہ فی الزکوٰۃ والدیات والاحکام وذکر الکبائر والطلاق والعتاق واحکام الصلوٰۃ ومس المصحف وغیر ذلک قال الامام احمد لا شک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتبہ (زاد المعاد ج ۱ ص ۳۰)

"وہ بہت بڑی کتاب ہے جس میں بہت سے فقہی مسائل، زکوٰۃ، دیات، احکام، گناہ کبیرہ، طلاق، عتاق، نماز، قرآن کے چھونے کے آداب اور دیگر مسائل درج ہیں۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ کتاب لکھوائی تھی"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری زمانے میں اپنے عاملوں کے پاس بھیجنے کے لئے کتاب الصدقہ لکھوائی تھی لیکن ابھی وہ بھیجی نہیں گئی تھی کہ آپ کی رحلت کا حادثہ پیش آیا۔ آپ کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو وہ عاملوں کے پاس بھیجی گئی۔ کتاب الصدقہ میں جانوروں کی زکوٰۃ سے متعلق احکام تھے۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر فوجداری، دیوانی کے قوانین، میراث اور زکوٰۃ سے متعلق احکام لکھا کر اپنے ان حکام کو دیئے تھے جنہیں آپ نے مختلف علاقوں میں بھیجا تھا جنہیں کتب احادیث اور تاریخ میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے بھیجے ہوئے خطوط، معاہدہ نامے اور جاگیروں کے وثیقے ہیں جنہیں آپ نے لکھا کر اور مہر ثبت کر کے بادشاہوں اور قبائل کے رئیسوں کو بھیجے تھے یا مختلف لوگوں کے حوالے کئے تھے۔ اس طرح کے خطوط اور وثائق کو ڈاکٹر حمید اللہ نے جمع کیا ہے جو مجموعۃ الوثائق السیاسیہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس مجموعہ میں وہ خطوط اور وثائق بھی شامل ہیں جو خلفائے راشدین نے لکھے تھے۔ اس مجموعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے جو خطوط و وثائق شامل ہیں ان کی تعداد ۲۸۱ ہے۔ ان خطوط میں وہ خط بھی شامل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

مقوقس شاہ مصر کے نام بھیجا تھا۔ یہ خط حدیث کی کتابوں میں منقول و مروی ہوا ہے۔ مصر کے آثارِ قدیمہ کی کھدائی میں یہ خط برآمد ہوگیا ہے اور آج بھی مصر میں موجود ہے۔ برآمد شدہ خط کے الفاظ حدیث کی روایت کے بالکل مطابق ہیں۔ اس خط کا عکس بھی شائع ہوچکا ہے۔

حدیثوں کی حفاظت کا انتظام ابتدا ہی سے زبانی اور کتابت دونوں ہی طریقے سے ہوا ہے۔ علم حدیث کی تاریخ بالکل محفوظ ہے۔ یہ تاریخ مسلسل اور مستند ہے۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپؐ کی سنتوں کو محفوظ کرنے اور اپنے بعد والوں تک انہیں منتقل کرنے میں تساہل سے باز کام نہیں لیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ حاصل کیا تھا اسے چھپا کر نہیں رکھا بلکہ اسے اپنے بعد والوں تک پہنچایا۔

حدیث کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ تقریباً دس ہزار صحابہؓ سے حاصل کیا گیا ہے۔ صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ روایات جنھوں نے بیان کی ہیں وہ یہ ہیں: حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت ابوسعید خدریؓ، یہ وہ صحابہ ہیں جن کی مرویات کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے حضرت عبداللہ عمرو بن عاصؓ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ ان صحابہ میں ہیں جن سے پانچ سو اور ہزار کے درمیان روایات منقول ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت اُبیّ بن کعبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ وہ صحابہ ہیں جن سے روایتوں کی تعداد سو سے زیادہ اور پانچ سو سے کم ہے۔

صحابہؓ کے بعد تابعین نے حدیث و سنت کے اس علم کو جو انھوں نے صحابہؓ سے حاصل کیا تھا، اپنے بعد والوں تک پہنچایا۔ تابعین نے صحابہؓ سے حدیثیں ہی نہیں لیں بلکہ انہوں نے صحابیوں کے حالات بھی بیان کیے اور اس کی وضاحت بھی کی کہ کس صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی صحبت حاصل ہوئی ہے اور اس نے آپؐ کو کب اور کس جگہ دیکھا ہے اور کن کن موقعوں پر اس نے آپ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضری دی ہے۔ اکابر تابعین میں چند یہ ہیں:

سعید بن المسیّب، حسن بصری، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؓ، ابن شہاب زہری، ہمام بن منبہ وغیرہ۔ سعید بن المسیب حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت کے دوسرے سال مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ، زید بن ثابتؓ سے علم حدیث حاصل کیا۔

عروہ بن زبیر مدینہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ وہ حضرت عائشہؓ کے خواہرزادے ہیں انہوں نے اپنی خالہ محترمہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اور زید بن ثابتؓ سے بھی آپ کو تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ سیرت رسولؐ پر سب سے پہلی کتاب انہوں نے ہی لکھی۔ ۹۴ھ میں رحلت فرمائی۔

نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خاص شاگرد اور امام مالک کے استاد ہیں۔ محدثین نے اس سند (مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمرؓ) کو سلسلۃ الذہب (طلائی زنجیر) کہا ہے۔ حضرت نافع کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے سات فقہا میں سے ہیں۔ اپنے والد محترم اور دیگر صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کی رحلت ۱۰۶ھ میں ہوئی۔ ہمام بن منبہ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگردوں میں ہیں۔ انہوں نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ یہ مجموعہ آج بھی موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں پورا مجموعہ شامل کیا ہے۔ یہ مجموعہ درحقیقت حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کا ایک حصہ ہے۔ اس کی اکثر روایات کو بخاری و مسلم میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

محمد بن شہاب زہری مشہور تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے حدیث کا ایک بہت بڑا تحریری ذخیرہ چھوڑا۔ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ انس بن مالکؓ، سہل بن سعدؓ سے علم حدیث حاصل کیا، تابعین میں سعید بن مسیب، محمود بن ربیع وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۔ ان کے شاگردوں میں امام اوزاعی، امام مالک اور سفیان بن عیینہ جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔ انہیں ۱۰۱ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے مدینہ کے گورنر ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو بھی فرمان بھیجا تھا کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو احادیث ہوں انہیں قلمبند کرلو۔ عمر بن عبدالعزیز نے

Marfat.com

مملکت اسلامی کے تمام ذمہ داروں کے پاس فرمان بھیجا تھا کہ وہ حدیث کے ذخیرے کو جمع کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احادیث کے دفتر کے دفتر دارالخلافہ دمشق پہنچ گئے۔ خلیفہ نے ان کی نقلیں مملکت کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۶، مختصر جامع العلم ص ۳۸)

تابعین میں بکثرت ایسے لوگ تھے جن کی پرورش صحابہؓ کے گھروں میں ہوئی تھی۔ بعض ایسے تھے جنھوں نے اپنی ساری عمر کسی نہ کسی صحابی کی خدمت میں بسر کی۔ تابعین کے حالات کا مطالعہ کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ ایک ایک شخص نے کس طرح بکثرت صحابہؓ سے ملاقات کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور آپؐ کے ارشادات اور آپؐ کے فیصلوں کے بارے میں وسیع معلومات فراہم کی ہے۔

اکابر تابعین کے بعد عام تابعین اور تبع تابعین کو لیجئے جو ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان حضرات نے دور دور کا سفر کر کے ایک ایک علاقہ کے صحابہؓ اور ان کے شاگردوں کے پاس جو علم تھا اُسے جمع کیا۔ یہ دوسری صدی کا دور تھا۔ اس دور میں حدیث کے مجموعے مرتب کرنے کا کام باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوا۔ اس زمانے میں بہت سے اشخاص نے حدیث کے مجموعے مرتب کئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے فقہی عنوانات کے تحت احادیث و آثار کو جمع کیا۔ کچھ لوگوں نے ایک ایک صحابی کی روایات الگ الگ جمع کیں۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تاریخ مرتب کی۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعین کے حالات جمع کئے۔ ان بزرگوں میں سے جن کی کتابیں آج تک موجود ہیں، یہ ہیں: امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، محمد بن اسحاق، ابن سعدؒ، امام احمد بن حنبل اور ابو بکر ابن ابی شیبہؒ۔ موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کا بھی ایک حصہ چھپ چکا ہے۔ آج ہم جن بزرگوں کی کتابوں کو نہیں دیکھتے وہ بھی حقیقت میں ضائع نہیں ہوئیں بلکہ بخاری، مسلم وغیرہ اور ان کے بعد کے لوگوں نے ان کو اپنی کتابوں میں شامل کر لیا ہے۔

شروع سے لے کر امام بخاری تک علم حدیث کی ایسی مسلسل تاریخ پائی جاتی ہے جو کہیں منقطع نہیں ہوتی۔ اور تاریخ حدیث کا یہ تسلسل آج تک منقطع نہیں ہوا۔ امام بخاری سے جن لوگوں نے براہ راست بخاری شریف پڑھی ہے ان کی تعداد ۹۰ ہزار تک پہنچی ہے۔

Marfat.com

بخاری شریف کے علاوہ اس دور کی دوسری کتاب صحیح مسلم ہے جس ترتیب کے لحاظ سے اسے ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ اس زمانے کی تیسری اہم تالیف سنن ابوداؤد ہے۔ اس میں زیادہ تر احکام وقوانین سے متعلق روایات جمع کی گئی ہیں۔ احکام وقوانین کے لئے سنن ابوداود ایک بہترین ماخذ ہے۔ اس دور کی چوتھی تالیف جامع ترمذی ہے۔ اس تالیف میں فقہی مسلکوں کی تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے۔ پانچویں تالیف نسائی کی ہے جو السنن المجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ چھٹی تالیف سنن ابن ماجہ ہے۔ ان چھ کتابوں کو محدثین صحاح ستہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بعض اہل علم ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ بخاری، مسلم اور ترمذی کو جامع کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات وغیرہ تمام ہی عنوانات کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کو سنن کہتے ہیں کیونکہ ان میں زیادہ تر عملی زندگی ہی سے متعلق روایات جمع کی گئی ہیں۔

ہمارے اپنے دور میں ایسے لوگ لاکھوں کی تعداد میں ہیں جن تک کتب احادیث ائمہ حدیث سے سلسلہ بسلسلہ پہنچی ہیں اور وہ معلومات جن کے ذریعہ محدثین نے حدیث کے راویوں کے حالات کی جانچ پڑتال کی تھی وہ بھی معتبر کتابوں کے ذریعہ ہم تک منتقل ہوئے ہیں۔ احادیث کی تحقیق کے سلسلہ میں محدثین کے درمیان جو اختلاف آراء ہوئے ہیں وہ بھی اپنے تمام دلائل کے ساتھ محفوظ شکل میں ہم تک پہنچے ہیں۔

احادیث وروایات کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے عہد کے ماحول اور سوسائٹی کا مفصل نقشہ جزئی تفصیلات کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ ایک ایک واقعہ اور آپ کے ایک ایک قول وفعل کی سند موجود ہے جسے جانچ کر کوئی بھی شخص کسی بھی وقت یہ معلوم کر سکتا ہے کہ کوئی روایت کس حد تک قابل اعتماد ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اس دور کے کم وبیش ۱۰ لاکھ انسانوں کے حالات مرتب کئے گئے ہیں۔ یہ اس لئے کہ جس کسی شخص نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کوئی روایت بیان کی ہے

Marfat.com

اس کی شخصیت کو جانچ پرکھ کر یہ رائے قائم کی جاسکے کہ اس کے بیان پر کس حد تک اعتماد کیا جاسکتا ہے۔
تاریخ تنقید کا یہ ایک ایسا علم ہے جس کی تدوین انتہائی باریک بینی کے ساتھ ہوئی ہے جس کی کوئی دوسری مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو بات بھی منسوب ہوتی ہے اسے ہر پہلو سے جانچ پرکھ کر یہ رائے قائم کی جائے کہ اس کا انتساب آپ کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ محدثین نے صحت وسقم کے جانچنے کے لیے سخت سے سخت اصول قائم کیے جس سے صحیح اور جعلی قسم کی حدیثوں میں آسانی امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ محدثین نے ہر حدیث کے بارے میں اپنی ذاتی رائے بھی ظاہر کر دی اور یہ بتا دیا کہ وہ کسی حدیث یا روایت کو صحت یا عدم صحت کا کیا درجہ دیتے ہیں اور اس کیلئے ان کے پاس کیا دلائل ہیں۔ محدثین نے تنقید کے اصول کو اتنی ترقی دی کہ اسناد، جرح، تعدیل، احوال وغیرہ مستقل فن مرتب ہو گئے۔ علامہ جزائری نے توجیہ النظر میں حدیث سے متعلق ۵۲ قسم کے علوم کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔

کسی بھی روایت کی تحقیق کے سلسلہ میں سخت سے سخت معیار یہی ہو سکتا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ روایت ہم تک کس طریقے سے پہنچی ہے۔ درمیانی واسطوں کا سلسلہ آخر تک قائم ہے یا نہیں۔ درمیان کے راویوں نے جس جس کے واسطے سے روایت بیان کی ہے اس سے اس کی ملاقات ہے یا نہیں۔ راوی نے روایت کس عمر اور کس حالت میں بیان کی ہے۔

جن لوگوں کے ذریعے اور واسطے سے روایت منقول ہوئی ہے وہ اپنی سیرت وکردار وغیرہ کے لحاظ سے کیسے تھے؟ وہ جھوٹے اور بددیانت تو نہیں تھے۔ ان کا حافظہ کیسا تھا؟ روایت کو صحیح طور پر یاد رکھنے اور اسے صحیح شکل میں نقل کرنے کی صلاحیت ان کے اندر تھی یا نہیں؟ جو روایت انہوں نے کی ہے اس میں ان کی کسی قسم کی ذاتی یا جماعتی غرض تو پوشیدہ نہیں ہے؟

روایت کو راوی نے لفظ بلفظ نقل کیا ہے یا محض اس کے مفہوم ومعنی کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے؟ راوی کی بیان کی ہوئی روایت دوسرے طریقوں سے بھی منقول ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر دوسرے طریقوں سے یہ روایت نقل ہوئی ہے تو بیانات میں اتفاق ہے یا ان میں اختلاف

Marfat.com

پایا جاتا ہے؛ ان کے بیانات میں اگر اختلاف ہے تو وہ کس حد تک ہے؛ کھلا ہوا اختلاف تو ان کے درمیان نہیں پایا جاتا ہے؟ اگر پایا جاتا ہے تو مختلف طریقوں میں سے جن کے ذریعہ یہ روایت پہنچی ہے کونسا طریقہ زیادہ قابل اعتماد ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اور آپؐ کے اخلاق و سیرت اور آپؐ کے ماحول اور سوسائٹی کے بارے میں جو روایتیں مشہور و متواتر اور ثابت شدہ ہیں یہ روایت ان کے خلاف تو نہیں ہے؟۔

اگر روایت کسی غیر معمولی امر کے بارے میں ہے تو کیا طرق روایت اتنے کثیر اور معتبر ہیں کہ اس امر کو تسلیم کیا جا سکے؟

روایات کی تحقیق میں محدثین نے ان سارے ہی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کسی روایت کے بارے میں کوئی رائے قائم کی ہے اور اس کے بارے میں صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کیا ہے۔

درایت کا استعمال:

احادیث کی جانچ پرکھ میں روایت کے ساتھ درایت کا استعمال بھی ضروری ہے۔ اسلام کی روح سے پورے طور پر آشنا ہونے کے بعد جب کوئی احادیث کا کثرت سے مطالعہ کرتا ہے تو کثرت مطالعہ اور مہارت سے اس کے اندر یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی حدیث کو دیکھتے ہی سمجھ سکے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے: وقد سئل ابن قیم الجوزیہ هل یمکن معرفة الحدیث الموضوع بضابط من غیر ان ینظر فی سندہ فقال: هذا سوال عظیم القدر وانما یعرف ذلك من تطلع فی معرفة السنن الصحیحة وخلطت بلحمه ودمه وصار له فیها ملكة واختصاص

Marfat.com

شدید بمعرفة السنن والآثار ومعرفة سيرة الرسول عليه الصلوٰة والسلام وهديه فيما يامر به او ينهى عنه ويخبر عنه ويدعو اليه ويحبه ويكرهه ويشرعه الامة بحيث كانه مخالطه عليه الصلوٰة والسلام بين اصحابه الكرام فمثل هذا يعرف من احواله وهديه وكلامه واقواله وافعاله :-

"ابن قیم جوزی سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ موضوع حدیث کو اس کی سند پر نظر کئے بغیر ہی پہچان لیا جائے ۔ انھوں نے کہا کہ یہ سوال بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے ۔ یہ پہچان اس شخص کو ہو سکتی ہے جسے سنن اور صحیح احادیث کی پوری خبر ہو ۔ اور علمِ حدیث اس کے گوشت اور خون میں شامل ہو گیا ہو اور اس علم میں اسے خاص ملکہ حاصل ہو گیا ہو ۔ اور اس نے سنن و آثار سے گہری واقفیت اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بہم پہنچائی ہو اور وہ بخوبی آپ کی ہدایت کو پہچان گیا ہو اور اس بات کو کہ آپؐ کس چیز کا حکم دیتے ہیں ، کس چیز سے روکتے ہیں ، کس بات کی خبر دیتے ہیں ، کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں ، کیا چیز آپؐ پسند فرماتے تھے ، کس چیز کو ناپسند کرتے اور کن طریقوں کو امت کے لئے مقرر فرماتے تھے ۔ جب کوئی شخص ان امور کے جاننے میں اس درجہ تک پہنچ جائے کہ گویا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے صحابہ کرامؓ میں شامل ہے ، تو وہ شخص پہچان جائے گا کہ کیا چیز آپؐ کے احوال اور آپؐ کی ھدایت سے تعلق رکھتی ہے اور کونسا کلام آپؐ کا ہے اور کن اقوال و اعمال کو آپؐ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے ۔"

امام ربیع بن خثیم نے درایت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے : ان للحديث ضوءً كضوء النهار تعرفه وظلمة كظلمة الليل تنكره (ترجمہ: بعض الراوی) حدیث میں

ایک روشنی ہوتی ہے دن کی روشنی جیسی اور ایک تاریکی ہوتی ہے رات کی تاریکی جیسی۔ اس روشنی اور تاریکی میں تمیز کرنا درایت ہے" عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے علم حدیث کے ماہر کے سامنے ایک حدیث پیش کی۔ اس نے کہا معلول ہے۔ دریافت کیا کہ کس علت کی بنا پر اسے معلول قرار دیتے ہیں۔ کہا: نہیں بیان کر سکتا۔ البتہ اس کے سننے سے طبیعت بے مزہ ہو گئی۔ وہ شخص کئی محدثوں کے پاس گیا۔ سب کا جواب ایک ہی تھا جس طرح سکے کو صراف ہاتھ میں لیتے ہی بتا دیتا ہے کہ یہ کھوٹا ہے یا کھرا ہے۔ ٹھیک اسی طرح فہم حدیث میں جن کو بصیرت اور کمال ہوتا ہے وہ پہلی ہی نظر میں سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی روایت کس درجہ کی ہو سکتی ہے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ محدث کی مثال صراف اور جوہری کی ہے۔ بسا اوقات روپیہ کے رنگ و روپ اور آواز تک میں فرق محسوس نہیں ہوتا لیکن صراف چھوتے ہی اس کے کھوٹ کو جان لیتا ہے۔

احادیث کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور آپؐ کے بیان میں ایک انفرادیت پائی جاتی ہے۔ آپؐ کی اپنی ایک زبان اور آپؐ کا اپنا ایک مخصوص اندازِ بیان (Style) ہے۔ احادیث صحیحہ میں آپؐ کی شخصیت بول رہی ہوتی ہے۔ ان میں آپؐ کے مقام اور منصب عالی کی جھلک نمایاں ہو رہی ہوتی ہے۔ آپؐ کے ارشادات میں اس درجہ انفرادیت پائی جاتی ہے جس کی کوئی نقل نہیں کر سکتا۔ وہ خصوصیات کوئی کہاں سے لا سکتا ہے جو آپؐ کو خدا نے عطا فرمائی تھیں۔ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے واقف ہیں وہ کسی حدیث کو دیکھتے ہی بتا سکتے ہیں کہ وہ صحیح حدیث ہے یا موضوع ہے بلکہ روایت باللفظ اور بالمعنیٰ کا فرق تک وہ بآسانی کر لیتے ہیں۔ راوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو جہاں اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے وہ فوراً محسوس کر لیتے ہیں کہ بات تو آپ ہی کی ہے مگر زبان و الفاظ آپؐ کے نہیں بلکہ راوی کے اپنے ہیں۔

جس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت تمام شخصیتوں سے بڑھ کر محبوب اور باعظمت ہے

Marfat.com

اسی طرح آپؐ کا کلام بھی سارے کلام پر فائق و برتر ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ" "مجھے جامع اور مختصر بات کہنے کی صلاحیت عطا کی گئی" قرآن مجید کے بعد یہ حدیث ہی کا اعجاز ہے کہ صاف و واضح اور مختصر ہونے کے باوجود اس میں انتہا درجہ کی وسعت اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ آپ کے کلام میں الفاظ کم اور معانی و مطالب زیادہ ہوتے ہیں۔ قلت الفاظ کے باوجود آپ کا بیان کہیں منتشر اور غیر واضح نہیں ہوتا۔ اظہار مدعا میں کہیں کسی قسم کا نقص اور تشنگی نہیں پائی جاتی۔ آپ کا کلام تصنع و تکلف سے پاک ہوتا ہے۔ کلام میں عظیم شخصیت بولتی نظر آتی ہے۔ کمتر شخصیت کے اشخاص کی زبان سے ایسے عظیم و پاکیزہ کلام کا صدور ممکن ہی نہیں ہے۔ آپؐ نہ تو گری ہوئی سوقیانہ زبان استعمال کرتے ہیں اور نہ غریب اور غیر معروف قسم کے الفاظ آپؐ کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ جہاں بسط کی ضرورت ہوتی ہے آپ بسط سے کام لیتے ہیں اور جہاں تقاضا اختصار کا ہوتا ہے۔ وہاں آپ اختصار سے کام لیتے ہیں۔ آپؐ کی قادر الکلامی مسلم ہے۔ کلام میں جہاں رعب و ہیبت ہے وہیں عجیب چاشنی حلاوت اور دل کشی بھی پائی جاتی ہے۔ دونوں میں حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ آپ کا کلام آپؐ کی قلبی کیفیات اور اطوار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ آپؐ کی ہر گفتگو علم و حکمت سے مزین ہوتی ہے۔ کلام میں کہیں بے جا تکرار و اعادہ نہیں پایا جاتا۔ اور دلیل و حجت میں کسی ضعف کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔

آپؐ مخالف پر طنز و تعریض کرتے نظر نہیں آتے اور نہ سامعین کو مرعوب کرنے کے لئے تقریر میں بے جا جوش و خروش دکھاتے اور مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ آپؐ کا جامع اور مختصر کلام بڑے بڑے مبسوط خطبوں پر بھاری ہوتا ہے۔ استدلال میں ہمیشہ آپ سچائی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ آپ اتنی ہی بات کرتے ہیں جتنی حق اور درست ہوتی ہے۔ گفتگو میں نہ زیادہ ٹھہرتے ہیں اور نہ عجلت سے کام لیتے ہیں۔ کلام نہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ لوگوں کو اکتا دے اور نہ اس قدر مختصر ہوتا ہے کہ بات ہی سمجھ میں نہ آسکے۔ الفاظ جنچے تلے ہوتے ہیں۔ اسلوب و انداز بیان حُسن و دل کشی لئے ہوئے ہوتا ہے۔ آپؐ کی زبان میں فطری سلاست و روانی پائی جاتی ہے۔ جوش و اضطراب کا

Marfat.com

اظہار آپکے یہاں ہوتا بھی ہے تو بشکل سکوت ہوتا ہے۔ کلام میں کسی طرح کی شدت اور بے اعتدالی نظر نہیں آتی۔ آپ کے ارشادات کو جتنا زیادہ پڑھئے، ان کی اثر انگیزی بڑھتی جاتی ہے اور کلام کی ادبی و معنوی خصوصیات نمایاں ہوتی چلی جاتی ہیں[1]

گفتگو میں آپ مخاطب کی ذہنی سطح اور اس کے علم و فہم کی وسعت کا پورا لحاظ فرماتے نظر آتے ہیں۔ حریف کو اس کی معلومات کے ذریعہ ساکت و خاموش کرتے ہیں۔ آپ کے کلام میں بے یقینی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ مصری عالم سید محمود شاکر نے لکھا ہے کہ حدیث رسول کو بلاغت کا انتہائی بلند درجہ حاصل ہے جس تک پہنچنے کی کوشش لوگوں کی گردنیں توڑ دیتی ہے[2]۔ محمود شاکر کے اس تاثر میں کوئی مبالغہ نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاغت و فصاحت تک رسائی ممکن نہیں۔

ایک اور پہلو سے دیکھئے صحیح احادیث میں ہمیں فکر و عمل کا ایک مکمل نظام ملتا ہے۔ اس نظام کا تعلق انسانی زندگی کے کسی خاص شعبے سے نہیں بلکہ ہر شعبے سے ہے۔ افکار و نظریات کے مسائل ہوں یا عملی زندگی کے مسائل، خواہ ان کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی سے تمام ہی مسائل اور انسانی زندگی کے تمام ہی شعبے اس سے متعلق ہیں۔ اس نظام زندگی کے تمام اجزاء میں باہم منطقی ربط پایا جاتا ہے اور فکر و عمل کے اس نظام کا اول سے آخر تک اپنا ایک مخصوص مزاج ہے۔ ظاہر ہے ایسا مکمل، مربوط اور متوازن نظام مختلف ذہنوں کے ذریعہ وجود میں نہیں آسکتا۔ فکر و عمل کا یہ نظام ایک ایسا اہم ذریعہ ہے جس کی مدد سے موضوع اور کمزور روایتوں کو بآسانی الگ کیا جاسکتا ہے۔ اس نظام فکر و عمل سے موضوع روایتوں کی عدم مطابقت خود بتادے گی کہ وہ موضوع اور غیر معتبر ہیں۔

خبرِ واحد بھی دین میں حجت ہے:

ایسی روایت جس کے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ رہے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا

---

[1] دیکھیے البیان والتبیین [2] مفتاح کنوز السنۃ۔

Marfat.com

عادتاً ممکن نہ ہو۔ خبر متواتر کہلاتی ہے جس روایت کے راوی تعداد میں تواتر کے درجے کو نہ پہنچے ہوں، اسے اصطلاحاً خبر واحد کہتے ہیں۔ خبر واحد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا روایت کرنے والا ہر دور میں صرف ایک ہے۔ کسی حدیث کے راوی صحابہ اور تابعین کے دور میں بکثرت موجود ہوں، لیکن کسی ایک دور میں کسی وجہ سے اس کے راویوں کی تعداد کم ہو جائے تو اسے خبر متواتر کے بجائے خبر واحد ہی کہیں گے۔ روایات اکثر و بیشتر خبر واحد ہی کا درجہ رکھتی ہیں۔ متواتر روایات کم ہیں۔ بعض لوگ اس طرح کا خیال ظاہر کرتے ہیں کہ خبر واحد سے صرف ظن غالب ہی حاصل ہوتا ہے اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے خبر واحد کو دین و مذہب کی بنیاد بنانا صحیح نہیں ہے لیکن یہ ان کی صریح زیادتی ہے۔ خود ہماری زندگی کے اکثر و بیشتر فیصلوں کا انحصار ظن غالب پر ہی ہوتا ہے۔ قرآن نے بھی ظنی شہادتوں کو غیر معتبر نہیں قرار دیا۔ بلکہ ان کا اعتبار کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی بنا پر ایک مسلمان کا خون تک مباح ہو سکتا ہے۔ زنا، قذف اور سرقہ کے سلسلہ میں فیصلوں کی بنیاد دو چار شہادتوں پر ہی رکھی گئی ہے جن سے ایک مسلمان کو کوڑوں کی سزا بھی دی جا سکتی ہے اور اس کا ہاتھ بھی کاٹا جا سکتا ہے۔ جب قرآن غیر متواتر شہادتوں پر نظام عدل کی بنیاد رکھتا ہے۔ پھر کسی مسلمان شخص کے لئے یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ حدیث رسولؐ کے لئے ہر دور میں دو چار راویوں کا ہونا کافی نہیں ہے۔ البتہ راویوں کے لئے عادل اور قابل اعتماد ہونا ضروری ہے اس کی تحقیق ہی کے لئے اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد ہوا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات)

"اے ایمان لانے والو! جب کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے تحقیق کسی قوم پر جا پڑو اور بعد میں تمہیں اپنے کئے پر نادم اور شرمندہ ہونا پڑے" اس آیت میں قرآن خبر واحد کو رد کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ خبر اگر فاسق کی دی ہوئی ہے تو اس کی تحقیق کی ہدایت کرتا ہے۔ اس آیت سے یہ بات اپنے آپ نکلتی ہے کہ اگر خبر کسی ایسے

Marfat.com

شخص کی دی ہوئی ہے جو فاسق نہیں بلکہ اس کی عدالت اور اس کی سچائی پر اعتماد ہے تو مزید تحقیق کے بغیر بھی اس کی دی ہوئی خبر کی بنیاد پر کارروائی کی جاسکتی ہے۔

خود قرآن کریم کے کتاب الٰہی ہونے کا یقین بھی اس لیے ہے کہ ایک معتبر اور قابل اعتماد ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے حاصل ہوا ہے۔ خدا کی جانب سے کثیر اشخاص اور ملائکہ نے آکر ہمیں اس کے کلام الٰہی ہونے کی خبر نہیں دی ہے۔

قرآن کے علاوہ حدیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ خبر واحد ہمارے لئے حجت ہے۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

یزید شیبان کا بیان ہے کہ ہم عرفات میں تھے۔ اتفاق سے ہماری جائے قیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ سے دور تھی۔ ہمارے پاس آپ کا قاصد یہ پیام لے کر آیا کہ ہم جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اسی جگہ رہیں وہاں سے منتقل ہونے کی ضرورت نہیں۔ عرفات میں جہاں بھی قیام ہو جائے فریضہ وقوف ادا ہو جاتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک ثقہ آدمی کی دی ہوئی خبر دین میں حجت کا درجہ رکھتی ہے ورنہ آپ اپنی طرف سے ایک ہی شخص کو نہ بھیجتے۔

۹ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجتے ہیں۔ اس کے بعد سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو آپ نے حضرت علیؓ کو روانہ کیا تاکہ وہ حج کے موقع پر وہ آیات لوگوں کو سنا دیں۔

آپ نے جہاں بھی قاصد یا عامل روانہ فرمایا ہے اس میں عدد کا کوئی لحاظ نہیں فرمایا۔ آپ بحرین کے وفد کے ساتھ ابن سعد بن العاص کو روانہ کرتے ہیں۔ معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے ہیں۔ قیس بن عاصم، زبرقان بن بدر اور ابن نویرہ وغیرہ کو ان کے اپنے اپنے قبیلوں کے پاس روانہ کرتے ہیں۔ اس طرح اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں آپ نے مختلف بلاد میں بارہ قاصد روانہ فرمائے۔ آپ نے صرف اس بات کا لحاظ فرمایا کہ ہر سمت ایسا شخص بھیجا جائے جو اس علاقہ میں متعارف ہو تاکہ لوگوں کو اس کے بارے میں کسی طرح کا شبہ نہ ہو اور انہیں یقین ہو جائے کہ وہ واقعی خدا کے رسول کا قاصد ہے۔

Marfat.com

ان مثالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بات کے یقین کے لئے یہ ضروری نہیں ہے اس کی شہادت ایک جم غفیر ہی دے۔ صحابۂ کرام کسی خبر کے تسلیم کرنے کے لئے خبر متواتر کے پابند نہ تھے۔ اس کی کتنی ہی مثالیں کتب احادیث سے پیش کی جاسکتی ہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ابو عبیدہؓ، ابو طلحہ، اُبَی بن کعب کو شراب پلا رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی یہ سننا تھا کہ ابو طلحہؓ نے کہا کہ انس اٹھو اور شراب کے مٹکے توڑ ڈالو۔ میں نے اُٹھ کر شراب کے برتن توڑ دیئے۔

دیکھئے صرف ایک شخص کے بیان پر شراب کی حرمت کا یقین کر لیا گیا۔ نہ انھوں نے خبر متواتر کا انتظار کیا اور نہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ اس کی تصدیق کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اہل قبا صبح کی نماز میں تھے کہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد تحویل قبلہ کی خبر لے کر پہنچا تو ہر ایک نے نماز کے اندر ہی اپنا رُخ بیت المقدس کی طرف سے مسجد حرام کی طرف کر لیا۔ انہیں ایک شخص کے بیان پر یقین کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ یقین کے حصول کا انحصار صرف تواتر ہی پر نہیں ہے۔ متفرق دلائل اور قرائن جمع ہو کر جب کسی امر کی شہادت دیتے ہیں تو لفظی تواتر نہ سہی ایک طرح کا معنوی تواتر لازماً پیدا ہو جاتا ہے جو حصول یقین کے لئے کافی ہوتا ہے۔ امام شاطبیؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وانما الادلة معتبرة ههنا المستقراة من جملة ادلة ظنية تضافرت على معنى واحد حتى افادت فيه القطع فان للاجتماع من القوة ما ليس للافتراق ولاجله افاد التواتر القطع وهذا نوع منه. فاذا حصل من استقراء ادلة المسألة مجموع يفيد العلم فهو الدليل المطلوب في هو شبيه با لمتواتر المعنوي

(الموافقات ج ۱ ص ۳۶)

"عام طور پر جو دلائل یہاں معتبر ہیں وہ اس طرح کے ہیں جو اگرچہ الگ الگ ظنی ہیں، مگر کسی ایک مسئلہ میں سب کے متفق ہونے کے سبب اس مسئلہ میں ان سے

Marfat.com

یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ سب دلائل کے ملنے سے جو قوت پیدا ہوسکتی ہے وہ ان کی انفرادی حیثیت میں نہیں پیدا ہوسکتی۔ خبر متواتر سے بھی اجتماعی قوت ہی کے سبب یقین حاصل ہوتا ہے۔ پس جب کسی مسئلہ کے لئے متفرق دلائل جمع ہوجائیں تو ان کے مجموعہ سے ایک یقین حاصل ہوجاتا ہے اور یہ ایک طرح سے معنوی تواتر کے مثل ہوجاتا ہے۔"

ابن تیمیہؒ کا بیان ہے کہ جب کوئی واقعہ ایک شخص کی زبانی ہم سنتے ہیں پھر مختلف مقامات سے مختلف انداز میں اس کی مختلف شہادتیں ہمیں مل جاتی ہیں تو اگرچہ ان میں سے ہر ایک شہادت کی حیثیت اپنی جگہ خبر واحد کی ہوتی ہے لیکن ان کی خبروں کے ملنے سے ہمیں پورا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ واقعہ صحیح ہے عقل یہ کبھی باور نہیں کرسکتی کہ مختلف اشخاص ایک دوسرے کی لاعلمی میں کوئی واقعہ گھڑ کر بیان کریں اور ان کے بیان میں اتفاق پایا جائے۔ مثال کے طور پر بخاری اور مسلم میں یہ واقعہ نقل ہوا ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے اونٹ خریدا۔ اگرچہ اونٹ کی قیمت بیان کرنے میں راویوں میں اختلاف ہے لیکن متعدد طرق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے جابرؓ سے اونٹ خریدا تھا۔ مختلف اشخاص جب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اور اس کا کوئی ثبوت و قرینہ نہیں پایا جاتا کہ ان اشخاص نے اس سے پہلے باہم مل کر اصل خبر کو گھڑا ہو، اور نہ اس خبر سے ان کی کوئی ذاتی غرض وابستہ ہے تو پھر اس واقعہ کے یقین کرنے میں ہمیں کیا تامل ہوسکتا ہے۔ (توجیہ النظر ص ۱۳۴)

علامہ جزائری نے اس سلسلہ میں ایک اور کام کی بات لکھی ہے۔ وہ اس اعتراض کا کہ محدثین نے حدیث کی کتابوں میں ضعیف اور کمزور حدیثیں کیوں جمع کی ہیں جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجہول اور کمزور حافظہ کے اشخاص کی احادیث محدثین اس لئے جمع کرتے تھے کہ یہ حدیثیں کم سے کم کسی مضمون کی تقویت اور تائید میں کارآمد ثابت ہوسکتی ہیں۔ (توجیہ النظر ص ۱۳۴)

امام احمدؒ کا ارشاد ہے: قد اکتب حدیث الرجل لاعتبرہ "میں کبھی ایک

شخص کی حدیث اس لئے لکھتا ہوں کہ اس کو متابعت اور شواہد کے طور پر کام میں لاسکوں۔"

(توجیہ النظر)

چند شبہات اور اُن کا ازالہ:

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا وہ یہ اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے کہ جس طرح اللہ نے کتابِ الٰہی کی حفاظت کی ہے اور وہ ہم تک بالکل محفوظ شکل میں پہنچی ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے رسول کی سنت کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سیرت اس طرح ہم تک پہنچی ہے کہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ گویا آج بھی آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ صدر اول کے بعد بعض غلط کار اور خدا ناترس لوگوں نے آپ کی جانب ایسی باتیں بھی منسوب کیں جو درحقیقت آپ کی نہ تھیں۔ لیکن ایسی تمام موضوع اور غلط روایات کو محدثین نے تنقید کی کسوٹی پر پرکھ کر الگ کر دیا۔

احادیث کے سلسلہ میں عام طور سے لوگوں کو چند الجھنیں پیش آتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی وہ الجھنیں بھی رفع کر دی جائیں۔ احادیث کے سلسلہ میں ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے: اگر احادیث کا ذخیرہ مستند ہے اور اسے دین میں حجت کی حیثیت حاصل ہے تو حضرت عمرؓ نے روایت حدیث پر پابندی کیوں لگا دی تھی۔ حضرت عمرؓ جس وجہ سے بکثرت روایت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ یہ ہرگز نہ تھی کہ وہ سنت کو دین میں کوئی اہمیت نہ دیتے تھے یا یہ کہ ان کے زمانہ میں وضع حدیث کا کوئی فتنہ پیدا ہو گیا تھا۔ وجہ دراصل یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے دور تک قرآن کریم کی عام اشاعت نہ ہو سکی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے ضروری سمجھا کہ سارے لوگوں کو سب سے پہلے قرآن سے روشناس کرایا جائے اور ان باتوں سے بچایا جائے جن سے قرآن میں دوسری چیزوں کے ملنے کا اندیشہ ہو۔

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ احادیث میں چونکہ اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے وہ ساقط الاعتبار قرار پاتی ہیں۔ حالانکہ اس بات میں بھی کوئی وزن نہیں ہے۔ جن لوگوں نے احادیث کا مطالعہ

Marfat.com

کہا ہے وہ اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ روایات میں اتفاق زیادہ ہے۔ اختلاف بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ ان کے درمیان جو اختلافات پائے بھی جاتے ہیں وہ زیادہ تر حسب ذیل قسم کے ہیں:

ایک ہی تقریر یا واقعہ ہے۔ راویوں نے اس کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کے الفاظ الگ الگ یقیناً ہیں لیکن معانی میں کوئی اختلاف نہیں ہے ظاہر ہے اس اختلاف کو اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔

ایک ہی واقعہ یا تقریر ہے۔ کسی راوی نے اس کا کوئی حصہ بیان کیا ہے۔ کسی نے کوئی دوسرا حصہ نقل کیا ہے جس کی وجہ سے بظاہر ان کے درمیان اختلاف نظر آتا ہے۔ حالانکہ فی الواقع ان کے درمیان اختلاف سرے سے ہے ہی نہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک حدیث پہلے کی ہے اور دوسری بعد کی ہے۔ بعد کی حدیث نے پہلی حدیث کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے جس شخص کو اس حقیقت کی خبر نہیں ہے اُسے حدیثوں میں تضاد نظر آ سکتا ہے حالانکہ وہاں تضاد نہیں، حکم کی تبدیلی پائی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ شریعت تھے۔ خدا کے حکم پر آپ کسی حکم کو منسوخ فرما سکتے تھے۔ اس میں قباحت کی سرے سے کوئی بات ہی نہیں۔

اختلاف کی یہ ساری نوعیتیں ایسی ہیں کہ انہیں حقیقی اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ روایات ایسی نکل بھی آئیں جن میں پائے جانے والے اختلاف کو رفع کرنا مشکل ہو تو ان کے سقوط سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ سارے ذخیرۂ احادیث کو ساقط الاعتبار سمجھ کر دریا بُرد کر دیا جائے۔

ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ احادیث میں مدد درجہ اجمال اور بے ربطی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ یہ بات بھی وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کی نظر احادیث کے پورے ذخیرے پر نہ ہو۔ اکثر و بیشتر احادیث ایسی ہیں، جو اگر کسی جگہ مختصر اور بے ربط ہیں تو وہی کسی دوسری جگہ سیاق و سباق اور متعلقہ تفصیلات کے ساتھ منقول ہوئی ہیں اور جو باتیں

Marfat.com

تفصیلات کے ساتھ بیان نہیں بھی ہوئی ہیں ان کے الفاظ میں ایسے اشارے موجود ہیں جن سے ان کے پس منظر پر روشنی پڑتی ہے۔ البتہ ان کے اشاروں کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک، اس وقت کے معاشرے کے حالات وغیرہ کا بخوبی علم رکھتا ہو۔ ایسی صورت میں کسی روایت میں کسی قول یا واقعہ کا ذکر دیکھ کر اسے اس کا بہ آسانی اندازہ ہو جائے گا کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

ائمہ و محدثین

دین کے خادموں اور محدثین کرام کی فہرست بہت لمبی ہے۔
یہاں اختصار کے ساتھ چند مقدر ہستیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے
جن کی خدمات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دین کے
ایسے خادم ہیں جن کے احسانات سے ہم کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

امام ابو حنیفہؒ

ولادت ۸۰ھ   وفات ۱۵۰ھ

امام ابو حنیفہ کوفہ کے ایک متمول خاندان میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اسم گرامی نعمان بن ثابت تھا۔ والد تجارت کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو وہ بھی تجارت کرنے لگے۔ امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں چار صحابی موجود تھے۔ بصرہ میں انس بن مالکؓ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، مدینہ میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضؓ، اور مکہ میں ابوطفیل عامر بن واثلہؓ۔ امام ان میں سے کسی سے ملاقات نہ کر سکے۔ امام کی زندگی کے ۵۲ سال بنی امیہ کے عہد میں اور ۱۸ سال بنی عباس کے عہد میں گزرے۔ ان دونوں عہدوں میں آپ نے دین کی جو خدمات انجام دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

کوفہ شروع زمانے سے ہی علم کا مرکز رہا ہے۔ اُسے سیکڑوں صحابہ کے مرجع و مسکن ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ یہ شہر عہد فاروقی میں بسایا گیا تھا۔ نظم تعلیم کے لئے ابن مسعودؓ وہاں بھیجے گئے تھے اس موقع پر حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ ابن مسعودؓ کی مجھے یہاں خود ضرورت تھی لیکن میں تمہاری ضرورت کو مقدم سمجھ کر انہیں بھیج رہا ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ عہد عثمانؓ کے آخری زمانے تک قرآن اور علم دین کی تعلیم دیتے رہے۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نوآباد شہر میں بعض محدثین کے بیان کے مطابق ۴ ہزار علما اور محدثین پیدا ہوئے۔ حضرت علیؓ جب کوفہ پہنچے تو وہ پکار اٹھے: خدا ابن مسعودؓ کا بھلا کرے کہ انہوں نے اس بستی کو علم سے بھر دیا۔

امام نے ابتدائً قرأت، حدیث، ادب، شعر اور کلام وغیرہ علوم کا مطالعہ کیا۔ علم کلام میں انہوں نے شہرت حاصل کی۔ پھر ان کا دل کلامی جھگڑوں اور مناظروں سے بیزار ہو گیا۔ وہ فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کوفہ، عراق کے اصحاب الرائے کا مرکز تھا۔ اس مدرسہ فکر کی ابتدا حضرت

Marfat.com

علیؓ و عبداللہ بن مسعودؓ سے ہوئی۔ ان کے بعد ان کے شاگرد شریح، علقمہ اور مسروق اس مدرسہ کے نامور ائمہ ہوئے۔ پھر ابراہیم نخعی اور ان کے بعد حماد منصب امامت پر فائز ہوئے۔ امام ابوحنیفہ نے امام حماد کی شاگردی اختیار کی۔ ان کی وفات تک پورے ۱۸ سال تک ان کے ساتھ رہے اور ان سے استفادہ کرتے رہے۔ حماد امام ابوحنیفہ کو ان کی ذہانت اور قابلیت کی بنا پر بے حد عزیز رکھتے تھے۔ خود حماد کے فرزند کہتے ہیں کہ ایک بار میرے والد سفر میں باہر تشریف لے گئے۔ واپس ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ اس اثنا میں آپ کو زیادہ یاد کس کی آتی تھی؟ میں سمجھتا تھا وہ کہیں گے کہ تمہاری، لیکن انہوں نے ابوحنیفہ کا نام لیا اور کہا اگر مجھے یہ قدرت حاصل ہوتی کہ میں ابوحنیفہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی نظر کو جدا نہ کروں تو نہ کرتا۔

امام ابوحنیفہؒ کی شاگردی صرف حماد تک محدود نہیں تھی۔ انہوں نے مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا ہے۔

ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے امام سے پوچھا: آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ امام نے کہا: عن حمّاد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب وعن علی بن ابی طالب و عبدالله بن مسعود و عبدالله بن عباس "حماد (بن سلیمان) سے انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب سے نیز علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن العباس سے"۔

امام ابوحنیفہ ایک بار خلیفہ ابوجعفر المنصور کے پاس گئے۔ اس وقت عیسیٰ بن موسیٰ بھی وہاں موجود تھے۔ ابوجعفر نے عیسیٰ سے کہا یہ شخص زمانہ میں یکتا عالم ہے۔ پھر ابوحنیفہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ نعمان! آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ امام نے کہا: عن اصحاب عمر عن عمر وعن اصحاب علی عن علی وعن اصحاب عبدالله عن عبدالله وما كان فی وقت ابن عباس علی الارض اعلم منه "اصحاب عمرؓ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اور اصحاب علیؓ سے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ

سے اور عبداللہ بن عباسؓ کے وقت میں ان سے بڑھ کر زمین پر کوئی عالم نہ تھا۔"

امام نے صرف کوفہ ہی کے اساتذہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حج کے موقع پر حجاز پہنچ کر فقہ و حدیث کے دوسرے اکابر سے بھی استفادہ کیا۔

امام ابوحنیفہ نہایت ذہین شخص تھے۔ ان کی ذہانت کے واقعات ان کے زمانے میں ہی دور دور تک مشہور ہو گئے تھے۔

ابوحنیفہ خوش رو اور خوش خو تھے۔ خوشبو پسند کرتے تھے، اچھا لباس پہنتے۔ فیاض اور نہایت کریم النفس انسان تھے۔ اہل علم اور طلبہ پر خاص طور سے اپنا مال خرچ کرتے رہتے تھے۔ تجارتی منافع کا ایک خاص حصہ اسی کام کے لئے تھا۔ اپنے خاص شاگرد امام ابو یوسف کے گھر کا پورا خرچ انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کیونکہ ابو یوسف کے غریب والدین ان کی تعلیم چھڑا کر کسی دوسرے کام میں انہیں لگانا چاہتے تھے۔

ابوحنیفہ کی گفتگو بڑی ہی شیریں اور دلآویز ہوتی تھی۔ آواز میں بڑی دلکشی تھی۔ امام صاحب بڑے ہی قادر الکلام تھے۔ ایسی باتوں سے اجتناب کرتے تھے جن سے تفرقے بازی کو تقویت پہنچتی ہو۔ ایک دفعہ کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی لڑائیوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: "بھائی! مجھے تو ان باتوں کا ڈر لگا ہوا ہے جو قیامت میں مجھ سے پوچھی جائیں گی۔ ان واقعات کے بارے میں خدا مجھ سے نہیں پوچھے گا۔"

امام کی دیانت اور پرہیزگاری کا حال یہ تھا کہ ایک بار انھوں نے اپنے ایک شریک کو مال فروخت کرنے کے لئے باہر بھیجا۔ مال کا ایک حصہ عیب دار تھا۔ امام نے ہدایت کر دی کہ جس شخص کے ہاتھ فروخت کرے اسے عیب سے آگاہ کر دے۔ مگر اسے یاد نہ رہا۔ عیب ظاہر کئے بغیر مال فروخت کر کے واپس آ گیا۔ امام نے پورے مال کی وصول شدہ قیمت کو جو ۳۵ ہزار درہم تھی صدقہ کر دیا۔ ناتجربہ کار لوگ اگر اپنا مال ان کی دوکان پر فروخت کرنے کے لئے آتے اور مال کی قیمت کم بتاتے تو امام کہتے تمہارا مال اس سے زیادہ قیمت کا ہے۔

Marfat.com

اور وہ انہیں صحیح قیمت ادا کرتے۔ ان کے ہم عصر علماء نے ان کی پرہیزگاری کی غیر معمولی تعریف کی ہے۔ مشہور امام حدیث عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ پرہیزگار آدمی نہیں دیکھا۔ حسن بن زیاد کا بیان ہے: بخدا ابوحنیفہ نے کبھی کسی امیر کا عطیہ یا ہدیہ قبول نہیں کیا۔ امام ابویوسف، امام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: بخدا وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے سخت پرہیز کرنے والے، اہل دنیا سے مجتنب اور اکثر خاموش رہنے والے آدمی تھے۔ ہمیشہ غور و فکر میں لگے رہتے تھے۔ فضول باتیں کبھی نہیں کرتے تھے۔

اپنے استاد حماد کے انتقال کے بعد امام ہی ان کے جانشین ہوئے۔ اس مسند پر امام صاحب ۳۰ سال تک درس و تدریس اور افتا کا کام انجام دیتے رہے۔ اس مدت میں انہوں نے ۶۰ ہزار اور بعض لوگوں کے بقول ۸۳ ہزار قانونی مسائل کے جواب دیئے جو الگ الگ عنوانات کے تحت مرتب کئے گئے۔ سات آٹھ سو کی تعداد میں ان کے شاگرد ہوئے۔ شاگردوں میں سے تقریباً ہر ایک نے دوسرے اہل علم سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے شاگردوں نے مختلف علاقوں میں درس و افتا کے فرائض انجام دیئے۔ امام کے ۵۰ شاگرد عباسی حکومت میں منصب قضا پر فائز ہوئے۔ امام نے تقریباً ان تمام مسائل سے تعرض کیا جو خلافت راشدہ کے بعد کے حالات میں پیش آئے۔ امام کی مجلس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مسائل پر بحث ہوتی تھی کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی مسئلہ پر مہینہ بھر تک بحث چلتی رہتی۔ شاگرد پوری آزادی سے اپنی آرا کا اظہار کرتے۔

علم حدیث میں بھی امام کو خاص مقام حاصل تھا۔ محدثین کرام امام کی عظمت کے معترف تھے یحییٰ بن معین سے ابوحنیفہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ حدیث کے بارے میں سچے سمجھے جاتے تھے؟ انہوں نے کہا، وہ نہایت سچے اور صحیح روایت کرنے والے تھے۔

علی بن مدینی کا بیان ہے کہ امام صاحب ثقہ ہیں۔ ان کی روایت میں کوئی سقم نہیں ہے۔ ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع، عباد، جعفر بن عون جیسے جلیل القدر محدثین نے امام سے روایت کی ہے۔ ایک مرتبہ ابن مبارک کی مجلس میں امام کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو

Marfat.com

جس کے سامنے پوری دنیا رکھدی گئی مگر اس نے منہ پھیر لیا۔ امام داؤد کا ارشاد ہے کہ خدا مالکؒ پر رحمت نازل کرے وہ اپنے وقت کے امام تھے۔ شافعی پر رحمت کرے وہ اپنے وقت کے امام تھے ابو حنیفہ پر رحمت نازل کرے وہ اپنے زمانے کے امام تھے۔

امام احمد بن حنبل جب کبھی امام ابو حنیفہ کا ذکر کرتے تو ان کے حق میں رحمت کی دعا کرتے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں کمال حاصل کرنا چاہے وہ امام ابو حنیفہ کے تعاون کے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

خطیب نے یحییٰ بن معین سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک حدیث کی روایت کرنے کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ سننے کے بعد سے برابر یاد رہے۔ اگر یاد نہ رہے تو پھر اس کی روایت کرنا ان کے نزدیک درست نہ تھا۔

دینی مسائل کے بارے میں امام کا اصول یہ تھا کہ وہ سب سے پہلے قرآن کو لیتے تھے۔ اگر اس میں مسئلہ نہ ملتا تو اسے سنت رسولؐ میں تلاش کرتے۔ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں ہی میں نہ ملتا تو صحابہؓ کے اقوال کو دیکھتے اور ان کے فیصلوں پر عمل کرتے اور اگر ان لوگوں میں اختلاف ہوتا تو ان میں سے جس کو اپنے نزدیک کتاب و سنت سے اقرب سمجھتے اختیار کر لیتے۔ صحابہؓ کے مذہب کے باہر نہ جاتے۔ اگر صحابہؓ کے اقوال میں بھی انہیں حل طلب مسئلہ نہ ملتا تو بعد والوں کا اتباع کرنا اپنے لئے ضروری نہ سمجھتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح خود اجتہاد سے کام لیتے تھے۔[1]

امام شاطبی نے ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ بہت سے محدثین امام صاحب پر اس لئے طعن کو جائز خیال کرتے تھے کہ ان کے نزدیک امام صاحب نے بہت سے صحیح اخبار آحاد کو ترک کر دیا تھا حالانکہ امام صاحب کا اصول یہ تھا کہ وہ خبر واحد کا اس باب کی دوسری احادیث کے ساتھ موازنہ

---

[1] الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۸۔ المکی، مناقب امام الاعظم ابی حنیفہ ج ۱ ص ۸۸، الذھبی مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ص ۲۰۔ الشعرانی، کتاب المیزان ج ۱ ص ۶۱

Marfat.com

کرتے۔ قرآن سے بھی ملاتے۔ اگر قرآن اور دوسری احادیث کے مطابق ہوتی تو اس پر عمل کرتے ورنہ اُسے شاذ قرار دیتے اور عمل نہ کرتے[۱]

ابن حزم کہتے ہیں کہ تمام اصحاب ابوحنیفہؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ ابوحنیفہ کا مذہب یہ تھا کہ ضعیف حدیث بھی اگر مل جائے تو اس کے مقابلہ میں قیاس اور رائے کو ترک کر دیا جائے[۲]

امام ابویوسف کا بیان ہے کہ حدیث کی صحیح مراد اور اس سے مسائل کا استنباط امام صاحب سے بڑھ کر جاننے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ میں کسی حدیث کے ظاہری پہلو کو اختیار کر لیتا۔ بعد میں مجھے تنبہ ہوتا کہ حدیث کی صحیح مراد سمجھنے میں امام صاحب کی نگاہ مجھ سے زیادہ گہری تھی[۳]

امام صاحب کو تمام علوم میں دستگاہ حاصل تھی۔ تفسیر، حدیث اور فقہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ علم حدیث میں امام کے اساتذہ کی تعداد جن سے انہوں نے روایات لی ہیں چار ہزار ہے۔ امام موصوف نے محدثین کی طرح باضابطہ روایت حدیث کے حلقے قائم نہیں کئے جس کی وجہ سے بعد کے زمانے میں امام صاحب کی محدثانہ شان نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ حالانکہ ان کا شمار حفاظ حدیث میں کیا گیا ہے۔ جن لوگوں نے ان کی مسانید جمع کی ہیں۔ ان میں دارقطنی، ابن شاہین اور ابن عُقدہ جیسے علماء حدیث بھی شامل ہیں۔ فقہ حنفی کی معتبر کتابیں مثلاً امام طحاوی کی شرح "معانی الآثار"، ابوبکر جصاص کی "احکام القرآن" اور امام سرخسی کی "المبسوط" جنہوں نے دیکھی ہیں وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ امام کی فقہ کی بنیاد قرآن اور حدیث دونوں ہی پر رکھی گئی ہے۔ حدیث سے بے نیاز ہو کر انہوں نے اپنی فقہ ہرگز مرتب نہیں کی ہے۔

اسرائیل جو ائمۂ حدیث میں سے ہیں تعجب کے انداز میں کہتے ہیں: نعمان کیا خوب شخص ہیں

---

[۱] الموافقات ج ۲ ص ۲۴ [۲] الذہبی ص ۲۱

[۳] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۹

Marfat.com

کہ انہیں وہ احادیث جو فقہی مسائل سے متعلق ہیں کیسی محفوظ ہیں اور کس خوبصورتی سے وہ ان سے مسائل اخذ کرتے ہیں! یحییٰ بن سعید القطان اور وکیع جیسے محدث امام ابوحنیفہ کی فقہ کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ بلکہ وکیع تو نہ صرف یہ کہ امام صاحب کی فقہ کے مطابق فتوے دیتے تھے بلکہ وہ امام صاحب کی روایت کردہ تمام حدیثیں یاد کیا کرتے تھے۔ انھوں نے امام صاحب سے بہت سی حدیثیں سماعت کی تھیں [1]

امام ابوحنیفہ کے سب سے بڑے شاگرد امام ابویوسف نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ کی روایت کردہ ایک ہزار احادیث جمع کی ہیں۔ امام صاحب کے دوسرے شاگرد امام محمد، امام حسن بن زیاد اللؤلؤی اور امام کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ نے بھی ان کی روایت کردہ حدیثوں کے مجموعے مرتب کئے تھے۔ اس کے علاوہ صدیوں تک بکثرت علماء امام صاحب کی مرویات "مسند ابوحنیفہ" کے نام سے جمع کرتے رہے۔ ان میں ۱۵ مسانید کا ایک جامع نسخہ قاضی القضاۃ محمد بن محمود الخوارزمی نے "جامع مسانید الامام الاعظم" کے نام سے مرتب کیا، یہ نسخہ شائع ہوگیا ہے۔

امام ابوحنیفہ ان نادر روزگار ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے حریت فکر کی شمعیں روشن کیں۔ وقت اور اقتدار کے تیور سے وہ کبھی بھی مرعوب نہ ہوئے۔ مصیبت اور آزمائش کے نازک ترین مواقع پر بھی ان کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی۔

---

[1] جامع کے بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۹

Marfat.com

امام مالکؒ

ولادت ۹۵ھ وفات ۱۷۹ھ

امام مالک دراز قامت، کشادہ چشم، خوبرو شخص تھے۔ ان کا شمار تبع تابعین کے طبقہ میں ہوتا ہے۔ امام مالک کو علم حدیث کا بے حد شوق تھا لیکن وسعت نہ تھی کہ باقاعدہ تعلیم حاصل کر سکیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے امام مالک نے گھر کی کڑیاں تک بیچ دیں۔ امام کا حافظہ بے حد قوی تھا۔ جو چیز ایک بار یاد کر لیتے، اُسے بھولتے نہیں تھے۔ کمال ادب کی وجہ سے آپ نے حرم مدینہ میں کبھی استنجا نہیں کیا۔ قضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تھے۔ ضعف اور کبرسنی کے باوجود مدینہ میں آپ اس لئے سواری پر نہیں چلتے تھے کہ اس سرزمین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک مدفون ہے۔ حدیث روایت کرنے سے پہلے وضو کرتے۔ اچھا لباس پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور ریش مبارک میں کنگھی کرتے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو کہا: میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم و توقیر کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ امام مالک گزر رہے تھے، دیکھا کہ ابو حازم درس حدیث دے رہے ہیں۔ امام ٹھہرے نہیں بلکہ تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ وجہ دریافت کی گئی تو کہا کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور کھڑے ہو کر حدیث سننا اچھا نہیں معلوم ہوا لہٰذا ٹھہرے بغیر میں آگے بڑھ گیا۔

امام صاحب نے نافع اور زہری جیسے اہل علم سے استفادہ کیا۔ یحییٰ بن سعید، محمد بن منکدر، ہشام بن عروہ، زید بن اسلم اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن وغیرہ سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔ جن اہل علم سے امام صاحب نے استفادہ کیا۔ ان کی تعداد ۹ سو تک پہنچتی ہے۔ ان میں تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین ہیں۔ لیث بن سعد، ابن مبارک، امام شافعی اور امام محمد

Marfat.com

بن حسن الشیبانی جیسا کابراہل دین امام صاحب کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ امام صاحب سے روایت کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ ان میں بہت سے امام وقت اور دنیائے علم کے آفتاب و ماہتاب ہیں جیسے امام شافعی، محمد بن ابراہیم، ابن دینار، ابو ہاشم اور عبدالعزیز بن ابی حازم وغیرہ۔ ان کے علاوہ امام کے تلامذہ میں معن بن عیسیٰ، یحییٰ بن یحییٰ، عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی اور عبداللہ بن وہب کے علمی مقام کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے محدثین کے استاد ہوتے ہیں۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جب حدیث کے کسی ٹکڑے میں امام مالک کو شبہ ہوتا تو وہ پوری حدیث کو چھوڑ دیتے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ امام مالک نجم کی طرح ہیں۔ میں امام مالک سے زیادہ کسی پر اطمینان نہیں کرتا ہوں۔ جب امام مالک کی کوئی حدیث سنو تو دونوں ہاتھوں سے مضبوط تھام لو۔

سفیان کہتے ہیں کہ رجال کی تحقیق اور چھان بین میں مالک سے بڑھ کر کوئی آدمی نہیں۔ وہب بن خالد کہتے ہیں کہ مشرق و مغرب کے درمیان احادیث میں مالک سے بڑھ کر قابل اطمینان شخص کوئی نہیں۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھے کسی کی حدیث امام مالک سے زیادہ صحیح معلوم نہیں۔ امام زہری جو امام مالک کے اساتذہ میں سے ہیں انھوں نے بھی امام سے استفادہ کیا ہے۔

ائمہ اربعہ میں صرف امام مالک کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے حدیث کی کتاب "موطا" مرتب کی۔ 'موطا' حدیث کی پہلی کتاب ہے جو فقہی ترتیب کے ساتھ رکھی گئی۔ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک تو موطا کو بخاری و مسلم پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطا کو امام مالک سے سنا اور حدیث میں ان سے سند حاصل کی۔ اس کتاب کو دنیائے اسلام میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ اہل علم اب تک اس سے فیضیاب ہوتے چلے آرہے ہیں۔

موطا سنہ ۱۳۰ھ اور سنہ ۱۴۱ھ کے درمیان تالیف ہوئی۔ موطا کی کل روایات سترہ سو ہیں مرفوع چھ سو، مرسل دو سو اٹھائیس اور موقوف کی تعداد چھ سو تیرہ ہے تابعین کے اقوال (فتاوی)

Marfat.com

دو سو پچاسی ہیں۔

دوسرے ائمہ کی طرف جو مسانید منسوب ہیں۔ وہ ان کے شاگردوں کی ترتیب دی ہوئی ہیں۔ مسند احمد کی موجودہ ترتیب بھی خود امام احمد کی دی ہوئی ترتیب نہیں ہے۔ علماء کا یہ مشہور قول ہے: اول کتاب وضع فی الاسلام موطا مالک "حدیث کی سب سے پہلی کتاب اسلام میں موطا امام مالک ہے"۔ موطا امام مالک کے بارے میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ما علی وجہ الارض من کتاب بعد کتاب اللہ اصح من موطا امام مالک بن انس "روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا امام مالک سے بڑھ کر کوئی کتاب صحیح نہیں"۔ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ موطا کی تدوین خلیفہ منصور کے فرمان کے مطابق ہوئی۔ خلیفہ منصور نے امام مالک سے کہا تھا کہ آپ لوگوں کے لئے ایک کتاب مرتب کریں جس سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ اس میں ابن عباس کی نرمی اور ابن عمر کی سختی سے پرہیز کریں اور لوگوں کے لئے اسے خوب روندکر نرم و آسان کردیں (یعنی خوب تحقیق سے کام لیں) اور لوگوں کی عملی زندگی کے لئے بہترین کتاب مرتب کردیں " تجنب فیہ رخص ابن عباس و شدائد ابن عمر و وطئہ للناس توطئۃ" امام مالک کہتے ہیں کہ واللہ قد علمنی التصنیف یومئذ ولذا سمّی کتابہ الموطا "بخدا انہوں نے تصنیف کا طریقہ سکھا دیا۔ اسی لئے اس کتاب کا نام الموطا رکھا"۔

امام مالک ایک طرف تو محدث تھے دوسری طرف وہ مجتہد بھی تھے۔ وہ فتاویٰ میں اولاً کتاب اللہ پر بھروسہ کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر اعتماد کرتے تھے جو انکے نزدیک صحیح تھیں اس سلسلہ میں اُن کا دارومدار علماء حجاز کے اکابر محدثین پر تھا۔ اہل مدینہ کے عمل کو، خاص طور سے ائمہ کے عمل کو امام مالک زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ ائمہ میں اقدم ترین شخص عمران تھے۔

امام مالک کے حالات زندگی سے، ان کی وسیع القلبی اور بے نفسی کی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی کا بیان ہے کہ ہم امام مالک کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ میں چھ ماہ کی مسافت سے ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے آیا ہوں۔ امام نے کہا کہو کیا ہے؟

Marfat.com

اس نے بیان کیا تو امام نے کہا: "مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں"۔ وہ حیران رہ گیا۔ اس نے عرض کیا: میں اپنے شہر کے لوگوں سے کیا کہوں گا؟ امام نے کہا: کہہ دینا: "امام مالک نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا ہے"۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جب کوئی جھوٹا اور جھگڑالو شخص امام مالک کے پاس آتا تو وہ اس سے کہتے کہ دیکھو! میرا دین اور اس کا یقین وثبوت میرے پاس موجود ہے۔ تم وہمی ہو، جاکر اپنے جیسے کسی وہمی شخص سے مناظرہ کرلو۔

امام مالک کا ارشاد ہے، لیس العلم بکثرۃ الروایۃ انما ھونور یضعہ اللہ فی القلب "علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے۔ وہ تو ایک نور ہے جسے خدا دلوں میں ڈال دیتا ہے"۔

ایک موقع پر ہارون رشید نے امام مالک سے کہا: یاابا عبداللہ! آپ کسی شخص کو مقرر کر دیں کہ وہ میرے بچوں کو موطا پڑھا دیا کرے۔ جواب میں انھوں نے کہا: یاامیرالمومنین خدا آپ کو عزت بخشے، یہ علم آپ ہی کے گھر سے نکلا ہے۔ اگر آپ اسے عزت دیں گے تو معزز ہوگا۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو اس کا درجہ گر جائے گا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ علم کے پاس جایا جاتا ہے، علم کسی کے پاس نہیں جاتا۔ ہارون نے کہا: بے شک آپ سچ کہتے ہیں۔

ایک بار حج کے موقع پر عباسی خلیفہ منصور نے امام مالک سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کتاب موطا کی نقلیں پوری مملکت میں بھیجکر حکم دوں کہ اس کتاب پر عمل کیا جائے امام نے کہا کہ ایسا نہ کیا جائے کیونکہ اس سے پہلے بھی لوگوں نے اسلاف سے حدیثیں سنی ہیں وہ حدیثیں پھیل چکی ہیں اور لوگوں کا ان پر عمل ہے۔

اسی طرح خلیفہ ہارون رشید نے بھی امام مالک سے کہا۔ میری خواہش ہے کہ موطا کو خانہ کعبہ میں لٹکا دوں اور لوگوں کو اسی پر عمل کرنے کے لئے ابھاروں۔ امام نے کہا: ایسا نہ کیجئے۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان فروع میں اختلاف

Marfat.com

رہا ہے۔ صحابہؓ مختلف دیار میں پھیل گئے اور ہر ایک مسلمان نے کسی ایک صحابی کی پیروی کر کے اپنے لئے نجات کی راہ بنائی ہے۔

امام مالک فقہ کے چار مشہور مذاہب میں سے ایک مذہب کے امام ہیں۔ امام مالک کی فقہ، فقہ مالکی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

Marfat.com

امام شافعیؒ

ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ

امام شافعی کا نام محمد بن ادریس اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ امام درازقد، ہلکے پھلکے، گندم رنگ، شیریں زبان اور خوبصورت تھے۔ امام شافعی نسباً قریشی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ عبدمناف سے امام کا نسب مل جاتا ہے۔ امام شافعی نے مکّہ کے مقدس ماحول میں پرورش پائی۔ ان کی پرورش نہایت تنگدستی کی حالت میں ہوئی مفلسی کے سبب لکھنے کے لئے کاغذ تک نہ تھا۔ ہڈیوں سے کاغذ کا کام لیتے تھے۔ امام صاحب نے ابتدا میں تاریخ اور ادب وغیرہ کی تحصیل کی تھوڑی ہی عمر میں امام نے قرآن اور موطا، امام مالک حفظ کر لیا۔ فقہ کی تعلیم اُنہوں نے مسلم بن خالد سے حاصل کی جو اس وقت کے مفتی تھے۔ اس کے بعد امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ موطا میں شریک ہوئے اور زبانی ہی قرأت کی۔ امام مالک اس پر بہت متعجب ہوئے۔ انھوں نے کہا: تم تقوٰی کو اپنا شعار بنانا ایک زمانہ آئے گا کہ خدا تمہیں عظمت بخشے گا۔ امام مالک کی خدمت میں عرصے تک تحصیل علم میں مصروف رہے۔ امام مالک نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا:

> خدا نے تمہارے دل میں ایک نور ودیعت کیا ہے۔ اس نور کی حفاظت تم پر واجب ہے معصیت کر کے اسے ضائع نہ کرنا۔

امام مالک کے علاوہ سفیان بن عیینہ، عبدالعزیز دراوردی، مسلم بن خالد وغیرہ امام شافعی کے اساتذہ میں سے ہیں۔ امام احمد بن حنبل۔ ابوثوری، ابراہیم بن خالد، ابراہیم مزنی۔ ربیع بن سلیم المرادی وغیرہ امام شافعی کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ہے جس کو آپ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔

Marfat.com

امام احمد بن حنبل کہا کرتے تھے کہ میں حدیث میں ناسخ و منسوخ، خاص و عام اور مفصل و مجمل کا علم نہیں رکھتا تھا مگر جب میں نے امام شافعی کی صحبت اختیار کی تو مجھے ان چیزوں کا پتہ چلا۔ امام احمد یہ بھی کہتے ہیں کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کی نسبت اسلام سے اس درجہ قوی ہو جتنی اپنے زمانے میں امام شافعی کی تھی میں ہر نماز کے بعد دعا کرتا ہوں کہ خدایا میرے والد اور امام شافعی کے گناہوں کو معاف کر اور میری مغفرت فرما۔

امام شافعی علم کلام کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ جس کسی نے علم کلام کو اپنا لباس بنایا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ امام کے بھانجے ابو محمد کہتے ہیں کہ میری والدہ اکثر بیان کیا کرتی تھیں کہ کبھی کبھی رات کو تیس چالیس مرتبہ امام کے پاس میرا گذر ہوتا تو امام کو چراغ کی روشنی میں پڑھتے یا یاد کرتے دیکھتی۔ کبھی لیٹ جاتے اور پھر اٹھتے اور آواز دیتے چراغ لے آؤ۔ پھر کچھ لکھنا شروع کرتے۔ ابو محمد سے کسی نے پوچھا کہ چراغ کیوں واپس کر دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اندھیرے میں قلب زیادہ روشن رہتا ہے۔

فقہ میں امام کا اصول یہ تھا کہ وہ صحیح احادیث کو لیتے تھے اور ضعیف کو چھوڑ دیتے تھے۔ عبادات کے مسائل میں وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے تھے۔ امام شافعی نے اصول فقہ پر "الرسالہ" تصنیف کیا۔ اس لئے انہیں اصول فقہ کا موسس کہا جاتا ہے۔ امام کی اصول دین پر چودہ کتابیں ہیں۔ فروع دین کے سلسلہ میں ان کی سو سے زیادہ کتابیں ہیں۔ ان کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں: کتاب بغدادی، رسالہ قدیمہ و جدیدہ، اختلاف الحدیث، کتاب السنن، ابطال الاستحسان، بیان الفرض، احکام القرآن، جامع العلم، کتاب الام وغیرہ ان سب کتابوں میں کتاب الام بہت مشہور ہے۔

علم و فضل کے علاوہ امام سخاوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے۔ حمیدی ایک واقعہ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ صنعاء سے آئے تو ان کے پاس دس ہزار دینار تھے۔ مکہ کے باہر ان کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ لوگ ملنے کے لئے آتے تھے اور امام انہیں دینار دیتے۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

بیٹھے بیٹھے انہوں نے ساری رقم لوگوں میں تقسیم کردی۔

فقہ کے چار مشہور مذاہب میں سے ایک مذہب آپ کا بھی ہے۔ امام شافعی کی فقہ فقہ شافعی کے نام سے مشہور ہے۔

سنہ ۱۹۹ھ میں مکہ سے مصر تشریف لے گئے۔ وہیں انتقال ہوا۔ مرض الموت میں امام کے شاگرد امام مزنیؒ انھیں دیکھنے گئے۔ مزاج پوچھا تو کہا: اب دنیا سے سفر کرنے والا ہوں، اپنے بھائیوں سے جدا ہوتا ہوں۔ موت کا پیالہ پینے والا ہوں۔ میری ملاقات اب میرے اعمال سے ہوگی۔ میں خدا کے حضور جاتا ہوں۔ نہیں جانتا کہ جنت میں جاؤں گا۔ اگر ایسا ہوا تو بہت اچھا ہوگا اور اگر دوزخ میں جانا پڑا تو اس سے برا کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد رونے لگے اور آسمان کی طرف دیکھ کر شعر پڑھا:

اِلَیْکَ اِلٰہَ الْحَقِّ اَرْفَعُ رَغْبَتِیْ — وَاِنْ کُنْتُ یَا ذَا الْمَنِّ وَالْجُوْدِ مُجْرِمًا
تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُہٗ — بِعَفْوِکَ رَبِّیْ کَانَ عَفْوُکَ اَعْظَمًا

اے معبود برحق میری رغبت تجھی سے ہے۔ گرچہ اے محسن اور جود و کرم والے آقا! میں گنہگار ہوں۔ مجھے اپنے گناہ بہت بڑے لگتے ہیں لیکن جب ان کو تیرے عفو و کرم سے ملا کر دیکھتا ہوں تو تیرا عفو کہیں زیادہ بڑا نظر آتا ہے۔

Marfat.com

امام احمد بن حنبلؒ

ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ

امام احمد بن حنبل نہایت خوبصورت شخص تھے۔ قد میانہ تھا سفید اور موٹا کپڑا استعمال کرتے تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے وہیں پرورش ہوئی اور بغداد ہی میں تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی سماعت اور تحصیل حدیث کی غرض سے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور دیگر مقام کا طویل سفر اختیار کیا اور ہر جگہ کے اہل علم اور علمائے حدیث سے احادیث کی سند حاصل کی۔ امام کے مشہور اساتذہ میں یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، امام شافعی اور عبدالرزاق بن الہمام جیسے اکابر شامل ہیں۔ امام صاحب کے مخصوص تلامذہ امام بخاری، مسلم بن حجاج قشیری، ابو زرعہ اور ابو داؤد سجستانی ہیں۔ ان حضرات نے امام احمد سے حدیث روایت کی ہے۔ امام صاحب سے روایت کرنے والوں میں ان کے بیٹے صالح اور عبداللہ اور چچا زاد بھائی حنبل اور اسحاق بھی ہیں۔

امام احمد کی تالیفات میں مسند احمد کو خاص شہرت اور مقام حاصل ہے۔ اس مجموعہ میں تیس ہزار سے زیادہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ حنبل بن اسحاق کا بیان ہے کہ امام احمد نے ہم سے کہا کہ یہ مجموعہ میں نے ، لاکھ سے بھی زیادہ احادیث کے ذخیرہ میں سے منتخب کیا ہے اور یہ انتخاب اس لئے کیا ہے تاکہ مسلمانوں کے لئے احادیث کا ایک معیار قائم ہو۔ مسند کا مسودہ امام احمد نے خود لکھا مگر اس کی تکمیل اور ترتیب کی مہلت نہ مل سکی۔ اسے آپ کے فرزند امام عبداللہ نے مکمل و مرتب کیا۔ مسند کی ترتیب مضامین کے لحاظ سے نہیں رکھی گئی ہے بلکہ ہر حدیث کو اس صحابی کی مرویات میں درج کیا گیا ہے جس سے وہ مروی ہے۔ مسند میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ ہیں۔ مسند کے علاوہ امام احمد کی اور بھی کئی کتابیں ہیں مثلاً رسالہ صلوٰۃ، کتاب الزہد، کتاب حدیث شعبہ، کتاب

Marfat.com

فضائل ابی بکر صدیقؓ، کتاب فضائل حسنین، کتاب الاشربہ، کتاب ناسخ و منسوخ، کتاب مسلک الکبیر کتاب مسلک الصغیر، کتاب التاریخ وغیرہ۔

امام احمد کو صبر و توکل، تقوے و استغنا میں بہت بلند مقام حاصل تھا، اس شان و عظمت کے باوجود امام صاحب نے کبھی عیش و عشرت کی تمنا نہیں کی اور نہ کبھی کسی سے کچھ قبول کیا حسن بن عبدالعزیز نے ایک ایک ہزار کی تین تھیلیاں امام کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کیا یہ مال مجھے جائز طریقے سے میراث میں ملا ہے۔ ان میں سے کچھ حصہ آپ قبول فرمائیں اور اسے اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر خرچ کریں۔ لیکن امام نے ایک اشرفی بھی قبول نہیں کی اور فرمایا: مجھے اس کی قطعاً حاجت نہیں ہے۔ امام صاحب کے بیٹے عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد کہا کرتے تھے: خدایا! جس طرح تو نے میرے چہرے کو دوسروں کے سامنے جھکنے سے بچایا ہے اسی طرح تو مجھے سوال کرنے سے محفوظ رکھ۔

ابو داؤد سجستانی کہتے ہیں کہ ان کی مجلس، مجلس آخرت ہوتی تھی۔ ان کی مجلس میں امور دین کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہیں ہوتا تھا۔ امام شافعی کہتے تھے کہ میں نے بغداد میں پرہیزگاری، تقویٰ اور علم میں احمد بن حنبل سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔ احمد بن سعید دارمی کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو احمد بن حنبل سے زیادہ یاد رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اسحٰق بن راہویہ کا کہنا تھا کہ امام احمد خدا اور بندوں کے درمیان حجت ہیں۔

امام احمد کا مذہب چار مشہور مذاہب میں سے ایک ہے۔ امام احمد کی فقہ فقہ حنبلی کے نام سے معروف ہے۔ اس فقہ کے بنیادی اصول پانچ ہیں:

۱۔ جب کسی مسئلہ میں صریح نص موجود ہو تو کسی کے اختلاف کی پروا نہ کی جائے۔

۲۔ جب کسی مسئلہ میں صحابی کا فتویٰ معلوم ہو جائے اور اس کے خلاف کسی صحابی کا قول نہ ہو تو پھر اسی کو اختیار کیا جائے۔ امام صاحب کے نزدیک صحابہ کے فتاویٰ کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ تھی۔

۳۔ جس مسئلہ میں صحابہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو اس میں اس قول کو اختیار کیا جائے

Marfat.com

جو کتاب و سنت سے زیادہ قریب نظر آئے۔ اگر ترجیح ثابت نہ ہو سکے تو پھر صحابہ کے مختلف اقوال نقل کر دے کسی ایک قول پر جزم نہ کرے۔

۴۔ اگر کسی مسئلہ میں ضعیف یا مرسل حدیث موجود ہو تو اُسے بھی قیاس پر مقدم رکھا جائے بشرطیکہ اس مسئلہ میں کوئی دوسری حدیث، صحابی کا قول یا اجماع مخالف نہ ہو۔

حدیث ضعیف سے مراد منکر یا باطل نہیں ہے۔ امام صاحب حدیث کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ صحیح اور ضعیف۔ حدیث حسن ان کے نزدیک صحیح میں داخل تھی ضعیف سے ان کی مراد حسن لغیرہٖ ہے۔ دوسرے ائمہ کے یہاں بھی یہ اصول مسلم ہے۔

۵۔ قیاس اس وقت جائز ہے اور وہ بھی بقدر ضرورت جب کسی مسئلہ میں منقول چیزیں نہ ہوں۔[1]

امام احمد ان مخصوص لوگوں میں سے ہیں جو زندگی میں سخت آزمائش سے دوچار ہوئے۔ امام احمد پر مامون، معتصم اور واثق تینوں کے زمانے میں مصائب و شدائد کے پہاڑ توڑے گئے۔ ان پر اتنے کوڑے برسائے گئے کہ ہاتھی بھی ان کی تاب نہ لا سکے۔ آخر میں متوکل کے دورِ حکومت میں امام صاحب پر عقیدت و تعظیم اور شاہی عنایات و اکرام کی ایسی بارش کی جانے لگی کہ وہ پکار اٹھے: ھذا امر اشد علی ذالک "یہ میرے لئے اس مار اور قید و بند کے مقابلہ میں کہیں زیادہ سخت مصیبت ہے" ان تمام آزمائشوں کے باوجود امام نے اپنے لئے جو راہ پسند کی تھی اس سے لمحہ بھر کے لئے بھی نہ ہٹ سکے۔ علم دین کی جو خدمت ان کے پیش نظر تھی اس کو شاہی نفوذ و اثر سے اس طرح پاک رکھا جس طرح امام ابوحنیفہ امام مالک وغیرہ نے تدوین علم دین کو شاہی نفوذ و اثر اور جاہلیت کے ادنیٰ شائبہ سے بھی ملوث نہیں ہونے دیا۔

---

[1] دیکھئے اعلام الموقعین ج ۱ ص ۳۲ تا ۲۵۔

Marfat.com

امام بُخاریؒ

ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ

ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بہت بڑے محدث تھے۔ والدہ بھی بزرگ تھیں۔ امام بخاری نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ وہ نحیف الجسم تھے قد نہ بہت لمبا تھا، نہ چھوٹا۔ حدیث سے آپ کا بچپن ہی سے تعلق تھا۔ ۲۰۵ھ سے حدیث کی سماعت شروع کی اور ۱۶ سال کی عمر میں عبداللہ بن المبارک اور وکیع کی جمع کی ہوئی حدیثیں یاد کرلیں اور اپنی والدہ اور اپنے بھائی کے ساتھ حج کے لئے مکہ گئے۔ حج سے فارغ ہوکر والدہ اور بھائی تو واپس آگئے لیکن آپ حصول حدیث کی غرض سے حجاز میں ٹھہر گئے۔ امام بخاری نے علم حدیث کے لئے بہت سفر کئے۔ بخارا میں محمد بن سلام وغیرہ سے، بلخ میں مکی بن ابراہیم سے۔ بغداد میں عفان، مکہ میں المقری سے: بصرہ میں ابوعاصم سے، کوفہ میں عبداللہ بن موسیٰ سے، شام میں ابی المغیرہ سے، عسقلان میں آدم سے حمص میں ابوالیمان سے، دمشق میں ابومسہر سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے بہت سے مقامات کا سفر کیا اور حدیث کی سماعت کی۔ ۱۸ سال کی عمر میں تالیف و تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ نے صحابہ و تابعین کے واقعات اور ان کی عظمت اور ان کے اقوال و حالات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب کا نام التاریخ رکھا۔

امام بخاری نے علم حدیث کے لئے خراسان، جبال، عراق، شام اور مصر کا سفر کیا۔ حدیثیں جمع کیں۔ حفاظ حدیث سے ملاقاتیں کیں۔ امام بخاری کے اساتذہ کی تعداد کثیر ہے۔ اساتذہ میں اسحٰق بن راہویہ، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، مکی بن ابراہیم، عبیداللہ بن موسےٰ، ابوعاصم شیبانی، عبداللہ بن زبیر حمیدی جیسی مقتدر ہستیاں شامل ہیں۔ امام بخاری کے شاگردوں میں بھی

Marfat.com

بڑے بڑے اہلِ علم مشاہیر وقت، محدثین شامل ہیں جیسے ابوزرعہ، ابوحاتم، ترمذی، محمد بن نصر، ابن خزیمہ اور امام مسلم وغیرہ امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ خراسان میں بخاری جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ کو امام بخاری کے سامنے بچوں کی طرح علل حدیث دریافت کرتے دیکھا ہے۔ دارمی جو عمر میں امام بخاری سے بڑے ہیں، بخاری کو ان سے عقیدت بھی تھی، کہتے ہیں: امام بخاری ہم سب میں بڑے عالم، سب سے بڑھ کر فقیہ اور علم کے لئے سب سے زیادہ جفاکش ہیں۔

امام بخاری کو علم حدیث سے جو شغف تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے۔ محمد بن ابی حاتم، وراق بخاری اور محمد بن یوسف فربری اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری ایک رات میں پندرہ اور بیس بیس مرتبہ اُٹھ کر چراغ روشن کرتے، حدیث کا مطالعہ کرتے اور سو جاتے۔

امام بخاری کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط، التاریخ الصغیر، قضایا الصحابہ والتابعین، الجامع الکبیر، خلق افعال العباد، کتاب الضعفاء الصغیر، المسند الکبیر، التفسیر الکبیر، کتاب الہبہ، کتاب الاشربہ، اسامی الصحابہ، کتاب الوحدان، کتاب المبسوط، کتاب العلل، کتاب الکنیٰ، کتاب الفوائد، جزو رفع الیدین، جزو قراۃ خلف الامام، برالوالدین، کتاب الرقاق، الجامع الصغیر فی الحدیث، کتاب الادب وغیرہ۔

امام بخاری نے یوں تو بہت سی کتابیں لکھی ہیں جو ان کے علم وفضل کا شاہکار ہیں۔ لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ الجامع الصحیح یعنی صحیح بخاری ہے۔ صحیح بخاری کے مرتب کرنے کا خیال کیسے پیدا ہوا۔ اس کے بارے میں امام بخاری کا خود اپنا بیان ہے کہ ایک دن وہ اپنے استاذ اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ وہاں یہ بات آئی کہ اگر کوئی ایسی کتاب مرتب ہو جائے جس میں ایسی حدیثیں جمع ہوں جو صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہوں تو کیا اچھا ہو۔ اس طرح تمام معتبر اور مستند حدیثیں ایک جگہ جمع ہو جائیں گی اور حدیث کے طالب بے کھٹکے ان پر عمل پیرا ہو سکیں گے۔

Marfat.com

اس مجلس کے بعد امام بخاری کے دل میں یہ خواہش مچلنے لگی کہ وہ اس عظیم خدمت کو اپنے ذمہ لیں۔ وہ خود کہتے ہیں: فوقع ذلك فی قلبی "میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی"۔ وہ اس کام کے لئے تیار ہو گئے۔

ایک وجہ اور ہوئی۔ وہ یہ کہ امام بخاری نے خواب میں دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے جس سے میں آپ کے اوپر سے مکھیوں کو ہانک رہا ہوں۔ لوگوں سے تعبیر پوچھی تو معبرین نے کہا تم ان جھوٹی حدیثوں کو رفع کرو گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

امام بخاری کا شوق اور بڑھا اور وہ جامع صحیح کی تالیف میں مصروف ہو گئے جس کے نتیجہ میں جامع بخاری جیسی حدیث کی بے مثل کتاب وجود میں آئی۔ خود امام بخاری کے بیان کے مطابق اس کتاب کی حدیثیں چھ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کی گئی ہیں[1] امام بخاری نے صرف انہی حدیثوں کو اس کتاب میں جمع کیا جو صحت کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ درجہ کی ہیں جو ان کے معیار پر پوری نہ اتر سکیں ان کو انہوں نے اس کتاب میں جگہ نہ دی[2] اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ امام بخاری نے جن حدیثوں کو جامع بخاری میں نہیں لیا وہ سب کی سب غیر صحیح اور غیر معتبر ہیں۔ خود امام بخاری کا قول ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں[3] حالانکہ بخاری میں جو حدیثیں انہوں نے لی ہیں ان کی مجموعی تعداد نو ہزار ۹۰۰۰ ہے۔

---

[1] ایک واقعہ جتنے مختلف سلسلے اور سند سے نقل ہو کر آتا ہے، محدثین کی اصطلاح میں اُسے اتنی حدیث کہتے ہیں مثلاً ایک واقعہ اگر پچیس مختلف سندوں سے منتقل ہو کر آیا تو اُسے ایک کے بجائے پچیس حدیثیں لکھیں گے۔ امام بخاری کے زمانے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک واقعہ اور آپؐ کے ایک ایک ارشاد کو حدیث کے راوی بہت سی مختلف سندوں سے روایت کرتے تھے۔ اس طرح چند ہزار حدیثوں نے کئی لاکھ حدیثوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔

[2] جتنی بھی سندوں سے امام بخاری تک کوئی حدیث پہنچی تھی وہ سندوں کی صحت کو اپنی شرائط کے مطابق جانچتے تھے۔ جو سندیں ان کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہوتیں انہیں اور ان کے ذریعہ پہنچی ہوئی روایات کو وہ منتخب کر لیتے تھے۔

[3] شروط الائمۃ الخمسہ — ص ۴۹۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بخاری کے علاوہ بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ ایک موقعہ پر کہتے ہیں کہ میں نے جو صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں وہ میری منتخب کردہ احادیث سے زیادہ ہیں۔ ان کا اپنا یہ قول بھی ہے کہ میں نے اپنی اس کتاب میں کوئی ایسی حدیث داخل نہیں کی جو صحیح نہ ہو۔ مگر بہت سی حدیثیں چھوڑ بھی دی ہیں تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۸-۹، تہذیب النووی ج ۱ ص ۷۴، طبقات السبکی ج ۲ ص ۷)

صحیح بخاری سولہ سال کی مدت میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب کے بارے میں امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے مسودہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کے درمیان بیٹھ صاف کیا ہے۔ میں نے کوئی ایک حدیث بھی ایسی درج نہیں کی جس کی صحت کے بارے میں مجھے پورا اطمینان نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں جعلته حجة فی ما بینی و بین الله "میں نے اس کتاب کو اپنے اور خدا کے درمیان حجت بنایا ہے"۔

بخاری شریف میں کل سات ہزار دو سو پچھتر احادیث ہیں۔ مکررات کو حذف کرنے کے بعد ۴ ہزار حدیثیں رہتی ہیں۔ صحیح بخاری کو براہ راست امام بخاری سے نوے ہزار اشخاص نے پڑھا۔ اس کی سماعت کی اور املا کیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہر دور میں اس کے پڑھنے، سماعت اور روایت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ آج عالم اسلام میں اس کتاب کے طالبوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ جامع بخاری کو بجا طور پر "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ" کہا جاتا ہے صحیح بخاری کی علماء حدیث نے ۵۳ شرحیں لکھی ہیں۔ جن میں بعض شرحیں تو چودہ، چودہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب کے ۲۲ مستخرج لکھے گئے۔ جن لوگوں کو اس کتاب کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ یہ کتاب محض احادیث کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اسے اصول و عقائد سے لے کر اسلامی معاشرت، غزوات و سیر اور معاملات، سیاست وغیرہ علوم اسلامی کی ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا کہا جا سکتا ہے۔

امام بخاری علم و فضل کے ساتھ بے حد متقی اور پرہیزگار تھے وہ حد درجہ محتاط اور تہمت

Marfat.com

کے محل سے دور رہنے والے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ عجلونی نے ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے۔ امام صاحب کو تحصیل علم کے زمانہ میں ایک بار دریا کا سفر پیش آیا۔ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں جہاز میں ایک شخص ان سے بہت گھل مل گیا۔ وہ خدمت میں حاضر ہوتا اور حسن عقیدت کا اظہار کرتا۔ امام بخاری کو بھی اس سے کچھ انس ہو گیا۔ انہوں نے اسے اپنی اشرفیوں کی اطلاع کر دی۔ ایک روز ان کا رفیق سو کر اٹھا تو لگا رونے چلانے اور شور مچانے۔ اس نے اپنا سر پیٹا اور کپڑے پھاڑنا شروع کر دیا لوگ دوڑے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا لیکن وہ تھا کہ چیخا ہی جا رہا تھا۔ لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا کہ میرے پاس ہزار اشرفی کی ایک تھیلی تھی وہ گم ہو گئی۔ لوگوں کو اس پر رحم آ گیا اور کشتی کے مسافروں کے پیچھے پڑ گئے اور ایک ایک شخص کی تلاشی لی جانے لگی۔ امام بخاری نے آہستہ سے اشرفیوں کی تھیلی سمندر میں پھینک دی۔ سب کے ساتھ امام بخاری کی بھی تلاشی لی گئی۔ جب کسی کے پاس تھیلی نہ نکلی تو لوگوں نے بہت ملامت کی کہ تو نے ناحق سب کو پریشان کیا۔

جہاز سے اترنے کے بعد وہ تنہائی میں امام صاحب سے ملا اور کہا کہ آپ نے اشرفیوں کی وہ تھیلی کیا کی؟ امام صاحب نے فرمایا۔ میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔

اس نے کہا: آپ کے دل کو اس قدر کثیر رقم کا ضائع ہونا کیسے گوارا ہوا؟

امام بخاری نے کہا: تمہاری عقل کہاں ہے؟ کیا تمہیں خبر نہیں کہ میری تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طلب میں ختم ہوئی۔ میری ثقاہت عالم میں مشہور ہے۔ کیا میرے لئے سرقہ کا اشتباہ اپنے اوپر لینا کسی بھی طرح مناسب تھا؟ جس دولت (ثقاہت) کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا، کیا میں اسے چند اشرفیوں کے عوض کھو دیتا؟

امام بخاری کے دل میں حدیث رسولؐ کی بڑی عظمت تھی۔ جب امیر بخارا خالد بن احمد نے ان سے درخواست کی کہ وہ اس کی مجلس میں آ کر اپنی تالیف جامع اور تاریخ سنائیں تو امام بخاری نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں علم کو ذلیل نہیں کرتا۔ حدیث سننی ہو تو میری مسجد میں آ جایا کرو۔ اگر بادشاہ ہونے کی وجہ سے میری بات بری معلوم ہو تو مجھے حکماً روک دو تاکہ میں خدا کے سامنے

Marfat.com

اپنا عذر پیش کرسکوں کیونکہ میں علم کو چھپانے والا نہیں ہوں ۔ اس نے کہا کہ کم از کم شہزادوں کے لئے ایک مجلس مخصوص کردیں جس میں وہ آپ سے علم حاصل کریں ۔ اس مجلس میں شاہزادوں کے علاوہ کوئی اور شریک نہ ہو ۔ امام بخاری کو یہ تقسیم بھی گوارا نہ ہوئی ۔ امام بخاری آزمائش سے دوچار ہوئے یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن تک ترک کرنا پڑا۔

بخارا سے نکل کر امام بخاری نیشاپور گئے ۔ یہاں کا امیر بھی ان کا دشمن ہو گیا ۔ بالآخر سمرقند کے قریب خرتنگ مقام پر اقامت اختیار کی اور وہیں ۶۲ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا ۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ انہیں دفن کیا گیا تو ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آرہی تھی ۔

Marfat.com

امام مُسلمؒ

ولادت ۲۰۶ھ وفات ۲۶۱ھ

امام مسلم خراسان کے شہر نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ امام مسلم ایک جلیل القدر محدث تھے۔ ان کا شمار علم حدیث کے ائمہ میں ہوتا ہے۔ امام مسلم نے حصول علم حدیث کے لئے عراق، حجاز، مصر، شام وغیرہ بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، امام احمد بن حنبل، عبداللہ بن مسلمہ، امام بخاری اور عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان ائمہ حدیث کے علاوہ دوسرے بہت سے علماء و محدثین سے بھی حدیث کی سماعت کی۔ بغداد میں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ جن لوگوں نے امام مسلم سے حدیث کی سماعت کی ان میں چند کے نام یہ ہیں: ابراہیم بن محمد، امام ابوعیسیٰ ترمذی۔ ابن خزیمہ، ابوحاتم رازی، ابوبکر بن خزیمہ، یحییٰ بن ساعد، ابوعوانہ وغیرہ۔

امام مسلم کے تمام ہم عصر اہل علم ان کے فضل و شرف کی شہادت دیتے ہیں۔ حدیث کی صحت و سقم پہچاننے میں انہیں خاص امتیاز حاصل تھا۔ امام مسلم کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں مثلاً مسند کبیر، جامع کبیر، کتاب العلل، کتاب الافراد۔ کتاب الاقران، کتاب سوالات احمد بن حنبل، کتاب الانتفاع باہب السباع۔ کتاب مشائخ شعبہ۔ کتاب اولاد صحابہ، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشامیین۔ کتاب الملل، کتاب اوہام محدثین، کتاب تمیز، کتاب من لیس له الا راو واحد، کتاب طبقات مخضرمین، کتاب الاسماء والکنیٰ، کتاب الوحدان، کتاب حدیث عمرو بن شعیب، کتاب المشائخ مالک، کتاب مشائخ ثوری وغیرہ امام مسلم کا عظیم کارنامہ جامع صحیح مسلم ہے۔ اس کتاب کے بارے میں حافظ ابوعلی نیشاپوری یہاں تک کہتے ہیں کہ ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم فی علم حدیث ہ علم حدیث میں آسمان کے نیچے "مسلم" سے

Marfat.com

بلطہ کر کوئی صحیح کتاب نہیں مغاربہ کی ایک جماعت بھی صحیح مسلم کو تمام کتابوں سے فائق قرار دیتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں جامع مسلم، امام مسلم کی شاہکار تالیف ہے جو فن حدیث کے عجائبات پر مشتمل ہے۔ روایات کی ترتیب، تلخیص طرق، ضبط انتشار اور سرد اسانید کے اعتبار سے صحیح مسلم کا درجہ صحیح بخاری سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

امام مسلم کا بیان ہے کہ میں نے اپنی صحیح کو تین لاکھ حدیثوں سے انتخاب کر کے مرتب کیا ہے۔ امام مسلم نے اپنی کتاب میں صرف ان حدیثوں کو جگہ دی ہے جس کے راوی امام مسلم سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور اور ہر طبقہ میں کم از کم دو اشخاص رہے ہوں یعنی حدیث کو کم از کم دو صحابہؓ نے اور ان سے دو تابعی نے اور پھر ان سے دو تبع تابعین نے یہاں تک کہ امام مسلم سے دو راویوں نے روایت کی ہو۔ امام مسلم کے نزدیک راوی کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ وہ عادل ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ شہادت کی تمام شرطوں پر پورا اترتا ہو لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جو حدیثیں صحیح مسلم میں درج نہیں ہوئیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔

خود امام مسلم کا قول ہے: میں نے اپنی کتاب میں جو روایتیں جمع کی ہیں ان کو صحاح کہتا ہوں مگر میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو روایت میں نے نہیں لی ہے وہ ضعیف ہے۔ (توجیہ النظر ص ۹۱)

امام مسلم نے متون حدیث کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ تعقید پیدا ہونے کا امکان باقی نہیں رہتا بلکہ اس طرح احادیث کے معانی واضح سے واضح تر ہوتے چلے جاتے ہیں جب کہ امام بخاری کے یہاں متون کی تقدیم و تاخیر یا اختصار و حذف وغیرہ کے سبب بعض مرتبہ تعقید پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بخاری ہی کے دوسرے طرق کے ذریعہ وہ دور بھی ہو جاتی ہے۔ امام مسلم نے ہر ایک حدیث کے لئے ایک مناسب مقام تجویز کیا اور پھر وہیں اس حدیث کے تمام طریقوں اور اس کے مختلف الفاظ کو جمع کر دیا۔ دیکھنے والے کو تمام طریقوں سے واقف ہو کر استفادے کا موقع مل جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں یہ بات نہیں ہے۔

امام مسلم حتی الامکان الفاظ کی رعایت کرتے ہیں روایت بالمعنی نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

مگر ایک راوی نے دوسرے راوی سے ایک لفظ میں اختلاف کیا ہے گو دونوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہوں تب بھی وہ ہر ایک راوی کے لفظ کو بیان کرتے ہیں۔ ایک راوی نے "حَدَّثنا" کہا اور دوسرے نے "اخبرنا" کہا تو اس کو بجا وہ واضح کر دیتے ہیں اس لئے کہ ان دونوں میں ان کے نزدیک فرق ہے۔

امام مسلم نے تعلیقات (بے سند روایتوں) کو بہت کم بیان کیا ہے لیکن بخاری میں تعلیقات کثرت سے ہیں امام مسلم حدیث کے ساتھ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے اقوال نہیں نقل کرتے۔ وہ نہیں چاہتے کہ حدیث دوسروں کے اقوال کے ساتھ مخلوط ہو۔ اس کے برخلاف امام بخاری حدیث کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے اقوال بھی لاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ابن عقدہ کا بیان ہے کہ امام بخاری کی اکثر روایات اہل شام کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ اصل مؤلفوں سے سنی نہیں گئی ہیں جس کی وجہ سے کبھی امام بخاری کو راویوں کے سلسلہ میں غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ ایک ہی راوی ہے۔ کہیں اس کی کنیت درج ہوتی ہے کہیں نام آتا ہے امام بخاری اسے دو شخص سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن اس طرح کا مغالطہ امام مسلم کو پیش نہیں آتا۔

Marfat.com

امام ترمذیؒ

ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ

امام ترمذی کی کنیت ابوعیسیٰ اور اسم گرامی محمد بن عیسیٰ ہے۔ ترمذ میں پیدا ہوئے اسی لئے ترمذی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ ترمذ نہر جیحون کے کنارے ایک قدیم شہر ہے۔ امام ترمذی کا شمار امام بخاری کے مشہور شاگردوں میں ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے امام مسلم اور ابوداؤد سے بھی حدیث کی سماعت کی ہے۔ خود امام بخاری نے بھی صحیح بخاری کے علاوہ اپنی دوسری کتابوں میں ترمذی سے روایت کی ہے۔ حدیث کی طلب میں امام ترمذی کوفہ، بصرہ، ادی، خراسان اور حجاز میں سالوں سفر کرتے رہے ہیں امام ترمذی جن محدثین سے حدیث روایت کرتے ہیں ان میں قتیبہ بن سعد محمود بن غیلان محمد بن اشبار، احمد بن منیع اور محمد بن مثنیٰ، سفیان بن وکیع خاص ہیں۔ امام ترمذی نے مسلم، ابوداؤد اور ان کے اساتذہ سے بھی حدیث روایت کی ہے۔

امام ترمذی کے شاگردوں کی تعداد کافی ہے۔ ان میں محمد بن احمد اور ہیثم بن کلیب خاص طور سے مشہور ہیں۔ امام ترمذی کی قوت حافظہ کے بارے میں بہت سے واقعات مشہور ہیں، جو حدیث سنتے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی تھی۔ جامع ترمذی ان کی معروف و مقبول تالیف ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ ایک اہم کتاب ہے، اور اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے تمام کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔ امام ترمذی نے اس کتاب کی تالیف میں چند باتوں کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے:

۱۔ حدیثیں نقل کرتے ہیں تو صحابہؓ کے ناموں کا ذکر لازماً کرتے ہیں تاکہ احادیث کی جو حیثیت بھی ہو مشہور، متواتر یا احاد وہ واضح ہو جائے۔

۲۔ روایت حدیث کے ساتھ اس سے ماخوذ مسائل، فقہاء کے مذاہب۔ ان کے اختلافات اور ہر ایک مذہب کے استدلال بھی نقل کرتے ہیں۔

۳۔ ہر موقع پر یہ بات ظاہر کردیتے ہیں کہ راوی کس درجہ کا ہے، ضعیف ہے یا قوی۔ اسی طرح

Marfat.com

حدیث کے بارے میں بھی بتلاتے چلتے ہیں کہ وہ صحیح ہے یا حسن ہے وہ غریب ہے یا منکر ہے۔

۲۔ رواۃ کے اسماء اور القاب وکنیت وغیرہ کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔

امام ترمذی نے اہل عراق اور اہل حجاز دونوں ہی کے مسائل پر الگ الگ باب قائم کر کے حدیثیں پیش کی ہیں۔ ہر باب کے تحت جتنے صحابہ کی حدیثیں ان کے پیش نظر تھیں ان سب کی طرف صحابہؓ کے نام لے کر اشارے کر دیے ہیں۔ امام ترمذی کا بیان ہے کہ انھوں نے جامع ترمذی میں دو حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث ایسی نہیں لی جس پر کسی نہ کسی کا عمل نہ ہو۔ آخر میں کتاب العلل عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔

حدیث کے سلسلہ میں امام ترمذی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک درمیان میں کم سے کم واسطے تین ہیں اور زیادہ سے زیادہ دس واسطے ہیں۔ ایسی حدیث کو جو صرف تین واسطوں سے پہنچی ہو ثلاثی کہتے ہیں۔ جامع ترمذی میں ایک ایسی حدیث ہے جس میں تین ہی واسطے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ جامع ترمذی بعض پہلوؤں سے بہترین کتاب ہے۔ خود امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب عراق، حجاز اور خراسان کے علماء کے سامنے پیش کی انہوں نے پسند کیا اور کہا: من کان فی بیتہ ھذا الکتاب فکانما فی بیتہ نبی یتکلم "جس کسی کے گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس کے گھر میں رسول ہے جو گفتگو کرتا ہے"۔ امام ترمذی کی ایک کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور حلیہ پر بھی ہے۔

امام ترمذی نہایت خدا ترس انسان تھے۔ خدا کا خوف اور خشیت ان پر اتنی غالب رہتی تھی کہ گریہ وزاری کرتے رہتے بالآخر ان کی بینائی جاتی رہی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ امام بخاری نے علم وحفظ اور زہد وتقوی میں امام ترمذی جیسا کوئی شاگرد نہیں چھوڑا۔

Marfat.com

ابوداؤدؒ

ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث سجستان کے رہنے والے تھے۔ یہ قندھار اور چشت کے قریب ایک مقام ہے۔ طلب علم اور حصول حدیث کے لئے عراق، خراسان، مصر، شام، حجاز وغیرہ بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ علماء و محدثین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔ ابوداؤد نے مسلم بن ابراہیم سلیمان بن حرب، یحییٰ بن معین، عبداللہ بن مسلمہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری اور امام کے اساتذہ مثلاً امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ اور قتیبہ بن سعید وغیرہ سے بھی حدیث سماعت کی ہے۔ خود آپ سے روایت کرنے والوں میں ابوعبدالرحمٰن نسائی اور احمد بن محمد خاص طور سے معروف ہیں۔ ترمذی اور نسائی جیسے ائمہ حدیث کا شمار آپ کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل ابوداؤد کے استاد ہیں لیکن امام احمد کے بعض اساتذہ نے ابوداؤد سے روایت کی ہے۔ امام ابوداؤد نے بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی یہاں کے لوگوں نے آپ سے حدیثوں کی سماعت کی اور آپ کی کتاب کو نقل کیا۔

امام ابوداؤد کی مشہور تالیف سنن ابی داؤد ہے۔ ابوداؤد نے اپنی اس کتاب میں صحیح یا حسن سے کم درجہ کی حدیث نہیں لی ہے اور امام احمد بن حنبل کے سامنے جب یہ کتاب پیش کی گئی تو انہوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ ابوداؤد کی کتاب جامعیت رکھتی ہے کہ اگر کسی کے پاس قرآن اور یہ کتاب ہو تو پھر اسے ضروریات دین کے جاننے میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کا اپنا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۵ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ان میں سے احادیث منتخب کر کے یہ کتاب (سنن ابوداؤد) مرتب کی ہے۔ اس میں چار ہزار ۸ سو حدیثیں جمع کی ہیں۔ صحیح اور مشابہ صحیح اور مقارب صحیح کو لکھا ہے انسان کو دین کے سمجھنے اور اس پر چلنے کے لئے ان میں سے یہ حدیثیں کافی ہیں:

اول: انما الاعمال بالنیات "اعمال نیتوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔"

Marfat.com

دوم: مِن حُسنِ اِسلامِ المَرءِ تَرکُہ مالا یعنیہ "یہ آدمی کے اسلام کی خوبی و حسن میں سے ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔"

سوم: لا یکون المومن مومنا حتی یرضی لاخیہ ما یرضاہ لنفسہ "مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

چہارم: الحلال بیّن والحرام بیّنٌ وبین ذٰلک امور مشتبہات فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ "حلال اور حرام دونوں واضح ہیں اور جو کچھ اس کے درمیان ہے مشتبہات ہیں پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین کو بے داغ رکھا۔"

ابوداؤد کا فقہی مسلک کیا تھا؟ اس میں اختلاف ہے۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی انہیں حنبلیوں میں شمار کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابوداؤد اپنے عام طور طریق میں امام احمد بن حنبل کے قدم بقدم تھے۔ ابوبکر خلال کہتے ہیں کہ ابوداؤد اپنے زمانہ میں حدیث کے امام تھے کوئی ان کے علمی مرتبہ اور بصیرت کو نہیں پہنچ سکا۔ احمد بن محمد ہروی کا بیان ہے کہ ابوداؤد حافظ حدیث اور پرہیزگار تھے اور حدیث کے اسناد اور نقائص کو اچھی طرح جانتے تھے۔ محمد بن اسحاق الصاغانی کہتے ہیں: اُلین لابی داؤد الحدیث کما اُلین لداؤد الحدید "علم حدیث ابوداؤد کے لئے اس طرح نرم کر دیا گیا ہے جس طرح حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔" اس طرح کا قول ان کے بارے میں ابراہیم بن حربی سے بھی منقول ہے۔ حافظ موسیٰ کہتے ہیں: خلق ابوداؤد فی الدنیا للحدیث وفی الآخرۃ للجنۃ ما رأیت افضل منہ "ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں نے ان سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔"

Marfat.com

ابن ماجہؒ

ولادت ۲۰۹ھ   وفات ۲۷۳ھ

اسم گرامی محمد بن یزید بن ماجہ اور کنیت ابو عبداللہ ہے قزوین کے رہنے والے تھے۔ یہ عراق اور عجم کے درمیان ایک شہر ہے۔ امام مالک کے شاگردوں سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا ہے تحصیل علم حدیث کے لئے کوفہ، بصرہ، بغداد، مکہ، شام، رے، مصر کا سفر کیا جن اساتذہ سے استفادہ کیا ان میں جبارہ، بن المغلس، ابراہیم بن المنذر، ہشام بن حمار، ابن نمیر وغیرہ خاص ہیں۔ ابوبکر بن ابی شیبہ ان کے خصوصی استاذ تھے۔

حدیث میں سنن ابن ماجہ ان کی معروف تالیف ہے۔ یہ کتاب چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ثلاثی احادیث بھی کافی تعداد میں ملتی ہیں۔ اس کتاب کو اکثر علماء و محدثین صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ ابن ماجہ میں ایک حدیث[1] منکر بلکہ موضوع نقل ہوگئی ہے جس کی وجہ سے بعض لوگ اسے صحاح ستہ میں شمار نہیں کرتے۔ علامہ ابن خلکان نے ابن ماجہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہیں فن حدیث میں امامت کا درجہ حاصل ہے۔ علوم حدیث اور متعلقات حدیث میں وہ عالمیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

ابن ماجہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ کتاب حافظ ابو زرعہ کے سامنے پیش کی تو انہوں نے کہا کہ اس میں تیس ۳۰ سے زیادہ ضعیف حدیثیں نہیں ہیں۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ اگر اس میں چند کمزور قسم کی حدیثیں نہ ہوتیں تو یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہوتی۔

---

[1] یہ وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ کے وطن قزوین کی فضیلت میں منقول ہوئی ہے علماء کے نزدیک یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے اس کے علاوہ کچھ دوسری روایتوں کی صحت میں بھی ناقدینِ حدیث کو کلام ہے۔

Marfat.com

ابن ماجہ کو حسن ترتیب اور احادیث کی عدم تکرار کے لحاظ سے دوسری کتابوں کے مقابلہ میں امتیاز حاصل ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہ کتاب بہترین، جامع اور بکثرت ابواب و نوادر پر مشتمل ہے۔

جن علماء نے اس کتاب پر مختلف طریقوں سے کام کیا ہے ان میں علامہ شمس الدین ذہبی، حافظ ابن رجب حنبلی، حافظ ابن عمر بن علی الملقن الشافعی، الشیخ الدمیری، حافظ ابن العجمی، حافظ جلال الدین سیوطی۔ حافظ البوصیری وغیرہ اہم ہیں۔

ابن ماجہ کے خصوصی تلامذہ میں ابوالحسن قطان اور عیسیٰ الابہری کے نام آتے ہیں۔ ابوالحسن قطان سنن کے راوی ہیں۔

ابن ماجہ کی اس سنن کے علاوہ دو کتابیں اور بھی ہیں۔ ایک تاریخ پر دوسری کتاب کا موضوع تفسیر ہے۔ تاریخ میں صحابہ کے زمانہ سے اپنے زمانے تک کے حالات جمع کئے ہیں۔

ابن ماجہ کے حالات زندگی کتب تاریخ میں تفصیل سے نہیں ملتے لیکن انہوں نے جو علمی ورثہ چھوڑا ہے وہ انہیں زندۂ جاوید رکھنے کے لئے کافی ہے۔ ۶۴ سال کی عمر میں شہر قزوین میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

امام نسائیؒ

ولادت ۲۱۵ھ وفات ۳۰۳ھ

ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی خراسان کے شہر نسا کے رہنے والے تھے وقت کے مشہور علماء اور محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث حاصل کیا۔ اس سلسلہ میں حجاز، عراق، شام، مصر وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔ سب سے پہلے قتیبہ بن سعد کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی۔ وہ ان کی خدمت میں ایک سال دو مہینے تک رہے۔ جن سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی ان میں قتیبہ بن سعد کے علاوہ ہناد بن سَری، محمد بن بشار، محمد بن غیلان، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث وغیرہ شامل ہیں۔ آپ سے حدیث سماعت کرنے والے ابوالقاسم طبرانی، ابوجعفر طحاوی، ابوبکر احمد بن اسحٰق وغیرہ ہیں۔

امام نسائیؒ نے فن حدیث اور علل پر کئی کتابیں لکھیں۔ امام نسائیؒ نے پہلے سنن کبریٰ تالیف کی۔ امیر وقت نے ان سے پوچھا کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں کیا وہ سب صحیح ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں، بعض صحیح ہیں اور بعض حسن ہیں۔ امیر نے کہا کہ میرے لئے ایک ایسا مجموعہ مرتب کر دیں جس میں صرف صحیح احادیث ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے سنن صغریٰ تالیف کی۔ اس کو سنن مجتبیٰ بھی کہتے ہیں۔

امام نسائیؒ کی کتاب مناسک الحج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے۔

ابن الحداد شافعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اور خدا کے درمیان نسائیؒ کو واسطہ بنایا ہے۔

ابن طاہر کہتے ہیں کہ سعد بن علی زنجانی کا بیان ہے کہ راویوں کے بارے میں نسائی کی شرائط بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

امام نسائیؒ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ چار عورتیں ان کے نکاح میں تھیں۔

Marfat.com

امام نسائی کی وفات بہت ہی مظلومانہ حالت میں ہوئی۔ انہوں نے ایک کتاب تالیف کی جس میں حضرت علیؓ اور اہل بیت کے مناقب اور حالات بیان کئے۔ انہوں نے چاہا کہ دمشق کی جامع مسجد میں اسے لوگوں کو سنائیں تاکہ بنوامیہ کی حکومت کے اثر سے حضرت علیؓ کے بارے میں جو غلط خیالات لوگوں میں پیدا ہو گئے ہیں وہ دور ہوں۔ چنانچہ ایک دن مسجد میں کتاب پڑھنی شروع کی۔ ابھی وہ تھوڑا ہی حصہ پڑھ سکے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ امیر معاویہؓ کے مناقب بھی آپ نے لکھے ہیں یا نہیں؟ نسائی نے کہا: امیر معاویہ کی شخصیت اور ان کی نجات سے انکار نہیں لیکن ان کے مناقب حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اتنی اہمیت نہیں رکھتے کہ میں ان کو لکھوں" پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ اٹھنے کی بھی سکت نہ رہی۔

ابھی جان باقی تھی لوگ رملہ (بیت المقدس سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا دارالسلطنت تھا) لے گئے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ کچھ مورخین کہتے ہیں کہ خدام انہیں مکہ لے گئے تھے اور وہ صفا و مروہ کے درمیان سپرد خاک کئے گئے لیکن دارقطنی نے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد رملہ میں دفن ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ منذری کے قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

امام طبرانی

ولادت سنہ ۲۶۰ھ وفات سنہ ۳۶۰ھ

الامام الحافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی کی ولادت ملک شام میں ہوئی۔ طبریہ شام کے ایک قریہ کا نام ہے۔ تیرہ سال کی عمر میں طلب علم میں مصروف ہوئے۔ والد کو حدیث سے بڑا شغف تھا۔ وہ انہیں بڑے بڑے اساتذہ کے پاس لے جایا کرتے تھے۔ امام طبرانی نے حصول علم کے لئے حجاز، یمن، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، اصفہان وغیرہ علمی مراکز کا سفر کیا۔ ایک ہزار سے زیادہ حدیث کے علما سے استفادہ کیا۔ علم حدیث کی طلب میں بڑی مشقتیں برداشت کی ہیں۔ تیس سال مسلسل چٹائی پر سوتے رہے۔

امام طبرانی نے تین مسندیں تالیف کیں۔ ان کا نام المعجم الکبیر، والصغیر والاوسط ہے۔ انہوں نے مسندوں کی ترتیب مرویاتِ صحابہ کی بنیاد پر رکھی۔ معجم میں بیس ہزار پانچ سو احادیث ہیں۔

حافظ ابن مندہ نے طبرانی کی تمام تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ ان کی اکثر تصنیفات نایاب ہیں انہوں نے تفسیر بھی لکھی ہے۔

ابوالعباس کا بیان ہے کہ طبرانی سے میں نے تین لاکھ احادیث لکھی ہیں۔ ایک مرتبہ ابوبکر جعابی نے طبرانی سے کہا: میرے پاس ایک حدیث ایسی ہے جو اس وقت دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے پھر یہ سند بیان کی:

حدثنا ابو خلیفہ ثنا سلیمان بن ایوب ابوالقاسم۔ طبرانی نے کہا: آپ جانتے ہیں سلیمان بن ایوب کون ہیں؟ وہ میں ہی ہوں اور ابو خلیفہ میرے شاگرد ہوتے ہیں۔ آپ اس روایت کو براہ راست مجھ سے ہما روایت کیجئے تاکہ ایک واسطہ کم ہو جائے اور آپ کی سند عالی ہو جائے۔

طبرانی نے اصفہان میں سکونت اختیار کی، وہیں وفات پائی۔

Marfat.com

دارمیؒ

ولادت سنہ ۱۸۱ھ   وفات سنہ ۲۵۵ھ

ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل دارمی سمرقند کی طرف کے تھے۔ دارمی ان کی نسبت اپنے قبیلے کی طرف ہے۔ دارمی جلیل القدر محدث اور عالم تھے۔ احادیث جمع کرنے کی غرض سے دور دراز بلاد اسلامیہ اور علمی مراکز کا سفر کیا۔

دارمی کے اساتذہ میں ابن ماجہ، حبان بن ہلال، نضر بن شمیل، یزید بن ہارون اور حیوۃ بن شریح جیسے اہل علم ہیں۔ شاگردوں میں امام مسلم، امام ترمذی، ابوداود جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔ امام احمد کے فرزند بھی آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ امام نسائی نے بھی سنن کبریٰ کے علاوہ ان سے روایت کی ہے۔

امام احمد بن حنبل کہتے تھے کہ خراسان میں حدیث کے چار حافظ ہیں: ابوزرعہ رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی اور حسن بن شجاع بلخی۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ دارمی اپنے وقت کے امام تھے۔ ذہبی نے دارمی کے بارے میں خطیب بغدادی کا بیان نقل کیا ہے۔ کان احد الحفاظ والرحالین موصوفاً بالثقۃ والورع والزھد ... وکان علی غایۃ العقل وفی نہایۃ الفضل۔

علم و دیانت، زہد و قناعت اور اجتہاد و عبادت میں دارمی کو خاص مقام حاصل تھا۔ سمرقند کے قاضی مقرر ہوئے مگر ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا اور مستعفی ہو گئے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ان کے سامنے دنیا پیش کی گئی مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔
مسند دارمی ان کی مشہور تالیف ہے محدثین کی اصطلاح میں اسے مسند نہیں کہا جاسکتا۔ اس کتاب میں ثلاثیات سب کتابوں سے زیادہ ہیں۔ مسند دارمی تین ہزار پانچ سو ستاون (۳۵۵۷) حدیثوں پر مشتمل ہے۔
دارمی کی رحلت کی خبر جب امام بخاری کو ملی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

Marfat.com

دارقطنیؒ

ولادت ۳۰۶ھ وفات ۳۸۵ھ

ابوالحسن علی ابن عمر دارقطنی۔ دارقطن کے رہنے والے تھے۔ یہ بغداد کا ایک محلہ تھا۔ عربی میں قطن روئی کو کہتے ہیں۔ یہ محلہ روئی کی منڈی تھی۔ دارقطنی نے طلب حدیث میں دور دراز مقامات کا سفر کیا۔ کوفہ بصرہ، شام، واسط، مصر اور دوسرے مقامات پر گئے اور وہاں کے علماء سے احادیث حاصل کیں۔ مصر میں ابوالفضل کے پاس ایک مدت تک قیام کیا۔ ابوالفضل نے ان کا بڑا اکرام کیا۔

معرفت علل، اسماء رجال، معرفت رواۃ میں دارقطنی کو بلند مقام حاصل تھا۔ دوسرے علوم خاص طور سے قرآن اور فقہاء کے مذہب اور ان کے اختلافات سے انہیں اچھی واقفیت حاصل تھی۔ شعر و ادب پر عبور رکھتے تھے۔ عرب کے بہت سے دواوین انہیں حفظ تھے۔ فقہ شافعی انہوں نے ابوسعید اصطخری سے حاصل کی تھی۔ ان سے انہوں نے حدیث میں بھی استفادہ کیا تھا۔ ابوالطیب حدیث میں دارقطنی کو امیرالمؤمنین کہتے تھے۔

حافظ ابونعیم، ابوبکر برقانی، جوہری، قاضی ابوالطیب طبری، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری جیسے اہل علم دارقطنی کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

دارقطنی کی مشہور تالیف "سنن دارقطنی" ہے۔ دارقطنی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ایک حدیث کو کئی کئی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ وہ حدیث کی علت اور راویوں کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے۔ دارقطنی مذہباً شافعی تھے۔

سنن کے علاوہ بھی ان کی کتابیں ہیں جن میں ایک مشہور تصنیف "المختلف والمؤتلف" ہے دارقطنی کی علمی ظرافتوں میں سے ایک مشہور واقعہ ہے کہ ابوالحسن بیضاوی ایک شخص کو لے کر

Marfat.com

ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم دُور دراز سے حدیث کی طلب میں آئے ہیں۔ انہیں کچھ حدیثیں املا کرا دیجئے۔ دارقطنی نے پہلے تو عذر کیا۔ جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو بیس سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی:

نعم الشئی الھدیۃ امام الحاجۃ اپنی حاجت ظاہر کرنے سے پہلے کچھ ہدیہ پیش کرنا اچھا ہے

دوسرے دن وہ شخص کچھ مناسب ہدیہ لے کر خدمت میں حاضر ہوا تو اسے اپنے پاس بٹھایا اور ستر سندوں کے ساتھ اس حدیث کا املا کرایا:

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کا اکرام کرو۔

دارقطنیؒ بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ مقبرہ باب حرب میں معروف کرخیؒ کے پاس مدفون ہوئے۔

Marfat.com

احمد بن حسین بیہقیؒ

ولادت ۳۸۴ھ وفات ۴۵۸ھ

ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعیہ کے بہت بڑے محدث ہیں۔ حاکم، ابو طاہر، ابن فورک متکلم، ابو علی رود باری، ابو عبد الرحمن، ناصر الشحامی، محمد الفراوی، عبد المنعم قشیری وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی۔ فقہ ابو الفتح ناصر بن محمد العمری المروزی سے حاصل کیا۔ ان پر حصول حدیث کا شوق غالب ہوا۔ حدیث کے لئے کوفہ، بغداد، خراسان، حجاز اور دیگر بلاد و امصار اسلامیہ کا سفر کیا۔

بیہقی کثیر التصانیف محدث تھے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے نصوص شافعی جمع کی ہیں سبکی کہتے ہیں کہ انہیں پہلا شخص کہنے کے بجائے آخری شخص کہا جائے تو صحیح ہوگا بیہقی کے تبحر علم اور فضل و کمال کا اندازہ ان کی تصنیفات سے ہوتا ہے۔ دین و شریعت کے مختلف موضوعات پر انہوں نے رسائل لکھے۔ خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت دی تھی۔ انہوں نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جن کی نظیر سابقین میں بہت کم ملتی ہے۔ ان کی مشہور کتابوں میں خاص یہ ہیں:۔

السنن الکبیر، السنن الصغیر، دلائل النبوۃ، السنن والآثار، دعوات الکبیر، شعب الایمان، کتاب الزھد، اربعین کبریٰ و صغریٰ، کتاب الاسرار، مناقب الشافعی المطلبی، مناقب احمد بن حنبل، کتاب الاسماء والصفات، کتاب المبسوط کتاب معرفت علوم حدیث، کتاب آداب، کتاب البعث والنشور، فضائل صحابہ، فضائل اوقات، کتاب الخلافیات وغیرہ۔

Marfat.com

کتاب الاسماء والصفات کے بارے میں سبکی کا قول ہے کہ وہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

امام الحرمین ابوالمعالی کہتے ہیں: ما من شافعی المذھب الا وللشافعی علیہ منۃ الا احمد البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ "ہر شافعی المذہب پر امام شافعی کا احسان ہے، لیکن ایک بیہقی ہیں جن کا احسان خود امام شافعی پر ہے" اس لئے کہ انہوں نے اپنی تصانیف سے ان کی فقہ کو مضبوط و مدلل طور پر مدون اور اسے رائج کیا۔

ان تمام فضل و کمال کے باوجود حیرت ہے کہ جامع ترمذی، نسائی اور سنن ابن ماجہ ان کے پاس نہ تھی۔ لوگوں نے اشاعت علم کی غرض سے نیشاپور طلب کیا۔ انہوں نے درخواست قبول کر لی اور نیشاپور منتقل ہو گئے۔ نیشاپور ہی میں وفات ہوئی۔ آپ کا جنازہ بیہق لایا گیا اور وہیں سپرد خاک کیا گیا۔

Marfat.com

اُمُّ الاَحَادِیْث

Marfat.com

اُمّ الاحادیث

اس عنوان کے تحت جو حدیث پیش کی جارہی ہے وہ ایک جامع حدیث ہے۔ اس میں پورے دین اور تمام احادیث نبوی کا خلاصہ آگیا ہے۔ اسی لئے علماء نے اس حدیث کو اُمّ الجامع، اُمّ السنّہ یا اُمّ الاحادیث کہا ہے۔ اس حدیث کا نام اُمّ السنّہ یا اُمّ الاحادیث اسی طرح کا ہے جیسے قرآن کریم کی پہلی سورۃ الفاتحہ کا نام اُمّ الکتاب (Mother of the Book) ہے جس طرح سورہ الفاتحہ میں قرآن مجید کی تمام بنیادی باتیں آگئی ہیں اسی طرح اس حدیث میں بھی پورا دین سمٹ آیا ہے۔ دوسری تمام احادیث گویا اسی ایک حدیث کی تفصیلات ہیں۔ اس حدیث کی اسی خصوصیت کی وجہ سے امام مسلم نے اپنی مشہور کتاب صحیح مسلم کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے اور امام بغوی نے اپنی کتاب مصابیح اور شرح السنہ کا آغاز اسی سے کیا ہے۔

دین درحقیقت نام ہے فکر و عمل اور اخلاص کا۔ اس حدیث میں دین کی ان تینوں بنیادی چیزوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام کے سوالات کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جو جوابات دیئے ہیں، ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس حدیث کو "حدیث جبریل" بھی کہا جاتا ہے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو آپ کی عمر کے آخری زمانہ میں ہوئی ہے۔ اسی طرح تیئیس سال کی مدت میں جس دین کی تکمیل ہوئی تھی اس کا خلاصہ حضرت جبریل کے سوالات کے جوابات کی شکل میں بیان کردیا گیا ہے۔ روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ،
لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا
مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ،
وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ
إِلَيْهِ سَبِيْلًا. قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ:
فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِيْمَانِ. قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِيْ
عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.
قَالَ: فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ
عَنْ أَمَارَاتِهَا. قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ
يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ. قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ: يَا عُمَرُ!
أَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ فَإِنَّهُ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ
دِيْنَكُمْ ——— مسلم

Marfat.com

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے آیا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت ہی سیاہ تھے، نہ اُس پر سفر کا کوئی اثر نمایاں تھا۔ اور نہ ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا[1]۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اُس نے اپنے گھٹنے آپؐ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ آپؐ کی رانوں پر رکھ دیئے[2] اور کہا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو، اگر اس کے راستے کی استطاعت رکھتے ہو[3]۔

اُس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

---

[1] یعنی ہم لوگ اُسے پہچان نہیں رہے تھے کہ اُسے اپنے یہاں کا شہری سمجھتے۔ اُس پر تکان اور سفر کا بھی کوئی اثر نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ اُسے مسافر سمجھا جاتا۔

[2] یعنی وہ آپ کے بالکل قریب ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ پوری طرح آپ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کی توجہ اپنی طرف مبذول کر[illegible]

[3] اسلام کے معنی اطاعت، فرماں برداری اور کامل حوالگی کے ہیں۔ اسلام کو اسلام اس لئے کہا گیا ہے کہ [illegible] سراپا اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کا مذہب ہے۔ اس میں بندہ اپنی پوری زندگی اللہ کے حوالے کر کے اسکی اطاعت و بند[illegible] میں لگ جاتا ہے۔ اللہ کو اپنا خالق، رب، آقا اور الٰہ تسلیم کر کے اسی کے پسند کئے ہوئے ضابطۂ حیات اور اصول زندگی کو اختیار کر لیتا ہے۔ توحید و رسالت کی شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج یہ اسلام کے پانچ ار[illegible] (ستون) ہیں۔ اسلام کے تعارف کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں انہی ارکان کا ذکر فرمایا۔ انہی ارکان [illegible] درحقیقت اسلامی زندگی کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اگر انہیں توڑ دیا جائے تو پوری عمارت منہد[illegible] ہو کر رہ جائے گی۔

Marfat.com

(حضرت عمرؓ) فرماتے ہیں کہ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے[4]

پھر اس نے کہا: "مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے[5]"

آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخر پر اور تقدیر کے خیر و شر پر ایمان لاؤ[6]

اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

---

[4] یعنی ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے پھر خود ہی آپ کی باتوں کی تصدیق بھی کرتا ہے گویا وہ حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے۔

[5] یعنی بتائیے کہ کن باتوں پر یقین کرنا اور کن حقیقتوں کو ماننا ضروری ہے۔

[6] یہاں جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سب سے پہلی چیز خدا پر ایمان ہے۔ ایمان باللہ ہی دراصل اسلام کا مرکز اور اس کی بنیاد ہے۔ ایمان باللہ کے بغیر دین اور اسلام سب بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسلام میں تمام عقائد و نظریات کا تعلق درحقیقت ایمان باللہ ہی سے ہے۔ رسالت کا انکار درحقیقت خدا کی رحمت اور اس کی عظمت کے انکار کے ہم معنی ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۸۰-۸۴، الانعام: ۹۱) خدا کے بارے میں صحیح علم اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ رسولوں کے ذریعہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے توحید کے ساتھ ساتھ رسالت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ آخرت کے انکار کی زد بھی توحید پر پڑتی ہے۔ آخرت کا انکار درحقیقت خدا کی حاکمیت کا انکار ہے۔ ایمان باللہ کے بعد دوسری چیز جس پر ایمان لانے کی تعلیم فرمائی گئی۔ وہ فرشتوں کی پوشیدہ ہستی ہے۔ مشرکین عام طور پر جہاں خدائی میں ان مخلوقات کو شریک سمجھتے تھے جو اپنا جسمانی وجود رکھتی ہیں جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جیسے سورج، دریا، پہاڑ وغیرہ۔ وہیں ان مخلوقات کو بھی خدائی میں شریک ٹھیراتے تھے جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ مشرکوں نے ان پوشیدہ مخلوقات کو دیوی، دیوتا

Marfat.com

پھر کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتایئے۔

آپؐ نے فرمایا: (احسان) یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگر تم اسے نہیں دیکھتے ہو، تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اُس نے پھر کہا: مجھے اس گھڑی (قیامت) کے بارے میں بتایئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵) یا خدا کی اولاد قرار دے لیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ وہ اللہ کے پیدا کیے ہوئے فرشتے ہیں. خدائی میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ خدا کے تابع فرمان ہیں۔ وہ وہی کرتے ہیں جو خدا کا حکم ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ مختلف کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور کائنات کا انتظام کرتے ہیں لیکن وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں خدا ہی کے حکم اس کے بخشے ہوئے اختیار سے کرتے ہیں۔ انہیں خدائی میں دخیل سمجھنا۔ ان کی عبادت کرنا یا مصیبت میں انہیں پکارنا شرک اور ظلم ہے۔ ان میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا وہ تو خدا کے اسی طرح غلام اور بندے ہیں جس طرح ہم اس طرح توحید کو شرک سے پاک کرنے کے لئے فرشتوں پر ایمان لانے کو ایک مستقل عقیدے کی حیثیت سے بیان فرمایا گیا۔

تیسری چیز جس پر ایمان لانے کی تعلیم دی گئی وہ اللہ کی کتابیں ہیں۔ اللہ نے لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے کتابیں نازل کیں۔ قرآن اسی دین کی تعلیم دینے کے لئے آیا ہے جس کی تعلیم پچھلی آسمانی کتابوں میں دی گئی تھی۔

کتابوں کے ساتھ ساتھ رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ رسولوں ہی کے ذریعے خدا نے لوگوں تک اپنی ہدایت اور کتاب بھیجی۔ رسول خدا کے نمائندے ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی مرضی پر چل کر دکھاتے ہیں۔ خدا کی کتاب پر عمل کس طرح کیا جائے۔ یہ ہمیں رسول ہی کی زندگی سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول کی زندگی ہمارے لئے اسوہ ہوتی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔

رسولوں کے بعد آخرت پر ایمان لانے کی تعلیم فرمائی گئی۔ آخرت سے مراد یہ ہے کہ ایک دن ساری دنیا فنا ہو جائے اس کے بعد اللہ لوگوں کو دوسری زندگی عطا فرمائے گا۔ سب لوگ خدا کے روبرو حاضر کئے جائیں گے۔ لوگوں نے جو اپنی دنیا کی زندگی میں کیا ہوگا اس کا انہیں بدلہ دیا جائے گا۔ (باقی حاشیہ صفحہ

Marfat.com

آپ نے فرمایا: جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ اُسے پوچھنے والے سے زیادہ نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵) اس کے بعد تقدیر کے خیر و شر پر ایمان لانے کی تعلیم دی گئی۔ ایمان بالقدر درحقیقت ایمان باللہ ہی کا ایک جز ہے قرآن میں اس عقیدہ کو اسی حیثیت سے بیان بھی کیا گیا ہے۔ بمثال کے طور پر دیکھیے سورۃ آل عمران: ۲۶، ۲۷؛ النساء: ۷۸؛ الاعراف: ۱۲۸؛ الفرقان: ۲-۳؛ الحدید: ۲۲-۲۳۔ تقدیر پر ایمان درحقیقت اس بات کا اقرار ہے کہ خدا قادرِ مطلق اور علی الاطلاق حاکم ہے۔ اس کا علم سب پر محیط ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کا اندازہ ٹھیرایا ہے۔ اس سے کوئی بھی چیز تجاوز نہیں کر سکتی۔ اس کی طاقت سب پر غالب ہے۔ یہ دُنیا اس کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت چل رہی ہے۔ کوئی اس کو اس کے منصوبے میں ناکام نہیں کر سکتا۔ پھر نفع و ضرر کی ساری قوتوں کا وہی مالک ہے۔ عزت و دولت اور دولت و طاقت سب اس کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنی حکمت کے لحاظ سے جس کو جو کچھ اور جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس کی حکمت میں کوئی نقص نہیں۔ اس کا کوئی کام اور اس کا کوئی فیصلہ عبث اور بے مقصد نہیں۔

ﮧ یہاں آپ نے 'احسان' کی جو دراصل پورے دین کی روح ہے حقیقت بیان فرمائی ہے۔ 'احسان' کا لفظ 'حُسن' سے مشتق ہے۔ عبادت میں حسن و خوبی اور کمال اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ ہمارے ایمان و یقین کی یہ کیفیت ہو جائے کہ گویا خدا ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے بلکہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اس کیفیت کے ساتھ جو عبادت کی جائے گی اس میں جو حسن و خوبی اور جو بات ہوگی وہ اِس کیفیت سے خالی عبادت میں نہیں ہو سکتی۔ 'احسان' درحقیقت انسانی ارتقا کی بلند ترین منزل ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر بندے کو اپنے خدا کا انتہائی قرب اور اس کی انتہائی محبت حاصل ہوتی ہے۔ 'احسان' خدا کی معرفت کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد خدا کی پسند بندے کی اپنی پسند ہو جاتی ہے۔ اس کی مرضی وہی ہوتی ہے جو اس کے خدا کی مرضی ہوتی ہے۔ جو چیز اُس کے رب کو ناپسند ہوگی وہ اُسے بھی ناپسند ہوگی۔ وہ اُن بھلائیوں کو پھیلانے اور قائم کرنے کے لئے سرگرم ہو جاتا ہے جن سے اُس کا رب اپنی زمین کو آراستہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ اُن بُرائیوں کو مٹانے کے لئے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتا ہے جن سے اس کا خدا اس زمین کو پاک دیکھنا چاہتا ہے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۸)

Marfat.com

جانتا۔[۸]

اُس نے کہا: اچھا، مجھے اس کی نشانیوں سے آگاہ کیجیے۔[۹]

آپ نے فرمایا: (نشانی یہ ہے کہ) لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی[۱۰] اور تم ننگے پاؤں اور ننگے جسم والے کنگالوں اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھو گے کہ وہ عمارتوں (کی تعمیر) میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتے ہیں۔[۱۱]

(حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور میں کچھ دیر ٹھیرا رہا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سائل کون تھا؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷) ایسا نہیں کہ وہ صرف نماز کی حالت میں 'محسن' ہو بلکہ خدا کے ہر حکم کی پیروی اور اس کے ہر ارشاد کی تعمیل میں وہ 'محسن' ہوتا ہے۔

[۸] یعنی اس کا علم ہم میں سے کسی کو نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

[۹] جن کے ظاہر ہونے پر یہ اندازہ ہو سکے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔

[۱۰] مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب لوگوں میں باہمی الفت اور تعاون و ہمدردی کا جذبہ باقی نہیں رہے گا۔ لوگ صلہ رحمی کا پاس و لحاظ نہیں کریں گے۔ بڑوں کا ادب و احترام اٹھ جائے گا۔ بیٹی جسے اپنی ماں سے گہرا لگاؤ ہونا چاہیے اس کا سلوک ماں کے ساتھ ایسا ہوگا جیسا بالعموم مالکہ کا اپنی لونڈی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ماں نے گویا بیٹی نہیں اپنی مالکہ کو جنا ہے۔

[۱۱] یعنی شرافت و اخلاق سے عاری اور علم و تہذیب سے ناآشنا لوگوں کے ہاتھ میں دولت و بالاتری آجائے گی۔ انہیں بس اونچے اونچے محلوں کی تعمیر کی فکر ہوگی اس میں وہ ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہیں گے اور اس کو اپنے لئے فخر کی بات سمجھیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا ہے: اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ (بخاری) یعنی جب حکومت، اختیارات اور معاملات نااہلوں کو سونپے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ یعنی سمجھ لو کہ اب قیامت دور نہیں ہے۔

Marfat.com

میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: وہ جبریلؑ تھے، تمہارے پاس آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دیں[۱۱۵]

---

[۱۱۵] یعنی اللہ کے خاص فرشتہ حضرت جبریلؑ تھے جو انسانی شکل میں اس لئے آئے تھے کہ دین کے بارے میں مجھ سے سوالات کریں اور اس طرح تمہیں اپنے دین کے بارے میں صحیح اور بہتر معلومات حاصل ہوسکے۔

Marfat.com

Marfat.com

اساسی افکار و عقائد

Marfat.com

اساسی افکار و عقائد

انسان اپنی زندگی کو افکار و عقائد سے خالی نہیں رکھ سکتا۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی نظریہ اور عقیدہ ہوتا ہے جس کے تحت وہ زندگی بسر کرتا ہے۔ دنیا میں جن محسوس حقائق سے ہم براہ راست واقف ہیں حقیقتیں صرف انہیں تک محدود نہیں۔ کتنی ہی ایسی حقیقتیں ہیں جن کو ہم حواس کے ذریعہ سے معلوم نہیں کر سکتے۔ ہمیں ان کا علم تعقل اور استنباط کے ذریعہ سے ہوتا ہے A.F. Mander نے لکھا ہے کہ نظر آنے والے واقعات عالم حقیقت کے محض کچھ اجزا ہیں۔ حواس کے ذریعہ سے ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ محض جزدی اور غیر مرلبط واقعات ہوتے ہیں اگر الگ سے صرف انہیں کو دیکھا جائے تو وہ بے معنی ہوں گے۔ براہ راست محسوس ہونے والے واقعات کے ساتھ اور بہت سے غیر محسوس واقعات کو ملا کر جب ہم دیکھتے ہیں اس وقت ہم ان کی معنویت کو سمجھتے ہیں۔ اس کے نزدیک ہم جب کبھی کسی مشاہدے کا ذکر کرتے ہیں تو محض حسیاتی مشاہدے سے کچھ زیادہ مراد لیتے ہیں۔ ہماری مراد حسیاتی مشاہدہ اور شناخت (Recognition) دونوں ہی ہوتے ہیں جس میں کچھ تعبیر Interpretation کا جز بھی شامل ہوتا ہے۔ آدمی صرف حسیاتی مشاہدہ اور ان محسوس حقائق پر قناعت نہیں کر سکتا جن سے وہ براہ راست واقف ہوتا ہے وہ جو کچھ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہ کوئی نہ کوئی خیال اور تصور رکھنے پر مجبور ہے۔

زندگی اور حقائق کی صحیح تعبیر اور حیات انسانی کے صحیح افکار و نظریات سے روشناس کرانے والے خدا کے وہ فرستادہ بندے ہیں جنہیں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ انبیا در حقیقت خدا کے نمائندے ہوتے ہیں۔ خدا انہیں اسی لئے بھیجتا ہے کہ وہ انسانوں کو صحیح عقائد کی تعلیم دیں اور لوگوں کو ہر طرح کی فکری و عملی گمراہیوں سے بچائیں۔ انبیاء علیہم السلام نے انسانوں کو جو عقائد اور نظریات دیئے وہ قیاس اور گمان پر مبنی نہیں ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو ان عقائد کا براہ راست خدا کی جانب سے علم عطا کیا گیا۔ جن عقائد و نظریات کی تعلیم انبیاء نے دی ہے ان میں سے کسی ایک کی تردید بھی

Marfat.com

جدید علمی تحقیقات سے نہیں ہوئی اور نہ اس کی توقع کی جاسکتی ہے کہ آئندہ کوئی علمی تحقیق ان کو باطل قرار دے سکے گی۔ جدید علمی تحقیقات سے انبیاء علیہم السلام کے نظریات کی تائید اور تصدیق ہی ہوتی ہے۔ زندگی میں صحیح رہنمائی کے لئے ضروری ہے کہ انسان انبیاء علیہم السلام اور ان کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان لائے۔ اس کے بغیر اس کے لئے تاریکیوں سے نجات پانا ممکن نہیں۔ زندگی کے لئے صرف عقل اور تجربہ کی رہنمائی کافی نہیں۔ اس سلسلہ میں شین (SHEEN) نے صحیح تجزیہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"ہمارے حواس بہتر کام اس وقت کرتے ہیں جب عقل کے ذریعہ سے ان کی تکمیل ہو جائے۔ اسی طرح ہماری عقل بھی اس وقت بہتر کام انجام دے سکتی ہے جبکہ ایمان کے ذریعہ اس کی تکمیل ہو۔ جو شخص (مثلاً شراب پینے والا) عارضی طور پر عقل سے عاری ہو جاتا ہے، اس کے حواس وہی ہوتے ہیں جو پہلے تھے مگر اس وقت وہ کبھی بھی اپنے فرائض کو اس طرح انجام نہیں دے سکتے جس طرح عقل و ہوش کی حالت میں انجام دیتے ہیں۔ جو حالت عقل کے بغیر حواس کی ہوتی ہے ٹھیک وہی کیفیت وحی کے بغیر عقل کی ہوتی ہے۔" آنکھ سے کام لینے کے لئے روشنی اور چراغ کی ضرورت پیش آتی ہے عقل سے بھی صحیح کام اس وقت لیا جا سکتا ہے جب کہ اس کے لئے وحی اور نبوت کی روشنی فراہم کردی جائے۔

صحیح عقائد و نظریات آدمی کو ہر طرح کی گمراہی اور ضلالت سے بچاتے اور اس کی سیرت و کردار کو عظیم طاقت بہم پہنچاتے ہیں۔ عقائد و نظریات ہی درحقیقت کسی شخصیت یا قوم کی عظمت کے ضامن ہوتے ہیں۔ عقائد اور نظریات اگر صحیح اور بلند ہیں تو یقیناً وہ کسی شخص یا قوم کو عظمت اور برتری عطا کر سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف نظریات اور افکار کے لحاظ سے اگر کوئی قوم پست اور گمراہ ہے تو کوئی دوسری چیز اُسے وہ مقام عزت عطا نہیں کر سکتی جو دنیا میں صرف بلند فکر اور صحیح عقائد و نظریات کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ صحیح سے صحیح تر اور بلند سے بلند تر نظریات بھی عمل کی دنیا میں بے معنی ثابت ہوتے ہیں، اگر ان نظریات کا حامل کوئی ایسا گروہ روئے زمین پر موجود نہ ہو جو ان نظریات کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر سکے اور ان کی اشاعت میں کسی بھی امکانی کوشش سے دریغ نہ کرے۔ عقائد و نظریات ہی کے ذریعہ سے آدمی کے جذبات و احساسات میں

Marfat.com

توازن اور انضباط پیدا ہوتا ہے۔ سیرت و کردار کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے فکر و خیال اور اس کے جذبات و خواہشات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہو۔ انسان اگر اپنے فکر و خیال اور جذبات و خواہشات میں وحدت قائم نہ کر سکا تو وہ اپنے وقتی جذبات و تاثرات کے ہاتھ محض ایک کھلونا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایسے شخص سے کسی مستحکم سیرت و کردار کی توقع نہیں کی جا سکتی اور نہ ایسے افراد سے اس کی امید کی جا سکتی ہے کہ ان کے ذریعہ سے کسی مستحکم تہذیب کو نشوونما مل سکے گی۔

جارج فوٹ مور (George Foot Moore) کے الفاظ میں تہذیب صرف اس صورت میں نشوونما پا سکتی ہے جبکہ انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرے۔ اس طرح کا اتحاد صرف وحدتِ تصورات (Unity of bare idians) کی بنا پر ممکن نہیں ہوتا۔ یہ اتحاد وحدتِ جذبات و احساسات سے ممکن ہوتا ہے۔ جن سے تصورات میں جذباتی تحرک پیدا ہوتا ہے اور وہ محض تصورات نہ رہ کر معتقدات اور مقاصد بن جاتے ہیں۔

اسلام نے عقائد و نظریات کو انسان کی زندگی میں وہی مقام دیا ہے جو فی الواقع ان کا مقام ہے۔ افکار و عقائد کی اہمیت کے پیش نظر ہی اسلام نے علم و یقین اور ایمان کو نظام دین میں بنیادی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ جو لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں اور زندگی کے آخری انجام سے بے پروا ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں ان کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے فَأَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۔ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى (النجم ۲۹-۳۰) "ایسے شخص سے اعراض کرو جو ہمارے ذکر سے منہ موڑے اور حیات دنیا کے سوا کچھ نہ چاہے۔ ان کے علم کی رسائی یہیں تک ہے۔ بیشک تمہارا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہ اس شخص کو بھی بخوبی جانتا ہے جس نے سیدھا راستہ اختیار کیا۔"

قرآن کے اس ارشاد سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زندگی میں علم و یقین، صحیح فکر اور صحیح نقطۂ نظر کا کیا مقام ہے؟ فکرِ صحیح آدمی کو صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، غلط خیالات اور غلط تصورات آدمی کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

علم و دانش

انسانی زندگی میں علم کی بڑی اہمیت ہے۔ علم ہی درحقیقت انسان کے اخلاق و کردار کی اصل بنیاد ہے۔ انسان کی کامیابی کا انحصار اصل میں اس بات پر ہے کہ اُسے حقیقت کا علم حاصل ہو جس کے مطابق وہ اپنی زندگی کو ڈھال سکے۔ اگر اُسے اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ اُسے یہ زندگی کس نے عطا کی ہے اور اس زندگی کی اصل غرض و غایت کیا ہے تو وہ کبھی بھی زندگی کی صحیح راہ پر نہیں چل سکتا اور نہ اپنے خالق کی مرضی پوری کر سکتا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی جیسے کوئی گہری تاریکی میں بھٹک رہا ہو اور اُسے اس کی بالکل خبر نہ ہو کہ وہ کہاں ہے اور اُسے کس طرف جانا چاہیے۔ ایک مومن اور کافر میں اصل فرق علم و عمل ہی کا ہے۔ اس فرق کی بنا پر ان کی زندگیوں میں اور ان کے انجام میں ایک عظیم فرق پایا جاتا ہے مومن کو دنیا میں بھی حیاتِ طیبہ حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں وہ خدا کی رضا اور اس کی دائمی جنت کا مستحق قرار پائے گا اور کافر کے حصہ میں صرف خدا کی ناراضی آئے گی اور ہمیشہ کے لئے اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث میں علم و فہم کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ (الزمر: ۹)

"کہدو: کیا علم رکھنے والے اور وہ لوگ جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں"

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ (المجادلہ: ۱۱)

"اللہ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا ہے"

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)

"اللہ سے اس کے بندوں میں اہلِ علم ہی ڈرتے ہیں"

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۔ (طٰہٰ: ۱۱۴)

"کہدو: اے رب مجھے اور زیادہ علم عطا کر"

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۔ (البقرہ: ۲۶۹)

"جسے حکمت عطا کی گئی اُسے بہت بڑی دولت عطا کی گئی"

Marfat.com

کافروں اور مشرکوں کو خاص طور پر اس لئے مجرم قرار دیا گیا وہ علم کے پیرو نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے غلام ہیں اور محض اٹکل اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا گیا:

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (النجم: ۲۸)

"وہ تو بس گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان حق بات کے سامنے کچھ کام نہیں دیتا"

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ (النجم: ۲۳)

صرف اٹکل اور نفس کی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔ (القصص: ۵۰)

اور اس شخص سے بڑھ کر بھٹکا ہوا کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے؟"

ایسے لوگ درحقیقت عقل و بصیرت سے بالکل محروم ہیں:

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (الفرقان: ۴۴)

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو بس چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ یہ اور بڑھ کر راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں"

دین میں تفقہ اور اس کتاب میں بصیرت حاصل کرنا ہمارا فرض ہے جسے اللہ نے ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل فرمایا ہے۔ اس کے بغیر ہماری ساعی پراگندہ و پریشان اور ہماری زندگی منتشر اور بے ضابطہ ہی رہے گی۔ ہمارے اعتقادات کو کھوکھلا اور ہماری عبادات کو بے روح ہونے سے جو چیز بچا سکتی ہے وہ تفقہ فی الدین اور تدبر فی الکتب والسنہ ہی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے کہ وہ دین میں بصیرت حاصل کریں اور اس کی تعلیمات اور اس کے احکام کو سمجھیں۔

Marfat.com

۱۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ ——— بخاری، مسلم ابن ماجہ۔

"حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے لئے اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین میں تفقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے[1] اور میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے[2]۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی۔ جو شخص اس کی مخالفت ہوگا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ امرالٰہی (قیامت) آجائے[3]"

۲۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا ——— بخاری و مسلم۔

"حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد (رشک) صرف دو آدمیوں کے سلسلہ میں جائز ہے: ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا پھر اُسے حق کی راہ

---

[1] "دین میں تفقہ" سے مراد وہ فہم و بصیرت ہے جس کے سبب آدمی پر دین کے حقائق روشن ہوتے ہیں اُسے دین کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ احکام دین کی غرض و غایت اور منشا کو وہ پالیتا ہے وہ اندھا دھند مقلد نہیں رہتا بلکہ فہم و شعور کے ساتھ وہ اپنی زندگی میں خدا کے احکام کی پیروی کرتا ہے اس پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ خدا کی اطاعت و بندگی اور اس کے احکام کی پیروی ہی میں انسان کی فلاح اور کامرانی ہے۔ خدا کی طاعت و بندگی کے بغیر انسان کی زندگی، زندگی کے حقیقی مفہوم سے محروم رہتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ شخص بڑا ہی خوش قسمت ہے جسے خدا نے فکر و بصیرت اور تفقہ کی دولت سے نوازا ہو اس لئے کہ یہ چیز جملہ بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔

[2] یعنی میرا کام تو تقسیم کرنا ہے جو پیغام میں لوگوں تک پہنچا رہا ہوں وہ طبع زاد نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔

[3] اس میں اس بات کی پیش گوئی کی ہے کہ اُمت مسلمہ قیامت تک باقی رہے گی۔ کوئی بھی طاقت اسے ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اسلام قیامت تک باقی رہیگا اور اسے ماضی کا افسانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ وہ ایک زندہ حقیقت بنکر آخر تک رہے گا۔

Marfat.com

میں لٹانے کی توفیق بخشی، دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت عطا کی تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہے۔[۲]

۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ ــــــ ترمذی۔

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اُس وقت خدا کی راہ میں ہے جب تک کہ واپس نہ آجائے۔"[۳]

۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَاءَہٗ اَجَلُہٗ وَھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لَقِیَ اللّٰہَ وَلَمْ یَکُنْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّیْنَ اِلَّا دَرَجَۃُ النُّبُوَّۃِ ــــــ الطبرانی فی الاوسط۔

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی شخص کو اس حالت میں موت آجائے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے اور انبیا کے درمیان صرف نبوت کے درجہ کا فرق رہے گا۔"

۵۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ، وَاِنَّ

---

[۲] یعنی قابل رشک حالت انہی دو آدمیوں کی ہے۔ کسی کو اللہ نے مال عطا کیا ہے اور وہ اسے راہِ حق میں خرچ کر رہا ہے تو وہ کامیاب ہے۔ اس طرح وہ شخص بھی کامیاب ہے جسے خدا نے علم و حکمت سے نوازا ہے اور وہ اس کا حق ادا کرتا، صحیح فیصلے کرتا اور لوگوں کو علم و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

[۳] علم کی تلاش میں نکلنے والا خدا کی راہ میں ہوتا ہے سو وہ اس راہ میں ہوتا ہے جس پر چل کر وہ اپنے رب کو پاتا اور اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔ علمِ حق کا متلاشی حقیقت میں مجاہد فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

الْمَلٰئِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا یَصْنَعُ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی الْحِیْتَانُ فِی الْمَاءِ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ، وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا، اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔ ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ

ابوالدرداءؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو شخص علم کی تلاش میں کوئی راستہ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا[1]۔ اور فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اپنے بازو بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں[2]۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے۔ جیسے چودھویں رات

---

[1] علم حقیقت میں آدمی کو جنت میں پہنچانے والی ہے۔ حقیقت کے علم کے بعد ہی آدمی گمراہی سے بچ سکتا ہے اور اس راہ پر چل سکتا ہے جس پر چل کر آدمی جنت میں داخل ہونے کے لائق ہوتا ہے اگر وہ علم کا طالب ہے تو اللہ اس کے لئے راہِ حق پر چلنا آسان کر دے گا۔

[2] یہ حدیث بتاتی ہے کہ علمِ حق کے طالب کا ادب و احترام فرشتے تک کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق ان کے لئے دعائیں کرتی ہیں کہ اگر ان سے کوئی خطا اور گناہ کا صدور ہوا ہو تو اسے معاف کر دے اور ان کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے۔ علم اور حاملینِ علم کی وجہ سے ہی عالم میں خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر رحم فرماتا ہے۔ انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ہر جاندار اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ بلوں میں چیونٹیاں اور سمندر کی تہوں میں مچھلیاں انہی کی فیوض و برکات سے زندگی کا لطف اٹھاتی ہیں۔ گویا وہ زبانِ حال سے ان کے لئے دعائیں کر رہی ہوتی ہیں کہ ان پر خدا کی رحمت ہو تاکہ وہ ان کی برکت سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہو سکیں۔ اگر دنیا سے علم اور اہلِ علم اٹھ جائیں تو پھر قیامت ہی برپا ہو جائے گی۔ پھر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکے گا۔

Marfat.com

کے چاند کی فضیلت باقی سب تاروں پر ہے شہ اور علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء کا ورثہ نہ دینار ہے نہ درہم بلکہ ان کا ورثہ علم ہے تو جس کسی نے اسے حاصل کیا اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔ شہ"

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ وَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْھَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ طَائِفَۃً اُخْرٰی مِنْھَا اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی، وَنَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ ——— بخاری و مسلم

"حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے

شہ اس میں شبہ نہیں کہ خدا کی عبادت اور اس کا ذکر حیاتِ انسانی کی اصل حقیقت ہے لیکن اس بیش بہا متاعِ حیات کا حصول علم و تفقہ کے بغیر ممکن نہیں اور دنیا کی اصلاح کا کام تو اس کے بغیر انجام ہی نہیں پاسکتا کہ لوگوں کو خالقِ کائنات اور اس کی ہدایات سے باخبر کیا جائے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس علم و ہدایت کے ساتھ تشریف لائے تھے اس کی تعلیم و ترویج میں آخر تک لگے رہے۔ آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں ذہن و فکر کا وہ انقلاب برپا ہوا جس نے لوگوں کے فکر و عمل کی دنیا کو بدل کر رکھ دیا۔ بھٹکے ہوئے انسانوں کو حق کا راستہ ملا۔ ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک میں مبتلا لوگوں کو توحید کی دولت ملی۔

شہ انبیاء علیہم السلام جو اپنی قوم کے لئے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کا مرتبہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے ترکہ میں مال و دولت نہیں چھوڑتے۔ ان کا ترکہ تو بس وہ علم ہے جسے لے کر وہ دنیا میں آتے ہیں۔ وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہیں جو صحیح معنوں میں انبیاء کے وارث قرار پائیں۔

Marfat.com

جس ہدایت اور علم کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اُس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش جو زمین پر ہوئی تو زمین کا جو حصہ اچھا تھا اُس نے پانی کو قبول کیا اور سبزہ اور کافی مقدار میں گھاس اُگایا اور اس کا جو حصہ سخت تھا اُس نے پانی کو روک لیا اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے اس سے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور کھیتی باڑی کی اور وہ بارش زمین کے ایک ایسے حصہ پر بھی ہوئی جو چٹیل میدان ہے وہ نہ پانی روک سکتا ہے اور نہ سبزہ اُگا سکتا ہے یہ مثال اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں تفقہ حاصل کیا اور اُس سے فائدہ اٹھایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ پس اُنہوں نے سیکھا اور سکھایا۔ اور یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے اس طرف نہ تو سر اٹھا کر دیکھا اور نہ اللہ کی اُس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے۔[۱۰]

---

[۱۰] اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و ہدایت کی مثال مینہ سے دی ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو اچھی زمین پانی سے سیراب ہو کر شاداب ہو جاتی ہے۔ دوسری قسم کی زمین وہ ہے جس پر سبزہ تو نہیں اُگتا لیکن اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تیسری قسم کی زمین وہ ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتی ہے۔ نہ تو وہ پانی کو جذب کر سکتی ہے کہ سبزہ اُگ سکے اور کسی قسم کی کاشت کی جا سکے اور نہ اس میں پانی جمع ہو سکتا ہے۔ ایسی زمین نہ بارش سے خود فائدہ اٹھاتی ہے اور نہ اس کے ذریعہ سے دوسری زمین کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ٹھیک اس بارش کی طرح اللہ کی طرف سے علم و ہدایت کا نزول ہوتا ہے۔ اس کا رسول لوگوں کو علم و ہدایت کی طرف بلاتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ جو لوگ دانشمند اور بصیرت والے ہیں وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی زندگیاں علم و ہدایت کی بارش سے شاداب ہو جاتی ہیں۔ ان کے چمنستان حیات میں بہار آ جاتی ہے۔ ان کی زندگی میں علم عمل کے ایسے جاں نواز پھول کھلتے ہیں کہ جس سے پوری فضائے انسانیت مہک اٹھتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود اس ہدایت سے پورا

۷۔ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ ——— ترمذی، ابن ماجہ: عن ابن عمر۔

"کعبؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ وہ اس سے علماء پر فخر کرے یا جاہلوں سے جھگڑے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، خدا اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کرے گا۔"[لہ]

۸۔ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا ——— احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ۔

فائدہ نہیں اٹھاتے لیکن ان کے ذریعہ دوسروں کو نفع پہنچتا ہے وہ احکام ہدایت کو محفوظ رکھتے ہیں اور دوسروں تک منتقل کرتے ہیں ان کی مثال اس تالاب کی ہے جس میں پانی بھرا رہتا ہے جس سے زمین کی سینچائی کر کے کھیتیاں اگائی جاتی ہیں جس کے پانی کو لوگ خود بھی پیتے اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو بالکل چٹیل میدان کی طرح ہوتے ہیں علم کی برسات سے نہ ان میں جان پڑتی ہے اور نہ علم کو محفوظ رکھتے ہیں کہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ان کی زندگی میں جیسے پہلے بگاڑ ہوتا ہے اسی طرح ہدایت آنے کے بعد بھی بگاڑ باقی رہتا ہے وہ ہدایت کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست — در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

لہ مطلب یہ ہے کہ علم کسی گھٹیا مقصد کے لئے نہیں حاصل کرنا چاہیے۔ دوسرے کاموں کی طرح علم کے حصول میں بھی ہمیشہ خوشنودیٔ رب کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کسی نے علم اگر خدا کی رضا کے لئے نہیں بلکہ محض نام و نمود اور دنیوی مفاد کے لئے حاصل کیا ہے تو خدا کے یہاں اس کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ وہاں وہ جنت کی نعمتوں سے محروم ہوگا۔ اس کے حصہ میں جہنم کی آگ کے سوا اور کچھ نہ آسکے گا۔

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس علم کو جس سے خدا کی خوشنودی طلب کی جاتی ہے محض اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس سے دُنیا کی متاع حاصل کرے اُسے قیامت کے دن جنت کی خوشبو میسر نہ ہوگی۔

۹۔ وَعَنِ الْاَعْمَشِؒ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اٰفَۃُ الْعِلْمِ النِّسْیَانُ وَاِضَاعَتُہٗ اَنْ تُحَدِّثَ بِہٖ غَیْرَ اَھْلِہٖ ——— دارمی

"اعمشؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کی آفت بھولنا ہے اور اس کو ضائع کرنا یہ ہے کہ تم سے ایسے شخص کے سامنے بیان کرنے لگو جو اس کا اہل نہیں[۱]"

۱۰۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا زَھِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فِیْ قَلْبِہٖ وَاَنْطَقَ بِھَا لِسَانَہٗ وَبَصَّرَہٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَاءَھَا وَدَوَاءَھَا وَاَخْرَجَہٗ مِنْھَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ——— بیہقی فی شعب الایمان

"حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے نے دنیا میں

---

[۱] حصولِ علم کی طرح علم کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ علم حاصل کر کے اُسے بھلا دینا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ علم و حکمت کی بات کو کسی ایسے شخص سے بیان کرنا جو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اور ان لوگوں تک علمی سرمایہ منتقل نہ کرنا جو اپنی سوجھ بوجھ اور صالحیت کے لحاظ سے اس کے مستحق ہیں، ظلم ہے۔ ایک طرف ہمیں ہر شخص سے اس کی عقل اور اس کی ذہنی سطح کے لحاظ سے بات کرنی چاہیے۔ دوسری طرف ہمیں اہل تر لوگوں کی جستجو ہونی چاہیے اور ان تک علم منتقل کرنا چاہیے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو نہ صرف یہ کہ ہم حقداروں کا حق تلف کرتے ہیں بلکہ خود علم کو بھی شدید نقصان پہنچاتے ہیں اور اُسے ضائع کرتے ہیں۔ علم جب اہل تر لوگوں تک پہنچے گا تو وہ اس سے فیضیاب ہوں گے اور ان کے ذریعہ علم کی زیادہ سے زیادہ ترقی اور اشاعت بھی ہو سکے گی وہ اپنے فکر و تدبر اور اپنی صلاحیتوں کے ذریعہ علمی سرمایہ میں قابلِ قدر اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔ خواہ یہ اضافہ فکر و اجتہاد کی شکل میں ہو یا ادبی سرمایہ کی شکل میں۔

Marfat.com

جب بھی زہد اختیار کیا خدا نے اس کے دل میں حکمت پیدا کی اور حکمت اس کی زبان پر جاری کی۔ دنیا کے عیوب اور اس کے روگ اور اُن کا علاج اُسے سجھا دیا اور پھر اُسے دُنیا سے صحیح و سلامت دارالسلام کی طرف نکال لے گیا۔[۱۱۵]

۱۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ قَالَ: أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاهُمْ. قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ. قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي. قَالُوا نَعَمْ. قَالَ: فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا ــــــ بخاری و مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں میں کون سب سے بزرگ ہے؟ آپ نے فرمایا: ان میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ متقی ہو۔[۱۱۶] لوگوں نے کہا: ہم آپ سے

---

[۱۱۵] آدمی دنیا پرست نہ بنے۔ حرص و ہوس سے اس کا دل پاک ہو۔ ہر حالت میں آخرت کو پیش نظر رکھے۔ یہی حقیقی زہد ہے۔ آخرت کے اجر و ثواب کے علاوہ دنیا میں بھی خدا اپنے بندے کو اس کے زہد کے سبب ایسا نقد انعام عطا فرماتا ہے جو "خیر کثیر" کی حیثیت رکھتا ہے۔ خدا اُسے علم و حکمت سے نوازتا ہے۔ یہ سب سے بڑا انعام ہے اپنے کیف و لذت کے لحاظ سے بھی اور اس لحاظ سے بھی کہ انسان اس کے ذریعے اس فتنہ بھری دنیا میں اپنے کو گمراہیوں اور ہلاکتوں سے بچانے میں کامیاب ہوتا ہے جسے علم و حکمت کی دولت مل گئی اُسے وہ بصیرت حاصل ہوگی جس کے ذریعے وہ حق و ناحق، صواب و ناصواب اور حسن و قبح میں بآسانی تمیز کر سکتا ہے اور زندگی کی پُر پیچ راہوں میں اپنے کو سیدھے راستہ پر قائم رکھ سکتا ہے۔ اس کی زندگی ہلاکت و تباہی سے محفوظ ہوگی یہاں تک کہ وہ اس دُنیا سے دارالسلام یعنی خدا کی جنت کی طرف کوچ کر جائے گا جہاں ہر طرح کی عافیت اور امن و سلامتی ہے۔ جہاں کوئی فتنہ نہیں۔ جہاں نہ اندیشہائے فردا ہے اور نہ غم روزگار۔

[۱۱۶] یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے والا اور

Marfat.com

یہ نہیں پوچھتے۔ فرمایا: تو پھر لوگوں میں سب سے بزرگ یوسف ہیں کہ خود بھی اللہ کے نبی ہیں، اللہ کے نبی کے بیٹے اور اللہ کے نبی کے پوتے اور خلیل اللہ (حضرت ابراہیم) کے پڑپوتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم آپ سے یہ نہیں پوچھتے ہیں۔ فرمایا: تو پھر عرب کے خاندانوں کے بارے میں مجھ سے دریافت کرتے ہو۔ لوگوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تم میں جو جاہلیت میں اچھے تھے وہی اسلام میں بھی تم میں سب سے اچھے ہیں جبکہ (دین میں) بصیرت رکھتے ہوں"۔ [۱۵]

۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اس کی ناراضی سے ڈرنے والا ہو۔ قرآن میں بھی ارشاد ہوا ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ "بلاشبہ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔"

[۱۵] اس حدیث سے اس حقیقت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ فطری طور پر جوہر قابل رکھتے ہیں۔ جن کے اندر فیصلے کی قوت، صبر و ثبات، تحمل و برداشت، شجاعت و ہمت پائی جاتی ہے، فیاضی، شائستگی، وسعت قلب و نظر، حزم و احتیاط جیسے فضائل جن کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ جو غیرت و حیا، ہمدردی و دلسوزی وغیرہ صفات کے مالک ہوتے ہیں۔ دنائت، بزدلی، بے حیائی، بخل و خساست وغیرہ بُرے اوصاف سے پاک ہوتے ہیں وہ جہاں بھی ہوں گے نمایاں کردار و شخصیت کے مالک ثابت ہوں گے۔ انہی کے ذریعے سے طاقت اور اجتماعیت وجود میں آتی ہے۔ اسلام بنیادی انسانی اخلاقیات کے لئے صحیح رُخ کو متعین کرتا ہے۔ اسلام کے ذریعہ انسانی اخلاق کو وسعت و استحکام حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے جو لوگ بہترین اخلاقی صفات کے حامل تھے وہ ایمان لانے کے بعد بھی نمایاں شخصیت کے مالک ثابت ہوئے۔ جاہلیت کے زمانہ میں کفر نے ان کی انسانی خصوصیات کو محدود اور بے کار بنا کر رکھا تھا۔ وہ جب ایمان لائے اور دین میں فہم و بصیرت حاصل کی تو ان کے اوصاف و کمالات اور زیادہ چمک اٹھے۔ ان کے اخلاق میں حد درجہ وسعت پیدا ہو گئی۔ ان کا اصلی جوہر اور زیادہ نکھر آیا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ زمین پر خدا کی مرضی پوری ہوتی ہے جو مخلوق خدا کے لئے عذاب اور مصیبت ہونے کے بجائے سراپا رحمت ثابت ہوتے ہیں۔

Marfat.com

يَقُوْلُ: خَيْرُكُمْ إِسْلَامًا أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا إِذَا فَقِهُوْا ـــــــ الادب المفرد

"حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: تم میں سے اسلام میں بہتر وہ ہیں جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھے ہیں جبکہ وہ دین کی بصیرت رکھتے ہوں[1]"

۱۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ فِقْهٍ فِي دِيْنٍ، وَلَفَقِيْهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ عِمَادٌ وَعِمَادُ هٰذَا الدِّيْنِ الْفِقْهُ ـــــــ دارقطنی، بیہقی۔

---

[1] ایک دوسری حدیث بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا ـــ مسلم "انسانوں کی حیثیت سونے چاندی کی کان کی ہے جو لوگ جاہلیت میں سیرت و کردار اور اخلاق و محاسن کے لحاظ سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں اگر ان کے اندر فہم و بصیرت ہو۔" آدمی کا اخلاق اچھا ہو اسے دین میں تفقہ و بصیرت حاصل ہو تو پھر وہ ایک بہترین شخص ہے۔ اس کی شخصیت میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے: أَلَا لَا خَيْرَ فِي عِبَادَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَفَقُّهٌ وَلَا عِلْمٍ لَيْسَ فِيْهِ تَفَهُّمٌ وَلَا قِرَاءَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَدَبُّرٌ "سن لو اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تفقہ نہیں اور نہ اس علم میں کوئی بھلائی ہے جس میں سمجھ بوجھ نہیں اور نہ اس قرآن خوانی میں کوئی بھلائی ہے جس میں تدبر نہیں۔" آدمی کے لئے سب سے بڑی شرافت اور فضیلت کی بات یہ ہے کہ اُسے دین میں فہم و بصیرت حاصل ہو۔ ایک ایسا عالم جسے دین میں فہم و بصیرت حاصل ہے۔ وہ شیطان کی چالوں سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ وہ شیطان کے فریب میں نہیں آسکتا۔ اس کے علاوہ ایک عابد و زاہد شخص اپنی انفرادی زندگی میں بھلے ہی دین کے تقاضوں کو پورا کرلے لیکن اگر اس میں تفقہ اور بصیرت کی کمی ہے تو وہ اپنے ماحول کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اسلام کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے برپا کرنے اور شیطان کے اٹھائے ہوئے فتنوں کو دبانے کے لئے دین میں فہم و بصیرت درکار ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان ان لوگوں سے زیادہ خائف اور مضطرب رہتا ہے جن کو دین میں فہم و بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندے کے لئے دین میں سمجھ حاصل کرنے سے بڑھ کر فضیلت کی بات دوسری نہیں ہو سکتی، ایک (دین میں) سمجھ رکھنے والا شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے اور ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اس دین (اسلام) کی بنیاد تفقہ ہے[۱۲]۔"

۱۴- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ وَأَفْضَلُ الدِّيْنِ الْوَرَعُ — طبرانی

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفقہ سب سے افضل عبادت ہے[۱۳] اور سب سے افضل دین پرہیزگاری ہے[۱۴]۔"

۱۵- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَفِي رِوَايَةٍ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ — بخاری

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا

---

[۱۲] اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام محض احکام کی اندھی پیروی کا نام نہیں ہے بلکہ اس دین کی بنیاد ہی فہم و بصیرت پر رکھی گئی ہے اس لئے اسلام کا منکر وہ شخص کبھی نہیں ہو سکتا جو فہم و بصیرت سے کام لیتا اور حقیقتوں کو علی وجہ البصیرت تسلیم کرتا اور ہر طرح کے تعصب اور جانب داری سے الگ ہو کر حق کا طالب ہوتا ہے۔

[۱۳] تفقہ کو عبادت میں شامل فرمایا گیا ہے بلکہ اُسے افضل عبادت قرار دیا ہے۔ تفقہ کے بغیر آدمی احکام اور عبادات کی روح اور منشا سے آشنا نہیں ہو سکتا اس لئے اسے دین میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ أَفْضَلُ النَّاسِ أَفْضَلُهُمْ عَمَلًا إِذَا فَقِهُوْا دِيْنَهُمْ "لوگوں میں سب سے افضل وہ ہیں جو عمل کے اعتبار سے افضل ہیں بشرطیکہ دین میں سمجھ رکھتے ہوں۔"

[۱۴] پرہیزگاری کے لئے اصل میں "ورع" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ "ورع" اصل میں گناہوں سے دور رہنے اور معاصی اور شبہات سے بچنے کو کہتے ہیں۔ انتہا درجے کی پرہیزگاری اور زہد کا نام "ورع" ہے۔

Marfat.com

اور فرمایا: خدایا! اس کو حکمت عطا فرما۔[۱۰] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:
"اس کو کتاب (قرآن) کا علم دے۔"[۱۱]

۱۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْاَنْصَارِیِّؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلٰوۃِ وَیَقُوْلُ اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ لِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّھٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ——— مسلم

"حضرت ابوسعید انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (میں کھڑے ہونے) کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے (تاکہ ہم صفیں درست کرلیں) اور فرماتے: برابر ہوجاؤ اور اختلاف و انتشار نہ پیدا کرو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ تم میں جو عقل و فہم والے ہیں وہ مجھ سے قریب رہیں۔ پھر جو ان سے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں۔"[۱۲]

۱۷۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکُوْنُ مِنْ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ حَتّٰی ذَکَرَ سِھَامَ الْخَیْرِ کُلَّھَا وَمَا یُجْزٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِہٖ ——— بیہقی

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱۰] ترمذی کی ایک روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا۔ دَعَالِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّؤْتِیَنِیَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ مَرَّتَیْنِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دو مرتبہ دعا کی کہ خدا مجھے حکمت عطا فرمائے۔"

[۱۱] قرآن کا علم بذاتِ خود سراپا حکمت ہے۔

[۱۲] اس حدیث سے عقل و فہم رکھنے والوں کی برتری کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں نماز میں حضور کے قریب جگہ مل رہی ہے۔ نماز کی صفوں میں انتشار اور بے ترتیبی دلوں کے انتشار کا سبب بن سکتی ہے۔ ظاہر کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے۔ اس لئے صفوں کو درست رکھنے کی تاکید فرمائی گئی۔

Marfat.com

ایک شخص نماز بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے، حج اور عمرہ بھی کرتا ہے ــــ یہاں تک کہ آپ نے تمام نیکیوں کا ذکر فرمایا۔ مگر قیامت کے دن اُسے اس کی عقل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔[۱۳]

۱۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ــــ ابن ماجہ

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلم شخص علم سیکھ کر اپنے دوسرے مسلم بھائی کو اس کی تعلیم دے۔"[۱۴]

۱۹. وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُونَ مَنْ أَجْوَدُ جُودًا؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: اَللّٰهُ أَجْوَدُ جُودًا، ثُمَّ أَنَا أَجْوَدُ بَنِي آدَمَ وَأَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَمِيرًا وَحْدَهُ أَوْ قَالَ: أُمَّةً وَاحِدَةً ــــ بیہقی

"حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ

---

[۱۳] یہ حدیث بتاتی ہے کہ عقل و فہم کو دین میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ انسان جس قدر شعور اور عقل و فہم کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے گا اور نیک عمل میں سرگرم رہے گا اسی قدر وہ عبادت اور نیکی کے اصل مقصود سے باخبر ہو سکے گا اور خدا کے احکام کے منشا کو پورا کر سکے گا اور اسی قدر وہ خدا کی قربت اور روحانی مسرتوں سے ہمکنار ہو گا۔ قرآن مجید میں بھی عقل و فہم سے کام لینے والوں کی جگہ جگہ تعریف فرمائی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: "رحمٰن کے مطلوب بندے وہ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعہ سے یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو ان (آیتوں) پر وہ اندھے اور بہرے بن کر نہیں گرتے (بلکہ عقل و فہم سے کام لیتے ہیں)" (الفرقان: ۷۳)

[۱۴] یعنی انفاق اور صدقہ صرف مال ہی میں نہیں ہوتا بلکہ علم و حکمت میں بھی انفاق ہوتا ہے۔ افضل صدقہ علم و حکمت ہی کا ہے کہ آدمی خود علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔

Marfat.com

سخاوت میں کون سب سے بڑھ کر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جُود و سخاوت میں سب سے بڑھ کر خدا ہے پھر بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد جود و سخاوت میں سب سے بڑھ کر وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کو پھیلایا۔[۵] یہ شخص قیامت کے روز ایک امیر کی طرح سے آئے گا۔ یا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک جماعت کی حیثیت سے آئے گا۔[۶]"

۲۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَّ لَا فِقْهٌ فِی الدِّيْنِ ——— ترمذی۔

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق کے اندر نہیں جمع ہو سکتیں: ایک خوش خلقی اور دوسرے دین کی بصیرت[۷]"

۲۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا ——— ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی

---

[۵] علم حاصل کر کے اس کی اشاعت و ترویج میں کوشاں ہونا اگر سخاوت ہے تو اس کی اشاعت کی طرف سے غافل رہنا اور اس میں کوتاہی کرنا بدترین قسم کا بخل ہوگا۔ بخل ایک ایسا عیب ہے جس سے کوئی بھی اپنی سیرت و کردار کو داغدار کرنا پسند نہ کرے گا۔

[۶] یعنی آخرت میں اس کا درجہ بلند ہوگا اسے امامت اور سرداری کی شان و شوکت حاصل ہوگی۔

[۷] نفاق ایسا روگ ہے کہ جسے لگ جاتا ہے وہ ان دو بڑی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ منافق نہ تو اخلاقِ حسنہ سے کبھی متصف ہو سکتا ہے اور نہ اسے دینی فہم و بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ منافق کی رہنمائی نہیں فرماتا۔ منافق میں حدیث میں مذکور یہ دو خصلتیں یکجا نہیں ہوتیں۔

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: دُنیا اور دُنیا کی ہر چیز ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر اور اس چیز کے جس کا اس سے تعلق ہو۔ اور سوائے عالم اور طالب علم کے۔[۲۸]"

۲۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ ــــــ ابوداؤد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپالے تو قیامت کے دن اسکے (منہ میں) آگ کی لگام دی جائے گی۔"

۲۳۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰی مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ ــــــ ترمذی، ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن مسعودرضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس بندے کو شاداب رکھے جس نے میری بات سُنی، اُسے یاد رکھا اور اُسے (صحیح طور پر لوگوں تک) پہنچایا کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سمجھ اور فہم کی بات کا حامل ایسے شخص تک بات پہنچا دیتا ہے جو اس سے کہیں زیادہ فہیم ہوتا ہے[۲۹]۔"

---

[۲۸] یعنی دنیا میں اصلاً قدر کی حامل وہی چیزیں ہیں جن کا ذکرِ الٰہی اور علمِ دین سے تعلق ہو، جو چیزیں اس سے خالی ہیں وہ خیر و برکت سے خالی اور لائق ترک ہیں۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ جو کام بھی خدا کی خوشنودی کے لئے اس کے احکام کے مطابق کیا جائے وہ ذکر میں شامل ہے۔

[۲۹] اس حدیث سے حضورؐ کے ارشادات اور آپ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ سارے لوگ یکساں صلاحیتیں نہیں رکھتے۔ یہ عین ممکن ہے کہ علم و ہدایت کی بات کو نقل کرنے والے سے فہم و بصیرت میں وہ شخص بڑھا ہو جس تک بات پہنچائی جارہی ہو اور وہ اس سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہوسکے۔

Marfat.com

۲۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَلَا حَرَجَ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ——— بخاری

"حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت (کے بقدر) ہو اور بنی اسرائیل سے رسنی ہوئی روایات) بیان کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور جو شخص قصداً جھوٹی بات میری طرف منسوب کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔[۱]"

---

[۱] یعنی جس طرح میں نے تم تک حق کا پیغام پہنچایا ہے اُسی طرح تم اُسے دوسروں تک پہنچاؤ تاکہ علم وہدایت کی روشنی عام ہو سکے اور کوئی اس سے محروم نہ رہے۔ جس شخص کو جتنی بات بھی معلوم ہو وہ اُسے دوسروں تک منتقل کرے۔ بنی اسرائیل سے جو روایات مثلاً پچھلے انبیاء کے قصے یا پچھلی قوموں کے عبرت انگیز واقعات وغیرہ پہنچیں ان کے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر ان سے حق اور تاریخی واقعات کی تائید و توضیح ہوتی ہو اور ان کی روایتیں قرآن کے بیان سے ٹکراتی نہ ہوں۔ توراۃ و انجیل کا مطالعہ اگر کوئی شخص ہدایت حاصل کرنے اور احکامِ دین معلوم کرنے کے لئے کرے تو یہ غلط ہوگا کیونکہ توراۃ و انجیل آج اپنی صحیح شکل میں موجود نہیں ہیں اور ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ نے قرآن جیسی کتاب اُتار دی ہے لیکن بنی اسرائیل کے حالات اور ان کی تاریخ معلوم کرنے کے لئے ان کا مطالعہ کرنا قابلِ اعتراض نہیں۔ ان سے معلومات حاصل کر کے بیان کرنا بھی جائز ہے۔ ابتدا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کی کتابیں دیکھنے کو پسند نہیں فرمایا تھا کہ کہیں اس کا کوئی بُرا اثر مرتب نہ ہو۔ لیکن جب لوگوں میں اسلام راسخ ہوگیا اور دینِ حق پر لوگوں کو یقینِ کامل حاصل ہوگیا تو بنی اسرائیل سے روایتوں کو نقل کرنے کی اجازت دے دی، اس لئے کہ اس طرح حق کی مزید تائید ہوگی۔

اس حدیث میں آپؐ نے اس شخص کو دوزخ کی دھمکی دی ہے جو آپ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرے۔ جھوٹ بولنا یوں بھی بڑا گناہ ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا عظیم گناہ ہے ایسی حدیث

Marfat.com

۲۵ وعن زیاد بن لبید قال: ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً فقال ذٰلک عند اوان ذھاب العلم قلت: یا رسول اللہ وکیف یذھب العلم ونحن نقرءُ القرآن ونقرئہ ابناءنا ویقرئہ ابناءنا ابناءھم؟ فقال ثکلتک امک زیاد ان کنت لأراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھٰذہ الیھود والنصارٰی یقرءون التوراۃ والانجیل لا یعملون بشیئ مما فیھما ـــــ ابن ماجہ، ترمذی۔

"حضرت زیاد بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی (خوفناک) چیز کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ یہ (فتنہ و فساد) علم کے چلے جانے کے وقت ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! علم کیسے چلا جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی؟ آپؐ نے فرمایا، تمہاری ماں تمہیں کھوئے زیاد! میں تو تمہیں مدینہ کا انتہائی فہیم اور سمجھدار آدمی سمجھتا تھا۔ کیا یہ یہودی اور عیسائی توریت اور انجیل نہیں پڑھتے (مگر اسکے باوجود) جو کچھ ان میں ہے اس پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے ؎"

کو ساٹھ سے زیادہ راویوں نے بیان کیا ہے۔ ان راویوں میں وہ صحابہ بھی شامل ہیں جنہیں رسول اللہؐ نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی ہے۔ صحابہؓ کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ آپؐ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرتے۔ تاریخ سے کوئی ایک مثال بھی نہیں پیش کی جاسکتی کہ کسی صحابی نے آپؐ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی ہو۔ حضورؐ کے آخری صحابی کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ دوسری صدی ہجری میں حدیث کی کتابوں کی باقاعدہ تدوین شروع ہوگئی تھی۔ امام مالک نے اسی صدی میں اپنی کتاب مؤطا کو مدون کیا۔

؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب علم پر عمل نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ علم اٹھ گیا۔ علم سے صحیح معنوں میں وہ شخص بہرہ ور ہے جس کے علم نے اس کے اخلاق و اعمال کو سنوارا ہو۔ جس نے علم کو پورے طور پر اپنی زندگی میں اختیار کیا ہو۔ "تمہاری ماں تمہیں کھوئے" عربی محاورہ ہے جس کا استعمال ایسے ہی موقع پر ہوتا ہے اس کا مقصد بددعا دینا ہرگز نہیں ہے۔

Marfat.com

۲۶۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّمَا اَنَا اَخَافُ عَلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کُلَّ مُنَافِقٍ یَتَکَلَّمُ بِالْحِکْمَۃِ وَیَعْمَلُ بِالْجَوْرِ ——

—— بیہقی فی شعب الایمان

• حضرت عمرؓ بن خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں اس امت پر ہر منافق کے شر سے ڈرتا ہوں جو باتیں تو علم و حکمت کی کرے لیکن کام اس کا ظلم و جور کا ہو۔

۲۷۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ —— ترمذی، ابن ماجہ

• شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دانا اور زیرک شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کئے ہو اور مابعد موت کے لئے عمل کرے اور عاجز و درماندہ شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات نفس کا غلام ہو اور خدا سے اجر و ثواب اور مغفرت کی آرزو رکھتا ہو۔

Marfat.com

دینِ فطرت

اسلام اُس طرزِ زندگی کا نام ہے جس کا تقاضا خود انسان کی فطرت کرتی ہے۔ رسولوں کو بھیج کر خدا نے انسانوں کو جن چیزوں کی یاد دہانی کرائی ہے۔ وہ ان کی اپنی فطرت ہی کے تقاضے ہیں۔ اسلام فکر و عمل کا ایسا نظام ہے جو عقل و بصیرت اور ہماری فطرت کے عین مطابق ہے۔ اسی لئے قرآن نے اسلام کو "صراطِ مستقیم" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اسلامی احکام کی خلاف ورزی درحقیقت اپنی فطرت کی مخالفت اور خدا کی تخلیق میں بگاڑ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے فطری طور پر انہی کے ذریعہ فرد کی تکمیل ہوتی ہے۔ انہی سے انسان کی شخصیت نکھرتی اور سنورتی ہے اور جن باتوں سے اسلام نے روکا ہے وہ وہی ہیں جو انسان کی شخصیت کو مسخ کرتی ہیں فرد کی تکمیل اور تزکیۂ نفس ہی شریعت کا اصل مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تزکیۂ نفس کو آخری ہدف قرار دیا گیا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا . وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس: ۹-۱۰)

کامیاب ہوا جس نے اس کو (نفس کو) نکھارا اور ناکام ہوا جس نے اسے خراب کیا۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۔ (البقرہ: ۱۲۹)

ہمارے رب! ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کے آگے تیری آیات پڑھے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول لوگوں کو قرآن سناتا اور انہیں شریعت اور حکمت و بصیرت کی تعلیم دیتا ہے اور نتیجہ کے لحاظ سے ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ لفظ "تزکیہ" خود اس حقیقت کو ظاہر

Marfat.com

کرنا ہے کہ خدا نے انسان سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا ہے جو اس کی فطرت کے خلاف ہو۔[1] انسان
مطالبہ صرف اس بات کا کیا گیا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو نشو و نما دے اور اُن محاسن و اخلاق کو تکمیل
تک پہنچائے جو اس کی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ اسلام میں فرد کی تکمیل ہی اصل چیز ہے۔ دنیا
میں ہر شخص کو اصلاً جس چیز کا حساب دینا ہے وہ یہی کہ دنیا میں خدا نے اُسے جو قوتیں اور صلاحیتیں
دی تھیں ان سے کام لے کر وہ کیا بن سکا ہے۔ وہ اپنی کیا شخصیت بنا کر خدا سامنے حاضر ہوا ہے۔
اسلام میں اجتماعی نظام کی اہمیت اسی لئے ہے کہ وہ فرد کی تکمیل میں مددگار ہوتا ہے۔ اجتماعی زندگی
میں فرد ایک طرف خود اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ دوسری طرف وہ دوسرے لوگوں کو کمال تک پہنچانے
میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اسلام نے نہ فرد کو ایسی آزادی دی ہے جس سے اجتماعیت کے مفاد کو
نقصان پہنچے اور نہ اسلام میں اجتماعیت کو ایسے اختیارات دیئے گئے ہیں جو فرد سے اس کی وہ
آزادی سلب کرلیں جو اس کی شخصیت کی نشو و نما کے لئے زندگی کے مختلف میدانوں میں درکار
ہے۔ اسلام نے فرد اور اجتماعیت میں انتہا درجہ کا توازن قائم کیا ہے۔ اسلام ہر پہلو سے انسان
کی فطرت اور اس کے شخصی اور اجتماعی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس کا اندازہ ہر اس شخص کو ہو
جو ایک دین اور نظام زندگی کی حیثیت سے اسلام کا مطالعہ کرے گا۔

اسلام کی رو سے انسانی ذات کی صحیح تربیت ممکن ہی نہیں جب تک کہ انسان اپنی ذات
اور اپنی سعی و جہد کا مقصود خدا کی رضا کو نہ قرار دے۔ خدا کی طلب اور اس کی محبت ہی ہمارے
دین و ایمان کی انتہا ہے۔ خدا کی اطاعت اور بندگی ہی وہ حقیقی زندگی ہے جس کی انسان کی
فطرت متلاشی ہوتی ہے۔ خدا کے دیئے ہوئے احکام کی پیروی کسی مستبد قانون کی محکومیت اختیار

---

[1] اسلام درحقیقت انہی حقائق کو جو فطرت انسانی میں موجود ہیں آشکار کر کے انسانوں کو ان سے باخبر کرتا ہے۔
ایمان و عمل کی طرف عقل و بصیرت ہی کی راہ سے دعوت دیتا ہے وہ انسان کو اس کی حقیقی فطرت اور اس کے تقاضوں
باخبر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنے آپ کو ذکر و تبصرہ کے نام سے پیش کیا ہے۔

Marfat.com

کرنا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسے قانون کی پیروی ہے جو خود ہماری فطرت کا قانون ہے[1]۔ خدا کی اطاعت درحقیقت ایک ایسے حکمراں کی اطاعت ہے جس کا تخت حکومت خود ہمارا عمق قلب ہے۔ خدا کے انکار کے بعد نہ صرف یہ کہ دنیا اپنی محبوبیتوں سے یکسر خالی ہو جاتی ہے بلکہ انسانی زندگی سے اطمینان و سکون ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتے ہیں۔ زندگی، زندگی کی اعلیٰ قدروں سے محروم ہو جاتی ہے۔ کھانے پینے اور عیش کرنے کے سوا زندگی کا کوئی مفہوم باقی نہیں رہتا۔ خدا کی دکھائی ہوئی راہ اور اس کی اطاعت اور بندگی میں ہی انسان کے لئے حقیقی زندگی ہے۔ اس کی کامیابی کی راہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ وہ اپنی زندگی میں وہ طرز عمل اختیار کرے جس کی تعلیم خدا نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ دی ہے۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

(الانعام: ۷۱، ۷۲)

کہدو کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم رب العالمین کے آگے سر فگندہ ہوں اور یہ کہ نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تم سب اکٹھے کئے جاؤ گے۔

انبیاء علیہم السلام جو ہدایت لے کر آئے اس سے حقیقی زندگی کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے قرآن مجید کے علاوہ سابقہ صحیفوں میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔ انجیل میں ہے:

"لکھا ہوا ہے کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس حکم سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے" (متی ۴: ۴)

مطلب یہ ہے کہ خدا کے امر اور اس کے حکم سے انسان کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ شریعت

---

[1] یہی وجہ ہے کہ وحی الٰہی کو جس کے ذریعہ ہم خدا کے احکام و قوانین سے واقف ہوتے ہیں، قرآن نے "حیات" "رزق حسن" اور "نور" وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ ان تعبیرات کے شواہد سابقہ صحیفوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

کی پابندی میں ہی اس کی اصل زندگی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:-

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (الانعام: ۱۲۲)	کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندگی بخشی اور اُسے روشنی دی جسے لے کر وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہو۔ اس شخص کی طرح ہوگا جو تاریکیوں کے اندر ہو اور ان سے نکلنے والا نہ ہو۔

قرآن کی اس آیت میں ایمان کو زندگی اور اتباعِ شریعت کو روشنی لے کر چلنے سے تعبیر فرمایا گیا جس شخص کو ایمان کی دولت نہ مل سکی اور جسے حقیقت کا شعور نہ ہو سکا وہ بے جان پتھر کی طرح ہے اُسے حقیقی زندگی حاصل نہیں۔ جس کو زندگی کی سیدھی اور فطری راہ نہیں ملی اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تاریکیوں میں اِدھر اُدھر بھٹک رہا ہو اور اس کے پاس کوئی روشنی نہ ہو جس سے وہ اس راہ پر لگ سکے جو اُسے اس کی منزل تک پہنچاتی ہے۔

Marfat.com

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ کَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ——— بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہ ہوتا ہو، پھر اس کے ماں باپ اُسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں[1]۔ جیسا کہ جانور کے پیٹ سے صحیح وسالم جانور پیدا ہوتا ہے۔ کیا ان میں سے کسی کو تم ناک، کان کٹا پاتے ہو؟ (ان کے کان تو بعد میں لوگ اپنے جاہلانہ رسوم کی وجہ سے کاٹتے ہیں[2]) پھر ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو اس کی تصدیق کے لئے

---

[1] اس حدیث میں فطرت سے مراد اسلام ہے۔ اس لئے یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کو اس کے بالمقابل بیان کیا گیا۔ اس حدیث کی بعض روایتوں میں عَلَی الْفِطْرَةِ کے بجائے عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ اور عَلٰی هٰذِهِ الْمِلَّةِ کے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں اسلام ہی کو فطرت کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا

[2] اس حدیث میں ایک اہم حقیقت بیان فرمائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ انسان دنیا میں خالص فطرت لے کر آتا ہے جس کا نام اسلام ہے۔ اس کی فطرت صرف اللہ کو اپنا رب اور الٰہ جانتی اور اسی کے بتائے ہوئے طریق زندگی کے فطری اصولوں سے مانوس ہوتی ہے۔ شرک، کفر و الحاد اور جاہلانہ افکار و اعمال سے اس کی فطرت کو کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ انسان اپنے رب کی معرفت کی طلب اور اس کی عبادت کا جذبہ لے کر آتا ہے۔ ہر بچہ فطرت و حنفیت پر پیدا ہوتا ہے وہ اس صحیح فطرت پر ہوتا ہے جو کفر و معصیت سے بالکل پاک ہوتی ہے اور اگر آدمی اپنی پیدائشی فطرت پر قائم رہے تو اسلام کی تعلیمات کو قبول کرنے میں اُسے ذرا بھی تامل نہ ہو۔ وہ اسے اس طرح قبول کرے گا جیسے کوئی اپنی جانی پہچانی چیز کو قبول کر لیتا ہے۔

Marfat.com

قرآن کی آیت، پڑھ لو: یہ اللہ کی رہنائی ہوئی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی ٹھیک دین ہے۔[۳]"

۲۔ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِي خُطْبَتِهٖ: أَلَا إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي يَوْمِي هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا ـــــــــــ مسلم

"عیاض بن حمار المجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا: سن لو میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کچھ آج اس نے مجھے بتایا ہے

ہوتا یہ ہے کہ بگڑا ہوا ماحول اور اس کے گمراہ والدین اس کی فطرت کو مسخ کر کے اُسے مشرکانہ افکار و اعمال کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل اُس جانور کی سی ہوتی ہے جسے اس کی ماں نے صحیح و سالم جنا ہو لیکن کسی نے اس کی ناک اور اس کے کان کاٹ کر اس کی صورت بگاڑ دی ہو۔ انسان کفر و شرک، دہریت اور وہ چیزیں جو اس کی فطرت کے خلاف ہیں لے کر نہیں آتا، لیکن گمراہی میں مبتلا ہو کر وہ ساری چیزیں اختیار کر لیتا ہے جو اس کی فطرت اور اس کی تخلیق کے منشا کے خلاف ہیں کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کے کان، ناک کٹے ہوئے ہوں یا وہ پیر کا لنگڑا اور آنکھوں کا اندھا ہو۔ لیکن اس کی انتہائی بدبختی ہے کہ وہ اپنی فطرت کو بگڑی ہوئی حالت میں دیکھنا پسند ہی نہیں کرتا بلکہ اُسے اس پر اصرار بھی ہوتا ہے کہ اس کی فطرت کو بگڑی ہوئی اور مسخ حالت میں رہنے دیا جائے۔

۳ے قرآن کا یہ فقرہ سورۂ روم کی آیت ۳۰ سے لیا گیا ہے۔ اس سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ انسان کا فطری مذہب یہ ہے کہ وہ ایک خدا کا بندہ، مطیع اور پرستار ہو جائے۔ اسی کا نام اسلام ہے۔ اسلام ہماری فطرت کو صدمہ نہیں پہنچاتا۔ اُسے نکھارتا اور سنوارتا ہے۔ اس دین کا علم درحقیقت انسان کی اپنی فطرت اور اپنی زندگی کی غرض و غایت کا علم ہے۔ زندگی میں اس کے خلاف رویہ اختیار کر کے انسان اپنی فطرت اور اپنے وجود کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے۔

Marfat.com

میں انہیں بتاؤں جنہیں تم نہیں جانتے (اس نے فرمایا ہے) کہ جو مال میں نے کسی بندے کو دیا وہ اس کے لئے حلال ہو اور میں نے اپنے تمام بندوں کو حنیف پیدا کیا بعد میں ان کے پاس شیطان آئے اور انہیں ان کے دین سے ہٹا لے گئے انہوں نے ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جن کو میں نے ان کے لئے حلال ٹھیرایا تھا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ ان چیزوں کو میرا شریک ٹھیرائیں جن کے لئے کوئی دلیل نہیں اتاری گئی ہے[1]

۳۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُقَالُ لِلرَّجُلِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ أَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهٖ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ نَعَمْ. قَالَ: فَيَقُوْلُ قَدْ اَرَدْتُ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْ اَخَذْتُ عَلَيْكَ فِيْ ظَهْرِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بِيْ ——— بخاری، مسلم، احمد

"انس بن مالکؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک جہنمی شخص سے کہا جائے گا کہ بتا اگر (تیرے پاس) زمین کی تمام چیزیں ہوتیں

---

[1] اس حدیث کا مضمون پہلی حدیث سے ملتا جلتا ہے۔ اس حدیث میں بھی اس حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو فطرت حنیفیت ہی پر پیدا کیا ہے۔ لوگ شیطانوں اور گمراہ لوگوں کے بہکانے سے شرک اختیار کر لیتے ہیں اور اللہ نے جن چیزوں کو ان کے لئے جائز اور حلال ٹھیرایا ہے۔ انہیں اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ اس طرح عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے وہ اپنے فطری مذہب سے دور ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث کی بعض روایات میں حُنَفَاءَ کی بجائے حنفاء مسلمین کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو مسلم حنیف پیدا کیا تھا۔ اسلام ہی ان کا پیدائشی اور فطری دین تھا۔ شرک کی تصدیق نہ آسمانی کتاب سے ہوتی ہے اور نہ اس کے لئے کائنات سے کوئی دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

تو کیا تو وہ سب اس (عذاب) کے فدیہ میں دے ڈالتا؟ فرمایا: وہ کہے گا: ہاں۔ اللہ فرمائے گا: میں نے تجھ سے اس سے بہت ہلکا مطالبہ کیا تھا، جب تو آدم کی پشت میں تھا تو میں نے تجھ سے عہد لیا تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ مگر تو نہ مانا میرے ساتھ دوسروں کو شریک کر کے رہا[۱]"

۲۹۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْأَدْيَانِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ: اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ ——— احمد، ادب المفرد، طبرانی

"ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: تمام دینوں میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا دین کون سا ہے۔ فرمایا: حنیفیت جو نہایت سہل اور آسان ہے[۲]"

---

[۱] اس حدیث سے بھی اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ توحید انسان کا فطری دین ہے۔ کفر و شرک کو اس کی فطرت سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ انسانی فطرت میں یہ چیز رکھی گئی ہے کہ وہ ایک خدا کے سوا کسی کو اپنا معبود، حاجت روا اور اپنی آرزوؤں کا مرکز نہ بنائے۔ خدا کی بندگی اختیار کرنے اور شرک کی گندگی سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کا عہد فطری طور سے ہر شخص سے لیا جا چکا ہے۔ قرآن میں بھی اس عہد کا ذکر خاص انداز سے فرمایا گیا ہے (دیکھیے سورۂ الاعراف ۱۷۲-۱۷۳) انسان کی فطرت توحید اور خدا کی ربوبیت کے اقرار کے سانچے میں ڈھالی گئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی بعید نہیں کہ اللہ نے حضرت آدم کے پیدا کئے جانے کے بعد تمام انسانوں کو جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے، ایک ساتھ کسی شکل میں اپنے سامنے حاضر کیا ہو اور انہیں علم عطا فرمایا ہو کر ان کا رب صرف ایک اللہ ہے۔ ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار بھی کرایا ہو۔ اگرچہ یہ اقرار آج ہمارے ذہنوں میں محفوظ نہیں رہا پھر بھی اس اقرار کا گہرا نقش ہماری روح اور ہمارے ضمیر کے اندر موجود ہے۔ توحید کا اقرار انسان کی فطرت اور اس کے ضمیر کی آواز ہے۔ خدا کے نبی اس اقرار کی یاد دہانی کراتے ہیں۔ وہ کوئی نئی چیز لے کر انسانوں کے پاس نہیں آتے۔ آج اگر ہمارے ذہنوں میں اللہ کے سامنے کئے ہوئے اقرار کی یاد کو باقی نہیں رکھا گیا تو صرف اس لئے کہ دنیا میں ہمارا امتحان لیا جا سکے۔

[۲] یعنی اللہ کا پسندیدہ دین جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے یہ ہے کہ بندہ خدا کے لئے سب طرف

۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ۔

احمد، ادب المفرد، بخاری

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین بہت آسان ہے۔" [۱]

۶۔ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعْنِتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا ۔۔۔۔۔ مسلم

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔" [۲]

یکسو ہو جائے۔ وہ ایک اللہ کی اطاعت اور بندگی اختیار کرے اور زندگی کا وہی طریقہ اختیار کرے جو اس کی اپنی فطرت کے عین مطابق ہے۔ جس کی تعلیم اُس کے خدا نے دی ہے جس میں کسی قسم کی سختی نہیں ہے۔ جو بے حد نرم اور آسان ہے۔ جس میں نہ انسان کی فطرت کے خلاف ترکِ دنیا کی تعلیم دی گئی ہے کہ آدمی بستی اور گھر بار کو چھوڑ کر جنگل و بیابان کی راہ لے اور نہ جس میں انسان کی روحانی ارتقا کی راہ میں جسم کو حارج اور مانع سمجھا گیا ہے کہ جسم کو تعذیب کے ذریعہ مغلوب کیا جائے تاکہ روحانی ارتقاء کے لئے راستہ ہموار ہو سکے۔ اسلامی تعلیم کی رو سے روح اور جسم میں تضاد نہیں ہے جسم روحانی ارتقا کی راہ میں درحقیقت معاون و مددگار ہے۔ بشرطیکہ آدمی خدا کے مقرر کئے ہوئے حدود کے اندر رہ کر زندگی گزارے۔

[۱] مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: خَيْرُ دِيْنِكُمْ اَيْسَرُهٗ "تمہارے سب دینوں میں بہتر وہ ہے جو سب میں آسان ہو۔" انجیل میں ہے: "میرا جوا اپنے اوپر اٹھا لو تمہاری جانیں آرام پائیں گی کیونکہ میرا جوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا ہے۔" متی ۱۱: ۲۹-۳۰

[۲] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ایک خاص موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔ ایک موقع پر ازواجِ مطہرات کو دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہا گیا تھا کہ یا تو وہ خدا اور رسول کو اختیار کریں یا دنیوی فراوانی کو۔ اگر وہ دنیا کی طلب گار ہوتی ہیں تو انہیں رسول سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے گی اور اگر وہ خدا اور رسول کو چاہتی ہیں تو ان کے لئے آخرت میں بڑا اجر و ثواب ہے (الاحزاب: ۲۸-۲۹) آپ نے جب اپنی ازواج کو خدا کے اس حکم سے باخبر کرنا چاہا تو سب

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَجْھَرُوْنَ بِالتَّکْبِیْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ! اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَھُوَ مَعَکُمْ وَالَّذِیْ تَدْعُوْنَہٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِہٖ — بخاری، مسلم

"حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لوگ زور زور سے تکبیر پکارنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر ترس کھاؤ۔ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے ہو جو سنتا نہ ہو یا یہاں موجود نہ ہو۔ تم تو اسے پکار رہے ہو جو سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جسے تم پکار رہے ہو وہ تو تم سے تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔[۱]"

پہلے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے ایک خاص بات رکھتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے بارے میں جلد بازی سے کام نہ لو جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ لے لو۔ آپؐ کو خدشہ تھا کہیں جلد بازی میں وہ کوئی غلط فیصلہ نہ کر لیں۔ والدین سے مشورہ کریں گی تو وہ انہیں صحیح مشورہ ہی دیں گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا بات ہے؟ آپؐ نے جب انہیں خدا کا حکم سنایا تو وہ بے اختیار بول اٹھیں: یا رسول اللہ! کیا آپ کی رفاقت کا معاملہ بھی ایسا ہے جس میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ البتہ میری ایک درخواست ہے وہ یہ کہ آپ میرے اس جواب کی اطلاع اپنی بیویوں میں سے کسی کو نہ دیں۔ آپؐ نے فرمایا: ان میں سے جو بھی دریافت کرے گی اسے تمہارے جواب سے مطلع کروں گا۔ اللہ نے مجھے مشقت میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجا ہے بلکہ مجھے معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی حیثیت ایک شفیق معلم کی ہے۔ آپ لوگوں کو اسی بات کی تعلیم دیتے ہیں جس میں ان کی بھلائی اور فلاح ہے۔ آپؐ کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ سیدھے راستے پر چلنے لگ جائیں۔ اس کے لئے آپ ہر وہ تدبیر اختیار کرتے ہیں جو آپ کے اختیار میں ہوتی ہے۔

[۱] معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے، فطرت اور عقل دونوں سے اس کی تصدیق و تائید ہوتی ہے، وہ نہ فطرت کے خلاف ہے اور نہ اسے غیر عقلی دین کہا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

خدا کا تصوّر

اسلام کے پورے فکری و عملی نظام میں جس چیز کو بنیادی اور مرکزی حیثیت ہے ۔ وہ ایمان باللہ ہے دوسرے عقائد اور احکام درحقیقت اسی ایک اصل کی فرع کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ جتنے بھی اعتقادات اور احکام ہیں ان میں استحکام ایمان باللہ ہی سے پیدا ہوتا ہے ۔ اگر اس ایک مرکز سے صرف نظر کر لیا جائے تو کسی چیز میں کوئی معنویت باقی نہ رہے اور اسلام کے فکر و عمل کا سارا نظام درہم برہم ہوکر رہ جائے ۔

اسلام میں ایمان باللہ کا مطلب اسی قدر نہیں ہے کہ خدا موجود ہے ۔ بلکہ یہ عقیدہ اپنے اندر خدا کی ذات اور اس کی صفات کا ایک صحیح اور مکمل تصور رکھتا ہے ۔ یہ عقیدہ ہمیں خدا کی ذات وصفات کا جو تصور دیتا ہے اس کا ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایمان باللہ کے ذریعے سے نہ صرف یہ کہ نفوس کے تزکیہ اور اصلاح اخلاق کا کام لیتا ہے بلکہ اسی کو اس نے زندگی کی تمام سرگرمیوں اور انسانی تہذیب وتمدن کی اصل بنا قرار دیا ہے ۔

اسلام نے الوہیت اور خدائی کا جو تصور پیش کیا ہے اس کی رُو سے الٰہ اور خدا وہی ہو سکتا ہے جو بے نیاز اور قادر مطلق ہو، جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے جسے ہر چیز کا علم ہو، جو حکیم و دانا ہو جس کی قدرت سب پر غالب ہو اور جس کی رحمت حد درجہ وسیع ہو جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ، نفع اور ضرر سب کچھ ہو جس کی بخشش اور نگہبانی کے سب محتاج ہوں ۔ جس کی طرف سب کی واپسی ہو، جو سب کا حساب لینے والا ہو جو جزا و سزا کا کامل اختیار رکھتا ہو ۔ الوہیت نہ قابل تجزیہ و تقسیم ہے اور نہ اُسے تجسیم و تناسل سے آلودہ کرنا صحیح ہے ۔ خدائی کی تمام صفات صرف ایک ہی ذات میں جمع ہو سکتی ہیں اور وہ خدا کی ذات ہے ۔ خدا کی ذات سب سے بالاتر ہے ۔ کائنات کی تمام چیزیں اس کی محتاج اور محکوم ہیں ۔ وہی اس عظیم کائنات کا نظم سنبھالے ہوئے ہے ۔ وہی لازوال خزانوں کا مالک ہے ۔

Marfat.com

انسان کا فرض ہے کہ وہ اُس کی عظمت کو پہچانے ۔ وہ اُس کے آگے جھکے۔ اُسی سے ڈرے ، اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھے ۔ اُسی پر اُس کا بھروسہ ہو۔ مانگے تو اسی سے مانگے ۔ مصیبت میں پکارے تو اُسی کو پکارے ۔ اُسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے ۔ وہی ہمارے اعمال کا حساب لینے والا ہے ۔ وہی ہے جس کے فیصلے پر انسان کے اچھے بُرے انجام کا انحصار ہے ۔ توحید کا یہی عقیدہ ہے جس کی تعلیم پچھلے تمام نبیوں نے دی ہے ۔ اس عقیدہ کا انسان کی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے ۔ ایمان باللہ انسان کو خدا کے احکام اور اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطہ کا پابند بناتا ہے اور اس کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے ۔ اللہ پر ایمان رکھنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ اُس کا خدا ہر حال میں اُسے دیکھتا ہے ۔ وہ اُس کی گرفت اور محاسبے سے بچ نہیں سکتا ۔ اس لئے وہ تنہا ہو یا لوگوں کے ساتھ ہر حال میں خدا سے ڈرتا اور اس کے دیئے ہوئے ضابطہ کا احترام کرتا ہے ۔ پھر ایمان باللہ اُسے اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچاتا ہے ۔ اللہ پر ایمان رکھنے والا کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا اور نہ اُسے کبر و نخوت کی بیماری لگ سکتی ہے ۔ وہ جانتا ہے کہ ساری کائنات خدا کی ہے ۔ اس کی دوستی اور دشمنی اپنے لئے نہیں ۔ خدا کے لئے ہوتی ہے ۔ اس طرح اس کی ہمدردی محبت اور خدمت کا دائرہ بے انتہا وسیع ہو جاتا ہے ۔ اُسے معلوم ہے کہ اُسے جو کچھ حاصل ہے وہ خدا ہی کا عطیہ ہے ۔ پھر وہ غرور اور تکبر کیسے کر سکتا ہے ۔ ایمان باللہ کے نتیجے میں اس کے اندر انکسار ہی پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ کبر و نخوت ۔ ایمان باللہ کے نتیجے میں آدمی کو عزت نفس اور خودداری کا بلند مقام حاصل ہوتا ہے وہ خدا ہی کو ساری طاقتوں کا مالک سمجھتا ہے ۔ اس کا عقیدہ ہے کہ خدا ہی کے ہاتھ میں نفع و نقصان موت و حیات سب کچھ ہے ۔ اس لئے خدا کے سوا اُسے کسی کا خوف نہیں ہوتا ۔ خدا کے سوا کسی کے آگے اس کی گردن نہیں جھکتی ۔ وہ خدا کے سوا ساری طاقتوں سے بے خوف ہو کر اپنے فرائض کی انجام دہی میں لگ جاتا ہے ۔ اس کا عقیدہ ہے کہ اس کا خدا بے نیاز ، عادل اور منصف ہے ۔ اس کا قانون بے لاگ ہے ۔ کسی کو اس کی خدائی میں دخل حاصل نہیں ہے کہ اس کی گرفت سے نجات دلا سکے اس کے یہاں نفس کی پاکیزگی اور نیک عمل کے سوا کوئی دوسری چیز کام آنے والی نہیں ہے

Marfat.com

اس لئے وہ بے جا قسم کی خوش گمانیوں میں مبتلا نہیں ہوتا اور نہ کسی سے غلط قسم کی توقعات وابستہ کرتا ہے۔ اس کا خدا لازوال خزانوں اور قوتوں کا مالک ہے اس لئے وہ مایوس اور شکستہ دل نہیں ہوتا۔ اس میں صبر و استقامت اور شجاعت و پامردی کی وہ طاقت ہوتی ہے کہ بڑی سے بڑی مخالف طاقتیں بھی اس کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ حرص و ہوس سے اس کا دل پاک ہوتا ہے۔ اُسے کمال درجے کا استغناء حاصل ہوتا ہے۔ وہ خدا کے فضل کا طالب ہوتا ہے لیکن اس کے لئے کبھی ذلیل قسم کی حرکتیں نہیں کر سکتا وہ جانتا ہے کہ خدا اپنی حکمت کے تحت جس کو جو کچھ چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔ وہ خدا کے فیصلہ پر راضی ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اپنے فرائض کو انجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔

Marfat.com

اللہ پر ایمان :

۱۔ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ———— بخاری و مسلم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"[1]

---

[1] یہی اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن پر دین کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ صرف اللہ کو الٰہ ماننے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ تسلیم کرے کہ اللہ ہی ہمارا معبود، آقا اور حاکم ہے۔ سب اسی کے محتاج اور دست نگر ہیں۔ وہی ہے جس کی طلب، اشتیاق اور جستجو کا جذبہ ہماری فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اس کے سوا دوسرا کوئی ہماری سعی و جہد کا مرکز نہیں بن سکتا۔ اس کے سوا کوئی ہستی نہیں جس کی مرضی ہماری زندگی کا مقصد قرار پا سکے۔

خدا کے بارے میں صحیح علم اس کے رسول کے ذریعہ ہوتا ہے۔ رسول ہی بتاتے ہیں کہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی کس طرح بسر کی جائے۔ اس لئے توحید اور اللہ کی الوہیت کے اقرار کے ساتھ رسالت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ رسولوں میں سب سے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صحیح طریقِ زندگی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی رسالت کو تسلیم کیا جائے اور آپ کی رہنمائی قبول کی جائے۔ خدا کے آخری نمائندہ ہونے کی حیثیت صرف آپ کو حاصل ہے۔

نماز ایک طرف خدا کی یاد اور اس کی پرستش ہے۔ دوسری طرف وہ ہماری اپنی عبدیت کا اقرار و اظہار ہے۔ نماز ہر روز کئی بار خدا کی یاد اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین تازہ کرتی اور ہمارے دل میں اس کی محبت

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: نُهِيْنَا اَنْ نَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا اَنْ يَجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! اَتَانَا رَسُوْلُكَ فَزَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ، قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيْهَا مَا جَعَلَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ آللّٰهُ

پیدا کرتی ہے۔ نماز ہمیں یاد دلاتی رہتی ہے کہ ایک دن ہمیں خدا کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ خدا کی عدالت میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنی پوری زندگی خدا کی اطاعت میں بسر کرے۔

روزہ کے ذریعہ سے ہمیں خواہشات نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے۔ پھر ہم خدا کی خوشنودی کے مقابلہ میں کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتے ہیں۔ خدا کے لئے ہم ہر چیز سے رُخ پھیر سکتے ہیں۔ اس کی خوشی کے لئے ہر لذت اور ہر آرام کو قربان کر سکتے ہیں۔ ہم میں فرض کا وہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔

زکوٰۃ ہمیں خدا کے بندوں کے حقوق یاد دلاتی ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعہ دل سے مال کی محبت نکل جاتی ہے۔ ہمارا اخلاق بلند ہوتا ہے۔ ہمیں نفس کی پاکیزگی، کشادہ دلی اور اعلیٰ ظرفی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کی روح صندوق اور تجوریوں میں بند ہو کر رہ جائے، اس سے بڑھ کر قید کی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔ جس طرح چراغ اپنے کو اور اپنے ماحول کو روشن رکھنے کے لئے فیاضی کے ساتھ اپنا تیل خرچ کرتا ہے ٹھیک اسی طرح زکوٰۃ و انفاق کے ذریعہ ایک طرف آدمی بندگان خدا اور سماج کے کام آتا ہے۔ دوسری طرف وہ اپنی روح کو بالیدگی بخشتا اور اُسے حقیقی آزادی اور مسرت سے ہمکنار کرتا ہے۔

حج ہمارے دل میں خدا کی عظمت اور اس کی محبت کا نقش بٹھاتا ہے۔ وہ ہمارے دل میں اسلام کی ایسی محبت پیدا کرتا ہے جو دائمی طور پر دل میں قائم رہنے والی ہے۔ حج ہمیں اس کے لئے تیار کرتا ہے کہ ہم اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی ساری دوڑ دھوپ صرف کر دیں۔

Marfat.com

اَرْسَلَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِيْ يَوْمِنَا وَلَيْلَتِنَا. قَالَ صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا زَكٰوةً فِيْ اَمْوَالِنَا. قَالَ صَدَقَ، قَالَ: بِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ سَنَتِنَا. قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: ثُمَّ وَلّٰى وَقَالَ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ. ـــــ بخاری و مسلم

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (لوگوں) کو ممانعت کر دی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بلا خاص ضرورت کے) کچھ پوچھیں، تو ہمیں اس بات سے خوشی ہوتی تھی کہ کوئی سمجھدار بدوی آئے اور آپؐ سے کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ چنانچہ اہل بادیہ میں سے ایک شخص آیا اس نے کہا: اے محمدؐ! آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور ہم سے بیان کیا کہ آپ کا کہنا ہے کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ پھر اس شخص نے کہا: آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے۔ اس نے کہا زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ نے۔ پھر اس نے کہا: یہ پہاڑ کس نے کھڑے کیے ہیں اور ان میں جو کچھ بنایا ہے وہ کس نے بنایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ نے۔ اس نے کہا بس قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور یہ پہاڑ کھڑے کیے، کیا اللہ نے آپؐ کو بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں[1]۔ اس نے کہا: آپؐ کے قاصد نے

---

[1] یعنی رسول بنا کر اسی اللہ نے بھیجا ہے جس نے آسمان و زمین اور ساری دنیا کو پیدا کیا ہے۔

Marfat.com

بیان کیا کہ ہمارے دن اور رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اُس نے سچ کہا۔ اس نے کہا قسم ہے اُس کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اُس نے کہا: اور آپؐ کے قاصد نے بیان کیا کہ ہم پر ہمارے مالوں میں زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ فرمایا: اُس نے سچ کہا۔ اس نے کہا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: آپ کے قاصد نے بیان کیا تھا کہ سال میں ماہ رمضان کے روزے بھی ہم پر فرض ہیں۔ فرمایا: اُس نے سچ کہا۔ اُس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اُس نے کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی بیان کیا کہ ہم میں سے اس پر بیت اللہ (کعبہ) کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔[1] فرمایا: اُس نے سچ کہا۔ (راوی) بیان کرتے ہیں کہ پھر وہ شخص یہ کہتا ہوا واپس ہوا کہ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں ان میں اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھاؤں گا اور نہ ان میں کوئی کمی کروں گا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ سچا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔"

۳۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ بَعَثَنِي بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ ـــــــ ترمذی

"علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] یعنی جو شخص اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ مکہ کا سفر کر سکے اس پر حج کرنا فرض ہے۔

Marfat.com

کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے: اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں (محمدؐ) خدا کا رسول ہوں۔ مجھے اس نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور موت پر ایمان لائے (کہ وہ آنے والی ہے) اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔"

۴۔ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّيْ فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَّا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ. قَالَ: قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ ——— مسلم

"سفیان بن عبداللہ الثقفیؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتادیجیے کہ آپؐ کے بعد پھر میں کسی سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا: کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ (میں اللہ پر ایمان لایا) پھر اسی پر جمے رہو۔"[1]

---

[1] اس حدیث میں مختصر لفظوں میں پورے دین کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے۔ اللہ پر ایمان لانا درحقیقت دین کی اصل بنیاد ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی خدا کے وجود کا قائل ہو جائے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خدا کو اس کی تمام صفات کے ساتھ ماننے اور اس کے تمام حقوق کو تسلیم کرے۔ وہی شخص کامیاب ہے جو اللہ پر ایمان لایا اور اس کے خالق، رب، آقا اور حاکم ہونے کا اقرار کیا اور اس پر قائم رہا کسی طاقت کے خوف اور لالچ سے وہ اپنے ایمان سے برگشتہ نہ ہوسکا۔ اللہ کو ماننے اور اس سے بندگی کا عہد کرنے کے بعد اس عہد پیمان پر قائم رہنا زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس پر قائم رہے تو انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ جنت (میں داخل ہونے) والے لوگ ہیں

Marfat.com

۵- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشَّیْطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا؟ مَنْ خَلَقَ کَذَا؟ حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَاِذَا بَلَغَهٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْیَنْتَهِ ــــــــ بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب بات یہاں تک پہنچ جائے تو چاہیے کہ وہ اللہ سے پناہ مانگے اور رک جائے"۔ شہ

۶- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ النَّاسُ یَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰی یُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ، فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَلْیَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ــــــــ بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جائیگا کہ سب خلق کو تو اللہ نے

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بدلہ ہوگا اس کا جو وہ کرتے تھے" (الاحقاف: ۱۳-۱۴) قرآن میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے۔ جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈرو نہیں اور نہ غم کرو، بلکہ اُس جنت کی بشارت لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے رفیق ہیں اور آخرت میں بھی (تمہارے ساتھی ہیں) (حم السجدہ ۳۰-۳۱)

شہ یعنی شیطان لوگوں کے دلوں میں اس طرح کے وسوسے ڈالتا ہے کہ جب تمام چیزوں اور ساری خلقت کا پیدا کرنے والا خدا ہے تو نعوذ باللہ خدا کا بھی کوئی خالق ہونا چاہیے جب اس طرح کے خیالات ذہن میں پیدا ہونے لگیں تو انہیں شیطانی وساوس خیال کرکے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے اور اپنے ذہن کو ان سے ہٹا لینا چاہیے۔ قرآن میں بھی شیطانی وساوس سے محفوظ رہنے کے لئے اسی بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ ایسی حالت میں اللہ کی پناہ چاہی جائے۔ (حم السجدہ: ۳۶۔ النحل: ۹۸-۹۹، الفلق۔ الناس)

Marfat.com

پیدا کیا۔ اچھا اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب کوئی شخص اس طرح کی کوئی بات پائے تو اسے چاہیے کہ کہے: اللہ اور اس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے[۳]۔"

۷ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ. فَإِذَا قَالُوا ذٰلِكَ فَقُولُوا اللّٰهُ أَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ. ثُمَّ لِيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلٰثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ — ابوداؤد

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ہمیشہ باہم سوالات کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ خلقت کو تو اللہ نے پیدا کیا۔ اچھا اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ جب لوگ اس طرح کی باتیں کریں تو کہو: اللہ یکتا ہے، اللہ بے نیاز و مرجعِ کل ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہمسر ہو[۴]۔ پھر تین بار اپنی بائیں طرف تھتکارے[۵] اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہے۔"

---

[۳] یہ تعلیم ان لوگوں کو دی جا رہی ہے جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ جب مومن کے سامنے اس طرح کی غیر سوسنا نہ باتیں آئیں تو ایسی باتوں کو یہ کہہ کر رد کر دینا چاہیے کہ میرا تو اللہ اور رسول پر ایمان ہے۔ میں ان کج بحثیوں میں نہیں پڑ سکتا۔ وہ خدا ہی کیا ہوا جس کے بارے میں باپ کا سوال پیدا ہوتا ہو۔ اس طرح کی باتیں وہی کر سکتا ہے جس کا دل ایمان سے خالی ہو یا جو عقل کا دشمن ہو۔

[۴] مطلب یہ ہے کہ جب اس طرح کی باتیں کہی جانے لگیں اور لوگ اس طرح کے لغو سوالات میں الجھنے لگیں کہ پیدا کرنے والا تو اللہ ہے۔ آخر اللہ کا خالق کون ہے؟ تو تمہیں سورۂ اخلاص پڑھنی چاہیے جس میں خدا کی بنیادی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جس میں خدا کی توحید پورے طور پر جلوہ گر ہے۔ سورۂ اخلاص میں خدا کی پہلی صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ احد ہے۔ یکتا ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ پھر اس کو مخلوق پر قیاس کر کے یہ سوال اٹھانا کہ اس کا خالق کون ہے ظلم ہے۔ پھر فرمایا گیا کہ وہ صمد یعنی بے نیاز اور سب کا مرجع ہے وہ کاملِ مطلق ہے۔ اس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے اس کی ذات کے بارے میں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ اس کا خالق

Marfat.com

۸- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ـــــ مسلم

"حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ (یقین کے ساتھ) جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔"[له]

۹- وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ

- کون ہے۔ اگر اس کا خالق تسلیم کیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے وجود میں کسی دوسرے کا محتاج ہے جب وہ کسی اور کا محتاج ٹھہرا تو پھر اس کی ہستی کامل کیونکر ہوگی۔ خدا تو وہی ہو سکتا ہے جو اپنے وجود و بقا میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ وہ ہمیشہ سے ہو اگر وہ ہمیشہ سے ہے تو پھر اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ بقا کے لئے کمال کی ضرورت ہے اور کمال کے لئے یکتائی شرط ہے۔ کئی خدا تسلیم کرنے کی صورت میں طاقت و اقتدار مختلف خداؤں میں تقسیم ہو جائیگا پھر ہم کسی خدا کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ لامحدود طاقت و اقتدار کا مالک ہے۔ جب طاقت و اقتدار کی تحدید ہو گئی تو پھر کوئی خدا بھی عظیم اور کمال کا مالک نہیں رہتا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ خدا یکتا ہے وہ بے نیاز اور مرجعِ کل ہے۔ پھر جو یکتا اور بے نیاز ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہوگا اور جو ہمیشہ سے ہوگا اس کے لئے کسی خالق کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

خدا کی احدیت اور اس کی صمدیت کے بعد فرمایا گیا: "اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہمسر ہو۔" ظاہر ہے جو یکتا اور لاثانی ہوگا وہ کسی کا باپ یا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے اور کوئی اس کا ہمسر کیسے ہوگا۔ اگر اس کی اولاد اور نسل تسلیم کر لی جائے تو پھر اس کی یکتائی کہاں باقی رہتی ہے۔

شہ یہ وساوس کا نفسیاتی علاج بھی ہے اور شیطان اور بُرے خیالات سے اپنی بیزاری کا اظہار بھی ہے۔

له توحید پر یقین رکھنے والے شخص کا آخری ٹھکانا جنت ہی ہے۔ جس شخص کو توحید اور خدا کے واحد الٰہ ہونے کا علم و شعور ہوگا اس کی پوری زندگی توحید کے سانچے میں ڈھل جائے گی۔ خدا کا ایسا بندہ خدا کے سب

Marfat.com

ثَوْبٌ اَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ. قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ اَبِيْ ذَرٍّ ـــــــ

ـــــــ بخاری و مسلم

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ اس وقت سفید کپڑا اوڑھے سوئے ہوئے تھے۔ پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: جو کوئی بندہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں) کہے اور پھر اسی پر اسے موت آجائے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو، اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ اس نے زنا کیا ہو، اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے (پھر) عرض کیا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ (فرمایا) ہاں! اگرچہ اس نے زنا کیا ہو، اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو، اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ فرمایا اگرچہ اس نے زنا

بڑے انعام (جنت) کا مستحق ہوگا۔ توحید پر یقین رکھنے والا شخص اگر توحید کے عملی تقاضوں سے غافل ہے تو جنت میں داخلے سے پہلے اُسے اپنی غفلت کی سزا بھی مل سکتی ہے اور خدا کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اُسے معاف کر دے۔ اس حدیث سے کسی شخص کو یہ دھوکا نہ ہونا چاہیے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے صرف توحید پر ایمان لانا کافی ہے رسالت پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ رسول کی رہنمائی کے بغیر نہ تو آدمی کو توحید کا پورا علم ہو سکتا ہے اور نہ وہ توحید کے عملی تقاضوں سے واقف ہو سکتا ہے اور یہ خود توحید کا بھی تقاضا ہے کہ آدمی رسالت کو تسلیم کرے۔

Marfat.com

کیا ہو اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔[10] ابوذر کے علی الرغم[11]

---

[10] اس حدیث میں بھی وہی مضمون بیان ہوا ہے جو پچھلی حدیث میں بیان ہو چکا ہے۔ عقیدۂ توحید پر جس کی موت آئی اس کا آخری ٹھکانا جنت ہے۔ اس حدیث سے مزید اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ بشری کمزوری ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ مومن اور موحد شخص سے بھی بشری کمزوری کی بنا پر قصور سرزد ہو سکتا ہے۔ لیکن مومن کی فطرت کبھی گندی نہیں ہو سکتی۔ غلطی ہو جانے کے بعد وہ فوراً نادم ہوتا اور اپنے قصور کی تلافی کی کوشش کرتا ہے۔ اُسے گناہ پر کبھی اصرار نہیں ہوتا۔ خدا اسے توبہ کی توفیق بخشتا اور اُسے ظاہری و باطنی پاکیزگی عطا فرماتا ہے۔ عقیدۂ توحید کے ساتھ یہ ناممکن ہے کہ آدمی گناہ اور بدکاری پر جما رہے۔

اس طرح کی حدیثوں سے کسی کو یہ دھوکا ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ توحید کے سوا اسلام کے دوسرے بنیادی عقائد، حقوق اور فرائض کو غیر اہم اور غیر ضروری سمجھنے لگے۔ اسی طرح کی حدیثوں کا اصل مفہوم و منشا یہ ہے کہ اسلام میں اصل اور بنیادی چیز توحید کا عقیدہ ہے۔ انبیاء کی بعثت کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان کو ہر ایک کی بندگی سے نکال کر صرف خدا کا بندہ بنائیں۔ جس شخص نے اس حقیقت کو پا لیا کہ خدائے واحد کے سوا دنیا کی کسی چیز کو بھی قطعاً کسی قسم کی الوہیت حاصل نہیں ہے۔ ایک خدا ہی کی ذات ایسی ہے جس کی اطاعت، غلامی اور پرستش کرنی چاہیے، وہ یقیناً اپنی زندگی کو سیدھے راستے پر ڈالے گا وہ صداقت کو قبول کرے گا۔ وہ ان تمام حقوق کو ادا کرے گا جو خدا کے ٹھہرائے ہوئے ہیں اور ان فرائض کو بجا لائے گا جن کو خدا نے فرض قرار دیا ہے۔

[11] یعنی خواہ ابوذر کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس طرح کی تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاملین کو دی تھی جو یہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ اسلام کیا ہے اور اس میں کن چیزوں کو ماننا ضروری ہے۔ کن عبادات کی پابندی اور کن فرائض کی بجا آوری ضروری ہے۔ عام لوگوں کے سامنے اس کو بیان کرنے سے آپؐ نے منع فرمایا ہے کہ کہیں وہ کسی غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں۔

Marfat.com

تنزیہہ و تقدیس:

۱عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: كَذَّبَنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُّعِيْدَنِيْ كَمَا بَدَأَنِيْ وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ ، وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ كُفُوًا اَحَدٌ ــــــ احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ بات اُسے نہ چاہیے تھی اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ بات اُسے نہ چاہیے تھی۔ اُس کا مجھے جھوٹا قرار دینا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ (مرنے کے بعد) دوبارہ مجھے ہرگز نہیں زندہ کرے گا حالانکہ میرے لئے پہلی بار پیدا کرنا اس کے دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت آسان تر تو نہ تھا[1] اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں یکتا بے نیاز و مرجعِ کل ہوں نہ میں کسی کا باپ ہوں اور نہ بیٹا اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے[2]۔"

---

[1] میرا وعدہ ہے کہ میں لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی بخشوں گا پھر ان کے کارنامۂ حیات کا جائزہ لیا جائے گا۔ لیکن کچھ لوگ حیات بعد الموت کا انکار کرکے مجھے جھوٹا قرار دیتے ہیں اور میری اُس عظیم حکمت کو باطل کرنا چاہتے ہیں جس کے تحت یہ کائنات وجود میں لائی گئی ہے حالانکہ اگر وہ سوچتے تو یہ بات ان کی سمجھ میں آسانی سے آسکتی تھی کہ جس خدا نے انہیں پہلی بار زندگی بخشی ہے وہ انہیں دوبارہ زندگی عطا کرنے سے عاجز کیسے ہو جائے گا۔

[2] خدا کے لئے اولاد تجویز کرنا حقیقت میں خدا کی عظمت کا انکار ہے اگر اس کے لئے اولاد تسلیم کرلیں تو اس سے اُس کی یکتائی اور اس کے حی و قیوم ہونے کی نفی لازم آتی ہے۔

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی یَسْمَعُہٗ مِنَ اللّٰہِ یَدْعُوْنَ لَہُ الْوَلَدَ ثُمَّ یُعَافِیْہِمْ وَ یَرْزُقُہُمْ ــــــــ بخاری و مسلم

"حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ سے زیادہ اذیت رساں بات سن کر برداشت کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگ خدا کے لئے
بیٹا قرار دیتے ہیں پھر وہ انہیں عافیت سے رکھتا اور انہیں رزق دیتا ہے[1]۔"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: یُؤْذِیْنِیْ ابْنُ اٰدَمَ یَسُبُّ الدَّھْرَ وَاَنَا الدَّھْرُ بِیَدِی الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ ــــــــ بخاری، مسلم، احمد

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
عزوجل فرماتا ہے: زمانہ کو برا کہہ کر ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے کیونکہ میں ہی زمانہ
ہوں، میرے ہی ہاتھ میں سررشتۂ کار ہے میں ہی رات اور دن میں الٹ پھیر کرتا ہوں[2]۔"

۴۔ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی اِثْرِ سَمَاءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

---

[1] خدا چاہے تو آدمی کی بداعمالی کے سبب اسے عین ارتکاب جرم کے موقع پر ہی ہلاک کر دے۔ اس پر ایسی بجلی گرا دے کہ اس کی چیخ بھی نہ نکل سکے لیکن یہ اس کا حلم ہے کہ وہ ظالموں کو مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے اور ان کے رزق کا انتظام فرماتا ہے

[2] زمانہ کا درحقیقت کوئی وجود نہیں ہے۔ زمانہ محض اضافی چیز ہے۔ شب و روز کی گردش اور سارے تصرفات اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ آدمی اگر مصائب سے پریشان ہو کر زمانہ کو برا کہتا ہے تو اس کے برا کہنے کی زد حقیقت میں خدا پر پڑتی ہے اس لئے کہ صاحب تصرف خدا کے سوا کوئی نہیں، اقتدار اسی کا ہے۔

Marfat.com

اَعْلَمُ قَالَ وَقَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِکَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوَاکِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِکَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ:۔

———— بخاری، مسلم

"زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں بارش کے بعد جو رات سے ہو رہی تھی ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے لوٹے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ بولے: اللہ اور اُس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد ہوا: اس نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگوں نے مجھے مانا اور کچھ کافر ہو گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر خدا کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی اُس نے مجھے مانا اور ستاروں کا انکار کیا اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں نچھتر سے ہم پر بارش ہوئی ہے وہ میرا منکر اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے"[1]

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیَغْفِرُ لِعَبْدِهٖ مَا لَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ۔ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا الْحِجَابُ؟ قَالَ: اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ ———— احمد، بیہقی

---

[1] اس حدیث میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ انسان کی قسمت اور نفع نقصان یا بارش وغیرہ کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے سوا دوسرا کوئی کارساز نہیں ہے۔ سب تصرفات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے وہی مسبب الاسباب ہے۔ بارش کے موقع پر اس کے فضل و کرم کو بھول جانا اور اسے ستاروں اور نچھتروں کی کرشمہ سازی سمجھنا درحقیقت خدا کی شان میں سخت گستاخی کی بات ہے۔ عالم اسباب میں ستاروں اور نچھتروں کی جو واقعی حیثیت ہے اس سے انکار نہیں لیکن فوق الفطری طریقہ پر حکمراں ذات صرف خدائے بزرگ و برتر کی ہے۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے اس لئے بھروسہ اور توکل اسی کی ذات پر ہونا چاہیئے اور ساری امیدیں اُسی سے وابستہ رکھنی چاہئیں۔

Marfat.com

"ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتا ہے جب تک کہ حجاب حائل نہ ہو" لوگوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! حجاب کیا ہے؟" فرمایا: "یہ کہ کوئی اس حال میں مرے کہ مشرک ہو۔"[ا]

رحمت و مغفرت:

۱۔ عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِی کِتَابِہٖ فَھُوَ عِنْدَہٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ

——— بخاری، مسلم، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے خلق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں لکھ دیا، جو عرش پر اس کے پاس موجود ہے: میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔"[۱]

ا بندے نے جب خدا کے علاوہ کسی اور کو بھی اپنا خدا سمجھ لیا۔ اُسے خدائی میں شریک کرنے لگا اور اس سے اس طرح کی امیدیں وابستہ کرلیں جو صرف خدا ہی سے کی جاتی ہیں تو اس نے اپنے اور اپنے حقیقی خدا کے درمیان ایسی دوری پیدا کرلی کہ وہ خدا کی رحمت و مغفرت کا مستحق نہیں رہتا۔ اگر وہ اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرکے ایک خدا کا پرستار بن جائے تو خدا اس کے قصور کو معاف کرسکتا ہے۔ لیکن اگر شرک ہی کی حالت میں اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا تو پھر وہ عمل کہاں سے آئے گا جو اس دیوار کو ڈھا سکے جو اس نے اپنے اور خدا کے درمیان کھڑی کی ہے۔

۱ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ "میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی"۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت غالب ہے۔ یہ اس کی رحمت ہی ہے کہ اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ان کی ہدایت

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَةً یَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ــــ بخاری، مسلم، ترمذی

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی سَو رحمتیں ہیں جن میں سے اُس نے صرف ایک حصہ جن وانس، چوپایوں اور حشرات الارض میں اتارا جس کی وجہ سے وہ باہم شفقت کرتے اور ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں۔ اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور ننانوے رحمتوں کو اس نے رکھ چھوڑا ہے۔ ان سے وہ قیامت کے روز اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔"[۱]

کے لئے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ اُس کی رحمت ہی ہے کہ وہ مفسدوں اور ظالموں کو فوراً نہیں پکڑتا بلکہ انہیں سنبھلنے اور ظلم و زیادتی سے باز آنے کا پورا موقع دیتا ہے۔ وہ اس کا انکار کرتے ہیں پھر بھی وہ ان کے لئے رزق فراہم کرتا ہے وہ اس کی ہدایت سے منہ موڑتے اور اس کے رسولوں کو ستاتے ہیں۔ پھر بھی وہ اُن پر فوراً عذاب نہیں بھیجتا بلکہ انہیں سوچنے سمجھنے کا پورا موقع دیتا ہے۔ آخرت میں اس کی رحمت کامل طور پر ظاہر ہوگی۔ اس دن وہ انصاف فرمائے گا۔ قرآن مجید میں بھی اعلان فرمایا گیا ہے: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف: ۱۵۶) "میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔" اللہ کے یہاں بنیادی حیثیت اسکے غضب کو نہیں اس کی رحمت کو حاصل ہے۔ یہ کائنات کا نظم اس کی رحمت اور عدل پر قائم ہے۔ اس کا غضب تو بس انہی لوگوں پر اترتا ہے جو سرکشی اور ظلم میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

[۱] دنیا میں جہاں کہیں جس شکل میں رحمت اور محبت ظاہر ہوتی ہے وہ حقیقت میں خدا کی اس رحمت کا اثر ہے جو اس نے دنیا میں اُتاری ہے۔ خدا کی رحمت کا کامل ظہور آخرت میں ہوگا۔ جو لوگ آخرت سے غافل ہیں۔ وہ خدا کی بے پایاں رحمت سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں۔

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ قَالَ: قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ السَّبْيِ قَدْ تَحَلَّبَ ثَدْيُهَا تَسْعٰى فَاِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِى السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَاَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِى النَّارِ؟ فَقُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ لَّا تَطْرَحَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا ــــــ بخاری، مسلم

"حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے۔ ان قیدیوں میں ایک عورت نظر پڑی جس کی چھاتیوں سے دودھ بہہ رہا تھا (وہ اپنا بچہ) تلاش کرتی پھرتی تھی۔ جب اُسے قیدیوں میں بچہ مل جاتا اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیتی اور اُسے دودھ پلانے لگتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں جب کہ اُسے یہ قدرت حاصل ہو کہ اُسے (آگ میں) نہ ڈالے۔ اس پر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: اللہ اس سے کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جتنا یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے"[ٹ]

۴۔ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَاَزِيْدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ

ٹ یہی وجہ ہے کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لئے انبیا بھیجے اور ان پر اپنی کتابیں اتاریں۔ پھر بھی جو لوگ ہلاکت ہی کی طرف بڑھتے ہیں اور کفر اور انکار حق سے باز نہیں آتے انہیں وہ فوراً نہیں پکڑتا بلکہ انہیں مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے کہ شاید وہ اپنی سرکشی سے باز آجائیں۔ اس کے باوجود جو لوگ اس کی رحمت سے دور ہی رہنا پسند کرتے ہیں، وہ ان کے ساتھ زبردستی ہی نہیں کرتا تو کیا وہ نفرت کئے جائیں اور وہ انہیں پکڑ کر راہ راست پر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ جہاں رحیم و مہربان ہے وہیں وہ غیور بھی ہے۔

Marfat.com

فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا
وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً
وَمَنْ لَقِيَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيْئَةً لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَقِيْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً

——— مسلم. ترمذی

ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جو شخص ایک نیکی کرے گا اسے اس کا دس گنا بدلہ ملے گا اور میں مزید اُسے عطا کروں گا اور جو بُرائی کرے گا اسے صرف ایک بُرائی کا بدلہ ملے گا یا میں معاف کر دوں۔ اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا اور جو میری طرف چل کر آئے گا میں اُس کی طرف لپکتا ہوا آؤں گا اور جو مجھ سے زمین کے برابر گناہ کر کے ملے گا میں اُس سے اسی جیسی مغفرت لے کر ملوں گا۔ بشرطیکہ اس نے کسی کو میرا شریک نہ قرار دیا ہو۔[1]

۵۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَحْكِيْ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ
قَالَ: اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ
ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ
اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَبْدِيْ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا
يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ
تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ اِعْمَلْ
مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ ——— بخاری و مسلم

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے

---

[1] یعنی اللہ کی رحمت ان بندوں کی طرف بڑھ کر بیتاب ہے جو خدا کی عنایت کے امیدوار ہو کر اس کی جانب بڑھتے اور اس کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔

Marfat.com

ہدایت کرتے ہوئے فرمایا: ایک بندہ نے گناہ کیا اور کہا: اے اللہ میرا گناہ معاف کردے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور یہ سمجھا کہ اس کا کوئی رب ہے۔ جو گناہ بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے[۵]۔ کچھ مدت کے بعد اس نے پھر گناہ کیا اور کہا: اے رب میرے میرا گناہ معاف کردے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور یہ سمجھا اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔ کچھ مدت کے بعد اس نے پھر گناہ کیا اور کہا: اے میرے رب میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندہ نے گناہ کیا اور یہ سمجھا کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو بخشتا اور گناہ پر مواخذہ فرماتا ہے (اگر تیرے رجوع الی اللہ کا یہی حال ہے) تو اب جو چاہے کر میں نے تجھے بخش دیا[۶]۔"

۶۔ وَعَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا اَلْاٰيَة. فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ——— احمد

---

[۵] اس لئے اس بندہ کا مجھ پر یہ حق ہوتا ہے کہ میں اس کی خطاؤں کو بخش دوں اور اسے اپنی رحمت سے مایوس نہ کروں۔

[۶] اس حدیث میں توبہ سے رسمی توبہ نہیں، حقیقی توبہ مراد ہے۔ ایک بندۂ مومن سے گناہ ہو جاتا ہے۔ پھر اسے خدا کی ربوبیت اور اس کا عذاب یاد آتا ہے، وہ سچے دل سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے اور اللہ اس کی غلطی کو معاف کر دیتا ہے۔ بشری کمزوری اور قوت ارادی کے ضعف کے تحت اس سے پھر گناہ ہو جاتا ہے۔ وہ پھر کانپ اٹھتا ہے اور اللہ کے حضور پھر توبہ کرتا ہے۔ وہ اللہ ہی کے راستے پر چلنا چاہتا ہے مگر بار بار اس کا قدم ڈگمگاتا ہے مگر ہر بار گرکر وہ سنبھلتا ہے اور سنبھل کر اللہ کی رضا کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص سے خواہ کتنی ہی بار گناہوں کا صدور ہو، اس کی توبہ اسے اللہ کی مغفرت کا مستحق بنائے گی۔

Marfat.com

"حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا ہے کہ اگر اس آیت کے بدلے میں مجھے پوری دُنیا مل جائے تو بھی مجھے پسند نہیں : اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے آس نہ توڑو۔ اس پر ایک شخص نے کہا: اچھا کیا وہ شخص بھی جس نے شرک کیا ہے ؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پھر فرمایا: سُن لو جس نے شرک کیا وہ بھی ، تین بار فرمایا[ے]"

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْ صَلٰوۃٍ وَّقُمْنَا مَعَہٗ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ وَّھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَّلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْاَعْرَابِیِّ لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا ——— بخاری

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے ایک دیہاتی نے نماز میں ہی کہا: اے اللہ میرے اوپر اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی دوسرے پر رحم مت کر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی سے فرمایا: تو نے تو نہایت وسیع چیز کو تنگ کر دیا[ش]"

۸۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْکُمْ عَمَلُہُ الْجَنَّۃَ وَلَا یُجِیْرُہٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ ——— مسلم

"حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا اور نہ دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور مجھے بھی نہیں مگر اللہ کی رحمت سے[ؔ]"

ے یعنی جن لوگوں نے خدا کی نافرمانی کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے انہیں اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ شرک جیسے بڑے گناہ کو بھی اللہ معاف کر سکتا ہے بشرطیکہ بندہ توبہ کر کے شرک سے باز آجائے اور اپنے کو اللہ واحد کی بندگی میں دیدے۔

ش یعنی اللہ کی رحمت تو نہایت وسیع تھی اُسے تو نے کیوں صرف دو آدمی تک محدود رکھا۔

ؔ آدمی اللہ کی طاعت و بندگی میں کوشش کیوں نہ کرے۔ خدا کا حق کسی طرح ادا نہیں ہوتا۔ آدمی سے کوئی نہ کوئی کوتاہی اور قصور ہو ہی جاتا ہے اللہ کی رحمت ہی ہے جس کے سہارے آخرت میں آدمی کی مغفرت ہو سکے گی۔

Marfat.com

۹- وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَتْ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ ـــ مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ خدا کے حضور توبہ کرتا ہے تو وہ اپنے بندہ کی توبہ سے تم میں سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری مع کھانا پانی کے کسی چٹیل میدان میں کھو جائے اور وہ تلاش و جستجو کے بعد ایک درخت کے پاس آکر اسکے سایہ میں مایوس ہو کر پڑ رہے۔ بس اسی حالت یاس میں وہ پڑا ہے۔ اسی اثنا میں اسکی سواری اسکے پاس آکھڑی ہو اور وہ اسکی رسی پکڑ لے اور خوشی و مسرت کی شدت میں بول اٹھے:
اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ مارے خوشی کے غلط کہنے لگے [لہ]

لہ یعنی خوشی کی شدت کے سبب غلط کلمات اُس کی زبان پر آجائیں۔ اس حدیث میں خدا کی بے پایاں رحمت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ انجیل میں بھی خدا کی رحمت و مغفرت کی بعض دل نشیں تمثیلیں ملتی ہیں۔ ایک جگہ آیا ہے: "تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر کسی آدمی کی سو بھیڑیں ہوں اور ان میں سے ایک بھٹک جائے تو کیا وہ ننانوے کو چھوڑ کر اور پہاڑ میں جا کر اُس بھٹکی ہوئی کو نہ ڈھونڈے گا؟ اور اگر ایسا ہو کہ اُسے پائے تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ ان ننانوے کی نسبت جو بھٹکی نہیں اس بھیڑ کی زیادہ خوشی کرے گا۔ اس طرح تمہارا آسمانی باپ یہ نہیں چاہتا کہ ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو (متی ۱۸: ۱۲-۱۳)

ایک دوسری جگہ کھوئی ہوئی بھیڑ کی مثال دے کر کہا گیا ہے: "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اسی طرح ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی۔" (لوقا ۱۵: ۷) اسی طرح ایک دل نشیں مثال اُس بیٹے کی دی گئی ہے جو نہایت نالائق [illegible]

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ: نَعَمْ اَيْ رَبِّ حَتّٰى قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ قَدْ هَلَكَ قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ـــــــــ بخاری و مسلم

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) اللہ مومن کو اپنے قریب کرے گا اور اپنی حفاظت کی چادر ڈال کر اُسے ڈھک دے گا[۱] پھر خدا فرمائے گا: کیا تم اس گناہ کو جانتے ہو؟ کیا تم اس گناہ سے واقف ہو؟ بندۂ مومن کہے گا: ہاں، اے رب (میں واقف ہوں)، یہاں تک کہ خدا اس سے اس کے تمام گناہوں کا اقرار کرالے گا اور وہ اپنے جی میں سمجھے گا کہ وہ (اپنے گناہوں کی پاداش میں) اب ہلاک ہوا۔ خدا فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان عیوب پر پردہ ڈالا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو بخشدوں گا۔ اُسے اُس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ رہے کافر اور

ملنا) بدچلنی میں شادی تھی۔ جب وہ پریشانی میں مبتلا ہوا تو کہا: "اب میں اٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا اور اس سے کہوں گا اے باپ میں آسمان کا اور تیری نظر میں گناہگار رہوا۔ اب اس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں مجھے اپنے مزدوروں جیسا کرلے"۔ پس وہ اٹھ کر اپنے باپ کے پاس چلا۔ وہ ابھی دور ہی تھا کہ اُسے دیکھ کر اس کے باپ کو ترس آیا اور دوڑ کر اس کو گلے لگالیا اور چوما۔ بیٹے نے اس سے کہا: "اے باپ! میں آسمان کا اور تیری نظر میں گناہگار ہوا۔ اب اس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں"۔ باپ نے اپنے نوکروں سے کہا: "اچھے سے اچھا لباس جلد نکال کر اسے پہناؤ اور اس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتی پہناؤ اور پلے ہوئے بچھڑے کو لاکر ذبح کرو تاکہ ہم کھا کر خوشی منائیں کیونکہ میرا یہ بیٹا مردہ تھا۔ اب زندہ ہوا کھو گیا تھا اب ملا ہے"۔ (دیکھئے لوقا: باب ۱۵)

[۱] یعنی اسے اپنی حفاظت میں لے لے گا اور اُسے ہر طرح کی رسوائی سے بچائے گا۔

Marfat.com

منافق لوگ انہیں مخلوقات کے سامنے طلب کیا جائیگا اور پکار کر کہا جائیگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کیں۔ جان لو اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر!"[۱۲]

۱۱- وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ ــــ مسلم

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا مہربان ہے اور نرمی و مہربانی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ چیز عطا فرماتا ہے جو درشتی اور سختی پر نہیں عطا فرماتا اور نہ کسی اور ہی چیز پر عطا فرماتا ہے۔"[۱۳]

---

[۱۲] مومن اگر واقعی مومن ہے، ظالم خدا کا نافرمان اور باغی نہیں ہے تو اس پر قیامت کے دن خدا کی خاص عنایت ہوگی۔ بشری تقاضے کے تحت اس سے جو کوتاہی اور گناہ کے جو کام بھی ہوئے ہوں گے خدا ان کو معاف کردے گا اور قیامت کے دن کی رسوائی اور ذلت سے اُسے بچالے گا۔ اس کے برخلاف کفار اور منافقین کے لئے قیامت کا دن ذلت و رسوائی کا دن ہوگا۔ وہ اپنے کرتوتوں کی سزا اس دن پاکر رہیں گے۔

[۱۳] معلوم ہوا کہ نرم خوئی اور مہربانی کا رویّہ ہی اللہ کو پسند ہے۔ اُس کی تائید اور تعاون نرمی اور مہربانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ خود بھی مہربان خدا ہے۔ اس کا غضب اور قہر اگر ٹوٹتا ہے تو صرف ان ظالموں پر جو ہلاکت ہی کے مستحق ہوتے ہیں۔ ظالموں کو بھی اللہ سنبھلنے اور صحیح راہ پر آنے کا پورا موقع دیتا ہے لیکن جب ان کی سرکشی حد سے آگے بڑھ جاتی ہے تو پھر وہ غضب خداوندی کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔ خدا مہربان اور رحمت والا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ عادل، منصف اور غیرت والا بھی ہے۔ اس کی غیرت اور عدل کو چیلنج کرکے کوئی کہاں پناہ پاسکتا ہے۔ رحمت کے ساتھ جب تک عظمت کی صفات سے بھی خدا کو متصف نہ مانا جائے۔ الوہیت کا تصور ناقص رہتا ہے۔

Marfat.com

خدا کی عظمت :

۱۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیؓ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ
اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَنَامُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّنَامَ یَخْفِضُ الْقِسْطَ وَیَرْفَعُہٗ یُرْفَعُ اِلَیْہِ
عَمَلُ اللَّیْلِ بِالنَّہَارِ وَعَمَلُ النَّہَارِ بِاللَّیْلِ ——— احمد، مسلم، ابن ماجہ

"ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر چار باتیں بیان فرمائیں : اللہ عزوجل سوتا نہیں اور نہ یہ اس کے شایان شان ہے کہ وہ سوئے، میزانِ عدل کو جھکاتا اور اُسے اونچا کرتا ہے۔ رات کے عمل دن میں اور دن کے عمل رات میں اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔[۱]

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ
لَا یَنَامُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّنَامَ وَیَخْفِضُ الْقِسْطَ وَیَرْفَعُہٗ، حِجَابُہُ النَّارُ لَوْ کَشَفَہَا لَاَحْرَقَتْ
سُبُحَاتُ وَجْہِہٖ کُلَّ شَیْءٍ اَدْرَکَہٗ بَصَرُہٗ ثُمَّ قَرَأَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ: فَلَمَّا جَآءَ ہَا نُوْدِیَ
اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَہَا وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ——— مسلم، احمد، ابن ماجہ

---

[۱] اللہ غافل نہیں ہوتا۔ اُسے اونگھ یا نیند نہیں ستاتی لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرہ: ۲۵۵) اُسے نہ اونگھ لگتی ہے اور نہ نیند آتی ہے"۔ اس طرح کی جملہ کمزوریوں سے وہ پاک ہے۔ پھر سارے اختیارات اُسی کے قبضے میں ہیں جسے چاہتا ہے پست کرتا اور جسے چاہتا ہے بلندی بخشتا ہے۔ کسی کو روزی میں کشادگی عطا کرتا ہے کسی کو نپی تلی روزی دیتا ہے اور اس کے فیصلے حق و انصاف اور حکمت کی میزان میں پورے اترتے ہیں۔ اس کا کوئی فیصلہ عدل و انصاف سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی کام حکمت اور مصلحت سے خالی ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے آدمی اس کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہو۔ خدا کی عظمت اور حاکمیت کا یہ حال ہے کہ سارے ہی اعمال اور کارگزاریاں اس کے حضور میں پیش ہوتی ہیں۔ نہ وہ کسی کام سے بھی بے خبر ہے۔ وہ براہ راست ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ فرشتے بھی اپنی کارگزاری اور انسانوں کے اعمال کو اس کے سامنے پیش کرتے رہتے

Marfat.com

"ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سوتا نہیں اور نہ اس کے شایانِ شان ہے کہ وہ سوئے۔ میزانِ عدالت کو پست کرتا اور اُسے اونچا کرتا ہے (مخلوق اور اس کے درمیان اس کے رُخ کی تابش اس کا حجاب ہے۔ اگر وہ اُسے اٹھادے تو اس کے رُخ کا جلال جہاں تک نظر جائے سب کو جلا کر رکھ دے[1] اس کے بعد ابوعبیدہؓ نے (قرآن کی اس آیت کو، پڑھا۔ جب وہ (یعنی موسیٰ) اس کے پاس پہنچا، تو اُسے آواز دی گئی کہ برکت دی گئی اُسے جو اس آتش میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے! اور باعظمت ہے اللہ سارے جہان کا رب[2]۔"

۳- وَعَنْ أَبِي ذَرٍّؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ لَوْ عَلِمْتُمْ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَلَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ عَلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى. قَالَ أَبُوذَرٍّؓ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي شَجَرَةٌ تُعْضَدُ ——— ترمذی، ابن ماجہ، احمد

"ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان چرچر آواز کر رہا ہے اور اُسے چرچر کرنا ہی چاہیئے۔ اس میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ موجود نہ ہو۔ اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے زیادہ اور اپنے

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نگاہِ خلق اگر خدا کو دیکھنے سے عاجز ہے تو اس کی وجہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ درمیان میں کوئی حجاب اور تاریکی حائل ہے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ خدا کی عظمت اور جلال کے انوار ہی اس کا حجاب بن رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح آفتاب کی روشنی اور اس کی چمک آفتاب کے لئے حجاب ثابت ہوتی ہے۔ ہماری بینائیوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ خدا کے دیدار کی تاب لاسکیں حضرت موسیٰؑ نے دیدار کی خواہش ظاہر کی تھی مگر وہ اس کی تاب نہ لاسکے اور بیہوش ہوکر گر پڑے اور پہاڑ کے پرخچے اڑ گئے ——— الاعراف: ۱۴۳)

[2] سورۃ النمل: ۸)

بستروں پر اپنی بیویوں سے لطف اندوز نہ ہوتے اور خدا کی طرف چیخ و پکار کرتے ہوئے وادیوں میں نکل جاتے۔" ابوذر رضؓ فرماتے ہیں: "کاش میں ایک درخت ہوتا جو جڑ سے کاٹ دیا جاتا"۔[۴]

۴- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیَطْوِی السَّمَآءَ بِیَمِیْنِهٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَیْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ ـــــ بخاری، مسلم، احمد

"ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ زمین کو اپنے قبضہ میں لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟"[۵]

---

[۴] اس حدیث میں خدا کے جاہ و جلال اور اس کی عظمت و کبریائی کا اظہار جس انداز میں فرمایا گیا ہے وہ انتہائی موثر ہے کسی معنوی حقیقت کے اظہار کا موثر ترین انداز یہی ہے کہ براہ راست اس پر گفتگو کرنے کے بجائے خارجی ماحول پر اس کے جو اثرات پڑ رہے ہوں انہیں اس کے اظہار کا ذریعہ بنایا جائے۔ یہ رسول ہی کا ظرف اور اس کی قوت برداشت ہے کہ وہ غیبی حقائق سے براہ راست واقف ہونے کے باوجود اپنے ہوش و حواس کو باقی رکھتا ہے دوسرا کوئی اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ دوسرا کوئی اگر ان باتوں سے واقف ہو جائے جن سے رسول باخبر ہوتا ہے تو اس کا وہی حال ہو جو اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اس کیلئے دنیا میں دلچسپی کی کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ آسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ خدا کی عظمت کے آگے سربسجود نہ ہو اور آسمان کا عالم یہ ہے کہ وہ چرچرا رہا ہے لیکن انسانوں کا حال یہ ہے کہ انہیں اس کا کچھ بھی شعور نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔

[۵] اس حدیث میں وہی بات فرمائی گئی ہے جو قرآن میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے 'وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ' (الزمر: ۶۷) "اللہ جیسا کچھ ہے یہ لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکے۔ اس کا حال تو یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ زمین پوری کی پوری اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ پاک اور بالاتر ہے

Marfat.com

۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُصَرِّفُهٗ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ ـــــ مسلم

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہیں۔ وہ جیسا چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ (دلوں) کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے[۵]‘‘

۶- وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ: اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْرَابِيٌّ وَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ: وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ شَانُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوَاتِهٖ

وہ اور بلند ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں‘‘ اس حدیث اور قرآن کی اس آیت میں اللہ کی قدرت اس کی طاقت اقتدار اور اس کی عظمت و کبریائی کا اچھوتا بیان ہے۔ قیامت کے دن یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہ رہے گی کہ زمین آسمان سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ آج زمین پر جو لوگ حکمراں اور فرمانروا بنے ہوئے ہیں ان کی جھوٹی حکمرانی اور فرمانروائی اس دن ختم ہو چکی ہوگی۔ ان پر اپنی حقیقت پورے طور پر واضح ہو چکی ہوگی۔

[۵] انسان کا ظاہر ہی نہیں، باطن بھی خدا کے قبضے میں ہے۔ وہ ہمارے دلوں کو جس طرف چاہے پھیر دے۔ خدا سے اسی بات کی درخواست کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمارے دل کو اپنی طاعت و بندگی ہی کی طرف جھکائے رکھے۔ انسان کے اندر جس چیز کی طلب ہوتی ہے خدا اس کے دل کو بھی اسی طرف جھکا دیتا ہے۔ یہ انسان کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا میں کس چیز کا طالب بنتا ہے۔

Marfat.com

هٰکَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَیَئِطُّ بِهٖ اَطِیْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاکِبِ ـــــــ ابوداؤد

"جبیرؓ بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس ایک دیہاتی آیا اس نے کہا: لوگوں کی جانیں مشقت میں پڑ گئیں۔ بچے بھوکے ہوئے، مال تباہ ہو گئے، چوپائے ہلاک ہو گئے۔ اس لئے اللہ سے ہمارے لئے بارش کی دعا کیجیے۔ ہم خدا کے سامنے آپ کی سفارش چاہتے ہیں اور آپ کے سامنے خدا کی سفارش چاہتے ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے اور یہاں تک تسبیح فرماتے رہے کہ آپ کے رفقاء کے چہروں پر بھی اس کا اثر محسوس ہونے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا: (ارے نادان)! خدا کی سفارش کسی کے سامنے نہیں پیش کی جاتی۔ اللہ کی شان اس سے بہت بلند و برتر ہے۔ تو جانتا بھی ہے کہ اللہ کی شان کیا ہے! اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح قائم ہے۔ آپ نے اپنی انگلیوں سے قبہ کی شکل بنا کر دکھایا، فرمایا وہ اس کی عظمت سے اس طرح چرچر کر رہا ہے جیسے کجاوہ سوار کے بوجھ سے چرچر کرتا ہے۔"

۷۔ وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِیَّةِ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ ـــــــ بخاری

"ام العلاء انصاریہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم میں نہیں جانتا بخدا میں نہیں جانتا گرچہ میں خدا کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا؟"

ف نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول برحق ہیں۔ آپ نے خدا کی طرف سے لوگوں کو زندگی کے حقائق سے باخبر کیا۔ انہیں زندگی کی صحیح ترین راہ دکھائی اور یہ بتایا کہ ایک دن خدا کی عدالت میں سب کو حاضر ہونا ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود آپ کو خدا کی عظمت کا اس درجہ احساس ہے کہ فرما رہے ہیں کہ اس اہم دن جو فیصلہ کا دن ہوگا جس دن خدا اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا میں نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کس صورت حال سے دوچار ہوگی۔ اس کا صحیح اندازہ مجھے نہیں ہے۔ میں اس ہیبتناک منظر کی پوری تصویر کھینچنے سے اپنے کو قاصر پاتا ہوں۔

Marfat.com

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ اَنَّہٗ قَالَ: یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ. یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ. یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ. یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ. یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ. یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا. یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا. یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَہٗ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ فِی الْبَحْرِ. یَا عِبَادِیْ اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْھَا لَکُمْ ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاھَا فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ تَعَالٰی وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ ——— مسلم ترمذی

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے، تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب راہ سے بھٹکے ہوئے ہو، اس کے سوا جسے میں نے راہ دکھائی تو مجھ سے ہدایت مانگو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو اس کے سوا جسے میں نے کھلایا، تو مجھ سے کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو اس کے سوا جسے میں نے لباس پہنایا، تو مجھ سے لباس مانگو، میں تمہیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن خطائیں کیا کرتے ہو۔ میں سب

گناہوں کو معاف کرتا ہوں، تو مجھ سے معافی مانگو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ اے میرے بندو! تم ہرگز مجھے نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں ہو سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ۔ اور تم ہرگز مجھے فائدہ پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں ہو سکتے کہ مجھے فائدہ پہنچاؤ۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، تمہارے انس اور تمہارے جن تم میں سب سے بڑھکر (اللہ کا) ڈر رکھنے والے شخص کی طرح ہو جائیں، تو یہ چیز میری بادشاہی میں کچھ بڑھا نہیں سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، تمہارے انس اور تمہارے جن تم میں سب سے بڑھ کر فاجر شخص کی طرح ہو جائیں تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں پیدا کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، تمہارے انس اور تمہارے جن سب ایک میدان میں کھڑے ہوں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر شخص کی مانگ پوری کروں۔ تو اس سے اس میں کچھ بھی کمی نہیں آ سکتی جو میرے پاس ہے۔ اس کے سوا جیسی کمی سوئی پیدا کرتی ہے جب وہ سمندر میں داخل ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جنہیں میں تمہارے لئے شمار کر کے رکھتا ہوں۔ پھر میں تمہیں ان کو پورا پورا دے دوں گا۔ پھر جو شخص اچھا بدلہ پائے تو اُسے اللہ کی حمد کرنی چاہیئے اور جو اس سے مختلف (یعنی بُرا بدلہ) پائے اُسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیئے۔"[ف]

ف اس حدیث سے کئی اہم باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ خدا بے نیاز اور عظیم ہستی ہے۔ اُسے نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ سب اس کے محتاج اور دست نگر ہیں اور وہ کسی کا بھی محتاج نہیں ہے جس طرح سمندر میں سوئی ڈال کر نکال لینے سے سمندر کا پانی گھٹ نہیں جاتا اسی طرح بندوں کو دینے سے اللہ کے ہاں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ سمندر کی مثال تو محض سمجھانے کے لئے دی گئی ہے ورنہ سمندر تو اس کی عظمت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ کے تعلق سے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اللہ ظلم پسند نہیں، ہم بھی کسی پر ظلم نہ ہونے دیں۔ آدمی اپنا ذمہ دار خود ہے جیسے اس کے اعمال ہوں گے اسکے مطابق اللہ اُسے بدلہ دیگا۔

Marfat.com

۹- وعن ابی ذرؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یقول اللہ عزوجل: یا عبادی کلکم مذنب الا من عافیت فاستغفرونی اغفر لکم ومن علم انی اقدیر علی المغفرۃ فاستغفرلی بقدرتی غفرت لہ ولا ابالی، وکلکم ضال الا من ھدیت فاستھدونی اھدکم وکلکم فقیر الا من اغنیت فاسألونی اغنکم ولو ان اولکم واخرکم وحیکم ومیتکم ورطبکم ویابسکم اجتمعوا علی اشقی قلب من قلوب عبادی ما نقص فی ملکی جناح بعوضۃ ولو اجتمعوا علی اتقی قلب عبد من عبادی ما زاد فی ملکی من جناح بعوضۃ، ولو ان اولکم واخرکم وحیکم ومیتکم ورطبکم ویابسکم اجتمعوا فسألنی کل سائل منھم ما بلغت امنیتہ فاعطیت کل سائل منھم ما سأل ما نقصنی کما لو ان احدکم مر بشفۃ البحر فغمس فیھا ابرۃ ثم انتزعھا کذالک لا ینقص من ملکی، ذالک بانی جواد ماجد صمد عطائی کلام وعذابی کلام اذا اردت شیئا فانما اقول لہ کن فیکون۔

——— احمد، مسلم، ترمذی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو، اس کے سوا جسے میں بچا لوں، تو مجھ سے عفو و درگزر کے طالب ہو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ مجھے بخش دینے کی قدرت ہے، پھر مجھ سے میری قدرت کے بل پر بخشش طلب کرتا ہے اسے میں بخش دیتا ہوں اور کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اے

اگر کسی کو اچھا بدلہ ملتا ہے تو اسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اعمال کو ضائع نہیں کیا۔ اسے اپنے رب کی حمد کرنی چاہیے کہ جو کام بھی ہو سکا اس کے رب کی عنایت اور رحمت ہی سے ہو سکا۔ اگر کسی کو اللہ کے یہاں سے برا بدلہ ملتا ہے اور وہ سزا کا مستحق قرار پاتا ہے تو اسے اپنے ہی کو ملامت کرنی چاہیے کسی اور کو نہیں۔ اللہ کے یہاں انصاف ہوتا ہے ظلم ہرگز نہیں ہوتا۔

Marfat.com

میرے بندو! تم سب راہ سے بھٹکے ہوئے ہو، اس کے سوا جسے میں راہ دکھاؤں۔ تو مجھ سے ہدایت کے طالب ہو، میں تمہیں ہدایت دوں گا[۱] اور تم سب محتاج ہو اس کے سوا جسے میں بے نیاز کر دوں تو مجھ سے مانگو میں تمہیں بے نیاز کر دوں گا[۲]۔ اگر تمہارے اگلے اور پچھلے زندہ، مردہ، تر او خشک سب مل کر میرے بندوں میں سب سے زیادہ شقی القلب بندہ کی طرح ہو جائیں۔ تو میری بادشاہی میں مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی کمی نہیں آسکتی اور اگر سب مل کر میرے بندوں میں سب سے بڑھ کر اللہ کا ڈر رکھنے والے شخص کی طرح ہو جائیں تو میری بادشاہی میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے زندہ اور مردہ، تر اور خشک سب اکٹھے ہوں اور ان میں سے ہر ایک مانگنے والا مجھ سے مانگے جو اس کی انتہائی آرزو ہو پھر ان میں سے ہر سائل کو دیدوں جو کچھ وہ مانگے تو اس سے میرے یہاں کوئی کمی نہ آئیگی جیسے کہ تم میں سے کوئی سمندر کے کنارے سے گزرے اور اس میں سوئی ڈبو کر نکال لے (تو اس سے سمندر کے پانی میں کوئی کمی نہیں آتی) اسی طرح میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں آتی۔ یہ اس لئے کہ میں بڑا فیاض ہوں۔ بزرگی والا ہوں[۳]، بے نیاز مرجع کل ہوں[۴] بات میری عطا اور بات میرا عذاب ہے (مجھے کچھ کرنا نہیں پڑتا) جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں، تو بس اُس کے لئے یہ کہہ دیتا ہوں کہ ہوجا، تو وہ ہو جاتی ہے[۵]۔''

---

[۱] اس حدیث میں توحید کی کامل تصویر پیش کی گئی ہے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ انسان کا حقیقی محافظ اور مددگار صرف اللہ ہے۔ آدمی کو اس پر بھروسہ کرنا چاہیے اور مدد کے لئے اسی کو پکارنا چاہیے جس شخص نے خدا کو اپنا ولی و کارساز بنا لیا وہی کامیابی کے ساتھ زندگی کے سیدھے راستے پر چل سکتا ہے اس کی نظر عنایت ہے جو آدمی کو گناہوں سے محفوظ رکھتی اور رحم سے پاکیزگی عطا کرتی ہے جب تک کہ خدا کی عنایت نہ ہو کوئی بھی شخص ہدایت نہیں پا سکتا۔ اسے نہ حقیقت کا علم ہو سکتا ہے اور نہ وہ حقیقت کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال ہی سکتا ہے۔ آدمی کو ہدایت کے لئے

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَجِلُّوا اللّٰہَ یَغْفِرْ لَکُمْ ———— احمد، طبرانی

"ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی

خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اُسی کے دکھائے ہوئے راستے پر چلنے کو اپنا اولین فرض سمجھنا چاہیئے۔

۱۰ آدمی کو جو کچھ حاصل ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ آدمی کو اسی کے آگے ہاتھ پھیلانا چاہیئے۔ اس کے سوا کسی اور کو اپنا داتا اور مشکل کشا سمجھنا ظلم ہے۔

۱۱ یعنی اللہ بے نیاز ہے۔ اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ وہ عظیم اور زبردست قدرت کا مالک ہے۔ کسی کی سرکشی اور نافرمانی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ جود و کرم سے اس کے یہاں کچھ بھی کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ بزرگی اور عظمت والا ہے۔ اس کی عظمت اور بزرگی کا انحصار کسی کے منوانے نہ ماننے پر نہیں ہے۔

۱۲ یہاں جس لفظ کا ترجمہ بے نیاز و مرجع کل کیا گیا ہے۔ وہ صمدؔ ہے۔ صمد کے بنیادی معنی چٹان کے ہیں دشمن کے حملے کے موقع پر چٹان کی پناہ لی جاتی تھی۔ زبور وغیرہ کتابوں میں بھی خدا کو "چٹان" اور "مدد کی چٹان" کہا گیا ہے مثال کے طور پر دیکھئے زبور ۱۹: ۲ ؛ ۶۲: ۲، ۶ ؛ ۷۱: ۳ ؛ ۹۴: ۲۲۔ اس سردار کو بھی صمد کہتے ہیں جس کے اوپر کوئی اور سردار نہ ہو، اپنی ضرورتوں کو لے کر جس کی طرف سب دوڑتے ہوں۔ اور وہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کہیں نہ جاتا ہو۔ اللہ کو صمد کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بے نیاز ہے۔ دوسرے سب اس کے محتاج ہیں۔ اُسے کسی مددگار اور معاون کی ضرورت نہیں لیکن وہ خود سب کا حامی اور مددگار اور پناہ گاہ ہے۔ انسان کی نگاہ اٹھنی چاہیے تو اُسی کی طرف اٹھنی چاہئے۔ پکارنا چاہیے تو اُسے ہی اور دوڑنا چاہیئے تو اُسی کی طرف۔

۱۳ یعنی کچھ کرنے کے لئے اسے ساز ۔۔ اسباب کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کوئی بھی کام اُس کے لئے مشکل نہیں۔ وہ قادر مطلق ہے۔ جو بات بھی کہہ دے وہ ہو جاتی ہے (قرآن ۲: ۱۱۶، ۱۱۷، ۳: ۶) سلسلۂ اسباب و علل کو اس کے حکم کا انتظار رہتا ہے۔ اُسے کسی کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ ہر چیز کا انتہائی سبب خود اس کی ذات پاک ہے۔

Marfat.com

تعظیم و احترام کرو وہ نہیں بخشے گا۔[۱۷]"

۱۱ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ خَطِيْبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَالَ: قُمْ، اَوْ قَالَ اِذْهَبْ بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ ـــــــ ابوداؤد

"عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ ایک خطیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ دیا اس نے (خطبہ کے دوران میں) کہا جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ وہ راہ راست پر رہا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی . . . اس پر آپ نے فرمایا: کھڑا ہوجا یا فرمایا: چلا جا۔ تو بہت برا خطیب ہے[۱۸]۔"

۱۲۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ كُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ وَكُلُّ نِسَائِكُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِيْ وَجَارِيَتِيْ وَفَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ ـــــــ مسلم

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی (اپنے غلام اور لونڈی کو) میرا غلام اور میری لونڈی نہ کہے۔ تم سب خدا کے بندے اور ساری

---

[۱۷] یعنی اس کی عظمت و بزرگی کا ہر وقت خیال کرو۔ تمہاری پیشانی اس کے آگے جھکی ہوئی ہو اپنی زندگی میں ہمیشہ اس کے احکام و ہدایات کا خیال رکھو۔ وہ بھی تمہاری خطاؤں کو بخشے گا اور تم پر اس کی نظرِ عنایت ہوگی۔

[۱۸] ان دونوں کی نافرمانی کی، یعنی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ خطیب نے خدا اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جوڑ دیا۔ اس میں ایک طرح کی مساوات کی بو آتی ہے حضورؐ اس کے روادار نہ ہوتے کہ خدا کی عظمت کے سلسلے میں معمولی فروگذاشت بھی ہو۔ آپؐ نے خطیب کو سختی کے ساتھ ٹوکا کہ خدا کی عظمت کا پورے طور پر لحاظ رکھے۔ مسلم کی ایک روایت ہے کہ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا۔ بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ قُلْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ "تو برا خطیب ہے۔ تجھے یوں کہنا چاہیے تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔" یعنی تجھے خدا اور رسول کا الگ الگ ذکر کرنا چاہیے تھا۔ توحید کا نقش اور خدا کی عظمت اگر دل میں قائم ہو جائے تو ضمیر کی اس طرح کی شرکت قابلِ اغماض ہو سکتی ہے لیکن کبھی قائل اور مخاطبین کے حالات کا تقاضا ہوتا ہے کہ ذرا سی فروگذاشت کو بھی گوارا نہ کیا جائے۔

Marfat.com

عورتیں خدا کی لونڈیاں ہیں، بلکہ یوں کہے کہ میرا خادم اور میری خادمہ اور میرا لڑکا اور میری لڑکی۔ اور نہ کوئی غلام (اپنے آقا کو) رَبّی (میرے رب!) کہے بلکہ سیّدی (میرے سردار) کہے[۱۲]

۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَذَفْتُهُ فِی النَّارِ ـــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے۔ جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑے گا میں اُسے دوزخ کی آگ میں داخل کر دوں گا۔" ایک روایت میں ہے: "میں اُسے (دوزخ کی) آگ میں پھینک دوں گا[۱۳]۔"

۱۴۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُهٗ کَیْفَ

---

[۱۲] مطلب یہ ہے کہ آدمی کو ہر حالت میں اپنی عبدیت اور خدا کی ربوبیت اور بزرگی کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کوئی ایسی بات زبان پر نہیں آنی چاہیے جو بندے کو زیب نہ دیتی ہو یا جو خدا کی عظمت اور آقائی کے احساس سے خالی ہو۔

[۱۳] ایک روایت میں "اَلْعَظَمَةُ اِزَارِیْ" کے بجائے "اَلْعِزُّ اِزَارِیْ" کے الفاظ آئے ہیں یعنی عزت میرا تہبند ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح چادر اور تہبند آدمی کے لباس ہوتے ہیں۔ یہ کوئی پسند نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص اس کے لباس کو اس سے چھین لے۔ اسی طرح بڑائی اور کبریائی اور عظمت و عزت خدا کے لئے ذاتی لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں اپنی کبریائی اور عظمت و عزت کا دعویدار بنتا ہے وہ درحقیقت اپنی اصل حقیقت کو بھلا کر اپنے کو خدائی کا حقدار سمجھتا ہے وہ شاید اس بات کو نہیں جانتا کہ عظمت اور بڑائی صرف خدا کی ذات کے لئے ہے۔ بندے کو جو چیز زیب دیتی ہے وہ عبودیت، خاکساری اور تواضع ہے۔ کبر و نخوت اور اپنے بڑے ہونے کا زعم آدمی کے لئے ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ ــــــــــ مسلم

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے تمام قلوب خدائے رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا رہتا ہے"۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: "خدایا دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے[1]"۔

غیرتِ حق

۱۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ: قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِىْ لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرُ مُصْفِحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللّٰهِ اَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّىْ وَمِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ

---

[1] آدمی کے ظاہر ہی پر نہیں اس کے باطن اور اس کی قلبی حرکات اور کیفیات پر بھی خدا کا مکمل قبضہ ہے ۔ وہ جس طرف چاہتا ہے آدمی کے دل کو پھیر دیتا ہے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جن کے دل گناہ اور ظلم و سرکشی کی طرف جھکے ہوئے ہوں اور جن کے دل میں بھلائی اور نیکی کے لئے کوئی جگہ نہ ہو اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے دل خدا کی طاعت اور بندگی کی طرف راغب ہوں۔ خدا ان ہی لوگوں کو اپنی اطاعت و بندگی اور محبت کی توفیق بخشتا ہے جو اپنے اندر اس کی طلب رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں حق و ناحق، حسن و قبح اور بھلائی و برائی کی کوئی پرواہ نہیں خدا بھی ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ ایسے لوگوں کو ہلاکت کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ دعا کہ خدایا! میرے دل کو اپنی اطاعت اور بندگی کی طرف پھیر، اس بات کا ثبوت ہے کہ بندہ طاعت و بندگی کی راہ پر چلنا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کو خدا لازماً اپنی رضا و خوشنودی کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَالْمُبَشِّرِيْنَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ الْجَنَّةَ۔ ——— بخاری

"مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی مرد کو اپنی عورت کے ساتھ (ناروا حالت میں) دیکھ لوں تو تلوار سے اس کے ٹکڑے کر ڈالوں، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ بخدا میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بڑھ کر غیرت والا ہے، اسی لئے اُس نے تمام بے حیائی اور بے غیرتی کی باتوں کو خواہ کھلی ہوں یا چھپی حرام کر دیا[۱]۔ اسی طرح اللہ سے زیادہ یہ بات کسی کو پسند نہیں کہ اتمام حجت ہو اسی لئے اس نے (عذاب جہنم سے) ڈرانے والے اور (جنت کی) خوشخبری دینے والے (انبیاء) بھیجے[۲] اور اللہ سے بڑھ حمد و ثنا بھی کسی کو پسند نہیں ہے اسی لئے اُس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے[۳]"

---

[۱] جس طرح انسان کی غیرت اس کو برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص اس کی بیوی پر دست درازی کرے اور اُس کی بیوی میں اس کا شریک ہو۔ اسی طرح اللہ کی غیرت کو بھی یہ گوارا نہیں کہ اس کے بندے ان کاموں میں مبتلا ہوں جو بے غیرتی اور بے حیائی کے کام ہیں، اسی لئے اللہ نے چھپے کھلے تمام بُرائی اور بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے۔ زنا اور بدکاری کی طرح اللہ کو یہ بات بھی مبغوض ہے کہ کوئی اس کی بندگی اور عبادت میں کسی اور کو شریک ٹھہرائے۔ خدا انتہائی غیور ہے۔ شرک کو وہ کسی قیمت پر گوارا نہیں کر سکتا۔

[۲] یعنی اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اُس کے بندے لاعلمی میں اُس کے غضب کے شکار ہوں اسی لئے اُس نے نبیوں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو باخبر کر دیں کہ انہیں کیا چیز اختیار کرنی ہے اور کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔

[۳] یعنی اللہ کو یہ بات بے حد محبوب ہے کہ اس کے بندے اس کی حمد و ثنا میں لگے رہیں۔ اُس کی تحمید و تسبیح ہی زندگی کا حاصل ہے اور اسی پر جنت کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ـــــ بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ کوئی مومن ایسا کام کرے جسے اللہ نے حرام کیا ہو (اللہ کو وہ بُرا معلوم ہوتا ہے)۔"

۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ ـــــ بخاری

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمتِ محمد! بخدا اللہ سے زیادہ کوئی اس بات کی غیرت نہیں رکھتا کہ اس کا غلام یا اس کی لونڈی زنا کرے[۴]۔"

۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ هُوَ لِلَّذِي عَمِلَهُ ـــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں۔ جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر لیتا ہے تو میں اُسے اور اس کے شرک کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ایسے عمل سے بیزار ہوں، وہ عمل اُسی کے لئے ہے جس کے لئے اُس نے کیا ہے[۵]۔

---

[۴] یعنی زنا اور حرام چیزوں کا ارتکاب خدا کی غیرت کو کسی طرح بھی پسند نہیں۔

[۵] یعنی غیرتِ الٰہی اس کو کبھی پسند نہیں کر سکتی کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے جبکہ کوئی اس کا ہمسر اور ہم پلہ نہیں ہے۔ جو بھی ہے اس کا بندہ اور اس کی مخلوق ہے۔ پھر کسی بھی حیثیت سے کوئی اس کا شریک کیسے قرار پا سکتا ہے

Marfat.com

۵۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ ـــــــ ابوداؤد، نسائی

"ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل صرف اس عمل کو شرفِ قبولیت عطا کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو اور جس کے ذریعہ اس کی خوشنودی چاہی گئی ہو۔"

۶۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ـــــــ رواہ مالک مرسلاً

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدایا میری قبر کو بُت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جانے لگے[۱]۔ خدا کا غضب ان لوگوں پر بھڑک

خدا کو بندوں سے خالص اور بے آمیز طاعت و بندگی مطلوب ہے۔ جس عبادت میں شرک کی آمیزش ہو یا جس عمل میں غیرِ خدا کی رضا اور خوشنودی بھی پیشِ نظر ہو وہ خدا کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کرسکتا۔ قرآن میں (سورۃ النور ۳) شرک کرنے والے مردوں اور عورتوں اور زنا کرنے والے مردوں اور عورتوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ توریت اور انجیل میں شرک کو واضح الفاظ میں متعدد جگہوں پر زنا اور بدکاری سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے: خروج ۲۰: ۳-۷، ۳۴: ۱۴-۱۶، احبار ۲۰: ۵-۶، استثنا ۵: ۸-۱۰، یسعیاہ ۵۷: ۳-۹، یرمیاہ ۲: ۵-۲۸، ۳: ۱-۹۔ شرک اور زنا میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ شرک بھی زنا ہی کی طرح نہایت گھناؤنی حرکت ہے۔ اسی لئے قرآن میں شرک کو "رجس" یعنی ناپاکی اور مشرک کو "نجس" (ناپاک) کہا گیا ہے۔ شرک کا ارتکاب کرنے والا اس بلندی اور عزت کے مقام سے جو اللہ نے اُسے عطا کیا تھا، گر جاتا ہے۔ اس کی عبرتناک حالت قرآن کے الفاظ میں یہ بیان ہوئی ہے کہ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (الحج ۳۱) "اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر خواہ اسے چڑیاں اچک لے جائیں یا ہوا اُسے دور دراز مقام پر لے جاکر پھینک دے۔"

[۱] یعنی ایسا نہ ہو کہ میرے بعد لوگ میری قبر کی پرستش میں لگ جائیں۔

اٹھا ہے جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔"[۷]

۷۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ـــــــ ترمذی

• ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔"[۸]

۸۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعِزُّ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ شَيْئًا مِّنْهُمَا عَذَّبْتُهٗ ـــــــ مسلم، ابوداؤد

• ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عزت میرا ازار ہے۔ جو شخص ان میں سے کچھ چھیننا چاہے گا میں اُسے عذاب دوں گا۔"[۹]

---

[۷] عبادت اور پرستش خدا کے سوا کسی کی بھی جائز نہیں ہے۔ یہ خدا ہی کا حق ہے کہ اُسے اپنا معبود اور الٰہ بنایا جائے اور اُس کی عبادت اور پرستش کی جائے۔ جو شخص غیر خدا کی پرستش اور عبادت کرتا ہے وہ درحقیقت خدا کی غیرت کو چیلنج کرتا ہے ایسا شخص خدا کے غضب سے کیسے بچ سکتا ہے۔ پچھلی قومیں جب شرک کے مرض میں مبتلا ہوئیں اور انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے نبیوں کو اپنا معبود بنا لیا اور ان کے مزاروں کو سجدہ گاہ قرار دے لیا تو وہ خدا کے غضب سے نہیں بچ سکیں۔

[۸] قسم اس کی کھائی جاتی ہے جس کی دل میں غیر معمولی عظمت ہو۔ غیر اللہ کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل سے اُسے خدا کے برابر مقام دینا چاہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ قسم کھانے کی عادت کو دین میں پسند نہیں کیا گیا ہے۔ بار بار اور بلا خاص ضرورت کے قسم کھا کر آدمی قسم اور جس کی قسم کھاتا ہے۔ اس کی وقعت گھٹاتا ہے۔ اگر کسی مجبوری سے قسم کھانی ہی پڑے تو آدمی کو صرف خدا کی ذات و صفات کی قسم کھانی چاہیے کسی اور کی قسم ہرگز نہیں کھانی چاہیے مکہ کے لوگوں، خاص طور پر اہل قریش کی عادت تھی کہ وہ اپنے باپ دادا کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرکت سے منع فرمایا

[۹] مطلب یہ ہے کہ عزت، بڑائی اور بزرگی درحقیقت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ بندہ کو جو چیز زیب دیتی ہے

Marfat.com

۹۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَأَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللّٰهُ تَعَالٰى فَأَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ وَأَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبَغْيِ وَالْفَخْرِ۔ (ابوداؤد، نسائی)

"جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض غیرت اللہ کو پسند ہے اور بعض پسند نہیں ہے۔ جس غیرت کو اللہ پسند کرتا ہے وہ شک کے موقع کی غیرت ہے[10] اور جو غیرت اللہ کو پسند نہیں وہ غیر شک کے موقع کی غیرت ہے[11]۔ اور کچھ اترانا اللہ کو پسند نہیں اور کچھ اللہ کو پسند ہے جو اترانا اللہ کو پسند ہے وہ آدمی کا جنگ کے موقعہ پر اور صدقہ کرنے کے وقت کا اترانا ہے[12] اور جو اترانا اللہ کو پسند نہیں وہ اس کا ظلم و سرکشی اور فخر میں اترانا ہے۔"

وہ بندگی اور عجز و نیاز ہے نہ کہ اپنی بڑائی اور کبریائی کا دعویٰ۔ ایسے شخص کے لئے خدا کے یہاں ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔ تاکہ وہ اپنے کبر و نخوت کا مزہ چکھ لے۔

[10] یعنی جہاں بدکاری کا شبہ ہوتا ہو وہاں آدمی کو غیرت اور اپنی عزت کا خیال ہونا چاہئے ایسی غیرت اللہ کو بے حد محبوب ہے۔

[11] یعنی جہاں بدکاری یا بے حیائی کے ارتکاب کا شبہ نہ ہو وہاں اپنے غیرت دار ہونے کا مظاہرہ کرنا بدگمانی اور معاشرتی اصول کے منافی ہے۔ اس لئے اسے اللہ کبھی پسند نہیں کر سکتا۔

[12] اسلامی جنگ کے موقع پر اترانا اور فخر کرنا درحقیقت اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے اس سے مجاہدین کا حوصلہ بڑھتا ہے اور دشمن پر ان کا رعب طاری ہوتا ہے۔ صدقہ کے وقت کا فخر آدمی کے ظرف کو کشادہ کرتا ہے اور اسے تنگدلی سے نجات دیتا ہے اور اس سے دوسروں میں بھی صدقہ کرنے کا جوش ابھرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اترانے کی چیز اگر ہے تو وہ ہے دشمن کے مقابلہ میں شجاعت اور پامردی دکھانا اور خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا یا اسی طرح کے دوسرے نیک کام۔ ایسے کام جن کے پیچھے

Marfat.com

خدا کے حقوق:

۱۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُ اِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ! فَقُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ! ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ! قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ! قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ! قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعِبَادِ؟ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ! قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ! قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ؟ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ۔

——— بخاری/مسلم

"حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپؐ کے درمیان کجاوہ کا صرف پچھلا حصہ تھا، آپؐ نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک۔ پھر کچھ دیر چلے، پھر فرمایا، اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہؐ وسعدیک۔ پھر کچھ دیر چلے۔ پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ و سعدیک۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ عزّوجل کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر

خود غرضی اور خود پسندی کے سوا اور کوئی جذبہ کام نہ کر رہا ہو قابل فخر ہونے کے بجائے باعث عار ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بد ذوقی اور جہالت کے سبب آدمی اس کو محسوس نہ کر سکے۔

Marfat.com

یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ پھر کچھ چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک، فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جبکہ وہ ایسا کریں؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ علم رکھتے ہیں۔ فرمایا، یہ کہ وہ انہیں عذاب نہ دے[1]۔"

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ اَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ كُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ اَرَدْتُ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ آدَمَ اَنْ لَا تُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ ——— بخاری، مسلم

---

[1] حضرت معاذؓ کو حضورؐ نے تین بار اس لئے پکارا تاکہ وہ پوری طرح متوجہ ہو جائیں آپؐ نے جو باتیں فرمائی ہیں ان کا تقاضا بھی ہے کہ انہیں توجہ سے سنا جائے۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ اللہ کا یہ حق ہے کہ بندے اسی کی بندگی اختیار کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں صرف ایک خدا کے ہو کر رہیں۔ جب وہ اللہ ہی کے بندے اور غلام ہیں تو پھر انہیں اپنی پوری زندگی اللہ ہی کی بندگی میں گزارنی چاہیے۔ نہ انہیں اپنی خواہشات کی بندگی کرنی چاہیے اور نہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی آقائی تسلیم کرنی چاہیے اور نہ کسی دیوی دیوتا کے آستانے پر سر نیاز خم کرنا چاہیے وہ ایک خدا کے بندے ہیں۔ انہیں ایک ہی کی بندگی کرنی چاہیے۔ اللہ کی طاعت و بندگی درحقیقت ہماری فطرت کا عین تقاضا ہے۔ فطری تقاضوں کی تکمیل ہی سے حقیقی لطف و راحت کا حصول بھی ممکن ہے۔ اس طرح خدا کی بندگی کوئی بے لطف مصروفیت نہیں رہتی بلکہ وہ سرمایۂ سکون و راحت قرار پاتی ہے۔

بندہ اگر اللہ کے حق کو نہیں بھولتا تو اس کا خدا بھی اسے ضائع نہیں ہونے دے گا وہ اسے دائمی ہلاکت اور عذاب جہنم سے یقیناً بچائے گا جو ان لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے جو خدا کے سرکش اور نافرمان بندے ہیں۔

روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت دیدوں؟ آپؐ نے فرمایا: "نہیں، ان کو بشارت نہ دو۔ کیونکہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے"۔ یعنی عام لوگ اس غلط فہمی میں پڑ سکتے ہیں کہ نجات کے لئے زبان سے توحید کا اقرار کافی ہے۔

Marfat.com

"حضرت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز، اس دوزخی شخص سے جو کم سے کم عذاب میں مبتلا ہوگا دریافت فرمائے گا: کیا اس عذاب سے بچنے کے لئے اگر تیرے ہاتھ میں زمین کی تمام چیزیں ہوتیں تو دے دیتا؟ وہ کہے گا: ہاں میرے پاس جو کچھ بھی ہوتا نجات حاصل کرنے کے لئے دے ڈالتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تو تجھ سے اس سے بہت ہلکی چیز چاہی تھی جبکہ تو آدم کی پشت میں تھا وہ یہ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا لیکن تو نہ مانا اور میرے ساتھ شرک کیا۔"[1]

۳۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنِّیْ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ فِیْ نَبَاٍ عَظِيْمٍ اَخْلُقُ وَيُعْبَدُ غَيْرِیْ وَاَرْزُقُ وَيُشْكَرُ غَيْرِیْ.

______ بیہقی فی شعب الایمان

"ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میرا اور گروہ جن و انس کا معاملہ ایک بھاری بات بن چکا ہے۔ پیدا میں کرتا ہوں اور وہ عبادت میرے سوا دوسرے کی کرتا ہے۔ رزق میں دیتا ہوں اور شکر میرے سوا دوسرے کا ادا کرتا ہے۔"[2]

۴۔ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

---

[1] یعنی میں نے تجھ سے ایک ایسی چیز طلب کی تھی جو بالکل فطری اور آسان تھی۔ میں نے تجھ سے یہ مطالبہ کیا تھا تو صرف مجھے اپنا معبود اور الٰہ سمجھنا۔ اپنی زندگی میں کسی کو وہ مقام نہ دینا جو مقام تنہا میرا ہے۔ لیکن تو نے اس مطالبہ کو نظر انداز کر کے بدترین خیانت کی۔ میرے ساتھ تو نے غیروں کی بھی پرستش شروع کر دی اور خدائی اور الوہیت کو قابل تقسیم چیز قرار دے کر ظلم عظیم کا ارتکاب کیا۔

[2] یعنی یہ کتنی عجیب بات ہے کہ لوگوں کو وجود بخشنے والا تو کوئی ہو اور وہ عبادت کسی اور کی کرنے لگیں، روزی تو انہیں کوئی دے رہا ہو اور وہ شکر گزار دوسروں کے ہوں۔ آخر اس سے بڑھ کر وحشتناک حادثہ کیا ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

يَا ابْنَ آدَمَ ثَلَاثَةٌ فَوَاحِدَةٌ لِي وَوَاحِدَةٌ لَكَ وَوَاحِدَةٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَأَمَّا الَّتِي لِي فَتَعْبُدُنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا وَأَمَّا الَّتِي لَكَ فَمَا عَمِلْتَ مِنْ عَمَلٍ جَزَيْتُكَ بِهِ فَإِنْ أَغْفِرْ فَأَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَمَّا الَّتِي بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَعَلَيْكَ الدُّعَاءُ وَالْمَسْأَلَةُ وَعَلَيَّ الْإِجَابَةُ وَالْعَطَاءُ ——— طبرانی فی الکبیر

"حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ابن آدم! تین باتیں ایسی ہیں جن میں سے ایک کا تعلق تو صرف میرے ساتھ ہے اور ایک کا تعلق تیرے ساتھ ہے اور ایک بات ایسی ہے جو میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے جس بات کا تعلق میرے ساتھ ہے وہ یہ ہے کہ میری عبادت کر اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر جس بات کا تعلق تیرے ساتھ ہے وہ یہ ہے کہ تو جو عمل کرے اس کا میں تجھے بدلہ دوں اور اگر میں بخش دوں تو میں مغفرت کرنے والا اور مہربان ہوں۔ اور جو چیز میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تیرا کام دعا کرنا اور مانگنا ہے اور میرا کام دعا کو قبول کرنا اور سوال کا پورا کر دینا ہے[1]۔"

---

[1] مطلب یہ ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کے درمیان جو رشتہ اور تعلق ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ بندے صرف اس کی عبادت اور پرستش کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں۔ وہ خدا ہی کو پکاریں۔ اسی کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں اور خدا کا کام یہ ہے کہ وہ ان کی پکار کو سنے۔ ان کی نیازمندیوں کو قبول فرمائے اور ان کی درخواستوں کو شرف قبولیت بخشے۔ یہ لوگوں کی بدترین گمراہی اور خیانت ہے کہ وہ خدا کے حقوق کو نہیں پہچانتے اور اپنی ساری نیازمندیاں اور عقیدتیں ان شخصیتوں پر نثار کرتے ہیں جو فی الواقع اس کی مستحق نہیں ہوتیں۔ وہ اپنی امیدیں ان جھوٹے معبودوں سے وابستہ رکھتے ہیں جو خود ان کے اپنے گھڑے ہوئے ہوتے ہیں جن کے ہاتھ میں نہ لوگوں کا نفع ہوتا ہے اور نہ نقصان۔ جو خدا کے سامنے عاجز اور محتاج محض ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ــــــــ ابوداؤد

"حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب محبت ہے جو اللہ کی راہ میں ہو اور وہ بغض و عداوت ہے جو اللہ کی راہ میں ہو"[1]

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ ــــــــ احمد

"ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کسی بندے نے اللہ کے لئے کسی بندے سے محبت کی۔ اُس نے اپنے رب عزّوجل کی توقیر و تعظیم کی"[2]

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ: اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ، اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ ــــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں، آج میں اُن پر اپنا سایہ کروں گا۔ آج میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں"[3]

---

[1] یعنی اللہ کا بندے پر ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی محبت اور بغض و عداوت صرف خدا کے لئے ہو۔ وہ جس سے محبت کرے خدا ہی کے لئے کرے اور اگر کسی سے اُسے نفرت اور بغض ہو تو اس کی وجہ کوئی ذاتی رقابت اور پرخاش نہ ہو بلکہ اس کی نفرت بھی خدا ہی کیلئے ہو۔

[2] یعنی خدا کی عظمت اور بزرگی کا تقاضا ہوتا ہے کہ آدمی کو اللہ کے نیک بندوں سے محبت و الفت ہو۔

[3] یعنی وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں میرے حق کو پہچانا آج کے دن انہیں ان کی وفاداری کا پورا بدلہ ملا

Marfat.com

۸- وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ـــــ ابوداؤد، ترمذی

"ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے محبت کی خدا کے لئے بغض رکھا خدا کے لئے، دیا خدا کے لئے اور روکا خدا کے لئے اس نے ایمان کو کامل کرلیا۔"[ف]

۹- وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی؟ قَالَ قَائِلٌ: اَلصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ، وَقَالَ قَائِلٌ: اَلْجِھَادُ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ـــــ احمد، داؤد

"حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر محبوب ہے؟ کہنے

جائیگا۔ آج انہیں میرا سایہ حاصل ہوگا۔ میرے سایۂ رحمت کے سوا آج کوئی سایہ نہیں ہے۔ میرے سوا آج کوئی جائے پناہ نہیں ہے آج ان پر میری نوازشوں کی بارش ہوگی دنیا میں جنکی دوستی کی بنیاد میری عظمت اور محبت کے سوا کچھ نہ تھی۔ وہ نہ خود پرستی کے مرض میں مبتلا تھے اور نہ کسی اور چیز کے پرستار تھے۔ وہ صرف میرے پرستار تھے۔ انہیں جس چیز نے باہم جوڑا تھا وہ میری عظمت اور بزرگی کا احساس تھا۔ بے لوث اور سچی محبت وہی ہے جو خدا کے لئے ہو۔ خدا پاکیزگی کی انتہا ہے جس دوستی میں خدا کی مرضی اور اسکی عظمت اور بزرگی کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو حقیقت کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت اور قدر وقیمت نہیں ہے۔

ف یعنی سچائی کے ایمان ویقین کا تقاضا ہے کہ اس کا سب کچھ خدا کے لئے ہو جائے اور اسکے سارے ہی معاملات مرضیات الٰہی کے تابع ہو جائیں۔ وہ کسی سے دوستی کرے تو خدا کے لئے کرے کسی سے اسکی دشمنی ہو تو اس کے پیچھے بھی خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ کام کرتا ہو کسی کو کچھ دے تو خدا کے لئے دے اور نہ دے تو یہ نہ دینا اور ہاتھ روک لینا بھی خدا کے لئے ہو۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو جائے نہ آدمی کا ایمان کامل ہو سکتا ہے اور نہ وہ حق و انصاف پر قائم رہ سکتا ہے۔ آدمی کا سب کچھ اگر خدا کی مرضی کے تابع ہو جائے تو وہ نہ تو کسی پر ظلم و زیادتی کر سکتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ ناانصافی کا

Marfat.com

والے نے کہا: نماز اور زکوٰۃ، اور کہنے والے نے کہا: جہاد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب تر عمل ہے خدا کے لئے محبت کرنا اور خدا کے لئے بغض رکھنا[۹]۔

۱۰۔ وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ، وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ، وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ ——— موطا، امام مالک

"حضرت معاذؓ بن جبل کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں، اور میرے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے والوں، اور میرے لئے ایک دوسرے کی ملاقات کرنے والوں، اور میرے لئے ایک دوسرے پر فیاضانہ خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی[۱۰]۔"

۱۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَبُّکُمْ: اَنَا اَھْلٌ اَنْ اُتَّقٰی فَلَا یُشْرَکُ بِیْ غَیْرِیْ وَاَنَا اَھْلٌ لِمَنِ اتَّقٰی اَنْ یُشْرِکَ بِیْ اَنْ اَغْفِرَلَہٗ ـــ ابن ماجہ

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت: ھُوَ اَھْلُ

رویہ اختیار کر سکتا ہے اور نہ کسی حق و انصاف کے مطالبات کو وہ کبھی نظر انداز کر سکتا ہے۔ ترمذی میں یہ حدیث معاذ بن انسؓ سے مروی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: فَقَدِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانَہٗ "اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔"

[۹] ابوداؤد میں صرف آخر کے الفاظ روایت کئے گئے ہیں۔

[۱۰] یعنی جو لوگ میری ہی خوشنودی اور رضا کے لئے باہم ملتے جلتے اور ایک دوسرے پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، میں اُن سے لازمی طور محبت کرتا ہوں، میرے یہ بندے میری عنایات سے محروم نہیں رہیں گے۔

Marfat.com

اَلتَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہ اس لائق ہے کہ اس کا ڈر رکھا جائے اور اس لائق ہے کہ مغفرت فرمائے) کے بارے میں فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے رب کا ارشاد ہے: میں اس لائق ہوں کہ میرا ڈر رکھا جائے اور میرے ساتھ میرے غیر کو شریک نہ کیا جائے اور میں اس لائق ہوں کہ جو شخص اس سے بچا کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے میں اُس کی مغفرت کر دوں[لله]۔"

۱۲- وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اَمَرْتُكُمْ فَضَيَّعْتُمْ مَا عَهِدْتُ اِلَيْكُمْ فِيْهِ وَرَفَعْتُمْ اَنْسَابَكُمْ فَالْيَوْمَ اَرْفَعُ نَسَبِیْ وَاُضَيِّعُ اَنْسَابَكُمْ اَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ـــــــ بیہقی فی شعب الایمان

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ارشاد فرمائے گا: میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو تم نے ان احکام کو ضائع کر دیا جو میں نے تمہیں دیئے تھے اور اپنے انساب کو اوپر اٹھایا، آج میں اپنے نسب کو بلند کروں گا اور تمہارے انساب کو ضائع کر دوں گا۔ کہاں ہیں متقی لوگ؟ بلاشبہ خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو[لله]۔"

[لله] یعنی جس شخص نے میرے حق کو پہچانا مجھ سے ڈرتا رہا اور کفر و شرک کی آلودگی سے اپنے دامن کو بچایا میں اُسے نجات بخشوں گا اور جہنم کے عذاب سے اُسے محفوظ رکھوں گا۔

[لله] یعنی آج میں تمہارے سارے نسلی و قومی غرور کو خاک میں ملا دوں گا جس کی بنا پر تم زمین میں اکڑتے پھرتے تھے اور دوسروں کو ذلیل سمجھتے اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ آج تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ بڑائی اور بزرگی کس کے لئے ہے اور آج تم یہ بھی جان لو گے کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا کے حق کو پہچانتا اور اپنے دل میں اُس کا خوف رکھتا ہو۔

Marfat.com

۱۳۔ وَعَنْ اَبِي مُوسٰىؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرَ الْغَالِي فِيْهِ وَلَا الْجَافِي عَنْهُ وَ اِكْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ ——— ابوداؤد، بیہقی فی شعب الایمان

"ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے مسلمان کی عزت و اکرام، اس حامل قرآن کا اکرام جو قرآن کے الفاظ و معانی میں غلو اور زیادتی کرنے والا نہ ہو اور منصف سلطان کا اکرام و توقیر خدا کی تعظیم میں سے ہے[13]"

۱۴۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِيٌّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنِ الشَّقِيُّ؟ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ مَعْصِيَةً ——— ابن ماجہ

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں بدبخت کے سوا اور کوئی نہ جائے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! بدبخت کون شخص ہوگا؟ فرمایا: جو اللہ کے لئے کوئی طاعت وفرماں برداری کا کام نہ کرے اور اس کے لئے کوئی معصیت و نافرمانی کا کام نہ چھوڑے۔"

---

[13] معلوم ہوا جو شخص بھی عزت و احترام کا مستحق ہے اس کی عزت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے جس کے دل میں ان لوگوں کی قدر نہیں جو فی الواقع عزت و احترام کے مستحق ہیں وہ زندگی کی بنیادی قدروں سے ناآشنا ہے۔ اس کی زندگی ابھی اس احساس و بصیرت سے محروم ہے جس کے سبب آدمی خدا کی تعظیم کرتا اور اس کے جلال و جبروت کے سامنے اپنے کو پست کرتا ہے۔ خدا کی عظمت کے احساس سے اپنے دل کو خالی نہ ہونے دینا اور قابلِ احترام لوگوں کا احترام کرنا حقیقت کی نگاہ میں دو کردار نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ہی کردار ہے۔ اخلاق و کردار کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس میں کسی موقع پر بھی کوئی نقص ظاہر نہ ہو۔

Marfat.com

خدا کی محبت :

ا۔ عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ: اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ ـــــــ بخاری، مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں اُسے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اُسے تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ اُسے جس شخص سے محبت ہو، اللہ ہی کے لئے محبت ہو۔ اور کفر کی طرف پلٹنا اُسے اتنا ہی ناگوار ہو۔ جتنا ناگوار اُسے یہ بات ہے کہ اُس کو آگ میں ڈال دیا جائے[1]۔"

---

[1] ایک روایت کے الفاظ ہیں ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ وَ طَعْمَہٗ: اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا، وَاَنْ یُّحِبَّ فِی اللّٰہِ وَیُبْغِضَ فِی اللّٰہِ وَاَنْ تُوْقَدَ نَارٌ عَظِیْمَۃٌ فَیَقَعَ فِیْھَا اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ اَنْ یُّشْرِکَ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔

بخاری، مسلم

"تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ہوں اُسے ایمان کی حلاوت اور مزہ حاصل ہوگا: یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اُسے تمام ماسوا سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ وہ کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے اور بغض رکھے تو اللہ کے لئے اور یہ کہ بڑی آگ بھڑکائی جائے اور وہ اس میں گرا دیا جائے تو یہ اُسے اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے زیادہ پسند ہو۔"

اللہ کی محبت درحقیقت ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ ۵۔) "اور جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں"۔ ایک دوسری جگہ

۲۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ رضؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ لَہُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا؟ قَالُوْا: حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ ——— بیہقی

"عبدالرحمٰن بن ابی قرادؓ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ آپؐ کے اصحاب آپؐ کے وضو کے پانی کو اپنے جسم پر ملنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ خدا اور اس کے رسول کی محبت کے سبب آپؐ نے فرمایا:

ارشاد ہوا ہے: قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ (التوبہ: ۲۴) "اے نبیؐ! کہہ دو: اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کھرانے کے لوگ اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور کاروبار جنکے ماند پڑ جانے کا تمہیں ڈر ہے اور گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق قوم کو راہ نہیں دکھاتا۔"

اللہ کے وجود کو ماننا اور اُسے ساری دُنیا کا خالق و مالک، حاکم مطاع، فرمانروا اور معبود تسلیم کرنا زندگی کی کسی تلخ حقیقت کا اعتراف نہیں ہے۔ بلکہ یہ اقرار صحیح معنوں میں ہماری زندگی کو بامعنی بناتا اور اُسے کیفیت ولذت اور زندگی کی حقیقی لطافتوں اور رعنائیوں سے آشنا کرتا ہے۔ اہل ایمان سے یہ مطالبہ کہ وہ خدا کو سب سے زیادہ محبوب رکھیں کوئی قاہرانہ مطالبہ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا عظیم محبوبیت کا مالک اور جذبۂ شوق ومحبت کی اصل جائے پناہ ہے۔ اس لئے دنیا کی دوسری تمام محبتیں اس کی محبت کی تابع ہونی چاہئیں نہ کہ اس سے آزاد۔

Marfat.com

جس کو یہ پسند ہو وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھیں اُسے چاہیئے کہ وہ گفتگو کرے تو سچ بولے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت کو ادا کرے اور جو کوئی اس کا ہمسایہ ہو اس کے ساتھ بہترین ہمسائگی کا سلوک کرے"[۱]

۳- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِی ذَرٍّ: یَا اَبَا ذَرٍّ! اَیُّ عُرَی الْاِیْمَانِ اَوْثَقُ؟ قَالَ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ. قَالَ اَلْمُوَالَاۃُ فِی اللّٰہِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔ ——————— بیہقی فی شعب الایمان

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا: اے ابوذر! ایمان کی کونسی شاخ سب سے مضبوط ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اللہ کے لئے آپس میں دوستی رکھنا، اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا"[۲]

---

[۱] مطلب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ آدمی کی زندگی سے اس اخلاق و کردار کا مظاہرہ ہو جو خدا اور خدا کے رسول کو پسند ہو۔ وہ سچا اور امانت دار ہو اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ وہ نہ خدا کے احسانات کو فراموش کرے اور نہ اس کے بندوں کے حقوق کو نظر انداز کرے۔

انجیل میں بھی آیا ہے: "خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے اور دوسرا اس کے مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا دارومدار ہے" متی ۲۲: ۳۷ - ۴۰

ایک دوسری جگہ آیا ہے "تم خداوند اپنے خدا سے محبت رکھو اور اس کی سب راہوں پر چلو اور اس کے حکموں کو مانو اور اس سے لپٹے رہو" استثنا ۱۱: ۲۲ "اپنے سارے دل اور اپنی جان سے اس کی بندگی کرو" استثنا ۱۱: ۱۳

[۲] یوں تو ایمان کے مظاہر اور اس کے تقاضے بہت سے ہیں لیکن اس سلسلہ کی سب سے بنیادی چیز یہ ہے کہ

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَجُلاً کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّ هٰذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمْتَهُ قَالَ: لَا، قَالَ: اَعْلِمْهُ فَلَحِقَهُ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّکَ فِی اللّٰهِ. فَقَالَ: اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهُ ——— ابوداؤد

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا ایک دوسرا شخص آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اس سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اسے بتایا بھی ہے؟[۴] اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: بتادو۔ اس نے اس شخص سے مل کر کہا: میں تم سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، اس نے کہا: جس کے لئے تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ بھی تم سے محبت کرے۔"[۵]

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی۔

آدمی کی دوستی ہو یا دشمنی جو کچھ بھی ہو خدا کے لئے ہو۔ اس کی ساری دلچسپیاں اور سرگرمیاں خدا ہی کے لئے وقف ہوں۔ اس کی پوری زندگی سے خدا طلبی اور محبت الٰہی کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی کو نظر انداز کر کے کوئی کام کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو۔ جو کام خدا کے لئے ہوگا وہ لازماً مبنی برانصاف ہوگا۔ جو دوستی خدا کے لئے ہوگی وہ لازماً انہی لوگوں سے ہوگی جو فی الواقع دوستی کے مستحق ہوں گے۔ جو نیک اور خدا ترس ہوں گے۔ اسی طرح خدا کے لئے دشمنی اور مخالفت بھی انہی لوگوں سے ہوگی جو خدا سے پھرے ہوئے سرکش اور ظالم ہوں گے۔ جو زمین میں فتنہ و فساد پھیلاتے اور بندگان خدا کو راہ راست سے بھٹکاتے ہیں۔

[۴] اس انس و محبت سے جو آدمی کسی کے لئے اپنے اندر پاتا ہو اس کو مطلع کرنے سے دوستی و محبت زیادہ پائدار اور مضبوط ہو جاتی ہے اور طرفین میں نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔ لوگوں میں باہم اچھے تعلقات ہوں دین میں یہ حد درجہ پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ دین کے دوسرے مقاصد کے حصول میں بھی یہ چیز نہایت معاون ہوتی ہے۔ ایک پائدار اور مثالی سماج اسی وقت وجود میں آسکتا ہے جبکہ اس کے افراد میں باہم یگانگت پائی جاتی ہو۔ اور وہ ایک دوسرے سے الفت و محبت رکھتے ہوں۔

[۵] یعنی جس طرح تم مجھ سے خدا کے لئے محبت کرتے ہو، خدا بھی تمہیں عزیز و محبوب رکھے۔ تمہارا شمار خدا کے پسندیدہ اور محبوب بندوں میں ہو۔

Marfat.com

إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَيَقُولُ إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ ——— مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر جبریلؑ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کیلئے زمین (والوں کے دلوں) میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو۔ پھر جبریلؑ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور آسمان والوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ کو فلاں شخص سے بغض ہے۔ تم بھی اس سے بغض رکھو۔ پس وہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین (والوں کے دلوں) میں بغض رکھ دیا جاتا ہے۔"[1]

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اللہ جس بندے کو محبوب رکھتا ہے اُسے آسمان و زمین سب میں محبوب بنا دیتا ہے۔ حضرت جبریلؑ جیسے بزرگ فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ عالم بالا میں اس کی محبوبیت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ زمین پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ زمین میں اس کا وجود ایک روشن ستارے کی مانند ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں کو موہ لیتا ہے۔ اس کے بڑے سے بڑے دشمن بھی اسکی محبوبیت کو چھین نہیں سکتے جبکہ اسکی دشمنی پر آمادہ ہوتے ہیں۔ ان کی مخالفت اور دشمنی کے پیچھے کوئی صحیح جذبہ نہیں کام کر رہا ہوتا ہے۔ وہ محض اپنی پستیٔ کردار کے سبب اور محض اپنے دنیوی اغراض و مقاصد کے لئے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ دلوں میں اس کی عظمت کے وہ بھی معترف ہوتے ہیں۔

اس کے برخلاف جس شخص سے اللہ کو اس کی سرکشی اور اس کے بُرے کردار و اعمال کے سبب نفرت ہوتی ہے وہ عالم

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ: لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّهٗ ——— بخاری ومسلم

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سریہ پر بھیجا۔ جب وہ اپنے ساتھ والوں کو نماز پڑھاتے تو اسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر ختم کرتے۔ جب وہ لوگ (سریہ سے) واپس ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کس لئے کرتے تھے؟ جب ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں رحمٰن کا وصف (بیان ہوا) ہے۔ اس کا پڑھنا مجھے محبوب ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں مطلع کردو کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے۔" شہ

میں سبھی کے نزدیک قابلِ نفرت بن جاتا ہے۔ نہ جبریلؑ کو اس سے محبت ہو سکتی ہے اور نہ دوسرے فرشتوں کو اس سے لگاؤ ہو سکتا ہے۔ زمین والوں کی نگاہ میں بھی وہ مبغوض ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی الفت و محبت ہرگز حاصل نہیں۔ جو لوگ اس سے ربط و لگاؤ رکھتے ہیں۔ ان کا لگاؤ محض ظاہری ہوتا ہے وہ اپنے کسی مفاد اور غرض کے پیشِ نظر ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کے دل میں فی الواقع اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔

شہ یعنی سورۂ قل ھو اللہ (سورۂ اخلاص) میں چونکہ خدائے رحمٰن و رحیم کی صفات و کمالات کا ذکر ہے اس لئے یہ سورہ مجھے بے حد محبوب ہے۔ اسی لئے نماز کو میں اسی سورہ پر ختم کرتا ہوں۔

شہ یعنی چونکہ انہیں اللہ سے محبت ہے جس کے سبب سورۂ اخلاص سے انہیں خاص شغف ہے تو انہیں اطلاع دیدو کہ خدا بھی ان سے محبت رکھتا ہے کسی بندہ کے لئے اس سے بڑھ کر شرف کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ ۔۔۔۔۔۔۔ بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں[۹] میرے اپنے عائد کردہ فرض سے بڑھ کر محبوب چیز میرے نزدیک دوسری نہیں ہو سکتی جس کے ذریعہ بندہ میرا قرب حاصل کرے[۱۰] میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے۔

---

۹ یعنی میرے فرماں بردار اور محبوب بندے سے کسی کی دشمنی درحقیقت مجھ سے دشمنی اور بغاوت ہے۔ ایسا شخص درحقیقت مجھ سے جنگ مول لے رہا ہے۔ خدا کی غیرت اسے کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ ایسا شخص انجام کار منہ کی کھائے گا۔ قرآن میں اس طرح کے غضب کا اظہار ان لوگوں پر بھی کیا گیا ہے۔ جو سود خوری سے باز نہ آئیں۔ فرمایا گیا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ۔ "اے ایمان والو! اللہ کا ڈر رکھو اور جو سود (لوگوں پر) باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف جنگ کا (اعلان) ہے" (البقرہ: ۲۷۸-۲۷۹)

۱۰ یعنی سب سے پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن کو میں نے اپنے بندوں کے لئے فرض قرار دیا ہے۔ ان کے ذریعہ بندوں کو ہمارا قرب حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو فرائض خدا نے اپنے بندوں پر عائد کئے ہیں ان کی اصل غرض وغایت

Marfat.com

یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں
تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے
وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا اور حملہ کرتا ہے اور اس کا
پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں
اگر وہ مجھ سے پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں[1] اور جس کام کو میں

خدا کا قرب ہے۔ بندے کی زندگی میں اس قرب کا اظہار مختلف انداز اور مختلف اسالیب میں ہوتا ہے۔ خدا کے مقرب بندوں کو جہاں ایک طرف سیرت کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی حاصل ہوتی ہے وہیں ان کے دل کو وہ سوز و گداز، درد و کیف اور انابت و سکینت کی دولت حاصل ہوتی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی دولتیں ہیچ محض ہیں۔ انہیں وہ حیات حاصل ہوتی ہے جس کا وعدہ قرآن کے ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل: ۹۷) "جس کسی نے اچھا عمل کیا، مرد ہو یا عورت اگر وہ ایمان پر ہے تو ہم اُسے ضرور اچھی زندگی عطا کریں گے۔" اس کی شخصیت کو وہ نور و حیات حاصل ہوتی ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (الانعام: ۱۲۲) "کیا وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اُسے زندہ کیا اور اس کے لئے روشنی کردی جس کو لئے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے، اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہوا ہو اُن سے نکلنے والا ہی نہ ہو" اسی حیات و نور کا اظہار ایمان و اتباع شریعت کی شکل میں بھی ہوتا ہے یہی حیات و نور ہے جس سے اس کی شخصیت جگمگا اٹھتی ہے: نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (التحریم: ۸) "ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا اور ان کے داہنے ہاتھ میں ہوگا۔" ایمان کی صداقت اور سیرت و کردار کی پاکیزگی سے صرف دنیا ہی میں مومن کی زندگی نہیں جگمگا اٹھتی بلکہ آخرت میں بھی اس کے وجود کی روشنی اپنے ماحول کو روشن رکھے گی اور میدانِ حشر سے جنت کی طرف اس کی رہنمائی کرے گی۔

[1] خدا کا مقرب بندہ فرائض اور واجبات سے بھی آگے بڑھ کر خدا کی راہ میں جدوجہد کرتا اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال میں سرگرم رہتا ہے۔ وہ فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی اہتمام کرتا اور زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت و بندگی اور اس کی

Marfat.com

کرنے والا ہوتا ہوں اس میں مجھے تردد نہیں ہوتا ۔ مجھے تردد و تامل اس مومن کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے جسے موت ناگوار ہوتی ہے ۔ مجھے اس کو ایذا پہنچانا پسند نہیں لیکن اس سے کسی حال میں مفر نہیں "[۱]

خدا کا خوف :

۱۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُہَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ـــــ احمد، ترمذی، دارمی

" ابوذرؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
جہاں اور جس حال میں رہو، خدا کا ڈر رکھو اور ہر برائی کے بعد نیکی کرو وہ اُسے مٹا دیگی

عبادت میں منہمک رہتا ہے ۔ ایسا شخص خدا کا محبوب بندہ بن جاتا ہے ۔ خدا کی مدد و نصرت اسے حاصل ہوتی ہے ۔ پھر اس کی پوری زندگی مرضیات الٰہی کی پابند ہو جاتی ہے ۔ اس کا کوئی بھی کام خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا ۔ اس کا چلنا پھرنا، دیکھنا، سننا میدان عمل میں آگے بڑھنا وغیرہ سب کچھ خدا کی مرضی کے تابع ہوتا ہے ۔ زبور کی زبان میں وہ خدا کا "ممسوح" ہوتا ہے اور اپنے خداوند کے "چہرہ کے نور" میں چلتا ہے (زبور ۸۴: ۹ ؛ ۸۹: ۱۵)

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے : فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ؕ (الانفال: ۱۷) "(اے ایمان والو!) تم نے اُن (مخالفین حق) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے نبی) تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا" اس آیت میں اللہ نے مومنوں اور اپنے نبی کے عمل کو اپنا عمل قرار دیا کیونکہ یہ عمل خدا ہی کے لئے اور اسی کی مرضی کے مطابق تھا اور اس کے ساتھ خدا کی نصرت و مدد بھی تھی ۔

[۱] معلوم ہوا کہ اہل ایمان سے اللہ کو گہرا تعلق ہوتا ہے ۔ اُسے یہ پسند نہیں کہ اہل ایمان کو کوئی ایذا پہنچے لیکن بعض چیزوں کو وہ اپنی حکمت اور عظیم مقاصد کے پیش نظر گوارا کرتا ہے ان میں سے ایک مومن کی موت بھی ہے ۔

Marfat.com

اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ"[1]

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلٰثٌ مُّنْجِیَاتٌ وَّ ثَلٰثٌ مُّهْلِکَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَی اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنَا وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِکَاتُ فَهَوًی مُّتَّبَعٌ وَّشُحٌّ مُّطَاعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّهُنَّ ——— بیہقی فی شعب الایمان۔

"ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہلاک کرنے والی اور تین نجات دلانے والی ہیں۔ نجات دلانے والی چیزیں ہیں: کھلے چھپے اللہ کا ڈر رکھنا۔ خوشی اور ناراضی دونوں حالتوں میں حق بات کہنا، اور خوشحالی اور غریبی دونوں میں اعتدال کی راہ قائم رہنا۔[2] ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں: خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے۔ بخل جس کے تقاضے پر چلا جائے اور آدمی کی خود پسندی اور یہ ان میں سب سے زیادہ سخت ہے۔"[3]

---

[1] اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع نصیحت بیان ہوئی ہے۔ آدمی کا اولین فرض ہے کہ وہ جہاں کہیں اور جس حالت میں ہو خدا سے ڈرتا رہے۔ کوئی ایسا کام ہرگز نہ کرے جو خدا کی ناراضی کا موجب ہو۔ اگر کبھی کوئی ... ور برائی ہو جائے تو فوراً خدا کے آگے جھک جائے اور اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگے اور اس خطا کے بعد کوئی نہ کوئی نیکی کا کام بھی اُسے کر لینا چاہیئے تاکہ نیکی گناہ کے اثرات کو بالکل مٹا دے اور قلب برائی کی ظلمت سے بالکل پاک ہو جائے قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئٰتِ (ہود: ۱۱۴) بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ جس طرح بندے پر خدا کا حق ہے۔ اسی طرح اُس پر اس کے بندوں کا بھی حق ہوتا ہے۔ بندگان خدا کے ساتھ اُسے ہمیشہ حسن اخلاق سے پیش آنا چاہیئے۔

[2] جو شخص کھلے چھپے، جلوت اور خلوت ہر حالت میں اللہ سے ڈرتا اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے۔ ہمیشہ حق بات کہتا ہے خواہ وہ کسی سے ناراض ہو یا خوش ہو۔ اس کی زبان پر کبھی غلط بات نہیں آتی اور فراخی و مفلسی دونوں

Marfat.com

۳. وَعَنْ أَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذِكْرُهُ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ ـــــ ترمذی بیہقی فی کتاب البعث والنشور

• انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل (قیامت کے دن) حکم دے گا جس شخص نے کسی دن مجھے یاد کیا یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا اس کو (دوزخ کی) آگ سے نکال لو۔[۱]

ہی حالتوں میں اعتدال کو ملحوظ رکھتا ہے۔ نہ خوشحالی میں اسراف سے کام لیتا اور حد سے تجاوز کرتا ہے اور نہ تنگدستی میں بے صبری سے کام لیتا اور کوئی غلط رویہ اختیار کرتا ہے۔ ایسے شخص کو دنیا کی زندگی میں بھی قلبی اور روحانی سکون اور راحت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی وہ خدا کی گرفت اور اس کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

[۲] جو شخص خدا کی اطاعت کرنے کے بجائے ہوائے نفس کا بندہ بنا رہتا ہے، فراخدلی اور فیاضی کی روش اختیار کرنے کی بجائے بخل اور تنگدلی کو اپنا شعار بناتا اور خودپسندی جیسے قبیح مرض میں مبتلا ہوتا ہے وہ دنیا میں بھی تباہ و برباد ہوتا ہے۔ اس کی کوئی شخصیت اور اس کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ وہ ایک بکاؤ مال ہوتا ہے جو ہر قیمت پر بک سکتا ہے۔ آخرت کی تباہی بھی اس کے لئے مقدر ہے۔ آخرت میں بھی وہ اپنے کو تباہی سے نہ بچا سکے گا۔ اس حدیث میں خودپسندی کو سب سے زیادہ سخت کہا گیا ہے۔ جب کسی کو خودپسندی کی بیماری لگ جاتی ہے تو اس کا راہ راست پر آنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے۔ ایسا شخص کبھی اس پوزیشن ہی میں نہیں ہوتا کہ کسی کی کوئی بھلی بات سن سکے۔ اللہ کو جو چیز سب سے زیادہ ناپسند ہوسکتی ہے وہ کبر و غرور، خودپسندی اور رعونت ہی ہے۔ اسی چیز نے ابلیس کو ہلاک کیا اور اسی کے سبب دنیا میں کتنے لوگ مارے گئے۔

[۱] مطلب یہ ہے کہ آدمی کا خاتمہ اگر ایمان پر ہوا ہے۔ وہ کافر اور مشرک ہوکر نہیں مرا ہے تو وہ اپنے گناہوں اور ظلم و زیادتی کے سبب بھلے ہی دوزخ میں ڈال دیا جائے لیکن اگر کسی موقع پر اس نے خدا کو یاد کیا ہوگا اور کبھی اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا ہوگا تو اس کے سبب خدا کسی نہ کسی دن اسے ضرور جہنم کے عذاب سے نجات بخشے گا۔

Marfat.com

۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْہِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِّنْ حُرِّ وَجْھِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ۔ ابن ماجہ

”عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی بندۂ مومن کی آنکھوں سے آنسو نکلیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر (یعنی ننھی بوند کے بقدر) ہی کیوں نہ ہوں پھر وہ بہہ کر اس کے چہرہ پر پہنچ جائیں تو اللہ اسے (دوزخ کی) آگ کے لئے حرام کردے گا۔“ [له]

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ، وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدُخَانُ جَھَنَّمَ ——— ترمذی

”ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے خوف سے رونے والا شخص (دوزخ کی) آگ میں نہیں جائے گا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس نہ ہو جائے“ [له]

له مطلب یہ ہے کہ جو چہرہ خوف خدا کے آنسوؤں سے تر ہو اُسے دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی۔ ان آنسوؤں کی خاصیت اور اس نیک عمل کا ذاتی تقاضا یہی ہے یہ دوسری بات ہے کہ خوف خدا سے آنسو بہانے والا خدا کی نافرمانی اور ظلم و زیادتی کا مرتکب ہو کر خود ہی اپنے کو اس بشارت کا مستحق نہ رکھے۔

له کوئی شخص زندگی میں غلط روش اختیار کر کے خود ہی اپنے آنسوؤں کی قیمت گھٹا دے تو دوسری بات ہے ورنہ ان آنسوؤں کی خاصیت وہی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ خوف خدا سے گرے ہوئے آنسوؤں کے قطرے آدمی کی زندگی کو پاکیزہ سے پاکیزہ تر بنا دیتے ہیں اور وہ آخرت میں خدا کے قرب اور انعام کا مستحق ہو جاتا ہے لیکن جو آنسو زندگی کو آلودگیوں سے پاک نہ کر سکیں جن کا آدمی کی سیرت و کردار پر کچھ اثر نہ ہو وہ آنسو کسی کو خدا کے انعامات کا مستحق کیسے بنا سکیں گے؟

Marfat.com

اور اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں یکجا نہ ہوں گے ''۔[ے]

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ شَیْئٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ، قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰی ——— ترمذی

'' ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی چیز اتنی محبوب نہیں جتنے دو قطرے اور دو نشان محبوب ہیں۔ ایک قطرہ آنسوؤں کا جو خدا کے خوف سے گرے، دوسرا قطرہ خون کا جو خدا کی راہ میں بہایا جائے[ے] رہے دو نشان تو ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہو اور دوسرا نشان وہ جو خدا کے فرائض میں سے کسی فرض کے سلسلہ میں ہو ''

۷۔ وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَیْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَیْنٌ بَکَتْ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ——— طبرانی

'' عباس بن عبد المطلبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک آنکھ وہ جو درمیانِ شب خدا کے خوف سے روئی اور دوسری آنکھ وہ جس نے راہِ خدا میں نگہبانی کرتے

[ے] یعنی ایسا شخص جس کے قدم خدا کی راہ میں گرد آلود ہوئے ہوں یا جس کے کپڑے خدا کی راہ میں گرد سے اَٹے ہوں۔ جس نے دین کی سربلندی کے لئے جد و جہد کی ہو وہ جہنم کی آگ اور دھوؤں سے محفوظ رہے گا جہنم کی آنچ اُسے نہیں پہنچ سکتی۔

[ے] یعنی خون کا وہ قطرہ جو خدا کے دین کی سربلندی اور اس کی حفاظت کے لئے میدانِ جنگ میں بہایا جائے۔

Marfat.com

رات گزاری [۹]

۸ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ ——— بخاری و مسلم

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ سات آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ اُس دن اپنا سایہ کرے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا [۱۰] امام عادل [۱۱] وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پرورش پائی [۱۲] وہ شخص جس کا دل

---

[۹] اس حدیث میں دو شخصوں کو جہنم کے عذاب سے نجات پانے کی خوشخبری دی گئی ہے ایک شخص تو وہ ہے جو رات میں اس وقت اٹھ کر خدا کے سامنے آنسو بہاتا اور اس سے مغفرت کا طالب ہوتا ہے جب دُنیا آرام کی نیند سو رہی ہوتی ہے ۔ دوسرا وہ مومن شخص ہے جس کے ذمہ سرحد وغیرہ کی حفاظت ہے ۔ وہ راتوں کو اپنی نیند قربان کر کے پہرہ دیتا اور دشمن کی دراندازیوں سے سرحد کی حفاظت کرتا ہے ۔ یقیناً یہ دونوں شخص اسی کے مستحق ہیں کہ خدا آخرت کے عذاب سے ان کو مامون و محفوظ رکھے ۔

[۱۰] یعنی ان ساتوں پر خدا کی خاص رحمت ہو گی وہ اس دن ہر طرح کی تکلیف اور پریشانی سے مامون و محفوظ ہوں گے ۔ اس دن خدا کی رحمت جس سے روٹھ جائے گی اُسے کہیں بھی پناہ نہ ملے گی ۔

[۱۱] وہ فرمانروا اور حاکم جس نے اپنی سلطنت میں عدل و انصاف کو قائم رکھا اور ہر طرح کی ظلم و زیادتی سے اپنے کو دُور رکھا ۔

[۱۲] یعنی جس شخص نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری ۔

Marfat.com

مسجدوں میں لگا رہے[1] وہ دو آدمی جو اللہ کے لئے باہم محبت کریں۔ اسی غرض سے باہم اکٹھا ہوں اور اسی پر جدا ہوں۔ وہ شخص جسے کوئی منصب و اعزاز والی حسین عورت بلائے تو وہ کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں[2] وہ شخص جو صدقہ کرے، اور اُسے اتنا چھپائے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا[3] اور وہ شخص جو تنہائی میں خدا کو یاد کرے اور اُس کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں[4]

---

[1] یعنی نماز اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکین بن گئی ہو مسجد سے نکلنے کے بعد بھی اس کا دل مسجد ہی میں اٹکا رہتا ہو کہ کب پھر نماز کا وقت آئے اور وہ وہاں پہنچ کر خدا کے آگے سربسجود ہو۔

[2] جب آدمی کو برائی کی طرف لے جانے والی تمام چیزیں مہیا ہوں۔ دل کا صیاد پورے سامان کے ساتھ شکار کو آیا ہو۔ حسن ہو اعزاز ہو، جوش و شباب ہو، تنہائی ہو اور حسن خود دیوانگی کی دعوت دے رہا ہو، ایسی حالت میں خدا کا خوف ہی آدمی کو برائی سے بچا سکتا ہے۔ اس صورت حال سے دوچار ہو کر اگر کوئی شخص خوفِ خدا سے برائی کے قریب نہیں جاتا تو یقیناً اس کا ایمان و یقین کامل ہے۔ لازماً اُسے آخرت میں خدا کا سایہ حاصل ہوگا۔

[3] ۔ یعنی بہت ہی چھپا کر صدقہ کرے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ یہ اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی کو جھوٹی شہرت کی خواہش نہیں ستاتی بلکہ اُسے صرف خدا کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہوتی ہے۔

[4] کوئی آدمی کیا ہے؟ اس کا اظہار جلوت سے زیادہ خلوت میں ہوتا ہے۔ جب آدمی تنہا ہو۔ اُسے دیکھنے والا دوسرا کوئی نہ ہو۔ اس وقت بھی اگر وہ خدا کو یاد کرے۔ اس کے خوف سے کانپے اور اس سے مدد کا طالب ہو تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ اُس کی خدا پرستی محض دنیا کو دکھلانے کے لئے نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ خدا کو ماننے والا ہے۔ خدا کی عظمت اور بزرگی کا احساس اس کے دل و دماغ پر چھا گیا ہے۔ خدا اس کے لئے بے جان تصور نہیں ہے، بلکہ خدا اس کی زندگی میں پورے طور پر شامل و داخل ہو چکا ہے۔ وہ اگر پبلک میں ایک خدا پر ایمان لانے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اپنے اس اعلان میں صادق ہے۔ ایسا شخص اگر خدا کا مقرب نہ ہوگا تو کون ہوگا۔ اسے لازماً آخرت میں خدا کا سایہ نصیب ہوگا۔

Marfat.com

۹- وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ: اِنَّكَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی ——— احمد

ابوذر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اپنی ذات کے لحاظ سے) نہ کسی گورے سے اچھے ہو اور نہ کسی کالے سے، یہ دوسری بات ہے کہ تقویٰ (خوفِ خدا) کے سبب تمہیں کسی پر فضیلت حاصل ہو۔[۹]

۱۰- وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَیْثُ كَانُوْا ——— احمد

معاذ بن جبل رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب اللہ کا ڈر رکھنے والے لوگ ہیں، وہ جو بھی ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں۔[۱۰]

---

[۹] یعنی رنگ و نسل یا وطن کی بنیاد پر کسی کو بزرگی اور بڑائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بزرگی کا اصل معیار تقویٰ ہے۔ سب سے زیادہ بزرگ و محترم وہی ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہو۔ یہی بات قرآن میں ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات: ۱۳) "اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ایک مرد اور عورت سے اور تمہاری بہت سی نسلیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے یہاں تو تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ (اللہ کا) ڈر رکھنے والا ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

[۱۰] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب آپ معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی یا عامل بنا کر روانہ فرما رہے تھے۔ حضرت معاذؓ اپنی سواری پر تھے اور حضور ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب انہیں ضروری وصیت و نصیحت فرما چکے تو فرمایا: معاذ! بہت ممکن ہے میری زندگی کے اس سال کے بعد پھر تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو اور شاید ایسا ہو کہ تم میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضؓ

Marfat.com

اللہ سے حُسنِ ظن:

۱۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا یَشَاءُ ــــــــ بیہقی، طبرانی فی الکبیر

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، وہ جیسا چاہے مجھ سے گمان قائم کرے[1]"۔

جُدائی کے صدمے سے رونے لگے۔ پھر رسول اللہؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر کر مدینہ کی طرف رُخ کر لیا اور فرمایا: "لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب لوگ وہ ہیں جو خدا کا ڈر رکھتے ہیں۔ وہ جو بھی ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں" مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ تعلق کی اصل بنیاد تقویٰ ہے۔ اگر کسی کے اندر خوفِ خدا اور تقویٰ موجود ہے تو خواہ بظاہر وہ مجھ سے دُور ہو لیکن حقیقت کے لحاظ سے وہ دُور نہیں ہے۔ وہ مجھ سے قریب ہے اور آخرت کی دائمی زندگی میں میں اور وہ دونوں ایک ساتھ رہیں گے۔ لیکن اگر کسی میں تقویٰ نہیں ہے تو خواہ وہ جسمانی طور پر مجھ سے قریب ہو لیکن حقیقت میں وہ مجھ سے دُور ہے اور میں اس سے دور ہوں۔ اس طرح آپؐ نے حضرت معاذؓ کو تسلی دی کہ انہیں جدائی کا زیادہ غم نہیں ہونا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ فکر اس بات کی ہونی چاہیئے کہ زندگی تقویٰ اور خوفِ خدا سے خالی نہ ہو۔

[1] خدا کا یہ حق ہے کہ بندہ اس کے ساتھ اچھا گمان رکھے۔ بندہ خدا کے ساتھ جیسا گمان اور تصور رکھتا ہے، خدا اُسی لحاظ سے اس کے ساتھ طرزِ عمل اختیار کرتا ہے۔ بندہ خدا کے ساتھ کیا گمان اور تصور رکھتا ہے، یہ اس بات کی پہچان ہوتی ہے کہ اس کی فکری اور عملی حالت کیسی ہے۔ خدا کے فضل اور اس کی نوازشات کا مستحق آدمی اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ خدا کے ساتھ اپنے تعلق اور طرزِ عمل کو درست کر لے اور خدا کے ساتھ اچھا تصور رکھے اور اس کی طاعت اور بندگی میں ہی زندگی بسر کرے۔ ایسی صورت میں یقیناً اس کا گمان اور اس کی توقع حقیقت کے مطابق ہی ہوگی

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا دَعَانِیْ ــــــ ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

۳۔ وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اِنْ ظَنَّ خَیْرًا فَلَہٗ وَاِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَہٗ ــــــ احمد

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اگر وہ مجھ سے اچھا گمان قائم کرے تو اسی کے لئے اچھا ہے۔ اور اگر برا گمان قائم کرے تو یہ اسی کے لیے برا ہے۔"

۴ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَہٗ حَیْثُ یَذْکُرُنِیْ، وَاللّٰہِ لَلّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ مِنْ اَحَدِکُمْ یَجِدُ ضَالَّتَہٗ بِالْفَلَاۃِ، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا، وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ یَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَیْہِ اُهَرْوِلُ ــــــ بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں مجھے وہ یاد کرتا ہے۔ اور خدا کی قسم خدا اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا کہ تم میں سے کوئی اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کو کسی بیابان میں پاکر ہوتا ہے اور وہ فرماتا ہے، جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف دوڑ کر

Marfat.com

آتا ہوں [1]

۵۔ وعنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ: انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم ——— بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں اپنے بندے کے گمان وخیال کے ساتھ ہوں۔ وہ جیسا میرے ساتھ گمان رکھے [2] میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت کے اندر میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر ایسی جماعت میں کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہے [3]"

۶۔ وعن جابر بن عبداللہؓ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل موتہ بثلاثۃ ایام یقول لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللہ عزوجل ——— مسلم

"حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے تین روز پہلے سنا آپ فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو [4]"

---

[1] اس حدیث سے خدا کی بے پایاں رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔ بندہ جب خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس سے کہیں زیادہ خدا کی رحمتیں اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

[2] یعنی وہ میرے بارے میں جیسا خیال و گمان رکھتا ہے میں اس کے خیال کے مطابق ہوں۔ میرا معاملہ اس کے ساتھ اس کے گمان کے موافق ہی ہوتا ہے

[3] یعنی میں اس کا ذکر ملائکہ اور ارواح مومنین وانبیاء کی مجلس میں کرتا ہوں۔ ظاہر ہے ایسی مجلس سے بہتر کون سی مجلس ہو سکتی ہے

[4] یعنی مرتے وقت انسان کو اللہ سے مغفرت اور بخشش کی امید رکھنی چاہیے۔

Marfat.com

اللہ کی اطاعت:

۱۔ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنِّیْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ وَلٰكِنِّیْ اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِیْ طَاعَتِیْ جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِّیْ وَوَقَارًا وَّاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ ــــــ دارمی

"مہاجر بن حبیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
میں حکیم کے ہر کلام کو قبول نہیں کرتا لیکن میں اُس کے قصد و ارادہ کو قبول کرتا ہوں اگر اس کا قصد و ارادہ میری اطاعت میں ہے تو میں اس کی خاموشی کو اپنی حمد اور وقار و عظمت قرار دیتا ہوں اگرچہ وہ کلام نہ کرے (خاموش ہی رہے)"[1]

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِيْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمَا اَسْمَعْتُهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ ــــــ احمد

"ابوہریرہ رض نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا رب بزرگ و برتر فرماتا ہے: اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان پر رات میں مینہ برساؤں (جب کہ وہ سورہے ہوں)، اور دن کو آفتاب نکالوں اور بادل گرجنے کی

---

[1] مطلب یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا دانشور اور حکیم و عالم کیوں نہ ہو میری نظر اصل نظر اس کے کلام پر نہیں بلکہ اس کی نیت، اس کے ارادے اور اس کے احساسات اور جذبات پر ہوتی ہے۔ اگر اس کی نیت درست اور اس کے جذبات پاکیزہ اور میری اطاعت کے تابع ہیں تو میں انہیں قبول کرلیتا ہوں۔ اگر اس کے دل میں جذبۂ اطاعت و بندگی کے علاوہ کوئی اور جذبہ کام نہیں کر رہا ہے تو اس کی گفتگو ہی نہیں اس کی خاموشی اور سکوت بھی قابل صد تحسین ہے۔ اس کی خاموشی بھی میری بارگاہ میں میری حمد و ستائش اور میری تعظیم قرار پاتی ہے۔

Marfat.com

آواز انہیں نہ سناؤں ؟

۳۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْمَعُوْا لَهٗ وَيُطِيْعُوْهُ فَاَغْضَبُوْهُ فِيْ شَيْءٍ فَقَالَ: اِجْمَعُوْا اِلَيَّ حَطَبًا، فَجَمَعُوْا لَهٗ ثُمَّ قَالَ: اَوْقِدُوْا نَارًا، فَاَوْقَدُوْا ثُمَّ قَالَ: اَلَمْ يَاْمُرْكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَسْمَعُوْا لِيْ وَتُطِيْعُوْا؟ قَالُوْا بَلٰى، قَالَ: فَادْخُلُوْهَا، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَقَالُوْا اِنَّمَا فَرَرْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ، فَكَانُوْا كَذٰلِكَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهٗ وَطُفِئَتِ النَّارُ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اَبَدًا وَقَالَ. لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ -- بخاری و مسلم

"حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر مرتب فرمایا اور اس پر انصار میں سے ایک شخص کو امیر بنایا اور ان (فوجیوں) کو حکم دیا کہ اس کی بات سنیں اور اس کا حکم مانیں۔ انہوں نے کسی بات پر اس کو خفا کر دیا۔ اس نے (غصے میں آکر) حکم دیا کہ میرے پاس لکڑی جمع کرو۔ لوگوں نے (لکڑیاں) جمع کر دیں۔ پھر اس نے کہا: ان کو جلا کر آگ تیار کرو۔

لے یعنی اگر وہ میری اطاعت کریں گے تو آخرت کے علاوہ انہیں دنیا میں بھی ہماری طرف سے برکتیں حاصل ہوں گی۔ وہ رات میں آرام سے سو رہے ہوں گے اور ان کی زمین بارش سے سیراب ہو رہی ہو گی۔ اس طرح وہ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے محفوظ رہیں گے اور دن میں انہیں دھوپ بھی ملے گی۔ قرآن نے بھی حضرت نوحؑ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا۔ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۔ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (نوح: ۱۰۔۱۲) اور میں نے کہا، تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، بےشک وہ مغفرت فرمانے والا ہے۔ وہ آسمان کو تم پر خوب برستا چھوڑے گا اور تمہیں اور زیادہ مال اور بیٹے عطا کرے گا اور تمہارے لیے باغ لگا دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکالے گا۔"

انہوں نے آگ جلائی۔ پھر اُس نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا تھا کہ تم میری بات سنو اور میری اطاعت کرو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں حکم دیا ہے۔ اس نے کہا: اچھا تو اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ وہ باہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور بولے: آگ ہی سے تو بچنے کے لئے ہم بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ اب اس میں کیسے داخل ہو جائیں[۳]۔ وہ اسی حال میں تھے یہاں تک کہ اس کا غصہ فرو ہوگیا اور آگ بجھ گئی۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا: "اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے[۴]" اور آپ نے فرمایا "اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں[۵]۔ اطاعت تو معروف میں ہے[۶]۔"

۴۔ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ ———— شرح السنہ

---

[۳] یعنی ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اسی لئے لے آئے تھے کہ ہم آخرت میں جہنم کی آگ سے بچ سکیں اور دنیا میں بھی بُرے انجام اور بُری موت سے ہم محفوظ رہ سکیں پھر آگ کے الاؤ میں ہم کیسے کود سکتے ہیں۔

[۴] یعنی آخرت میں ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتے ہی رہتے کبھی اس عذاب سے نجات نہ مل سکتی۔

[۵] یعنی اصل مطاع اللہ تعالیٰ ہے۔ مسلمانوں کی انفرادی اور ان کی اجتماعی زندگی دونوں ہی کا اصل مرکز خدا کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ دوسری وفاداریاں اور اطاعتیں صرف اس صورت میں قبول کی جاسکتی ہیں جبکہ وہ خدا کی اطاعت اور وفاداری کے تحت ہوں اس کے مدمقابل نہ ہوں۔

[۶] یعنی اطاعت جائز اور بھلائی کے کاموں میں ہی کی جاسکتی ہے جو اللہ کو پسند ہیں۔ ایسے کاموں میں اطاعت ہرگز روا نہیں ہے جن میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے: السمع والطاعة علی المرء المسلم فی ما احب وکرہ مالم یؤمر بمعصیة فاذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة ——— بخاری ومسلم "مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے اولی الامر کی بات سنے اور مانے خواہ اُسے پسند ہو یا ناپسند تا وقتیکہ اُسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب اُسے معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سمع ہے نہ طاعت۔"

Marfat.com

"نورس بن سمعان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کے لئے کوئی اطاعت نہیں۔ ٭"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّهَا النَّاسُ! لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ۔

———— شرح السنہ، بیہقی فی شعب الایمان

"ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کوئی چیز علاوہ اس کے جس کا میں تمہیں حکم دے چکا ہوں ایسی نہیں جو جنت سے قریب کردے اور (دوزخ کی) آگ سے دور رکھے۔ اور کوئی چیز علاوہ اس کے جس سے میں تمہیں منع کر چکا ہوں ایسی نہیں جو تمہیں دوزخ کی آگ سے قریب اور جنت سے دور رکھے۔ ٭"

٭ کسی کی اطاعت تو اسی وقت تک روا ہے جب تک وہ خدا کی اطاعت کے مدمقابل نہ ہو۔

٭ یعنی میں وہ احکام تم تک پہنچا چکا ہوں جن کی پیروی تمہیں جنت کا مستحق بنا سکتی ہے اور جن پر چل کر تم اپنے کو خدا کے عذاب سے بچا سکتے ہو۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے وہ احکام کافی ہیں جو میں نے تمہیں دیئے ہیں۔ خدا کی رضا طلبی اور اس کی خوشی کی تلاش میں تمہیں ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تمہیں اس کے لئے جنگلوں کی خاک چھاننی ہے اور نہ بستی سے دور جا کر کہیں کوئی کٹھن تپسیا اور ریاضت کرنی ہے۔ تمہارا تپ اور تمہاری ریاضت یہی ہے کہ تم ان احکام کی پیروی میں لگ جاؤ جو میں تمہیں خدا کی جانب سے پہنچا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دوسرے طریقے اور ذرائع تمہیں گمراہ تو کر سکتے ہیں، ان کے ذریعہ تمہیں خدا کی خوشنودی اور رضا

Marfat.com

اور روح الامین[۹] نے (ایک روایت میں روح القدس نے) میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کرے۔ خبردار! خدا کا ڈر رکھو اور رزق حاصل کرنے میں اعتدال سے کام لو[۱۰] اور رزق میں تاخیر کے سبب کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسے خدا کی نافرمانی کر کے حاصل کرو کیونکہ جو (پاکیزہ) چیز خدا کے پاس ہے وہ تمہیں اللہ کی اطاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے[۱۱]۔"

نہیں حاصل ہو سکتی۔ میں تمہیں ان باتوں سے بھی آگاہ کر چکا ہوں جن سے تمہیں اپنی زندگی میں بچنا ہے جن کے ارتکاب سے تم جنت سے دور اور جہنم سے قریب ہو جاؤ گے۔ میں نے جن باتوں سے تمہیں روکا ہے بس ان سے باز رہنا دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ گمراہ قوموں نے اپنی طرف سے جو شقیں ایجاد کرلی ہیں لوجہ پابندیاں گھڑ لی ہیں یا جن چیزوں کو انہوں نے بلا دلیل اور بنیاد کے ممنوعات میں شامل کر لیا ہے۔ تم ان کے پابند ہرگز نہیں ہو جس طرح سے خدا کی حرام کی ہوئی چیز کسی کے حلال کرنے سے حلال نہیں ہو سکتی وہ حرام ہی رہے گی۔ ٹھیک اسی طرح سے جن چیزوں کو خدا نے حرام نہیں کیا بلکہ جائز رکھا ہے کسی کو انہیں حرام قرار دینے کا حق ہرگز نہیں پہنچتا۔

قرآن مجید میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہوا ہے: یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ۱۵۷) "جو انہیں معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے۔ ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور دور کرتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور پھندے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے"۔

[۹] یعنی جبریل علیہ السلام نے۔

[۱۰] آدمی کے حصہ کا جو رزق ہے وہ تو اسے مل کر ہی رہے گا۔ اس لئے اسے رزق حاصل کرنے میں جائز ناجائز اور حلال وحرام کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے۔ اسے ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور کسب معاش کے لئے وہی ذریعہ اختیار کرنا چاہیے جس میں کسی کے حقوق پامال ہوتے ہوں اور نہ کسی پر کوئی ظلم اور زیادتی ہو۔

[۱۱] اگر کسی وقت روزی ملنے میں تاخیر ہو تو صبر سے کام لینا چاہیے۔ گھبرا کر ہرگز کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جو غلط

Marfat.com

توحید کا احترام:

۱۔ عن انسؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیسأل احدکم ربہ حاجتہ کلہا حتی یسأل شسع نعلہ اذا انقطع ——— ترمذی

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی حاجتوں کے لئے اپنے رب سے ہی سوال کرے یہاں تک کہ اگر اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔[1]

۲۔ وعن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر، اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ——— بخاری ومسلم

مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: کوئی الٰہ نہیں سوائے ایک اللہ کے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے، حمد و ستائش اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

خدا کی طرف سے کسی کو جائز اور پاک رزق اگر مل سکتا ہے تو خدا کی اطاعت ہی کے ذریعہ مل سکتا ہے۔ ناجائز اور غلط طریقوں سے کوئی جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ اس کے لئے پاک اور طیب ہرگز نہیں ہے۔ اسے اگر کوئی شخص خدا کی عطا اور بخشش سمجھتا ہے تو اس کو فریبِ نفس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

[1] یعنی توحید کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی حاجتوں کو خدا ہی کے حضور پیش کرے اور اسی سے مدد و اعانت طلب کرے اس لئے کہ حقیقی حاجت روا اور مشکل کشا خدا ہی ہے۔ دوسرے بھی اس کے محتاج ہیں۔ جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں وہ بڑی نادانی میں مبتلا ہیں۔

Marfat.com

اے اللہ! تو جو دیدے اس سے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو نہ دے اس کا دینے والا کوئی نہیں۔ اور تیرے سامنے کسی صاحب عزت کی دولت بھی اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ [1]

۳- وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيْسَةً تُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيْبَةَ أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيْرِهَا فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ أُولٰئِكَ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ ۔۔۔۔۔ بخاری ومسلم

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے اس گرجے کا ذکر کیا جسے ماریہ کہتے تھے (یہ گرجا حبشہ میں تھا) اُم سلمہؓ اور ام حبیبہؓ حبشہ جا چکی تھیں۔ انہوں نے اس کے حسن وجمال اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا تو آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: جب ان میں کوئی نیک آدمی مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک عبادت گاہ تعمیر کر دیتے اور اس میں ان کی تصویریں بنا دیتے تھے [2] یہ خدا کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ [3]

---

[1] یعنی خدا کے یہاں کسی کی ثروت کام آنے والی نہیں، وہاں کام آ سکتا ہے تو اخلاص اور نیک عمل ہی کام آ سکتا ہے۔ خدا علیم کے نیز قدرت میں سارے اختیارات ہیں۔ جس کو کچھ ملتا ہے اسی کے اذن سے ملتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ اس کی شان سب سے بلند ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت ومصلحت سے خالی نہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے فیصلہ پر اثر انداز ہو سکے کوئی نہیں جو اس کے کام میں دخل دے سکے۔

[2] اس طرح شرک کی بنیاد ڈال دیتے تھے۔

[3] اس لئے کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے۔ خدا پرستی کے بجائے مخلوق پرستی اور مزار پرستی کی بنیاد ڈالتے۔

Marfat.com

۴- وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ——— مالک مرسلاً

"عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تھے:
خدایا! میری قبر کو بُت نہ بنا دینا کہ اس کی عبادت کی جانے لگے۔ خدا کا غصہ ان لوگوں پر بھڑک اٹھا جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔"ؒ

ؒ خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت اور پرستش شرک ہے۔ شرک بدترین گناہ ہے۔ توریت، زبور وغیرہ کتب سابقہ میں بھی شرک کی مذمت کی گئی ہے اور اس کو بدکاری، زنا سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآن میں بھی اسی کی طرف اشارے کیے گئے ہیں، دیکھیے سورۃ النور آیت ۳۔ سورۃ الفرقان آیت ۶۸ قرآن نے شرک کو ظلم عظیم کہا ہے۔ شرک سے بڑھ کر خدا کی حق تلفی دوسری نہیں ہو سکتی۔ کتب سابقہ میں بھی شرک سے بیزاری کا شدت سے اظہار کیا گیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ "تجھ کو کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرنی ہوگی، اس لئے کہ خداوند جس کا نام غیور ہے۔ وہ خدائے غیور ہے بھی سو ایسا نہ ہو کہ تو اس ملک کے باشندوں سے کوئی عہد باندھ لے اور جب وہ اپنے معبودوں کی پیروی میں زناکار ٹھہریں اور اپنے معبودوں کے لئے قربانی کریں اور کوئی تجھ کو دعوت دے اور تو اس کی قربانی میں سے کچھ کھا لے اور تو ان کی بیٹیاں اپنے بیٹوں سے بیاہے اور ان کی بیٹیاں اپنے معبودوں کی پیروی میں زناکار ٹھہریں اور تیرے بیٹوں کو بھی اپنے معبودوں کی پیروی میں زناکار بنا دیں" (خروج ۳۴: ۱۴ - ۱۶)

"انہوں نے برگشتہ ہو کر اپنے باپ دادا کی طرح بیوفائی کی اور دھوکا دینے والی کمان کی طرح ایک طرف کو جھک گئے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے اونچے مقامات کے باعث اس کا قہر بھڑکایا اور اپنی کھودی ہوئی مورتوں سے اُسے غیرت دلائی۔"

——— زبور تیسری کتاب ۷۸: ۵۷، ۵۸

"چالیس برس تک میں اس نسل سے بیزار رہا اور میں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل آوارہ ہیں اور انہوں نے میری راہوں کو نہیں پہچانا۔ چنانچہ میں نے اپنے غضب کی قسم کھائی کہ یہ لوگ میرے آرام میں داخل نہ ہوں گے۔"

زبور چوتھی کتاب ۹۵: ۱۰ - ۱۱

Marfat.com

۵ - وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ إِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ ——— مسلم

حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کہ سن لو، تم سے پیشتر جو لوگ تھے وہ اپنے نبیوں اور اپنے نیک لوگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا کرتے تھے[۵]۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تمہیں اس حرکت سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں[۶]۔

۶ - وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ ——— ابوداؤد، ترمذی، نسائی

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان لوگوں پر جو ان قبروں کو سجدہ گاہ بناتے اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔"

۷ - وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الطِّيَرَةُ شِرْكٌ قَالَ لَهٗ ثَلَاثًا ——— ابوداؤد، ترمذی

"عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدفالی ایک قسم کا شرک ہے۔ آپ نے یہ بات تاکیداً تین دفعہ فرمائی[۷]۔"

---

[۵] یعنی انہیں سجدہ گاہ بنالیتے تھے۔ حالانکہ ان کے لیے جائز نہ تھا کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کے آگے سربسجود ہوں۔

[۶] افسوس کہ بہت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو بھول گئے اور قبروں اور مزاروں کے ساتھ وہ سب کچھ کرنے لگے جس سے آپ نے منع فرمایا تھا۔

[۷] بدفالی میں آدمی ایک معمولی چیز کو مؤثر سمجھنے لگتا ہے اور خدا کے حقیقی تصرف اور اختیار کو بھول جاتا ہے۔ یہ چیز شرک ہے اور شرک کا پیش خیمہ ہے اس لئے آپ نے تاکید فرمائی کہ بدفالی سے بچا جائے۔

Marfat.com

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ ـــــــ مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرض کا لگ جانا، ہامہ، نچھتر، صفر ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔[۱]"

۹۔ وَعَنْ اُمِّ کُرْزٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَقِرُّوا الطَّیْرَ عَلٰی مَکِنَاتِهَا ـــــــ ابوداود، ترمذی

"اُم کرز فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے:

---

[۱] محض وہم کی بنا پر یہ سمجھنا کہ امراض اُڑ کر ایک سے دوسرے کو لگ جاتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ کسی مرض کے بارے میں طبی طور پر اس کے پھیلنے کے اسباب دریافت کرلیے گئے ہوں تو ان کے ماننے میں کوئی قباحت نہیں۔ اسلام اسباب وعلل کی تردید نہیں کرتا ہے۔ جس چیز سے بچانا چاہتا ہے وہ ہے اوہام پرستی اور بے بنیاد باتوں پر یقین رکھنا۔ اوہام پرستی انسان کو حقیقت سے دور کرتی اور اسے مختلف قسم کی اعتقادی اور عملی گمراہیوں میں مبتلا کردیتی ہے۔

ہامہ اور صفر سے مراد کیا ہے، اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ایک تصور یہ تھا کہ جب کسی مقتول کا قصاص نہیں لیا جاتا تو اس کی روح بوم کی صورت میں پکارتی پھرتی ہے کہ میں پیاسی ہوں میرا بدلہ لو۔ صفر ایک خیال کے مطابق ایسا جانور ہے جس کے کاٹنے سے بھوک محسوس ہوتی ہے۔ اس کے سوا اسی طرح کے اور دوسرے تصورات بھی ہیں۔ اسلام نے ان سب کو بے اصل قرار دے کر انسانی ذہن کو اوہام سے پاک کیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب بارش کو نچھتروں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس کی تردید کی گئی اور بتایا گیا کہ زمین وآسمان کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے فیصلے کے تحت ہوتا ہے۔ اسی لئے بھروسہ اسی پر ہونا چاہیے نہ کہ ستاروں اور نچھتروں پر آدمی بھروسہ کرنے لگ جائے۔ عالم اسباب میں تارے جو کچھ رول ادا کرتے ہیں ان میں ثابت شدہ باتوں کے ماننے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ قباحت اس میں ہے کہ محض اوہام پرستی کی بنیاد پر خدا کو چھوڑ کر آدمی دوسری چیزوں پر بھروسہ کرنے لگ جائے اور انہیں کو اپنا قبلۂ مقصود قرار دینے لگے۔

Marfat.com

پرندوں کو ان کے اپنے گھونسلوں میں بیٹھے رہنے دو (انہیں اڑا کر اچھا یا برا شگون نہ لو)۔"

۱۰۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! أُمُورًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ، قَالَ: فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ، قَالَ كُنَّا نَتَطَيَّرُ. قَالَ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ، فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ، قَالَ: قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ خَطًّا، قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ — مسلم

"معاویہ بن حکمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کچھ باتیں ہم جاہلیت کے زمانہ میں کیا کرتے تھے (ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں) ہم کاہنوں کے پاس (غیب کی خبریں دریافت کرنے کے لئے) جایا کرتے تھے. فرمایا: ان کے پاس مت جاؤ۔[۱۰] انہوں نے عرض کیا کہ ہم پرندے اڑا کر نیک و بدفال لیا کرتے تھے۔ فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جس کا تمہارے دلوں میں اثر تو ہوگا (اس لئے کہ تم یہ عمل کرتے آئے ہو) لیکن چاہیے کہ یہ چیز تمہارے لئے رکاوٹ نہ بننے پائے۔[۱۱] فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ہمارے کچھ لوگ خطوط کھینچتے تھے[۱۲]، فرمایا: نبیوں میں ایک نبی خط کھینچتے تھے۔ اب کسی کا خط اس کے ساتھ مطابقت کر جاتا ہوگا تو وہ بھی درست ہوتا ہوگا (مگر یہ کیسے معلوم ہو کہ کسی کا خط ان کے ساتھ مطابقت کر رہا ہے)۔[۱۳]

---

[۱۰] غیب کی خبر اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ دوسروں کی باتیں اندازے اور اٹکل کی ہوتی ہیں جن میں غلطی کا امکان ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ [۱۱] یعنی اب ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تم اس کے سبب اپنا پروگرام بدل دو۔

[۱۲] یعنی خط کھینچ کر حساب لگا کر کچھ حالات وغیرہ معلوم کرتے تھے۔

[۱۳] ایک حدیث میں آپ نے ایسے موقع کے لئے چند کلمات کی تعلیم فرمائی ہے جن سے باطل اثرات زائل ہوتے ہیں اور آدمی کو توکل علی اللہ کی دولت حاصل ہوتی ہے: اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ (ابوداؤد) "اے اللہ تو ہی بھلائی پہنچاتا ہے اور تو ہی برائیوں کو دفع کرتا ہے اور نہ کوئی بچاؤ ہے اور نہ کوئی قوت ہے سوائے اللہ کے ذریعہ کے۔"

Marfat.com

ایمان بالقدر

ایمان بالقدر درحقیقت ایمان باللہ ہی کا ایک جزء ہے۔ قرآن میں اس عقیدہ کو اسی حیثیت سے بیان بھی کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے سورۂ آلِ عمران: ۲۶، ۳۰، النساء: ۷۸، الاعراف: ۱۲۸، الفرقان: ۲، الحدید: ۲۲، ۲۳۔ اللہ کے ماننے میں درحقیقت تقدیر کا ماننا بھی داخل ہے۔ تقدیر کا انکار حقیقت کے اعتبار سے خدا کے انکار کے مرادف ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں: ایمانٌ بالقدر نظام التوحید فمن آمن وکذب بالقدر فھو نقض للتوحید (کتاب السنۃ للامام احمدؒ ص۱۲۳) "ایمان بالقدر سے توحید کا نظم وابستہ ہے، جو شخص ایمان لائے اور تقدیر کا انکار کرے اس نے توحید کو باطل کر دیا"

ایمان بالقدر حقیقت میں خدا کی الوہیت اور اس کی عظمت کا اعتراف ہے۔ یہ اس بات کا اقرار ہے کہ خدا قادرِ مطلق اور علی الاطلاق حاکم ہے۔ اس کا علم سب پر محیط ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے دائرۂ علم سے باہر نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کا اندازہ ٹھیرایا ہے۔ اس سے کوئی چیز تجاوز نہیں کر سکتی۔ اس کی طاقت سب پر غالب ہے۔ وہ ہر شے کے آغاز اور انجام سے واقف ہے۔ یہ دنیا اس کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت چل رہی ہے۔ کوئی اُسے اُسکے منصوبے میں ناکام نہیں کر سکتا۔ پھر نفع و ضرر کی ساری قوتیں اسکے قبضے میں ہیں۔ زندگی عطا کرنے والا اور موت دینے والا وہی ہے۔ رزق کا مالک وہی ہے جس کو چاہے یہ وہ عطا کرے جس کا رزق چاہے کم کر دے۔ عزت، دولت، طاقت، حکومت سب کچھ اسکے اختیار میں ہے۔ وہ اپنی حکمت کے لحاظ سے جس کو جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اس کی حکمت بے عیب ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں اس کا کوئی کام اور اس کا کوئی فیصلہ عبث اور بے مقصد نہیں۔ دُنیا میں دولت، شہرت، حسن، طاقت اور دوسری چیزیں سب کو یکساں طور پر نہیں ملی ہیں۔ یہ نظام اُسی کا قائم کیا ہوا ہے اور اس میں کمال درجہ کی حکمت و مصلحت پائی جاتی ہے۔ اسکی حکمت کا احاطہ کرنا ممکن نہیں اور نہ کسی میں یہ طاقت ہے کہ وہ

Marfat.com

خدا کے قائم کیے ہوئے نظام کو بدل سکے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان حدود کے اندر رہ کر اپنے فرائض انجام دیں جو اس نے ہمارے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ کامیابی اور ناکامی سب اس کے ہاتھ میں وہی پست کو بلند اور بلند کو پست کرتا ہے۔ وہی ناکامیوں میں سے کامیابی کی راہیں نکالتا ہے۔ وہی لوگوں کو جو اپنی سرکشی میں سرگرم اور اپنے ساز و سامان پر نازاں ہوتے ہیں ناکامی کے دن دکھاتا ہے۔

ایمان بالقدر سے آدمی کے فکر و نظر میں بڑی وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور اُسے بے پناہ طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ قانع اور مستغنی ہو جاتا ہے۔ اس کا بھروسہ اپنے رب پر ہوتا ہے۔ خدا پر بھروسہ اس کے اندر عزم و حوصلہ کی وہ قوت پیدا کر دیتا ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ سعی کے میدان سے نہیں بھاگتا۔ سعی و عمل کے ذریعے سے اسے اپنے رب کی مدد اور اس کے فضل کی تلاش ہوتی ہے۔ وہ مایوس اور شکستہ دل کا شکار نہیں ہوتا۔ ایمان باللہ اور ایمان بالقدر سے خودداری اور استغناء کے ساتھ اُسے نفس کی وہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے جس پر دنیا کی ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے۔ حرص و ہوس اور رشک و حسد کے رکیک جذبات سے اس کا دل پاک ہو جاتا ہے۔ اُسے اگر سب کچھ مل جائے تو مغرور نہیں ہوتا۔ اور اگر تنگی و مصائب کا سامنا کرنا پڑے تو وہ بے صبری اختیار نہیں کرتا۔ وہ شاکر و صابر بندہ ہوتا ہے۔ خدا کی تحمید و تقدیس کو وہ اصل سرمایۂ حیات سمجھتا ہے۔

ایمان بالقدر اور اس کی اہمیت:

(۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ حَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَہٗ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَہٗ وَمَا اَخْطَأَہٗ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَہٗ ——— ترمذی

"حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ تقدیر پر اس کے خیر و شر کے ساتھ ایمان نہ لائے اور جب تک یہ نہ

Marfat.com

جان لے کہ جو خیر و شر اس کو پہنچ گیا یہ ناممکن تھا کہ اسے نہ پہنچتا اور جو نہیں پہنچا یہ ممکن نہ تھا کہ اس کو پہنچ جاتا[1]"

۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ، وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ قَدَرَ اللّٰہُ مَا شَاءَ فَعَلَ، فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ ——— مسلم

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو قوی مومن، ضعیف مومن سے زیادہ پیارا ہے اور ہر ایک میں خیر ہے جو چیز تمھیں نفع دے اس کی حرص کرو اور اللہ سے مدد کے طالب ہو اور ہمت نہ ہارو، اور اگر تمھیں کوئی مصیبت پہنچے تو یوں نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا بلکہ کہو: اللہ نے مقدر فرمایا، جو اس نے چاہا کیا۔ اس لئے کہ "لو" (اگر)، شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے[2]"

---

[1] یعنی اللہ پر ایمان اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب کہ آدمی تقدیر پر ایمان لائے۔ اس کے بغیر توحید کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ تقدیر پر ایمان رکھنے والا یہ جانتا ہے کہ جو مصیبت اور راحت اسے پہنچی وہ پہنچ کر ہی رہنے والی تھی اور جو نہیں پہنچی وہ پہنچنے والی تھی ہی نہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فیصلۂ خداوندی کے تحت ہی ہوتا ہے۔ ایک بڑی اسکیم اور منصوبے کے تحت اللہ اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے جس طرح ہماری کائنات اور اس کے مختلف گوشوں اور حصوں میں باہم موافقت اور مطابقت پائی جاتی ہے اسی طرح اس دنیا میں چھوٹا یا بڑا جو حادثہ بھی رونما ہوتا ہے وہ مستقل طور پر کوئی الگ حادثہ نہیں ہوتا بلکہ وہ کائنات کے حوادث کے سلسلے کی ایک کڑی ہوتا ہے اور وہ اسی منصوبے کے تحت رونما ہوتا ہے جس کی تکمیل کے لئے اس کائنات کا خالق اسے چلا رہا ہے۔ اس نظام کائنات کے پیچھے جو مقصد کام کر رہا ہے اگر اس کی تکمیل کے لئے موجودہ نظام کائنات سے بہتر کوئی نظام ممکن ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو وجود میں لاتا۔ اس دنیا میں خوشی کے ساتھ غم اور راحت کے ساتھ مصیبت اگر پائی جاتی ہے تو یہ یوں ہی اتفاقیہ نہیں ہے بلکہ یہ عظیم حکمت کے تحت ہے یہ ہماری کوتاہ نظری ہوگی اگر ہم اسے غیر حکیمانہ یا ظالمانہ نظام تصور کرنے لگ جائیں۔

[2] یعنی ایسا مومن جو عزم و ہمت والا ہو اللہ کو اس مومن سے زیادہ محبوب ہے جو ذرا سی ناکامی پر ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ مومن کا

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْعَبْدَ يَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ، وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ ——— بخاری ومسلم

"سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایسا ہوتا ہے کہ) بندہ دوزخیوں کا سا عمل کرتا ہے اور ہوتا ہے وہ جنتی۔ اور اسی طرح (ایسا ہوتا ہے) وہ جنتیوں کا سا کام کرتا ہے اور ہوتا ہے وہ دوزخی۔ اور بات یہ ہے کہ عمل میں اعتبار خاتمہ ہی کا ہوتا ہے۔"[۱]

۴۔ وَعَنْ اَبِيْ خِزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيْهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰى بِهٖ وَتُقَاةً نَتَّقِيْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ.

——— ترمذی، ابن ماجہ، احمد

"ابوخزامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ تو بتایئے کہ جو جھاڑ پھونک ہم کرتے ہیں

کام یہ ہے کہ وہ کسی حال میں کبھی ہمت نہ ہارے۔ خدا سے اس کی مدد کا طالب ہو۔ اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پیش آئے تو سمجھے کہ اس کا آنا مقدر تھا۔ اس سے صبر سے کام لے۔ مومن کے شایان شان یہ بات نہیں ہے کہ وہ ایسے موقع پر کہنے لگ جائے کہ اگر میں ایسا کرتا تو یہ مصیبت پیش نہ آتی اور اگر میں نے فلاں تدبیر اختیار کی ہوتی تو اس تکلیف سے محفوظ رہتا۔ سوچنے کا یہ انداز اسے پریشانیوں اور حسرت و اندوہ میں مبتلا کر کے پست ہمت بنا دے گا اور شیطان یہی چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ مومن کو اس کے اصل مقصود کی طرف سے غافل کر دے۔

[۱] آدمی کا خاتمہ اگر کفر پر ہوتا ہے تو وہ جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے خواہ اس کی پوری زندگی اسلام کی پیروی میں بسر ہوئی ہو مگر اس نے خود ہی اپنے ایمان اور اعمال کو باطل کر دیا۔ اس کے برعکس اگر آدمی کا خاتمہ اسلام پر ہوتا ہے تو اس کا شمار اہل جنت میں ہوگا اس لئے کہ اس نے سچائی کو اختیار کر کے اپنے بگاڑ کو درست کر لیا۔ معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے انجام کی طرف سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

یا دوائیں جن کا ہم استعمال کرتے ہیں یا بچاؤ کی چیزیں جن سے ہم اپنی حفاظت کرتے ہیں کیا تقدیرِ الٰہی کو پھیر سکتی ہیں! فرمایا: یہ سب چیزیں بھی تقدیرِ الٰہی میں سے ہیں[1]۔"

انسان کی سیرت و کردار پر ایمان بالقدر کا اثر

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ ـــــــ ترمذی، احمد

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے میں تمہیں چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں: اللہ کا خیال رکھو اللہ تمہارا خیال رکھے گا (تمہارا نگہبان رہے گا) اللہ کا خیال رکھو، اُسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب مانگو تو خدا سے مانگو اور جب مدد کے طالب ہو تو خدا سے مدد کے طالب ہو۔ جان رکھو کہ اگر سارے لوگ مل کر تمہیں نفع پہنچانے پر اتفاق کریں تو تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے۔ سوائے اس کے کہ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ اور اگر سب لوگ یک جا ہو کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم

---

[1] یعنی دعا، علاج، حفاظتی تدابیر وغیرہ تقدیرِ الٰہی ہی کے سلسلے کی چیزیں ہیں۔ ان میں اور تقدیرِ الٰہی میں کوئی تضاد اور تصادم نہیں پایا جاتا اس لئے ان چیزوں کو اختیار کرنے والا تقدیرِ الٰہی کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ تقدیرِ الٰہی کے تحت کرتا ہے۔

Marfat.com

اٹھا لیے گئے ہیں اور کاغذات کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔"[1]

۲ وَعَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ ——— ابن ماجہ

"ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو کوئی چیز بھی پھیر نہیں سکتی سوائے دعا کے اور عمر میں کوئی چیز اضافہ بھی نہیں کر سکتی سوائے حق شناسی اور نیکی کے اور یقیناً آدمی گناہ کی شامت سے کبھی رزق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔"[2]

---

[1] یہ حدیث بتاتی ہے کہ تقدیر پر ایمان لانے سے اخلاقی فوائد بھی آدمی کو حاصل ہوتے ہیں۔ آدمی لوگوں سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ اُسے خوف ہوتا ہے تو صرف اللہ کا۔ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ نفع کی امید رکھتا ہے اور نہ کسی سے ضرر کا اندیشہ رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے مجھے جو ملنا ہے مل کر رہے گا اور جو چیز میرے حصے میں نہیں ہے۔ وہ کسی کے دینے سے نہیں مل سکتی۔ اس لئے وہ خوف اور حرص سے پاک ہو کر راہِ حق پر گامزن ہوتا ہے۔ نہ کوئی خوف اور نہ اندیشہ اُسے راہِ حق سے ہٹا سکتا ہے اور نہ کوئی لالچ اور امید اُسے حق سے برگشتہ کر سکتی ہے۔

[2] یہ حدیث اس حقیقت کا اظہار کرتی ہے کہ تقدیرِ الٰہی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آدمی عمل اور تدبیر وغیرہ سے کنارہ کشی اختیار کرلے۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب عمل اور تدبیر وغیرہ کی نفی نہیں ہے۔ یہ چیزیں ہماری تقدیر کو متعین کرتی ہیں۔ دعا سے تقدیر بدلتی یا متعین ہوتی ہے۔ یہ بات دراصل ہمارے اعتبار سے فرمائی گئی ہے۔ ورنہ خدا کے علم میں تو سب پہلے سے متعین ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ کو معلوم ہے کہ بندہ مصیبت میں گرفتار ہوگا، دعائیں کرے گا یا نہیں۔ اسباب و وسائل تقدیرِ الٰہی سے مختلف نہیں ہیں۔ دعا کو لیجئے۔ دعا کوئی بے جان سی پکار نہیں ہے بلکہ وہ انسان کے لئے ایک زبردست طاقت ہے۔ حضرت یونسؑ کی قوم پر خدا کا عذاب ٹوٹ پڑنے والا تھا لیکن قوم کی آہ و زاری اور دعا کے سبب عذاب ٹل گیا۔ اگر یہ قوم خدا کی طرف نہ جھکتی اور دعا اور توبہ کا سہارا نہ لیتی تو اسے تباہی سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی تھی۔ دعا کی اسی خاصیت کے سبب یہ بات فرمائی گئی کہ تقدیر کو اگر کوئی چیز پھیر سکتی ہے تو وہ دعا ہے۔ انسانی تدبیروں میں سب سے

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِی الْقَدْرِ فَغَضِبَ حَتّٰی احْمَرَّ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّمَا فُقِیَ فِیْ وَجْنَتَیْہِ الرُّمَّانُ فَقَالَ اَبِھٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِھٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَیْکُمْ اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حِیْنَ تَنَازَعُوْا فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ اَلَّا تَنَازَعُوْا فِیْہِ ——— ترمذی، ابن ماجہ

"ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اس وقت ہم لوگ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ اس پر آپ کو غصہ آیا۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ گویا انار کے دانے آپ کے رخسار پر نچوڑ دیے گئے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا یا میں اس کے لئے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں جب وہ اس مسئلہ میں الجھنے لگے تو وہ ہلاک ہو گئے۔ میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم ہرگز اس بارے میں نہ جھگڑنا۔"

بڑی تدبیر دعا ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان کی ساری تدبیریں بیکار ہو جاتی ہیں تو پھر وہ دعا کا سہارا لیتا ہے۔

عمر میں اضافہ کا سبب صرف حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی اور صحت بخش غذا کا استعمال نہیں ہے۔ بلکہ ان مادی اسباب کے علاوہ نیکی اور بندگان خدا کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ روحانی اور اخلاقی اسباب بھی مؤثر طاقت کی حیثیت رکھتے ہیں جن کے سبب انسان کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی کے رزق کی کمی یا کسی کے رزق سے بالکل محروم ہو جانے کا سبب صرف یہی نہیں ہوتا کہ اس سے معاشی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ آدمی اپنے گناہوں کے سبب بھی رزق سے محروم ہو سکتا ہے۔ حضرت ثوبان رض کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر الٰہی میں بندوں کی دعاؤں ان کی نیکیوں اور ان کی بداعمالیوں تک کا لحاظ ممکن ہے۔ جو لوگ تقدیر الٰہی کو جبر سے تعبیر کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ بندوں کو جو ایک حد میں ارادہ و عمل کی آزادی حاصل ہے تقدیر الٰہی سے اس کی نفی نہیں ہوتی بلکہ یہ آزادی تو تقدیر الٰہی ہی کی عطا کردہ ہے۔ پھر دونوں میں تضاد کیسے پایا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ انسان کو جو کچھ

عقیدۂ رسالت

انسان کو دنیا میں جہاں غذا، پانی اور روشنی کی ضرورت ہے وہیں اس کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ کوئی ایسا رہنما ہو جو اُسے خدا کا راستہ بتا سکے۔ جو اسے بتا سکے کہ اس کی زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟ خدا نے اُسے دنیا میں کس لئے بھیجا ہے؟ رہنمائی کے بغیر انسان خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ حالانکہ خدا کی رضا اور دائمی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کی زندگی خدا کی اطاعت و بندگی میں بسر ہو۔ جو خدا ہماری چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کو پوری کرتا ہے اس سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ ہمیں یوں ہی دنیا میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دے گا اور ہماری رہنمائی اور ہدایت کا کوئی انتظام نہ کرے گا۔

قدرت اور اختیار حاصل ہے۔ وہ خدائے قادرِ مطلق کا عطا کردہ ہے جس طرح وہ اپنے وجود اور اس کی بقا میں خدا کی قدرت اور اس کے فیض کا محتاج ہے۔ ٹھیک اسی طرح وہ اپنے افعال اور اختیار میں بھی خدا کا محتاج ہے۔ اس کی قدرت ہر آن خدا کی قدرت کی محتاج اور دست نگر ہے۔

ایک دوسری روایت بھی اس سلسلہ میں پیشِ نظر رہنی چاہیے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ (بخاری و مسلم) "جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت پیدا کی جائے اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے اُسے صلۂ رحمی کرنا چاہیے۔"

ے تقدیر کا مسئلہ چونکہ نہایت نازک اور دقیق ہے اس لئے اس میں جھگڑنے اور بحث مباحثہ کرنے سے منع فرمایا گیا۔ لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا گیا کہ انہیں فرض کی ادائیگی کی فکر ہونی چاہیے جو ان کی زندگی کا اصل مقصود ہے جس کی تعلیم دینے کے لئے اللہ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے۔ تقدیر پر اجمالی ایمان لانا کافی ہے تفصیلات میں پڑنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی غیبی حقیقتوں اور اسرارِ خداوندی کو جان لینے کے درپے ہے اس صورت سے انسان کو بچنا چاہیے۔

Marfat.com

انسان کی ہدایت کے لئے ایک رہبر تو اللہ نے انسان کے اپنے نفس میں رکھ دیا ہے۔ اللہ نے انسان کی فطرت کو ایسے سانچے میں ڈھالا ہے کہ وہ اچھے اور بُرے خیالات اور بھلے اور بُرے اعمال میں تمیز کر سکے اس کے ساتھ ہی اللہ نے کائنات میں اپنی نشانیاں پھیلا رکھی ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کو حق کی طرف رہنمائی ہو سکتی ہے۔ لیکن انسانی ہدایت کے لئے جبلی اور کائناتی رہنمائی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے ساتھ اللہ نے انسان کے درمیان اپنے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو زندگی کا صحیح اور فطری راستہ دکھائیں اور انہیں فکر و عمل کی ہر گمراہی سے بچائیں۔ اللہ نے جن برگزیدہ لوگوں کو رسالت کے منصب سے سرفراز فرمایا انہیں اس نے غیر معمولی علم و بصیرت سے نوازا تاکہ وہ خود بھی راہِ حق پر قائم رہ سکیں اور لوگوں کی رہنمائی کا فرض بھی صحیح طور پر انجام دے سکیں۔ گمراہی اور ضلالت سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی رسولوں پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے۔ رسولوں پر ایمان لائے بغیر نہ خدا کے بارے میں آدمی کا عقیدہ درست ہو سکتا ہے اور نہ دوسرے غیبی حقائق کے بارے میں اسے کوئی یقینی علم حاصل ہو سکتا ہے اور نہ اس کی زندگی صحیح طریقے سے بسر ہو سکتی ہے۔

پھر رسالت پر ایمان ہی وہ چیز ہے جو سارے آدمیوں کو ایک عقیدے پر جمع کر سکتی ہے۔ لوگوں میں عقائد و نظریات کے بارے میں جو بھی اختلافات پائے جاتے ہیں ان کی وجہ درحقیقت قیاس و گمان کی پیروی ہے حقیقت مختلف نہیں ہو سکتی۔ رسولوں کے پاس خدا کا دیا ہوا حقیقی علم ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک ہی حقیقت کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ دنیا کے مختلف حصوں میں جتنے بھی رسول آئے سب کی بنیادی تعلیم ایک ہی تھی۔ سب نے لوگوں کو توحید اور خدا پرستی کی طرف بلایا اور انہیں آخرت کے دن کا خوف دلایا۔ خدا کے رسولوں نے جو حکم بھی دیا وہ خدا کی طرف سے دیا اور زندگی کا جو طریقہ بتایا وہ وہی ہے جس کی خدا کی طرف سے انہیں ہدایت ہوئی تھی۔ خدا کے رسولوں نے جو تعلیم دی ہے اس کی بنیاد حق اور صداقت پر ہے۔ وہ قیاس و گمان اور نفسانی خواہشات کی آمیزش سے بالکل پاک ہے۔

خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بہت سے نبی اور رسول آئے جن میں سے بعض کا قرآن میں ذکر بھی کیا گیا ہے۔ سب سے آخر میں خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور

پیغمبر بناکر بھیجا۔ آپؐ کی سیرت اور آپ کی زندگی کے حالات پوری تفصیلات کے ساتھ موجود ہیں۔ آپؐ کی لائی ہوئی کتاب انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے جن الفاظ میں آپؐ نے اسے دنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا۔ پچھلے انبیاء کی سیرتیں اور ان کی تعلیمات آج اپنی صحیح شکل میں محفوظ نہیں ہیں۔ ان کی طرف جو کچھ منسوب کیا جاتا ہے اس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جسے اعتماد کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ پچھلے نبیوں کی بنیادی تعلیمات کیا تھیں اور انہوں نے لوگوں کو کس راستے کی طرف بلایا تھا، اسے معلوم کرنے کا ایک ہی قابلِ اعتماد ذریعہ ہے وہ ہے خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کا لایا ہوا پیغام جو صحیح شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ آپؐ نے دنیا کو جس حق کی طرف بلایا ہے اسی کی طرف پچھلے نبیوں نے بھی لوگوں کو دعوت دی تھی۔

پچھلے نبیوں کی نبوت مخصوص زمانے اور مخصوص قوموں کے لئے تھی جن میں وہ آئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اللہ نے کسی خاص زمانے یا کسی مخصوص قوم تک محدود نہیں رکھا۔ آپؐ کو اللہ نے قیامت تک کے لئے اور سارے عالم کا رسول بناکر بھیجا۔ آپ کے ذریعہ اللہ نے دین کو مکمل کر دیا۔ ہدایت کی جو نعمت پچھلے انبیاء کے ذریعہ بھیجی جاتی رہی ہے وہ اتمام کو پہنچا دی گئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی نئی نبوت کی ضرورت ہے اور نہ آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا ہے۔ اب ہدایت یاب ہونے اور حقیقی اور دائمی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان آپ کی پیروی اختیار کرے۔ جس نے آپ کا انکار کیا اس نے ہدایت کی راہ گم کر دی۔ اس کے لئے کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ صحیح راستے کو پا سکے اور دنیا و آخرت میں کامیاب و بامراد ہو سکے۔ آپؐ کا انکار درحقیقت پچھلے سب نبیوں کا انکار ہے۔ اس لئے کہ آپ اسی دین کے داعی ہیں جس کی دعوت پچھلے نبیوں نے دی ہے۔ سارے انبیاء ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ رسولوں کو پیغام رسانی کا ذریعہ کیوں بنایا گیا؟ جو خدا رسولوں کے ذریعہ لوگوں کو اپنی مرضی سے آگاہ کر سکتا ہے وہ اس سلسلہ میں براہِ راست ہر انسان کی رہنمائی کیوں نہیں کرتا؟ اس اشکال کی حقیقت انسان کی کوتہ نظری ہے کائنات کے موجودہ نظام اور ہدایت و رہنمائی کے اس

Marfat.com

طریقے میں کہ خدا براہ راست ہر شخص کو اپنا مخاطب بنائے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ پردہ داری اس کائنات کا عام قانون ہے۔ کائنات کی ہر شے اپنے وجود و بقا اور نشو و نما کے لئے خدائی فیضان کی ہر لمحہ محتاج ہے۔ لیکن اس کے باوجود درمیان میں اسباب و علل کے لئے اتنے پردے ڈالے گئے ہیں کہ حقیقت کا براہ راست مشاہدہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔ پردہ داری کے قانون سے انسان کو مستثنیٰ کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں پردہ داری کے قانون کی ساری کارفرمائی بے معنی ہو جائے اس لئے وحی و رسالت ہی ہدایت و رہنمائی کا وہ ذریعہ ہے جو موجودہ نظام کائنات کے عین مطابق ہے۔ رسالت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے واسطے سے انسان کو زندگی کے واضح احکام بھی مل سکتے ہیں اور ساتھ ساتھ پردہ داری کی شان بھی باقی رہ سکتی ہے۔ پوشیدگی اور پردہ داری سے مقصود دراصل انسان کے ضمیر و وجدان اور اس کے ارادہ و اختیار کی آزمائش ہے۔

رسالت پر ایمان :

۱۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ، وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَّاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ ——— دارمی، مسند احمد

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ اگر موسیٰ کا ظہور تمہارے سامنے ہو جائے اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو یقیناً تم راہ راست سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت (کے زمانہ کو) پاتے تو میری ہی پیروی کرتے"[1]

---

[1] حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تورات کا ایک نسخہ لے کر حاضر ہوئے تھے۔ اس موقع پر

Marfat.com

۲- وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَھُوْدِیٌّ وَّلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَّا کَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ ——— مسلم

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس اُمّت کا (یعنی اس دور کا) جو کوئی بھی یہودی ہو یا عیسائی، میری خبر سن لے، پھر وہ اس چیز پر ایمان لائے بغیر مر جائے جسے دے کر بھیجا گیا ہے تو وہ اہل نار (دوزخیوں) میں سے ہوگا۔[2]

۳- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ[illegible] قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ رَجُلًا مِّنَ النَّصَارٰی مُتَمَسِّکًا بِالْاِنْجِیْلِ وَرَجُلًا مِّنَ الْیَھُوْدِ مُتَمَسِّکًا بِالتَّوْرَاۃِ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ [illegible] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

[illegible] حدیث میں درج ہے۔ آپؐ کا مقصد درحقیقت [illegible] ذہن نشین کرانا تھا کہ ہدایت [illegible] کا ہی اور ضروری ہے کہ تم میری پیروی کرو۔ آج اگر موسیٰ موجود ہوتے جن پر تورات کا نزول ہوا [illegible] لیے بھی لازم ہوتا کہ وہ میری لائی ہوئی شریعت کی پیروی کرے۔ حضور کی لائی ہوئی شریعت ایسی [illegible] کی حامل ہے جو قیامت تک بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے سکے اور سارے ہی انسانوں کے لئے قابل عمل [illegible] شریعتیں اور ان کے احکام مختلف زمانوں اور خصوص [illegible] نازل ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ کی وفات [illegible] حضرت مسیح زندہ ہیں۔ آخری زمانے میں جب وہ تشریف لائیں گے تو وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے۔

[illegible] روایت حضرت جابرؓ سے بیہقی، شعب الایمان [illegible] ہوئی ہے۔

[illegible] شخص کو بھی آپؐ کی نبوت اور رسالت کی اطلاع مل جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کی نبوت [illegible] اور آپ کی پیروی اختیار کرے۔ یہودی [illegible] انبیاء اور اللہ کی پچھلی کتابوں [illegible] ضروری ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔

Marfat.com

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِي مِنْ يَهُوْدِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ لَمْ يَتَّبِعْنِي فَهُوَ فِي النَّارِ ——— دارقطنی

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ایک عیسائی شخص ہے جو انجیل کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے (یعنی انجیل پر عمل کرتا ہے) اور ایک یہودی شخص ہے جو تورات کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے وہ اللہ اور رسول پر ایمان بھی رکھتا ہے پھر بھی وہ آپ کی (لائی ہوئی شریعت) کی پیروی نہیں کرتا تو فرمائیے اس کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: جس یہودی اور عیسائی نے میرے بارے میں سُنا پھر اس نے میرا اتباع نہیں کیا وہ (دوزخ کی) آگ میں (جانے والا) ہے۔"

٤۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الْأُوْلَى وَالْآخِرَةِ الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ وَأُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ ——— بخاری و مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں (نبیوں میں) عیسیٰ ابن مریم سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ انبیاء باہم علاتی بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں جن کا باپ ایک ہوتا ہے اور مائیں الگ الگ ہوتی ہیں اور ان کا دین ایک ہے[1] اور ہم دونوں کے درمیان میں کوئی نبی نہیں ہے۔"

---

[1] یعنی اگرچہ انبیاء علیہم السلام مختلف دور اور مختلف ملک میں تشریف لائے لیکن ان سب کا دین ایک ہی تھا۔ ایک ہی راستہ دکھایا سب کی دعوت خدا پرستی کی دعوت تھی۔ سب ایک ہی خدا کے بندے تھے۔ حالات اور وقت کے لحاظ سے احکام و قوانین میں جو بھی فرق رہا ہو لیکن اصل دین اور بنیادی عقائد میں کوئی فرق نہیں تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سامنے ٹھیک وہی دین پیش فرما رہے ہیں جو دوسرے نبیوں نے پیش کیا ہے۔

Marfat.com

۵- وَعَنْ عُبَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ ——— بخاری

"عبادہ بن صامت رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اس کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، تنہا وہی خدا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف کی روح ہیں[ھ] اور جنت دوزخ حق ہیں۔ اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، جس عمل پر وہ ہو"[ھ]

[ك] یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا، درمیان میں کوئی اور نبی نہیں آیا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ وہ ابھی زندہ ہیں۔ اور آسمان پر اٹھائے جانا درحقیقت ان کی ہجرت ہے۔ قیامت کے قریب دنیا میں تشریف لائیں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی دوبارہ تشریف آوری کے درمیان میں کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ بائبل میں جن بارہ رسولوں کا ذکر ملتا ہے وہ خدا کے رسول نہیں تھے بلکہ حضرت مسیحؑ کے جانشین اور فرستادے تھے۔ (دیکھئے لوقا ۶: ۱۳)

[ھ] قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوا ہے: إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَهُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا (النساء: ۱۷۱) "مسیح ابن مریم تو بس خدا کے رسول ہیں، اس کا کلمہ (حکم) ہیں جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف کی روح۔ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین (خدا) نہ کہو۔ باز آجاؤ تمہارے لیے بہتر ہے۔ خدا تو صرف اکیلا الٰہ ہے۔ وہ اس سے پاک و برتر ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو۔ اسی کی ملک ہیں ساری چیزیں جو آسمانوں اور

Marfat.com

۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ
اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ ــــــــ شَرْحُ السُّنَّۃ

"عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن
نہ ہوگا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس (شریعت) کے تابع ہو جائے جسے لے کر میں آیا ہوں[۶]۔"

میں ہیں اور اللہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

حدیث اور قرآن کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کے رسول اور اس کے بندے ہیں اور حضرت مسیح بھی خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دینا حقیقت کے بالکل خلاف اور صریح ظلم ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح بلا باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ خدا کی ایک عظیم الشان نشانی یقیناً ہیں لیکن انہیں خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنا غلط ہے۔ وہ اسی طرح خدا کے کلمۂ کُن سے پیدا ہو گئے ہیں، جس طرح حضرت آدم کو خدا نے کلمۂ کُن سے پیدا کیا ہے۔ خدا کے کلمۂ کُن اور زمینی اجزا میں خدا کے روح ڈالنے سے جس طرح آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہو گئے اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی کلمۂ کُن (حکم خداوندی) اور رحم مریم میں خدا کے روح ڈالنے سے بغیر باپ کے پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (آل عمران: ۵۹) "عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے آدم کا۔ اللہ نے اُسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا ہوجا، تو وہ ہو جاتا ہے۔"

[۵] یعنی جو شخص توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور خدا کے دین کا منکر نہیں ہے۔ وہ جنت میں یقیناً داخل ہوگا یہ دوسری بات ہے کہ کسی کے اعمال اچھے نہ ہوں اور اُسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے سزا بھگتنی پڑ جائے "جو عمل بھی ہو" کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنت میں آدمی کا درجہ اس کے عمل کے مطابق ہوگا۔

[۶] مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا اس وقت پورا ہوتا ہے جب آدمی اپنی خواہش نفس کو اس ہدایت کے حوالے کر دے جس کو لے کر آپ تشریف لائے ہیں اور نفس کی پیروی کرنے کے بجائے نفس کو آپ کی لائی ہوئی ہدایت کا پیرو بنا دے یہاں تک کہ اپنی خواہشات اور آپ کی لائی ہوئی ہدایات کے مطالبات میں کوئی دوئی باقی نہ رہے۔ نفس کی تطہیر و تعمیر ہو کر یہ کیفیت اور بات اپنے آپ حاصل ہو جاتی ہے کہ آدمی پوری رغبت کے ساتھ اللہ کے رسول کی ہدایات اور آپ کی لائی ہوئی کتاب پر چلنے لگ جائے۔

Marfat.com

نزول وحی کی کیفیت:

۱۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذٰلِكَ وَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ وَفِي رِوَايَةٍ نَكَسَ رَأْسَهُ وَنَكَسَ أَصْحَابُهُ رُؤُسَهُمْ فَلَمَّا أُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَأْسَهُ ——— مسلم

عُبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تو اُس کی شدت سے آپؐ کو تکلیف ہوتی اور آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ (اس وقت) آپ اپنے سر کو جھکا لیتے اور آپ کے اصحاب بھی اپنے سروں کو جھکا لیتے [1] پھر جب وحی کا نزول ختم ہو جاتا تو آپؐ اپنا سر اٹھاتے:

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُوحِيَ إِلَيْهِ لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدٌ مِنَّا يَرْفَعُ طَرْفَهُ إِلَيْهِ حَتّٰى يَنْقَضِيَ الْوَحْيُ ——— مسلم حاکم

ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو جب تک وحی کا نزول تمام نہ ہو جاتا ہم میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ آپؐ کی

---

[1] یعنی جب آپ پر وحی نازل ہوتی اور عالم بالا سے براہ راست آپؐ کا تعلق ہوتا تو فطری طور سے آپ کے حس ظاہر اور قوت ... میں ایک طرح کا تصادم واقع ہوتا جس کی وجہ سے آپ ایک طرح کا کرب محسوس کرتے یہاں تک کہ اس کا اثر آپ کے چہرے سے بھی ظاہر ہوتا تھا۔ اس وقت آپ اپنا سر جھکا لیتے تھے۔ وحی کی شدت کے علاوہ وحی کی عظمت کا تقاضا بھی یہی ہوتا تھا کہ اس موقع پر آپ کا سر جھک جائے اور ان لوگوں کے سر بھی جھک جائیں جو اس وقت آپ کے پاس موجود ہوں۔ قرآن وحی الٰہی ہی ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر ۲۱)

"اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس (پہاڑ) کو دیکھتے کہ سہما ہوا ہے اور پھٹا جاتا ہے اللہ کے ڈر سے"

Marfat.com

طرف نظر اٹھا سکتا۔[۵۲]

۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهٗ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ. قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيُفْصَمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهٗ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا ——— بخاری

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض اوقات وہ مجھ پر اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتا ہے[۵۳] پھر اس کا سلسلہ مجھ سے منقطع ہو جاتا ہے اور جو کچھ کہا گیا ہوتا ہے، اُسے میں محفوظ کر چکا ہوتا ہوں[۵۴] اور بعض اوقات فرشتہ ایک مرد کی شکل میں میرے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ پس جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں[۵۵]۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپؐ کو دیکھا۔ سخت سردی کے دن میں آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ پھر اس کا سلسلہ ختم ہوا اور حالت یہ تھی کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ جاری تھا۔[۵۶]"

---

[۵۲] نزول وحی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کیفیت سے دوچار ہوتے تھے اس سے ایسے جلال و جبروت کا اظہار ہوتا تھا کہ کسی وقت کوئی اس کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ آپ کی طرف نگاہ اٹھا سکے۔

[۵۳] یعنی اس قسم کی وحی کے نزول کے وقت جبکہ گھنٹی کی سی آواز آتی محسوس ہوتی ہے مجھے سخت مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے

[۵۴] یعنی وحی کے نزول کے خاتمہ پر وحی کا مضمون مجھے پورے طور پر محفوظ ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعہ جو پیغام بھی مجھ تک پہنچایا جاتا ہے وہ میرے حافظہ میں ہوتا ہے۔

[۵۵] یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خدا کا فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے وہ خدا کی طرف سے جو پیغام بھی پہنچاتا ہے

Marfat.com

۴ ۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ـــــ بخاری

"زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ کی ران میری ران پر تھی۔ اس کا مجھ پر اتنا وزن پڑا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے۔"

۵ ۔ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى اَنَّ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ اَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحٰى اِلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ ... فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَاَشَارَ عُمَرُ اِلٰى يَعْلٰى فَجَاءَ يَعْلٰى وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ بِهٖ فَاَدْخَلَ رَاْسَهٗ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ ـــــ بخاری

"صفوان بن یعلیٰ سے روایت ہے کہ یعلیٰؓ نے عمرؓ سے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانا جب آپ پر وحی کا نزول ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ

اسے میں یاد کر لیتا ہوں۔

؎ یعنی سخت سے سخت سردی کا کڑاکے جاڑے میں بھی میں نے دیکھا کہ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی

؎ یہ زید بن ثابتؓ کا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد قریب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ران اُن کی ران پر تھی۔ اتفاق سے آپ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔ وحی کی وجہ سے آپ کی ران کا وزن اتنا بڑھ گیا کہ انہیں اندیشہ ہوا کہ شاید میری ران ٹوٹ جائے گی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ اونٹنی پر سوار ہو کر سفر کر رہے ہیں کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی تھی۔ اونٹنی پر اس کا اتنا بوجھ پڑتا کہ وہ بوجھ سے دب جاتی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ بوجھ برداشت نہ کر سکے گی اور زمین پکڑ لے گی۔

؎ حضرت یعلیٰؓ چاہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو تو اس وقت دیکھیں کہ آپ کی کیا حالت ہوتی ہے؟

Marfat.com

اس اثنا میں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ[1] میں تھے اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی . . . آپ پر وحی نازل ہوئی۔ عمرؓ نے یعلیٰ کو اشارہ کیا۔ یعلیٰؓ آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک کپڑا تھا جس کے ذریعہ آپ پر سایہ کیا گیا تھا انہوں نے اندر اپنا سر ڈالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوگیا ہے اور گھر گھراہٹ کی آواز آرہی ہے[2]۔ پھر (تھوڑی دیر میں) آپ کی یہ حالت ختم ہوتی۔

شکل و شباہت :

۱۔ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کَانَ اِذَا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمْ یَکُنْ بِالطَّوِیْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَکَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ یَکُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُکَلْثَمِ وَکَانَ فِی الْوَجْهِ تَدْوِیْرٌ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِیْلُ

---

[1] یہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے۔

[2] وحی کی شدت سے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور گلے سے گھر گھراہٹ کی آواز آرہی تھی۔ جب وحی اترچکی تو پھر یہ حالت ختم ہوگئی۔

نزول وحی کے سلسلے میں اور بہت سی روایتیں ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر چند روایتیں درج کی گئی ہیں۔ ان روایات سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ نزول وحی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور آپ کی حالت متغیر ہو جاتی تھی جس کو آپ کے قریب کے لوگ بھی محسوس کر لیتے تھے اور وہ جان لیتے تھے کہ اس وقت آپ پر وحی اتر رہی ہے۔ نزول وحی کے بعد آپ صحابہ کرامؓ کو مطلع کرتے تھے کہ آپ پر خدا کی طرف سے کیا پیغام نازل ہوا ہے۔ قرآن مجید جو وحی کے ذریعہ آپ پر نازل ہو رہا تھا۔ نزول کے بعد باقاعدہ اسے آپ قلم بند کرا دیتے تھے۔

Marfat.com

لِلنَّاسِ وَالْكَتِفِ اَجْرَدُ ذُوْمَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى يَتَقَلَّعُ كَاَنَّمَا يَمْشِيْ فِيْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ——— ترمذی

"حضرت علی بن ابی طالبؓ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے تو فرماتے کہ آپ نہ تو بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ پستقد . . . بلکہ لوگوں میں آپؐ متوسط قامت کے تھے[1] آپ کے بال نہ بہت گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکا خم لئے ہوتے تھے۔ آپؐ نہ تو بہت موٹے تھے اور نہ چھوٹے چہرے والے تھے۔ چہرہ (بالکل گول ہونے کے بجائے) ہلکی گولائی لئے ہوئے[2] سفید سرخی مائل تھا[3] آپ کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں دراز تھیں[4] ہڈیوں کے سرے یعنی جوڑ موٹے تھے۔ بدن پر زیادہ بال نہ تھے۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ ہتھیلیاں اور پاؤں پُرگوشت تھے[5] جب چلنے کو قدم اٹھاتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا بلندی سے نشیب میں اتر رہے ہیں[6]۔ جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورے جسم کے ساتھ

---

[1] روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپ مجمع میں ہوتے تو قد دوسروں سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ آپ زیادہ لمبے نہ تھے کہ بُرا معلوم ہو۔ قامت مائل بہ درازی ضرور تھی۔

[2] روایت میں کان اسیل الخد (آپ دراز رخسار والے تھے) الفاظ آئے ہیں۔

[3] آپ کا رنگ گورا ملاحت لئے ہوئے تھا۔

[4] باطنی اوصاف و کمالات کے ساتھ خدا نے آپ کو حسنِ ظاہر سے بھی آراستہ فرمایا تھا۔ روایتوں سے معلوم کہ حسن و جاذبیت کی ساری ہی چیزیں خدا نے آپ کو بخشی تھیں۔ آپ کشادہ پیشانی اور پاکیزہ رو تھے۔ چہرہ بلند خیالا

Marfat.com

[illegible] آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی[5] اور آپ خاتم النبیین تھے۔
آپ لوگوں میں کشادہ دل اور فیاض اور زبان کے نہایت سچے تھے۔ طبیعت کے نہایت نرم
اور قوم کے نہایت شریف اور بزرگ تھے۔ جو کوئی آپ کو یکایک دیکھتا اس پر آپ کی
ہیبت طاری ہو جاتی[6] اور جو پہچان کر آپ سے ملتا جلتا تو آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔
آپ کے اوصاف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپ جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ
سے پہلے اور نہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم۔"

آئینہ دار اور شاہی ملاحت پاکیزہ کی نمائندہ تھی۔ اگر آپ خاموش ہوتے تو بڑا وقار برستا۔ لوگوں سے بولتے تو ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی
ہوتی، انداز میں بھاری پن تھا۔ آپ کی خاموشی بھی [illegible] کا سامان لئے ہوتی تھی۔ آپ کے سکوت و وقار میں لذت محسوس ہوتی
تھی۔ آپ کی کوئی ادا بھی دلکشی سے خالی نہیں ہوتی تھی

[2] تلوے قدرے گہرے تھے۔ قدم مبارک نہایت چکنے تھے۔ ایڑیوں پر گوشت بہت کم تھا۔

[3] آپ چلتے تو قوت کے ساتھ ذرا آگے جھک کر چلتے تھے۔ رفتار تیز ہوتی تھی تو قدم جما کر رکھتے تھے۔ دیکھنے پر معلوم ہوتا
گویا آپ نشیب میں اُتر رہے ہیں۔

---

[4] یعنی کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو متکبر لوگوں کی طرح نہیں بلکہ کریم النفس اور متواضع صفت انسان کی طرح پورے طور پر
توجہ فرماتے تھے۔ آپ کی توجہ میں کسی وقت بھی کسی قسم کی بے التفاتی اور بے پروائی کو ہرگز دخل نہیں ہوتا تھا

[5] یعنی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان بائیں شانے کی نرم ہڈی کے قریب کبوتر کے انڈے کی
طرح گوشت ابھرا ہوا تھا جس پر سیاہ تل [illegible] دوسری نشانیوں کی طرح آپ کی نبوت کی ایک ظاہری نشانی تھی۔ اسے مہر نبوت کہتے تھے۔

[6] یعنی [illegible] آپ کو دیکھتا [illegible] ہیبت طاری ہو جاتی [illegible] آپ کو دیکھتا وہ آپ کا گرویدہ ہو کر رہتا۔ ہیبت کے علاوہ
[illegible] صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے عروہ بن مسعود کو [illegible] بنا کر بھیجا تھا، اس نے واپسی پر
[illegible] "اے قریش کے لوگو! میں کسریٰ کے [illegible] شاہی دربار میں جا چکا ہوں، قیصر کے پاس [illegible] شاہی
[illegible] دیکھی [illegible] میں نے کسی قوم میں کسی بھی بادشاہ کی وہ شان نہیں دیکھی
[illegible] اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے
اب تم سوچ لو۔"

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ لِلرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً ——— دارمی

"ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیجیے۔ انہوں نے کہا: بیٹا اگر تم انہیں دیکھتے تو اس طرح دیکھتے جیسے آفتاب طلوع ہوا ہے ۱۰"

۳۔ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّ وَجْھَہٗ قِطْعَۃُ قَمَرٍ وَکُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِکَ ——— بخاری ومسلم

"کعب بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی وجہ سے خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ ایسا چمک اٹھتا گویا روئے مبارک چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس سے واقف ہوتے تھے ۱۱"

---

۱۰ یعنی خدا نے آپ کو بدرجۂ کمال حسن وجمال اور وقار وعظمت سے نوازا تھا۔

۱۱ یعنی اس چمک کو دیکھ کر ہمیں آپ کی خوشی اور مسرت کا علم ہو جاتا تھا۔

حلیہ مبارک کے سلسلہ میں روایات بہت سی ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر محض تین حدیثیں درج کی گئی ہیں۔ نبی اپنی قوم میں نمایاں شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ اس کی سیرت اس کے برحق اور صادق ہونے کا بین دلیل ہوتی ہے۔ آدمی کا چہرہ اس کی شخصیت اس کے اعمال واخلاق اور اس کی سیرت وکردار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ کسی کی نگاہ میں اگر قصور نہ ہو تو وہ نبی کو دیکھنے کے بعد لازماً اس کے صادق ہونے کی گواہی دے گا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ محض چہرہ دیکھ کر لوگوں نے آپ کے سچے ہونے کی گواہی دی۔ حصین یہود کے ایک زبردست عالم تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو وہ آپ کو دیکھنے کے لئے گئے۔ بعد میں انہوں نے اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے جیسے ہی آپ کو دیکھا سمجھ گیا کہ آپ کا چہرہ ایک جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب ابو رمثہ تمیمی اپنے بیٹے کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگوں نے دکھایا کہ خدا کے رسول یہ ہیں تو دیکھتے ہی انہوں نے

Marfat.com

آپ کی مثال

۱۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ: جَاءَتْ مَلَائِکَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ نَائِمٌ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِکُمْ ھٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَہٗ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَالْقَلْبَ یَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُہٗ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا وَجَعَلَ فِیْھَا مَأْدُبَۃً وَبَعَثَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَکَلَ مِنَ الْمَأْدُبَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَأْکُلْ مِنَ الْمَأْدُبَۃِ فَقَالُوْا اَوِّلُوْھَا لَہٗ یَفْقَھْھَا فَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَالْقَلْبَ یَقْظَانُ فَقَالُوْا فَالدَّارُ الْجَنَّۃُ وَالدَّاعِیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ (عَزَّ وَجَلَّ) وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ ——— بخاری، مسلم

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ سو رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا تمہارے اس ساتھی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال ہے اسے ان کے سامنے بیان کرو۔ ان میں سے کسی نے کہا:

کہا جاتا تھا یہ خدا کے نبی ہیں (شمائل ترمذی) ایک بار مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا اور شہر سے باہر ٹھہرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک اونٹ کا سودا کیا اور قیمت کی ادائیگی کا وعدہ کر کے اونٹ لے کر چلے گئے۔ بعد میں قافلہ والوں کو تشویش ہوئی کہ بغیر جانے پہچانے معاملہ کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری رقم ماری جائے۔ اس موقع پر ایک معزز خاتون نے کہا: اطمینان رکھو۔ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا ہے جو چاند کی طرح روشن تھا۔ وہ ہرگز تمہارے ساتھ بدمعاملگی کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا آدمی اونٹ کی رقم ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گی ——— (المواہب اللدنیہ ج ۱ صفحہ ۲۴۴)

Marfat.com

وہ تو سو رہے ہیں۔ اس پر دوسرے نے کہا: بے شک آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار ہے پھر انہوں نے کہا: آپ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں کھانے کا ایک خوان لگایا اور بلانے والے کو بھیجا کہ لوگوں کو کھانے کے لئے بلائے۔ جس نے اس بلانے والے کی بات مان لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھانا کھایا اور جس نے بلانے والے کی بات نہیں مانی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے کہا: آپ کے لئے اس (مثال) کی وضاحت کرو تاکہ آپ اسے سمجھ جائیں۔ تو ان میں سے کسی نے کہا: وہ سو رہے ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا: (ایسا نہیں ہے) آنکھیں سو رہی ہیں مگر دل بیدار ہے۔ اس پر انہوں نے کہا: گھر (سے مراد) جنت ہے اور بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو جس کسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ عزّوجلّ کی نافرمانی کی اور حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تفریق کر دینے والے ہیں [1]۔"

---

[1] اس تمثیل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و منصب واضح طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس تمثیل سے معلوم ہوا کہ اللہ نے آپ کو لوگوں کے لئے داعی بنا کر بھیجا ہے۔ آپ لوگوں کو اس گھر کی طرف بلاتے ہیں جو دائمی فوز و فلاح اور سلامتی کا گھر ہے جسے جنت کہتے ہیں۔ جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے تیار کیا ہے جو اس کے داعی پر ایمان لائیں ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس کے اندر چنے ہوئے کھانوں (یعنی نعمتوں) کا لطف اٹھائیں گے اور ہمیشگی کی راحت و مسرت ان کے حصہ میں آئے گی۔ قرآن کریم میں بھی فرمایا گیا ہے: وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "(تم ختم ہونے والی زندگی پر ریجھتے ہو) اور اللہ تمہیں سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔"

اس حدیث سے ایک بنیادی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ کی اطاعت کی واحد سبیل یہ ہے کہ آدمی حضرت محمد صلی

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ رَبِیْعَةَ الْجُرَشِیِّ قَالَ: اُتِیَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَقِیْلَ لَہٗ لِتَنَمْ عَیْنُکَ وَ لْتَسْمَعْ اُذُنُکَ وَ لْیَعْقِلْ قَلْبُکَ قَالَ فَنَامَتْ عَیْنَیَّ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ وَعَقَلَ قَلْبِیْ قَالَ فَقِیْلَ لِیْ سَیِّدٌ بَنٰی دَارًا فَصَنَعَ مَأْدُبَةً وَّاَرْسَلَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَکَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَرَضِیَ عَنْہُ السَّیِّدُ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَسَخِطَ عَلَیْہِ السَّیِّدُ قَالَ فَاللّٰہُ السَّیِّدُ وَمُحَمَّدٌ نِ الدَّاعِیْ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْمَأْدُبَةُ الْجَنَّةُ ـــــــ دارمی

"ربیعہ جرشی روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ لوگوں کو جن احکام کی پیروی کا حکم دیتے ہیں وہ خدا ہی کے دیے ہوئے احکام ہیں۔ انسانوں تک خدا کے احکام رسولوں کے واسطے ہی پہنچتے ہیں۔ خدا کی بندگی و اطاعت میں جو لذت و راحت ہے وہ کہیں اور نہیں ہے۔ قدیم کتابوں میں بھی اللہ کے احکام و شرائع کو نعمت قرار دیا گیا ہے۔

"خداوند کی شریعت کامل ہے وہ جان کو بحال کرتی ہے ... خداوند کے قوانین راست ہیں۔ وہ دل کو راحت پہنچاتے ہیں خداوند کا حکم بے عیب ہے وہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے ... خداوند کے احکام برحق ہیں اور بالکل راست ہیں وہ سونے بلکہ کندن سے زیادہ پسندیدہ ہیں اور شہد سے بلکہ چھتے کے ٹپکوں سے بھی شیریں ہیں (زبور بیبل کتاب ۱۹: ۷۔۱۰)

اس کے بعد بھی اگر آدمی اللہ کے داعی کی پکار پر لبیک نہیں کہتا اور اس مکان کی طرف نہیں چلتا جس کی طرف وہ بلا رہا ہے تو وہ ایک بھٹکا ہوا اور آوارہ انسان ہے "اپنے مکان سے آوارہ انسان اس چڑیا کی مانند ہے جو اپنے آشیانے سے بھٹک جائے" (امثال ۲۷: ۸)

آخر میں یہ جو فرمایا کہ محمد لوگوں کے درمیان فرق کر دینے والے ہیں۔ اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ آپ کی بعثت سے اہل کفر اور اہل ایمان کی جماعتیں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں۔ برے اور بھلے ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے۔ غلط اور صحیح، حق اور باطل میں کوئی اشتباہ نہیں رہا۔

Marfat.com

(فرشتہ) حاضر ہوا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ آپ کی آنکھوں کو سونا چاہیے اور کانوں کو سننا اور دل کو سمجھنا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سو گئیں، میرے کانوں نے سُنا اور میرے دل نے سمجھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ سے کہا گیا کہ ایک سردار نے ایک گھر بنایا اور (اس میں) دسترخوان چنا اور ایک بلانے والے کو بھیجا۔ تو جس کسی نے اس بلانے والے کی دعوت کو قبول کیا وہ اس گھر میں داخل ہوا اور اس خوان میں سے کھایا اور اس سے وہ سردار بھی خوش ہو گیا اور جس کسی نے اس بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی، وہ نہ گھر میں داخل ہوا۔ نہ اس نے دسترخوان سے کھانا کھایا اور سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ فرمایا: اللہ آقا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلانے والے ہیں اور گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے[1]۔"

۳- وَعَنْ أَبِي مُوسَىٰ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَىٰ قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَىٰ مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ مَا جِئْتُ

---

[1] اس سے پہلی روایت میں گھر سے مراد جنت لی گئی ہے۔ اس حدیث میں اسلام کو گھر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کا حاصل ایک ہے۔ جنت میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اسلام میں داخل ہو۔ اسلام میں داخل ہونا نتیجے کے لحاظ سے جنت میں داخل ہونا ہے۔ دونوں حدیثوں میں اصل زور اس پر دیا گیا ہے کہ جنت آدمی کو اس وقت مل سکتی ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہے اور آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی پیروی اختیار کرے۔ اسی سے وہ جنت کا مستحق بھی ہوگا اور خدا کی خوشنودی اور رضا بھی اسے حاصل ہوگی جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ بصورت دیگر وہ جنت سے بھی محروم ہوگا اور خدا کی ناراضی الگ اس کے حصے میں آئے گی۔

Marfat.com

ب۔ مِنَ الحق ـــــــ بخاری، مسلم

"ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور اس چیز کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی قوم کے پاس آئے اور کہے: اے میری (قوم کے لوگو) میں نے دشمنوں کا ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں نذیرِ عریاں ہوں۔ لہٰذا نجات کی فکر کرو۔ اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی بات مان لی وہ اطمینان سے راتوں رات نکل کھڑے ہوئے اور اپنی معمولی رفتار سے چلتے رہے اور (دشمنوں سے) نجات پاگئے اور ان میں سے کچھ لوگوں نے جھٹلایا اور صبح تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے دشمن کا لشکر علی الصباح اُن پر ٹوٹ پڑا اور انہیں ہلاک اور جڑ بنیاد سے ختم کر دیا۔ بس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اُسے جھٹلا دیا"۔[۱]

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ

---

[۱] اس تمثیل سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مقام معلوم ہوتا ہے۔ عرب میں غارتگری بالعموم صبح کے وقت ہوتی تھی اسلئے بھلے کا یہ طریقہ بھی وہاں رائج تھا کہ وہ ایک دوسرے سے کہتے کہ خدا تمہاری صبح اچھی رکھے۔ عربوں میں یہ دستور بھی تھا کہ کسی قبیلے پر کوئی آفت آتی اور کوئی دشمن حملے کے لئے پیش قدمی کرتا تو جو شخص دشمن کو پہلے دیکھتا وہ کسی بلند مقام پر چڑھ کر اپنے کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور انہیں ہلا ہلا کر اور چلا چلا کر لوگوں کو صورت حال سے خبردار کرتا۔ ایسے شخص کی حیثیت چشم دیدگواہ کی مانی جاتی اور اس کی خبر پر سبھی لوگ یقین کرتے تھے۔ آگے چل کر لوگوں کو ڈرانے اور خبردار کرنے کا یہ طریقہ ہر ایسی پریشانی اور مصیبت کے موقع پر جا جا کہ جس میں آتی ہوا اختیار کیا جانے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے اپنے لئے نذیرِ عریاں و برہنہ ڈرانے والے کی مثال بیان فرمائی تاکہ لوگ غفلت سے باز آ جائیں اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اور خدا کے عذاب سے بچنے کی فکر کریں۔

Marfat.com

وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِيْ تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيْهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيْهَا فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهَا ــــ بخاری

"ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی شخص نے آگ روشن کی، لیکن جب اس نے اپنے گرد و پیش کو خوب روشن کر دیا تو پروانے اور یہ کیڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور وہ ہے کہ انہیں روک رہا ہے اور وہ ہیں کہ اس پر غالب آ کر اس میں گھسے پڑتے ہیں تو میری اور اپنی مثال ایسی سمجھو کہ میں تمہیں آگ (میں پڑنے) سے روکتا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گھسے پڑتے ہو۔"

آپؐ کی محبت:

۱۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ـ بخاری و مسلم

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی

؎ مسلم کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ ملتے ہیں: قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنِيْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهَا: "آپ نے فرمایا: یہ میری اور تمہاری مثال ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر روکتا ہوں کہ آگ سے بچ کر ہوں کہتا ہوں کہ آگ سے بچو! آگ سے بچو! اور تم مجھے عاجز کر کے اس میں گھسے جاتے ہو۔"

اس تمثیل سے بھی نا سمجھ انسانوں کی نادانی اور اللہ کے رسول کی شفقت اور خیر خواہی کی حقیقی اور زندہ تصویر سامنے آجاتی ہے۔ پروانوں کو خبر نہیں کہ آگ ان کے نرم و نازک جسم کو خاکستر کر دے گی۔ وہ اس پر گرے پڑتے ہیں یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر حدود الٰہی کو پامال کرتے ہیں۔ خدا کے غضب کے مستحق ہوتے ہیں۔ اللہ کا رسول انہیں عذاب سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے پھر بھی اگر کوئی نہیں سنبھلتا تو وہ اپنی تباہی کا خود ذمہ دار ہے۔

Marfat.com

شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں لے۔

۲- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ، فَقَالَ: لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ عُمَرُؓ: فَإِنَّكَ الْآنَ وَاللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ الْآنَ يَا عُمَرُ ـــــ بخاری

"عبداللہ بن ہشامؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ عمر بن خطابؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ عمرؓ نے آپ سے کہا: آپؐ یا رسول اللہ! مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب تک تم کو میں اپنی جان سے بھی بڑھ کر

لے جو تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں سے اور مسلمانوں کا آپ سے ہے۔ اس سے کسی بھی دوسرے رشتہ کو ذرہ برابر بھی نسبت حاصل نہیں ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب: ۶) "نبی کا تعلق مومنوں کے ساتھ اس سے زیادہ ہے، جتنا ان لوگوں کا اپنے آپ سے ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں سے جس درجہ شفقت و محبت ہے اُسے ماں باپ کی شفقت و محبت نہیں پا سکتی۔ بلکہ آپ کی خیر خواہی تو اس سے بھی بڑھ کر ہے جتنی کہ آدمی کو اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ آدمی کو اس کے والدین گمراہی میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ خود غرضی کا معاملہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح بیوی بچے بھی آدمی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ آدمی خود اپنے ہاتھوں اپنے پیر پر کلہاڑی مار سکتا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف وہی کر سکتے ہیں جس میں ہماری فلاح ہو۔ آپ ہمارے لیے وہی تجویز کر سکتے ہیں جو ہمارے لیے مفید اور نفع بخش ہو جب حقیقت حال یہ ہے تو پھر مسلمانوں کا بھی یہی فرض ہے کہ وہ آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھیں۔ اپنے والدین، بیوی بچے اور اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز رکھیں۔ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ان کی محبت آپ کے ساتھ ہو۔ وہ آپ کے حکم کی پیروی کریں۔ آپ کا جو فیصلہ اور جو حکم ہو اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ دل میں ذرہ برابر بھی انہیں ناگواری محسوس نہ ہو۔

عزیز نہ ہو جاؤں (تم مومن نہیں ہو سکتے) عمرؓ نے کہا: اب تو بخدا آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اب اے عمر! (تم مومن ہو)۔[1]

۳- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ — ترمذی

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت رکھو اس لئے کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب اور میرے اہل بیت سے محبت کرو، میری محبت کے سبب۔[2]"

۴- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتَی السَّاعَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِیْرِ صَلٰوةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ——— بخاری

"انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: وہ گھڑی (قیامت) کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا

---

[1] اس حدیث سے بھی اسی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے جس کا اظہار پہلی حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ آدمی صحیح معنوں میں مومن اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ ہر چیز سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کو عزیز رکھے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر ہر چیز قربان کر سکے۔ اللہ کی راہ میں اگر مال اور اولاد کو بھی چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دے حتیٰ کہ اگر جان قربان کرنے کا موقع آئے تو اس سے بھی گریز نہ کرے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ کے اسی احسان پر غور کرو کہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے تو تمہارے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوگا اور تم اپنے محسن سے محبت کرنے لگو گے۔ جب اللہ سے محبت ہوگی تو اس کے رسول سے بھی تم کو محبت ہوگی اور رسول سے محبت ہوگی تو اس کے گھر والوں سے بھی لازماً محبت ہوگی۔ محبت کا اصل مرکز و محور تو صرف خدا کی ذات ہے۔ خدا ہی کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے رسول اور آپ کے اہل بیت اور اہل قرابت کو عزیز رکھا جائے۔

Marfat.com

تیار کر رکھا ہے؟ اُس نے کہا: میں نے اس کے لئے کچھ زیادہ تیار نہیں کیا ہے۔ نہ زیادہ نمازیں ہی نہ روزے اور نہ صدقہ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم انہی کے ساتھ ہو گے جن سے تمہیں محبت ہے[۱]۔

۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّكَ قَالَ أُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَاعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرُ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ (ترمذی)

"حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: دیکھئے کیا کہتا ہے؟ اُس نے تین بار کہا: بخدا میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر و فاقہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہتھیار تیار کر لو۔ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں ان کی طرف فقر و فاقہ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں جتنا سیلاب نشیب کی طرف[۲]"۔

---

[۱] حدیث کا آخری فقرہ آپ نے کئی مواقع پر ارشاد فرمایا ہے۔ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جب صحابہ نے آپ سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا جو کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے مگر اس کا عمل اس جماعت کے لوگوں کے برابر نہیں ہے۔ آپ نے یہی جواب دیا تھا: المرءُ مع من احبَّ "آدمی (آخرت میں) اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا تھا" حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا اس خوشخبری سے انہیں خوش ہوتے دیکھا۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ محبت کا ثمرہ اخروی معیت ہے اور جس کو جتنی آپ سے محبت ہوگی اسے اتنا ہی زیادہ آخرت میں آپ کی قربت اور معیت حاصل ہوگی۔

[۲] یعنی تمہیں اگر حقیقت میں مجھ سے محبت ہے تو پھر ہر طرح کے شدائد و مصائب کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو۔ مجھ سے محبت ہے تو تمہیں وہی راہ اختیار کرنی ہوگی جس کی طرف خدا نے مجھے رہنمائی فرمائی ہے۔ اس راہ میں طرح طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس میں فقر و فاقہ کی نوبت بھی آسکتی ہے۔ اس راہ کے مسافر باطل سے کسی قیمت پر بھی مصالحت نہیں کر سکتے۔ وہ حق و صداقت کے لئے جان دے سکتے ہیں لیکن ظلم و طغیان اور باطل کے آگے اپنا سر نہیں جھکا سکتے۔ اس راہ پر وہی چل سکتا ہے جس کا خدا پر کامل بھروسا اور آخرت پر ایمان ہو۔ تمہیں اللہ کا رسول اگر عزیز ہے تو پھر عیش و آرام کے مقابلہ میں اس فقر و فاقہ کو ترجیح دو جو خدا کی راہ میں پیش آتا ہو۔

Marfat.com

درود و سلام:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ——— مسلم

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے[1]"

---

[1] ایک شفیق باپ کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو زندگی کے سارے آداب سکھاتا ہے یہاں تک وہ انہیں اس کی تعلیم بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور اپنے والدین کا ادب و احترام کس طرح کریں۔ اسی طرح اللہ کا رسول بھی جس کی حیثیت قوم میں ایک روحانی باپ کی ہوتی ہے اپنے پیروؤں کو چھوٹی بڑی ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے کمال محبت و شفقت کے ساتھ وہ انہیں اس کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ انہیں اپنے ہادی اور رسول سے کتنا گہرا تعلق ہونا چاہیے۔
اس حدیث میں اہل ایمان کو اس کی تعلیم دی جارہی ہے کہ انہیں اپنے رسول پر درود بھیجنا چاہیے یہ اس تعلق کا لازمی اور فطری تقاضا ہے جو تعلق کہ اہل ایمان اور رسول خدا کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اہل ایمان پر رسول خدا کے بے پایاں احسانات ہیں رسول خدا ہی کے ذریعہ سے انہیں حق کی روشنی ملی ہے دین و ایمان اور اخلاق کی بلندی انہیں رسول خدا کی تعلیمات سے ہی حاصل ہو سکی ہے۔ اب یہ حق شناسی اور احسان مندی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے رسول کو جان و دل سے بڑھ کر عزیز رکھیں۔ خدا سے ان کے لئے دعا کریں اور ان کے سچے فرماں بردار بن کر رہیں۔ درود کے لئے عربی میں صلوٰۃ کا لفظ آتا ہے۔ صلوٰۃ کا لفظ جب علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں۔ ایک کسی کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا، کسی پر مائل ہونا۔ دوسرے کسی کی تعریف اور حمد و ثنا کرنا۔ تیسرے کسی کے لئے دعا کرنا۔ اس درود میں محبت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے اور مدح و ثنا کا مفہوم بھی۔ اس کے علاوہ دعائے رحمت کا مفہوم بھی اس میں شامل ہے۔ رسول پر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم رسول کے گرویدہ ہو جائیں، ان کی مدح و ثنا کریں اور ان کے لئے خدا سے دعا کریں۔

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَيَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا صَلّٰى عَلَيَّ فَلْيُقِلَّ عَبْدٌ مِّنْ ذٰلِكَ اَوْ لِيُكْثِرْ —— احمد، ابن ماجہ

"عامر بن ربیعہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے اور فرماتے سُنا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے[۱]۔"

۳۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً —— ترمذی

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا سب لوگوں سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا[۲]۔"

یہ جو فرمایا کہ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے خدا اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے۔ ایسے شخص کو خدا محبوب رکھتا ہے اور اس پر بے حد مہربان ہوتا ہے، اس کی تعریف فرماتا ہے۔ اس کے کام میں برکت دیتا اور اُسے عزت اور بلندی عطا فرماتا ہے۔ رسولِ خدا سے گہرے قلبی تعلق اور محبت کے پیچھے درحقیقت خدا طلبی کا ہی جذبہ کام کرتا ہے۔ رسولؐ سے ہماری محبت اور گرویدگی کا سبب اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ ہمیں خدا کی راہ دکھاتا اور ہمیں مرضیاتِ الٰہی سے آگاہ کرتا ہے۔ اس لئے اس شخص پر جو رسول پر درود بھیجتا ہے خدا کی رحمت کا متوجہ ہونا ایک فطری بات ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم قرآن حکیم میں بھی فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: ۵۶) "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود و رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔"

[۱] یعنی خدا کے فرشتے اس سے غایت درجہ کی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے حق میں اللہ سے دعائیں کرتے ہیں۔

[۲] آدمی کے دل میں اسلام اور ایمان کی جتنی قدر ہوگی اتنا ہی زیادہ اُسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا احساس ہوگا۔

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں خدا کا ذکر نہ کریں اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجیں تو لازماً وہ مجلس ان کے حق میں تباہی ہوگی، خدا چاہے انہیں عذاب دے اور چاہے انہیں بخش دے۔"

۵۔ وَعَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ترمذی

"حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے[ا]۔"

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابوداؤد

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی مجھے سلام کرتا ہے تو اللہ میری روح کو مجھ پر پلٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں[ا]۔"

اور حضور کے احسانات کا جتنا زیادہ کوئی قدرشناس ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ آپ پر درود بھیجے گا۔ درود کی کثرت ایک پیمانہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو دین سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ آپ پر کثرت سے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو آپ کے لائے ہوئے دین سے گہرا تعلق ہے۔ وہ آپ کو سب سے بڑھ کر عزیز رکھتا ہے۔ اس لئے لازماً اسے قیامت میں آپ کا قرب خاص نصیب ہوگا۔ دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی۔

[ا] اس سے بڑھ کر بخل اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی کے سامنے اس کے سب سے بڑے محسن کا ذکر آئے اور وہ خاموش رہ جائے اس کی زبان پر اپنے محسن کے لئے تحسین اور دعائے خیر کے کلمات تک نہ آسکیں۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ قَالَ: قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ قَالَ: قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ــــــ بخاری و مسلم

"ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپؐ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو: اَللّٰھُمَّ ــــــ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ "اے اللہ! رحمت فرما محمدؐ پر اور ان کی ازواج اور اولاد پر، جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیم پر، اور برکت عطا فرما محمدؐ کو اور ان کی ازواج اور اولاد کو جس طرح تو نے برکت عطا فرمائی ابراہیمؑ کو۔ بے شک تو حمد و ستائش کا مستحق اور عظمت و بزرگی والا ہے[۲]۔"

---

[۱] یعنی اللہ تعالیٰ سلام کرنے والے کے ہدیہ سلام کو مجھ تک پہنچا دیتے ہیں اور میری روح کو اس حالت میں لاتے ہیں کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

[۲] احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے اور بہت سے درود منقول ہیں۔ اس درود سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ اس دعا کو اپنے لئے مخصوص فرمالیں۔ آپؐ نے اپنی ازواج و ذریت کو بھی اس میں شامل فرمایا ہے۔ بعض درودوں میں آپؐ نے اپنی آل کو بھی شامل کیا ہے۔ مثلاً بخاری و مسلم میں کعب بن عجرہؓ نے روایت کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپؐ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو معلوم کر لیا۔ مگر آپؐ پر درود کس طرح بھیجیں؟ سرکار نے فرمایا: یوں کہا کرو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ "اے اللہ! درود بھیج محمدؐ اور محمدؐ کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو قابل تعریف اور صاحب عظمت ہے۔ خدایا برکت عطا کر محمدؐ کو اور محمدؐ کی آل کو جس طرح تو نے برکت عطا فرمائی ابراہیمؑ کو، بے شک تو اپنی ذات سے تعریف کا مستحق اور صاحب عظمت ہے۔" آل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ ان کے علاوہ وہ سب لوگ آجاتے ہیں جو آپ کے پیرو اور متبع ہوں۔

Marfat.com

آپ کی اطاعت:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ ——— شرح السنۃ

"عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جائے جسے لے کر میں آیا ہوں"[۱]

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قَالُوْا وَمَنْ یَّاْبٰی؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی ——— بخاری

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے سب لوگ جنت میں داخل ہونگے بجز اس شخص کے جو انکار کر دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: انکار کون کرتا ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائیگا اور جس نے میری نافرمانی کی بے شک اس نے انکار کیا۔"[۲]

---

[۱] حقیقی مومن وہی ہے جو دل سے فکر و عمل کے اس راستہ کو اختیار کرے جس کی طرف حضورؐ نے رہنمائی فرمائی ہے اور دل سے مانے کہ حق وہی ہے جسے اللہ کے رسول نے حق کہا، اور جسے آپ نے غلط قرار دیا ہے وہ فی الواقع غلط ہے۔ ایمان کی صحیح کیفیت یہ ہے کہ آدمی کی خواہشات اور اس کے میلانات اس ہدایت کے تابع ہو جائیں جسے لے کر اللہ کا رسول دنیا میں مبعوث ہوا ہے جس نے ہدایت کو چھوڑ کر خواہشات نفس کا اتباع کیا وہ صحیح راستہ سے بھٹک گیا۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوَاہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (القصص: ۵۰) "اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جس نے اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کی اللہ ظالم لوگوں کو راہ پر نہیں لگاتا۔"

[۲] یعنی جو آپ کی نافرمانی کرتا اور آپ کے اتباع سے گریز کرتا ہے وہ فی الحقیقت آپ کا انکار کرتا ہے۔

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهِ ——— موطا

"حضرت مالک بن انسؓ سے ایک مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک انہیں تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے: خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت[۳]"

۴۔ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئاً عَلَى أَرِيْكَتِهِ يَأْتِيْهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ ——— احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ

"ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہرگز تم میں سے کسی شخص کو نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اسے میرے اُن احکام میں سے کوئی حکم پہنچے جن کا میں نے حکم دیا ہو یا جن سے میں نے روکا ہو تو وہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ ہم نے اللہ کی کتاب میں پایا، اسی کا اتباع کیا[۴]"

---

[۳] معلوم ہوا کہ گمراہی اور ضلالت سے بچنے کے لئے جہاں کتاب اللہ کی پیروی ضروری ہے وہیں ہمارے لئے یہ بھی لازم ہے کہ ہم خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے ارشادات کی پیروی بھی اختیار کریں۔ آپ سے بے نیاز ہو کر کوئی صحیح معنوں میں کتاب اللہ کا پیرو بھی نہیں بن سکتا۔ اللہ نے اپنے رسول کو اپنی کتاب کا شارح و ترجمان بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کے ارشادات اور آپ کی سیرت درحقیقت کتاب اللہ کی شرح ہے۔ آپ کی جہاں اور بہت سی ذمہ داریاں تھیں وہیں ایک اہم ذمہ داری یہ بھی تھی کہ آپ لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں (سورہ البقرہ ۱۲۹؛ آل عمران: ۱۶۴؛ الجمعہ ۲)

[۴] مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ کی طرح ان احکام کی بھی پیروی کرے جو اللہ کے رسول کی طرف سے اس تک پہنچے ہوں۔ آپ کی سنت کتاب اللہ کی تشریح کی حیثیت رکھتی ہے (النحل: ۴۴) تشریح کے لئے تشریعی احکام بھی اللہ کی

Marfat.com

۵۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْہَدْیِ ہَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُہَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ — مسلم

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: حمد وصلوٰۃ کے بعد (اب یہ بات سن لو کہ) بہترین کلام اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے اور بہترین راستہ محمدؐ کا راستہ ہے اور بدترین باتیں وہ ہیں جو (دین میں) نئی نکلی ہوں اور (دین میں) ہر نئی اور گھڑی ہوئی بات گمراہی ہے۔[شہ]"

۶۔ وَعَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُہَا مِنَ السُّنَّۃِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیْرٌ مِّنْ

طرف سے آپؐ کو عطا ہوئے ہیں۔ قرآن میں آپؐ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے: یَاْمُرُہُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہٰہُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْہِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف: ۱۵۷) "وہ نبیؐ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان کے لئے ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔"

شہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَہُوَ رَدٌّ (بخاری و مسلم) "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی ہو جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔"

دین میں کسی نئی چیز کو داخل کرنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ دین میں اضافہ یا ترمیم و تنسیخ کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ خدا کی طرف سے دین جس شکل میں ہم تک پہنچا ہے ہمیں اُسے اسی شکل میں اختیار کرنا چاہیے۔ دین میں اضافہ درحقیقت دین کی صورت کو مسخ کر دینے کے مرادف ہے۔ پچھلی امتوں کی تاریخ گواہ ہے کہ جب ان کے دین میں بدعتوں کو داخل ہونے کا موقع ملا تو اس چیز نے دین کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ عقائد سے لے کر اعمال تک ساری چیزوں میں بگاڑ اس درجہ تک پیدا ہو گیا کہ اصل دین کا پتہ لگانا بھی مشکل ہو گیا۔

Marfat.com

اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ ———— احمد

"غضیب بن حارث الثمالی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم نے (دین میں) کوئی نئی بات نکالی اس جیسی ایک سنت (اس قوم سے) اٹھالی گئی تو سنت کو مضبوط پکڑے رہنا نئی بات نکالنے سے بہتر ہے[۶]۔"

۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ ———— بیہقی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری اُمت کے بگاڑ کے زمانے میں میری سنت کو اختیار کیا۔ اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے[۷]۔"

۸۔ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحْیٰی سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ

---

[۶] بدعت کا سنت کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں لگ سکتا۔ جس نوعیت کی بدعت ایجاد کی جائے گی اسی نوعیت کی سنت قوم سے اٹھ جائیگی۔ دین اپنی جگہ پر کامل ہے اس میں کسی اضافہ اور پیوندکاری کی گنجائش نہیں ہے۔ بدعت جب بھی داخل ہوگی وہ کسی سنت کی جگہ لے گی۔ مثلاً نماز کا ایک طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اپنی طرف سے نماز میں کوئی بات داخل کردے تو اس نماز کے اس حصہ کو صدمہ پہنچے گا جس میں وہ اپنی طرف سے کوئی بات داخل کر رہا ہے اور پھر اس کا اثر نماز کی پوری ہیئت پر پڑے گا۔ دانائی یہ نہیں ہے کہ آدمی دین میں بدعات ایجاد کرتا پھرے بلکہ دانشمندی کی بات یہ ہے کہ آدمی سنت سے چمٹا رہے خیر و برکت سب کچھ سنت ہی سے وابستہ ہے۔

[۷] ایسے وقت میں جب کہ امت میں بگاڑ پیدا ہوگیا ہو اور لوگ دین سے بالکل غافل ہوگئے ہوں۔ طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کرلی گئی ہوں۔ دین کے نام پر طرح طرح کے فتنے برپا ہوں۔ اس پرآشوب زمانے میں سنت پر عمل پیرا ہونا، اُسے اُجاگر کرنا جہادِ عظیم سے کم نہیں ہے۔ اس لئے اس کا ثواب بھی اللہ کے یہاں زیادہ رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا ——— ترمذی، ابن ماجہ

"بلال بن حارث مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا، جو میرے بعد مردہ ہوگئی ہو تو اس پر عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر اُسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان (عمل کرنے والوں) کے اجر و ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جس شخص نے گمراہی کی کوئی ایسی بات نکالی جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں تو اس (بدعت) پر عمل کرنے والوں کے برابر اس کے حصہ میں گناہ آئے گا بغیر اس کے کہ ان (عمل کرنے والوں) کے بوجھ میں کچھ کمی کی جائے۔"

بعثتِ عام:

۱۔ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَكْتُ حَيًّا وَمَنْ يُوْلَدُ بَعْدِيْ ——— ابن سعد، الکنز والخصائص

"حضرت حسن سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان کا بھی رسول ہوں جو (اس وقت) زندہ ہیں اور اُن کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے[1]۔"

۲۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ بِيْ وَرَاٰنِيْ مَرَّةً وَطُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ بِيْ وَلَمْ يَرَنِيْ سَبْعَ مَرَّاتٍ ——— احمد

"انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ایک مُبارکباد جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اُسے سات بار مُبارکباد جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا[2]۔"

---

[1] یعنی آپ کی نبوت کا تعلق صرف آپ کے زمانے سے ہی نہیں ہے بلکہ آپ کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے۔

[2] اس حدیث میں بعد میں آنے والوں کے لئے تسلی کا سامان ہے۔ آپ نے انہیں بار بار مُبارکباد اس لئے دی

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً ــــــ بخاری مسلم

"جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام ہی انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں"۔

کہ وہ آپ کو نہ دیکھنے کے باوجود آپ کی رسالت کا اقرار کریں گے اور آپ کو دل وجان سے عزیز رکھیں گے۔ دوسرے پہلوؤں سے صحابہ کرامؓ کو جو فضیلت حاصل ہے اس میں ان کا شریک کون ہوسکتا ہے۔

۳ یعنی یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں جبکہ پچھلے انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جو ہدایت لے کر آپ آئے ہیں وہ سارے انسانوں کی مشترک میراث ہے۔ وہ کسی قوم کی مخصوص چیز نہیں ہے۔ وہ کسی کے لئے پرائی ہرگز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت وتبلیغ کے کام کو اپنی قوم یا عرب تک محدود نہیں رکھا بلکہ باہر کے لوگوں کو بھی آپ نے اسلام کی دعوت دی۔ مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام دعوتی خطوط لکھے۔ اس غرض کے لئے اللہ نے آپ کو ایک ایسی امت عطا فرمائی جس کا فرض منصبی یہ قرار پایا کہ وہ آپ کے مشن کو لے کر اٹھے اور حق کے پیغام کو ساری دنیا میں عام کرے۔ قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر واضح الفاظ میں بیان فرمایا گیا کہ آپ تمام نوع انسانی کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ مثال کے طور پر سورہ سبا میں فرمایا گیا: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ: (آیت: ۲۸) "(اور اے نبی) ہم نے تو تمہیں سارے انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے: وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام: ۱۹) "اور (اے نبی) کہو: یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور جس کسی کو یہ پہنچے سب کو ڈراؤں"۔ ایک دوسری جگہ فرمایا: قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الخ (اے محمد!) کہو، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے" (الاعراف: ۱۵۸)

پچھلے نبیوں کی بعثت مخصوص زمانے اور مخصوص قوم کے لئے تھی۔ یہ خود ان کے کلام الٰہی اساسی اور ان کے ارشادات سے ثابت ہے۔

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ ——— مسند احمد

"ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں [۱]"

ختمِ نبوت:

۱۔ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ خَمْسَ سِنِیْنَ فَسَمِعْتُهٗ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ ——— بخاری، مسلم، ابن ماجہ، احمد

"ابوحازم سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ پانچ سال رہا ہوں۔ میں نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیا کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اُس کا جانشین ہوتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے بلکہ خلفا ہوں گے اور وہ بہت ہوں گے۔ لوگوں نے کہا: (ان کے بارے میں) آپؐ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: جو پہلے (خلیفہ) ہو اس کی بیعت پوری کرنا۔ تم ان کا حق ادا کرتے رہنا، اس نگرانی و ذمہ داری کے بارے میں اللہ خود ان سے بازپرس کرے گا جو اس نے انکے سپرد کی ہے [۱]"

---

[۱] یعنی میری بعثت کسی خاص رنگ و نسل کی قوم کے لئے نہیں ہے بلکہ میں تمام ہی انسانوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

[۱] یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔ نبوت کا سلسلہ آپؐ پر ختم ہے۔ رسول پاکؐ کا

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ

یہ ارشاد درحقیقت قرآن پاک کی اس آیت کی شرح ہے: مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (الاحزاب: ۴۰) "لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔"

نبوت درحقیقت ایک منصب ہے جس پر اللہ ایک خاص ضرورت سے کسی شخص کو مقرر فرماتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نبی مامور کردیا جاتا ہے جب ضرورت نہیں ہوتی تو انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چار حالتیں ایسی ہیں کہ جن میں انبیاء بھیجے گئے ہیں: (۱) کسی خاص قوم میں کوئی نبی نہ آیا ہو کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکتا ہو، تو اس قوم کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے نبی مبعوث ہوتا ہے (۲) گزرے ہوئے نبی کی تعلیمات کو لوگوں نے فراموش کردیا ہو یا اس نبی کی تعلیمات میں تحریف ہوگئی ہو کہ حق و باطل میں امتیاز مشکل ہوگیا ہو اور اس نبی کی صحیح طور پر پیروی ممکن نہ رہی ہو (۳) ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد اور تعاون کے لئے مزید ایک نبی کی ضرورت ہو (۴) گذرے ہوئے نبی کے ذریعہ جو تعلیم دی گئی ہو، وہ مکمل نہ ہو۔ اب اس کی تکمیل کے لئے مزید نبی کی بعثت ضروری ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ان میں سے کوئی ضرورت بھی باقی نہیں ہے۔ آپ تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کی بعثت کے وقت سے لے کر مسلسل ایسے حالات پیدا ہوتے گئے ہیں کہ آپ کا پیغام دنیا میں پہنچایا جاسکتا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ آپ کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاء کو مامور کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ قرآن اس بات پر شاہد ہے اور سیرت اور احادیث کا عظیم ذخیرہ اس کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم تحریف سے پاک اور اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ آپ کی لائی ہوئی کتاب لفظ بہ لفظ اس شکل میں موجود ہے جس شکل میں آپ نے اسے پیش فرمایا تھا۔ آپ کے ارشادات اور آپ کی پوری زندگی اس طرح ہم تک پہنچی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ نے دین کی تکمیل بھی فرمادی مصلحین حضور کی پیش گوئی کے مطابق اس امت میں برابر اٹھتے رہے ہیں اور ان کے ذریعہ دین کی تجدید و احیا کا کام ہوتا رہا ہے۔

Marfat.com

لِبْنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ــــــــ بخاری ومسلم

"ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک عمارت بنائی اور اُسے خوب حسین وجمیل بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے اور کہتے تھے: یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھدی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں" [۱]

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ یَعْنِیْ عِیْسٰی وَاِنَّہٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَی الْحُمْرَۃِ وَالْبَیَاضِ بَیْنَ مُمَصَّرَتَیْنِ کَاَنَّ رَاْسَہٗ یَقْطُرُ وَاِنْ لَّمْ یُصِبْہُ بَلَلٌ فَیُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَی الْاِسْلَامِ۔

"حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ ضرور اتریں گے۔ جب تم انہیں دیکھو گے تو وہ ایک میانہ قد سرخ وسفید رنگ کے اور دو زعفرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے (ان پر ایسی تازگی ہوگی جیسے وہ ابھی غسل کرکے آرہے ہیں) گویا ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اگرچہ انہیں تری چھوئی بھی نہ ہوگی۔ وہ اسلام کے لئے لوگوں سے جنگ کریں گے۔" [۲]

---

[۱] مسلم میں اس مضمون کی چار حدیثیں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں: فَجِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ "میں آیا اور میں نے نبیوں کے سلسلہ کو ختم کردیا" مسند ابوداؤد طیالسی میں یہ حدیث جابر بن عبداللہ کی مرویات کے سلسلہ میں آئی ہے آخری الفاظ اس کے یہ ہیں: خُتِمَ بِیَ الْاَنْبِیَاءُ "میرے ذریعے انبیاء کا سلسلہ ختم ہوگیا" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے نبوت کی عمارت مکمل ہوگئی اور کوئی جگہ باقی نہیں رہی جسے پُر کرنے کے لئے کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہو۔ نبوت اور رسالت کا سلسلہ آپ پر تمام ہوگیا۔ آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھے وہ جھوٹا اور مکّار ہے۔

[۲] یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر موجود ہیں۔ اللہ نے انہیں زندہ اٹھالیا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ

Marfat.com

۴۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ ـــ بخاری، مسلم، نسائی

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم سب سے آخر ہیں اور قیامت کے روز سب سے پہلے ہوجائیں گے صرف اتنی بات ہے کہ پہلے لوگوں کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی ہے اور ہمیں ان کے بعد دی گئی ہے[۷]۔"

۵۔ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَيَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ ـــ بخاری و مسلم

"جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعہ سے اللہ کفر کو مٹائے گا[۸] اور میں حاشر ہوں وہ حاشر جس کے بعد ہی لوگ حشر میں جمع کئے جائیں[۹] اور میں عاقب (پیچھے آنیوالا) ہوں، عاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔"

انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔ اللہ نے انہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ وہ قیامت کے قریب خدا کے حکم سے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اسلام کی خدمت انجام دیں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور حضرت مسیح کی دوبارہ تشریف آوری کے درمیان کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

[۷] اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آخری رسالت ہے۔ آپ پر وحی و نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس حدیث سے آپ کی امت کی فضیلت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔"

[۸] آپ کی یہ بات پوری ہو کر رہی کفر کو جو آپ سے برسرپیکار تھا شکست ہوئی اور زمین کے ایک بڑے حصہ پر خدا کا دین قائم ہوا۔

[۹] یعنی میرے بعد قیامت ہی آئے گی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

Marfat.com

۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَہٗ اَسْمَاءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِیُّ التَّوْبَۃِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَۃِ ——— مسلم

"حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اپنے یہ نام بیان فرمائے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں محمد ہوں، احمد ہوں، مُقَفّی ہوں[ے]، حاشر ہوں[ش]، نبیِ توبہ ہوں[ف] اور نبیِ رحمت ہوں[ن]"

۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اِبْرَاہِیْمَ بْنِ قَارِظٍ اَشْھَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ آخِرُ الْمَسَاجِدِ۔ مسلم نسائی

"عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ابوہریرہؓ کو فرماتے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے[لا]"

ے یعنی تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا ہوں۔ میرے بعد کوئی نئی نبوت قائم نہ ہوگی۔

ش یعنی قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے والا۔ میرے بعد قیامت ہی آئے گی جس میں لوگ خدا کے روبرو اکٹھے کیے جائیں گے۔

ف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے خدا کے حضور توبہ کیا کرتے تھے۔

ن آپ سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ آپ ساری دنیا کے رہنما اور سارے انسانوں کو فلاح ونجات کی راہ دکھانے والے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۲۱: ۱۰۷)
"اور (اے محمدؐ) ہم نے تمہیں سارے عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔"
ایک دوسری روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ (دارمی، بیہقی فی شعب الایمان) "میں خدا کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔"

لا نسائی کی روایت میں آخری کی بجائے خاتم کا لفظ آیا ہے۔ خاتم کا مفہوم وہی ہے جو آخر کا ہے۔ دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تین مسجدیں ایسی ہیں جنہیں عام مساجد کے مقابلہ میں فضیلت حاصل ہے۔ جن میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری

Marfat.com

۸۔ وَعَنْ اَبُو الطُّفَيْلِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُبُوَّةَ بَعْدِيْ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قِيْلَ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ اَوْ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ ——— مسند احمد، نسائی، ابوداؤد

"ابوالطفیل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں۔ کہا گیا: وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: "اچھا خواب" یا فرمایا: "صالح خواب"[۱]

۹۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ يَكُنْ فِيْ اُمَّتِيْ اَحَدٌ فَاِنَّهُ عُمَرُ ——— بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے ہیں۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں"[۲]

مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے ان مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے جبکہ دوسری کسی مسجد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ آدمی دوسری مسجدوں کو چھوڑ کر اس میں نماز ادا کرنے کے لئے سفر کرے۔ ان مساجد میں پہلی مسجد وہ ہے جو مسجد حرام کے نام سے مشہور ہے جس کے معمار حضرت ابراہیمؑ ہیں، دوسری مسجد مسجد اقصیٰ ہے جسے حضرت سلیمانؑ نے بنایا تیسری مدینہ منورہ کی مسجد نبوی ہے جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے۔

[۱] یعنی میرے بعد وحی ونبوت کا امکان نہیں ہے۔ کسی کو خدا کی جانب سے کوئی اشارہ ملے گا تو وہ اچھے خواب کے ذریعہ ملے گا۔

[۲] یعنی میری اُمت میں اگر محدث ہیں تو ان میں سے یقیناً ایک عمرؓ ہیں۔ بعض روایات کے الفاظ یہ ہیں: لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ فَاِنْ يَكُنْ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ "تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمرؓ ہوگا"۔ محدث اور مکلم کا مفہوم ایک ہی ہے۔ محدث یا مکلم اُسے کہیں گے جو مکالمۂ الٰہی یا مخاطبۂ الٰہی سے سرفراز ہو یا جس کے ساتھ پردۂ غیب سے گفتگو کی جائے۔ مسلم کے بعض طرق میں

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ——— مسلم

"ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں[۱۳]"

ملہون کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ "محدث" کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ فرشتے ان کی زبان سے بولتے ہیں۔ علماء نے اس کے مختلف مفہوم لئے ہیں۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کا خیال اکثر صحیح ہوتا ہے۔ جس کے قلب میں ملائکہ مقربین کی جانب سے کوئی بات اس طرح ڈالی جائے گویا اس سے کسی نے کہہ دی ہے۔ کسی کی رائے میں محدث وہ ہے، جس کی زبان سے صدق و ثواب بلاقصد نکلے۔

[۱۳] اس حدیث میں تیس بڑے مکاروں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضورؐ نے امت کو آگاہ فرما دیا کہ نبوت آپؐ پر ختم ہے۔ آپؐ کے بعد نبوت کا جو بھی دعویدار ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ آپؐ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ آپؐ کے بعد خدا کی طرف سے کوئی نبی نہیں آیا۔

آپؐ کی پیش گوئی کے مطابق نبوت کے جھوٹے دعویدار ضرور اٹھے مگر وہ اپنے فریب و مکر کو چھپانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کا دجل و فریب کھل کر رہا۔ ان کے اندر نبوت کی کوئی شان نہیں پائی گئی۔

انجیل میں بیان ہوا ہے: جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ ان کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لو گے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں۔ (متی: ۱۵-۱۶)

Marfat.com

آپ کے بعض امتیازی اوصاف :

۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ۔ مسلم، ترمذی

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت عطا کی گئی۔[1] رُعب کے ذریعہ سے مجھے نصرت عطا کی گئی۔[2] میرے لئے اموال غنیمت حلال کئے گئے۔[3] زمین کو میرے لئے مسجد اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا۔[4] مجھے تمام دُنیا کیلئے

---

[1] یعنی مجھے ایسی صلاحیت عطا فرمائی گئی ہے کہ میرے مختصر الفاظ نہایت جامع اور کثیر معانی کے حامل ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ صاف اور واضح ہیں۔ لیکن ان کی تفصیل کیجیے تو ہر تفصیل پر وہ ایسے صادق نظر آتے ہیں کہ گویا وہ اسی کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ قرآن مجید کے بعد یہ حدیث ہی کا اعجاز ہے کہ صاف اور واضح ہونے کے باوجود اس میں حد درجہ وسعت اور جامعیت پائی جاتی ہے۔

[2] یعنی دشمن پر رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔

[3] اسلامی جنگ میں دشمن کا جو مال ہاتھ آتا ہے اسے غنیمت کہتے ہیں۔ پچھلے انبیاء کے زمانے میں اس مال کو استعمال میں لانا جائز نہیں تھا۔ لیکن اللہ نے اپنے فضل سے اموال غنیمت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں حلال کر دیا ہے۔

[4] یعنی میری شریعت میں نماز صرف عبادت گاہوں ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ نماز ادا کی جا سکتی ہے اور اگر پانی دستیاب نہ ہو تو وضو کے بجائے تیمم سے کام چلایا جا سکتا ہے اور اسی طرح پانی نہ ملے تو پھر مٹی سے تیمم کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

رسول بنا کر بھیجا گیا[۱] اور مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا[۲]

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ ——— مسلم

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز نبیوں میں سب سے زیادہ تعداد میرے پیروؤں کی ہوگی اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھلوائے گا۔"

۳۔ وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنَا اَوَّلُ شَفِیْعٍ فِی الْجَنَّۃِ لَمْ یُصَدَّقْ نَبِیٌّ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مَا صُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیًّا مَا صَدَّقَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ ——— مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلا شخص ہوں جو جنت میں سفارش کروں گا[۳] انبیاء میں سے کسی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی تصدیق میری کی گئی۔ اور نبیوں میں سے ایک نبی ایسے ہیں جن کی تصدیق ان کی امت کے صرف ایک شخص نے کی ہے[۴]۔"

---

[۱] یعنی میری بعثت تمام ہی خلقت کے لئے ہے۔ مجھے کسی خاص قوم کا نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے، میں سارے عالم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

[۲] یعنی میرے بعد کوئی نبوت قائم ہونے والی نہیں ہے۔ میں خدا کا آخری نبی ہوں۔

[۳] یعنی میری سفارش سے بہت سے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور بہت سے لوگوں کے درجات میری سفارش سے بلند کر دیئے جائیں گے۔

[۴] یعنی میری نبوت پر ایمان لانے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ایک نبی تو ایسے گذرے ہیں جن کی تصدیق ان کی امت کے صرف ایک ہی آدمی نے کی ہے۔

Marfat.com

۴- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ ——— مسلم

"حضرت ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے روز آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلا شخص جو اپنی قبر سے اٹھے گا میں ہوں گا اور سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔"

۵- وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُهُ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَی اللّٰہُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ——— بخاری ومسلم

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں سے اتنا ہی دیا گیا جس پر انسان ایمان لا سکے اور جو چیز مجھے بخشی گئی وہ وحی ہے جسے اللہ نے میری طرف بھیجا۔[۹] اس لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے پیروؤں کی تعداد تمام انبیاء (کے پیروؤں) سے زیادہ ہوگی۔"

---

۹ مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کو حالاتِ زمانہ کے لحاظ سے معجزات عطا کئے گئے تھے۔ مجھے خدا نے جو خاص معجزہ عطا فرمایا ہے وہ وحی کا معجزہ ہے۔ قرآن جو وحی کے ذریعہ مجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ ایک دائمی معجزہ ہے۔ اس کے ذریعہ قیامت تک لوگ ہدایت پاتے رہیں گے۔ مجھے جو معجزہ عطا کیا گیا ہے اس کا اعجاز کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید پر جس پہلو سے بھی غور کیجئے وہ ایک معجزہ ثابت ہوگا۔ زبان، اسلوب بیان، نظم کلام، المضامین و معانی غرض جس پہلو سے بھی قرآن میں فکر و تدبر کیجئے وہ ایک معجزہ ہے۔ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے ساری مخلوق عاجز ہے انسانی ہدایت کے لئے قرآن کافی ہے۔ افکار و نظریات سے لے کر انفرادی و اجتماعی سرگرمیوں تک کے لئے قرآن کو ایک رہنما کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔

Marfat.com

غلو سے پرہیز:

۱۔ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُأَبِّرُوْنَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ: لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوْا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوْهُ فَنَقَصَتْ، قَالَ: فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِيْ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ——— مسلم

"رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ والے کھجور کی تابیر کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: ہم یونہی کرتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ نتیجہ میں پیداوار کم ہو گئی[1] انہوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو

قرآن کے اعجاز کا ذکر خود قرآن میں بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا: وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (یونس: ۳۷-۳۸) "اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اپنی طرف سے گھڑ لائے بلکہ یہ تو جو کچھ اس سے پہلے آ چکا ہے اس کی تصدیق اور اللہ کی کتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ سارے عالم کے رب کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ کہو: اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو تو ایک ہی سورہ اس طرح کی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس کو چاہو (اپنی مدد کے لئے) بلا لو۔"

[1] کھجور کی تابیر سے مراد ایک طرح کی پیوندکاری ہے۔ کھجور کے مادہ درخت کے شگوفہ میں نر کا شگوفہ رکھ دیا کرتے تھے اس طرح نر و مادہ کے امتزاج سے پھل اچھی آتی تھی۔ حضور نے اس عمل کے بارے میں صحابہ سے پوچھا تو وہ اس کے سوا کچھ نہ

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا: میں توبس ایک انسان ہوں جب میں تمہیں تمہارے کسی دینی معاملے میں حکم دوں تو تم اُسے لے لو اور جب تمہیں اپنی رائے سے کچھ بتاؤں تو بس میں ایک انسان ہوں[۱]۔

۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ ـــــ بخاری ومسلم

"ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کو حد سے بڑھا دیا۔ میں توبس اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو[۲]۔"

نہ بتا سکے کہ ہم اسے کرتے آئے ہیں۔ آپ نے کچھ تذبذب کے ساتھ اسے ترک کرنے کا مشورہ دیا تو فصل کم آئی۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ایک انسان تھے کوئی مافوق البشر شخصیت آپؐ کو نہیں تھی اس لئے یہ ضروری نہیں تھا کہ باغبانی میں آپ کا اندازہ صحیح ہی نکلتا۔ آپؐ باغبانی، زراعت، یا اسی طرح کی دوسری صنعتی اور فنی چیزوں کی تعلیم دینے کو نہیں آئے تھے لیکن جن معاملات میں دین نے رہنمائی کی ہے، ان میں آپ کی پیروی لازم ہے اور ان میں آپؐ کے ارشاد گرامی کی صحت میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی کے روحانی، اخلاقی معاشرتی، سیاسی، "فقہائی" وغیرہ تمام ہی شعبے دین میں شامل ہیں اور آپؐ نے خدا کی طرف سے ان سب شعبوں میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ ان میں آپ کی ہدایات کی پیروی کرنی ہمارے لئے لازم ہے۔

[۱] دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ "دنیوی معاملات میں تم زیادہ باخبر ہو"۔

[۲] یعنی میں تو خدا کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے اپنا رسول ضرور بنایا ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ مبالغہ سے کام لو اور میری طرف اُن اوصاف کو منسوب کرنے لگو جو صرف خدا کے لئے مخصوص ہیں۔ نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دے لیا اور انہیں بشریت سے بلند درجہ دیا۔ تم ایسا نہ کرنا کہ مجھے خدا، یا خدا کا اوتار سمجھنے لگ جاؤ۔ میں خدا نہیں محض خدا کا بندہ ہوں۔

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّہْرَ خَمْسًا فَقِیْلَ لَہٗ اَزِیْدَ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ وَمَا ذَاکَ قَالُوْا صَلَّیْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ وَاِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْیُتِمَّ عَلَیْہِ ثُمَّ لِیُسَلِّمْ ثُمَّ لِیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ ——— بخاری ومسلم

"عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں (بھول سے) پانچ رکعتیں پڑھیں۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا نماز میں اضافہ ہوا ہے؟ فرمایا: نہیں تو، (صحابہ نے) عرض کیا۔ آپ نے پانچ رکعتیں ادا فرمائیں۔ تو آپ نے دو سجدے کئے۔ ان کے بعد آپ سلام پھیر چکے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں تم جیسا ایک انسان ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ تو جب میں بھولوں تو مجھے یاد دلا دو۔ اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو تو وہ صحیح بات کو جاننے کی کوشش کرے پھر اس کے مطابق نماز پوری کرے پھر سلام پھیر دے[1] اور دو سجدے کرے۔"

۴۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَ اِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِہٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَہٗ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْہُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِشَیْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِیْہِ فَلَا یَاْخُذَنَّہٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَہٗ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ ——— بخاری ومسلم

"حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک انسان ہی ہوں۔ تم لوگ اپنے جھگڑے لے کر میرے پاس آتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم

---

[1] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور بلحاظ بشریت کے دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔

Marfat.com

میں سے کوئی اپنے دلائل کو بنا سنوار کر بیان کرنے میں دوسرے سے بڑھ کر ہو اور میں اس کے بیان سے متاثر ہو کر جیسا اس سے سنوں۔ اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اگر میں کسی کے بھائی کے حق کا فیصلہ اس کے حق میں کر دوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے کیونکہ جو کچھ اس فیصلہ سے اُسے ملا ہے وہ اس کے لئے آگ کا ایک انگارہ ہے۔[1]

آنحضرتؐ کی شانِ عبودیت:

۱۔ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهِ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِيْ يَبْكِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهِ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ ——— احمد، نسائی، ابوداؤد

"مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ کے سینے سے گریہ وزاری کی آواز اس طرح نکل رہی تھی جیسے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز ہوتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے: میں نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے چکّی کی سی آواز آ رہی تھی۔"[2]

---

[1] یہ حدیث بھی بتاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہونے کے باوجود انسان ہی تھے۔ اسلئے آپ کے بارے میں غلو سے پرہیز کرنا چاہیئے آپ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرنا صحیح نہ ہوگا جس سے خدا ہی کی ذات متصف ہوسکتی ہے جیسے عالم الغیب ہونا، قادرِ مطلق ہونا وغیرہ۔

[2] اس حدیث سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو خدا کی عظمت اور اس کے جاہ و جلال کا کتنا احساس تھا اور آپ کا قلبِ مبارک کس قدر جذبۂ عبودیت سے معمور تھا۔

Marfat.com

۲۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ——— بخاری، مسلم

"حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) اتنا طویل قیام فرمایا کہ آپؐ کے پیروں میں ورم آگیا۔ اس پر آپ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ آپ یہ تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں[1]۔"

۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شان میں مبالغہ نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کی شان میں کیا، میں تو بس خدا کا بندہ اور اس کا ایک رسول ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو[2]۔"

---

[1] یعنی گرچہ میں خدا کی حفاظت میں ہوں، اور اس نے میری بھول چوک کو معاف بھی فرمایا ہے۔ لیکن تو اس کا عفو و کرم ہے۔ اس کے عفو و کرم کا تقاضا تو یہ ہے کہ بندہ اور زیادہ اس کا شکر گذار ہو اور زیادہ سے زیادہ اس کے حضور میں اپنا عجز و نیاز ظاہر کرے۔

[2] یعنی میری ایسی تعریف نہ کرنا کہ مجھے بندگی کی سطح سے بلند دیکھنے لگو۔ اس سے پہلے عیسائیوں یہ جسارت کی ہے۔ انھوں نے حضرت مسیح کی تعریف میں غلو سے کام لیا اور انہیں خدا یا خدا کا بیٹا بنا لیا، حالانکہ مسیح خدا کے محض ایک برگزیدہ بندے اور پیغمبر تھے۔ مجھے تم خدا کا ایک بندہ اور اس کا رسول سمجھو۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں ہوں۔

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ فَقَدْتُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُہٗ فَوَقَعَتْ یَدِیْ عَلٰی بَطْنِ قَدَمَیْہِ وَھُوَ سَاجِدٌ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ——— مالک، ترمذی، ابوداؤد

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ کے قدموں کے تلووں پر پڑ گیا۔ آپ سجدہ میں تھے اور عرض کر رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ——— عَلٰی نَفْسِکَ " اے اللہ میں تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں اور تیری سزا اور عقوبت سے تیرے عفو و درگذر کی پناہ لیتا ہوں، اور تیری گرفت سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں۔ پوری طرح تیری ثنا و ستائش کرنے کی مجھے قدرت نہیں ہے۔ تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے[۱]"

۵۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّیْحُ قَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَآ اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَآ اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اِذَا تَخَیَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَیَّرَ لَوْنُہٗ

---

[۱] اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حالت اور کیفیت بیان کی گئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی عبدیت کی کیا شان تھی۔ احادیث میں آپ کی بہت سی دعائیں منقول ہیں۔ جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کے جذبات و احساسات عبدیت کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے آپ کی دعائیں درحقیقت خدا کی معرفت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ یہ دعائیں بتاتی ہیں کہ آپ کو خدا کی ذات سے کتنی گہری اور والہانہ وابستگی تھی آپ کا سینہ لطیف احساسات و جذبات کا خزینہ تھا۔ آپ پر ہمہ وقت خدا کا جلال و جمال چھایا رہتا تھا۔ خدا کے مقابلہ میں ساری کائنات کی بے بسی اور بے چارگی روز روشن کی طرح آپ پر عیاں تھی۔

Marfat.com

دَخَلَ وَ خَرَجَ وَ اَقْبَلَ وَ اَدْبَرَ فَاِذَا اَمْطَرَتْ سُرِّیَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۔۔۔۔۔۔ بخاری مسلم

"حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب ہوا تیز چلتی تو آپؐ عرض کرتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ۔۔۔۔۔۔ وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ

"اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں بہتری اس ہوا کی اور بہتری اس کی جو کچھ کہ اس میں ہے اور بہتری اس کی جس (مقصد) کے لئے یہ بھیجی گئی ہے اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شر سے اس ہوا کی اور اس کے شر سے جو کچھ اس میں ہے اور اس کے شر سے جس (مقصد) کے لئے یہ بھیجی گئی ہے"۔ اور جب آسمان پر بادل آتا تو آپؐ کا رنگ بدل جاتا تھا اور اضطراب میں کبھی باہر آتے اور کبھی اندر جاتے۔ کبھی آگے آتے، کبھی پیچھے ہٹتے، پھر جب بارش ہو جاتی تو یہ کیفیت آپؐ سے دور ہو جاتی[1] حضرت عائشہؓ نے آپ کی اس حالت کو محسوس کیا تو آپؐ سے (اس کے بارے میں) پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! ممکن ہے یہ ابر ایسا ہی ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا۔ جب انہوں نے ابر کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ گھٹا اٹھی ہے جو ہم پر بارش کرے گی[2]"

---

[1] حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر خدا کا خوف اور اس کی خشیت کس درجہ غالب تھی۔ ذرا بھی تیز ہوا چلتی تو آپ گھبرا جاتے اور خدا کے حضور میں دعا کرنے لگتے تھے کہ خدایا! اگر اس میں کوئی شر ہے تو ہمیں اس سے محفوظ رکھ اور اگر اس میں کوئی خیر اور بھلائی ہو تو ہم تجھ سے اس کے خواہاں ہیں، بادل دیکھتے تو آپ کا رنگ بدل جاتا۔ آپؐ کو خدا کا وہ غضب یاد آتا جو قوم عاد پر نازل ہوا تھا۔ حضرت ھودؑ کی سرکش قوم عاد پر عذاب ابر کی شکل میں آیا تھا جب انھوں نے ابر کو اپنے علاقہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو بہت خوش ہوئے کہ بارش ہوگی حالانکہ وہ عذاب کی آندھی تھی جو تباہی لے کر آئی تھی۔

[2] حضورؐ نے یہاں قرآن کی ایک آیت کا ٹکڑا نقل فرمایا ہے۔ آیت کا بقیہ حصہ یہ ہے: بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (وہ کہنے لگے یہ گھٹا اٹھی ہے جو ہم پر بارش کرے گی جی نہیں۔ یہ تو وہ ہے جس کی تم نے جلدی مچا رکھی تھی۔ آندھی ہے دردناک عذاب لئے ہوئے) (الاحقاف)

Marfat.com

۶۔ وَعَنْ اَبِی مُوسٰیؓ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزِعًا یَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ السَّاعَۃُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَرُکُوْعٍ وَسُجُوْدٍ مَا رَاَیْتُہٗ قَطُّ یَفْعَلُہٗ وَقَالَ: ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰہُ لَا تَکُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیٰوتِہٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰہُ بِھَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِہٖ وَدُعَائِہٖ وَاسْتِغْفَارِہٖ ——— بخاری، مسلم۔

"ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورج گرہن لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے آپ ڈر رہے تھے کہ کہیں وہ (قیامت کی) گھڑی نہ آگئی ہو۔ مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے لمبے قیام، رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھی کہ میں نے اتنے لمبے قیام و رکوع کرتے آپ کو کبھی نہیں دیکھا تھا[1]۔ (نماز سے فارغ ہوکر) آپ نے فرمایا: یہ نشانیاں اللہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں ظاہر فرماتا۔ بلکہ ان کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ جب اس قسم کی کوئی چیز دیکھو تو دوڑ پڑو اس کی یاد کی طرف اور اس سے دعا و استغفار کرنے کے لئے[2]۔"

---

[1] آندھی، گرہن وغیرہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی عظمت اور اس کے جلال و جبروت کا احساس بدرجہ طاری ہوجاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر آپ زیادہ سے زیادہ خدا کے حضور اپنی عاجزی اور بے چارگی کا اظہار فرماتے تھے جس کا بہترین ذریعہ رکوع و سجود ہی ہو سکتے تھے۔

[2] یعنی یہ نشانیاں (سورج گرہن، چاند گرہن وغیرہ) کسی کے مرنے اور جینے سے ظہور میں نہیں آتیں جیسا کہ جاہلیت کے سبب لوگ اس طرح کا گمان کرنے لگتے ہیں۔ بلکہ یہ نشانیاں خدا کی عظمت اور اس کی قدرت کو ظاہر کرتی ہیں ان نشانیوں کو دیکھ کر دلوں میں زیادہ سے زیادہ خدا کا خوف پیدا ہونا چاہیئے اور اس سے اپنی فلاح و بہبودی کی درخواست کرنی چاہیے۔ ان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی اگر دل خدا کی یاد سے غافل رہ جائے اور آدمی کو توبہ و استغفار کی توفیق حاصل نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ دل مردہ ہو چکا ہے۔ اس میں حقیقی حس اور زندگی باقی نہیں ہے۔ گرہن وغیرہ کو دیکھ کر

Marfat.com

۷- وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْکُمْ عَمَلُہُ الْجَنَّۃَ وَلَا یُجِیْرُہٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ ــــــــ مسلم

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کا عمل اُسے جنت میں نہیں لے جائے گا اور نہ اُسے دوزخ سے بچائے گا اور نہ مجھے ہی (میرا عمل جنت میں لے جائے گا اور عذاب سے بچائے گا) مگر اللہ کی رحمت سے"[لہ]

۸- وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَکَّۃَ ذَہَبًا فَقُلْتُ: لَا یَا رَبِّ! وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَّاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُکَ وَشَکَرْتُکَ ــــــ احمد، ترمذی

عام طور سے ہماری نظر اس کے ظاہری اسباب کی طرف جاتی ہے لیکن اس سے ہم وہ سبق حاصل نہیں کرتے جو اصلاً ہمیں حاصل کرنا چاہیے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَہْلَ الْجَاہِلِیَّۃِ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْخَسِفَانِ اِلَّا لِمَوْتِ عَظِیْمٍ مِّنْ عُظَمَاءِ اَہْلِ الْاَرْضِ وَاَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیٰوتِہٖ وَلٰکِنَّہُمَا خَلِیْقَتَانِ مِنْ خَلْقِہٖ یُحْدِثُ اللّٰہُ فِیْ خَلْقِہٖ مَا شَاءَ فَاَیُّہُمَا انْخَسَفَ فَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِیَ اَوْ یُحْدِثَ اللّٰہُ اَمْرًا ــــــ نسائی

"جاہلیت میں لوگ کہتے تھے کہ چاند اور سورج میں گرہن زمین کی کسی عظیم ہستی کی موت پر لگتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انکو کسی کی موت کی وجہ سے گرہن لگتا ہے نہ پیدائش کی وجہ سے۔ یہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے اپنی مخلوق میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ لہٰذا جب ان میں سے کسی کو گرہن لگے تو نماز پڑھو۔ یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے یا خدا کوئی دوسرا امر ظاہر فرمائے۔"

لہ آپؐ کا یہ ارشاد کہ میں بھی اپنے عمل سے نہیں بلکہ خدا کی رحمت سے ہی جنت میں داخل ہو سکوں گا۔ یہ بتاتا ہے کہ آپؐ کو اپنی عبدیت کا کس قدر احساس تھا اور آپؐ کے دل پر خدا کی عظمت اور اس کے خوف و خشیت کا کس قدر غلبہ تھا۔

Marfat.com

"حضرت ابواُمامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ مکہ کی وادی کو سونا بنادے۔ میں نے عرض کیا، نہیں اے رب! بلکہ (یہ چاہتا ہوں کہ) میں ایک دن آسودہ اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جب میں بھوکا ہوں تو تیرے آگے عاجزی کروں اور تجھے یاد کروں اور جب آسودہ ہوں تو میں تیری حمد اور تیرا شکر ادا کروں [۱]۔"

۹۔ وَعَنِ الْاَسْوَدِؓ قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِي مِهْنَةِ اَهْلِهٖ يَعْنِي خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ: ——— بخاری

"اسودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا: اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری فرماتے تھے مگر جب نماز کا وقت آتا تو فوراً نماز کے لئے تشریف لے جاتے [۲]۔"

۱۰۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ ——— ترمذی

---

[۱] یعنی میں مال و دولت کا آرزومند نہیں ہوں بلکہ مجھے عجز و نیاز کی دولت چاہیے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجالاؤں اور بے چارگی کی حالت میں تیرے آگے گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں۔

معلوم ہوا کہ آدمی کے لئے بھوک اور آسودگی دونوں نعمت ہیں۔ بشرطیکہ وہ بھوک میں خدا کے سامنے عاجزی اور تضرع اختیار کرے اور آسودگی میں خدا کی حمد کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔ انسان کی زندگی میں قابلِ قدر یہی عجز و نیاز اور حمد و شکر ہے نہ کہ قارون کا خزانہ اور مال و دولت کی فراوانی اور عیش و راحت کی آسانی۔

[۲] یہ خدا کی عظمت اور اس کی بزرگی کا احساس تھا کہ نماز کا وقت آجانے پر آپؐ نماز کے علاوہ کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے فوراً نماز کی تیاری کرتے تھے۔

Marfat.com

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کی نگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا۔ اس کے باوجود جب وہ آپؐ کو دیکھتے کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بات آپؐ کی ناپسند ہے۔"[۱۲]

۱۱۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ أَنْ يَرْفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ ——— ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے باتیں کرتے تو اکثر آپؐ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے رہتے[۱۳]

۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِي مَلَكٌ وَإِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَنَظَرْتُ إِلَى جِبْرَئِيْلَ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ ضَعْ نَفْسَكَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرَئِيْلَ كَالْمُسْتَشِيْرِ لَهُ فَأَشَارَ جِبْرَئِيْلُ بِيَدِهِ أَنْ تَوَاضَعْ فَقُلْتُ نَبِيًّا عَبْدًا قَالَتْ: فَكَانَ رَسُوْلُ

---

[۱۲] ایک دوسری روایت ابو امامہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لیے ہوئے باہر تشریف لائے ہم آپؐ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا لَا تَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا (ابوداؤد) "اس طرح مت کھڑے ہوا کرو جس طرح عجم کے لوگ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔" ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو وہی انداز اور طریقہ پسند تھا جس میں زیادہ سے زیادہ بندے کی عبدیت کا اظہار ہوتا ہو جس طریقہ سے بندگی اور عبدیت کی وضع مجروح ہوتی ہو اسے آپ کبھی بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

[۱۳] خدا سے آپؐ کو ہر وقت امید لگی رہتی۔ اس کی ہدایت کا آپ کو انتظار رہتا۔ خدا کی عظمت اور کبریائی کا زندہ احساس آپ کو حاصل تھا۔ زندگی میں جس چیز کا آپؐ سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے وہ خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی ہی تھی۔

Marfat.com

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَاْکُلُ مُتَّکِئًا یَقُوْلُ اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ ــــــ شرح السنہ

" حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی کمر کعبہ کے برابر تھی[۱۲] اس نے کہا کہ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے اگر چاہو تو بندہ پیغمبر بنو اور چاہو تو بادشاہ پیغمبر بنو[۱۳]۔ میں نے جبرئیلؑ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ اپنے آپ کو پست کر دو[۱۴] ــــ ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ فرشتے کے الفاظ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل کی طرف متوجہ ہوئے۔ گویا ان سے مشورہ طلب کیا۔ جبریلؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کرو ــــ میں نے کہا: میں بندہ پیغمبر بننا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھایا۔ آپؐ فرماتے تھے: میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔"

آپؐ کی وفات:

۱۔ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍؓ: قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِیْنَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّیْ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَیْکُمْ شَہِیْدٌ وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ

---

[۱۲] یعنی فرشتہ بڑا ہی دراز قد تھا۔

[۱۳] یعنی وہ پیغمبر جس کی امتیازی شان فقر و بندگی ہو۔

[۱۴] یعنی تواضع و خاکساری اختیار کرو۔

وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِکُوْا کَمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ ———— بخاری، مسلم

"عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہیدوں پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی[1]۔ گویا آپ زندوں اور مُردوں کو رخصت فرما رہے ہیں۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا میں تمہارے آگے اس طرح جا رہا ہوں جیسے قافلہ کا میر سامان روانہ ہوتا ہے[2]۔ میں تم پر گواہ ہوں اور مقام وعدہ تمہارا حوض ہے اور میں اپنی اس جگہ کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا ہوں[3] اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں[4] تمہارے بارے میں مجھے اس کا تو خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو گے لیکن مجھے تمہارے بارے میں اس کا ڈر ہے کہ تم دنیا کی چاہت میں مبتلا ہو جاؤ[5] ——— بعض راویوں نے

---

[1] بعض کے نزدیک نماز سے مراد یہاں نمازِ جنازہ ہے اور بعض کے نزدیک نماز سے مراد نمازِ دعا ہے۔ آپ نے اُحد کے شہیدوں کے حق پر دعا فرمائی۔

[2] یعنی جس طرح کارواں کا میر ساماں کارواں سے آگے بڑھ کر منزل پر قافلہ کی ضروریات وغیرہ کا سامان مہیا کرتا ہے تاکہ قافلہ کے لوگ جب وہاں پہنچیں تو انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح میرا دنیا سے جانا بھی میر ساماں کی حیثیت سے ہے۔ میں تمہیں آخرت میں میر ساماں کی حیثیت سے ملوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اپنے ساتھیوں اور پیروؤں کو تسلی دی ہے تاکہ وہ آپ کی جدائی کے جانکاہ غم کو برداشت کر سکیں۔

[3] میں نے حق تم تک پہنچا دیا ہے۔ اب میں حوض کوثر پر تمہارا انتظار کروں گا تم حوض کوثر پر مجھ سے ملنے کی کوشش کرو۔

[4] یعنی تم پر خدا فتوحات کے دروازے کھول دے گا۔ زمین میں تمہیں اقتدار حاصل ہوگا تم سے جو ٹکرائے گا

Marfat.com

اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں: "پھر تم آپس میں قتال کرو اور ہلاکت میں پڑو جس طرح تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے[۶]"

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَرَادَ رَحْمَۃَ اُمَّۃٍ مِّنْ عِبَادِہٖ قَبَضَ نَبِیَّھَا قَبْلَھَا فَجَعَلَہٗ لَھَا فَرَطًا وَّسَلَفًا بَیْنَ یَدَیْھَا وَاِذَا اَرَادَ ھَلَکَۃَ اُمَّۃٍ عَذَّبَھَا وَنَبِیُّھَا حَیٌّ فَاَھْلَکَھَا وَھُوَ یَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَیْنَیْہِ بِھَلَکَتِھَا حِیْنَ کَذَّبُوْہُ وَعَصَوْا اَمْرَہٗ ـــــــ مسلم

"ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ اپنے بندوں میں سے کسی امّت پر رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نبی کو اس قوم سے پہلے وفات دیتا ہے اور اُسے اس قوم کا میر منزل اور پیش رو قرار دیتا ہے اور جب وہ امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نبی کی زندگی ہی میں اس کو عذاب دیتا ہے اور نبی کی نگاہوں کے سامنے ہی اُسے مٹا دیتا ہے تاکہ اس کو ھلاک کر کے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے جبکہ اُس نے نبی کو جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کی ہے[۷]"

پاش پاش ہو جائے گا کتنی ہی سلطنتیں تمہارے زیر نگیں ہوں گی۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔ چند سال کے اندر اندر زمین کے وسیع رقبہ پر اہلِ اسلام کا قبضہ ہو گیا۔

[۵] یعنی ایسا تو نہ ہوگا کہ تم ایک مشرک قوم بن جاؤ لیکن اس کا قوی اندیشہ ہے کہ تم دنیا سے محبت کرنے لگ جاؤ اور آخرت اور اس کے تقاضوں کو بھول جاؤ۔

[۶] یعنی تم آپس ہی میں لڑنے لگ جاؤ اور اس طرح تمہاری جمعیت منتشر ہو کر رہ جائے اور تمہاری قوت ختم ہو جائے۔

[۷] یعنی وہ نافرمانوں اور منکروں کے بُرے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أَحَدِكُمْ يَوْمٌ وَلَا يَرَانِيْ ثُمَّ لَأَنْ يَّرَانِيْ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ مَعَهُمْ ـــــــ مسلم

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے، تم میں سے ہر ایک پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ مجھے نہ دیکھے گا۔ پھر اُسے میرا دیکھنا اپنے اہل وعیال اور مال سے بڑھ کر عزیز ہوگا۔"

۴۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَا نَفَضْنَا أَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَإِنَّا لَفِيْ دَفْنِهٖ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا ـــــــ ترمذی

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کی تشریف آوری سے ہر چیز روشن ہوگئی۔ پھر جب وہ دن آیا جب آپ نے وفات پائی تو ہر چیز تاریک ہوگئی اور ہم ابھی آپ کی تدفین ہی میں لگے تھے اپنے ہاتھوں کی مٹی کو جھاڑا بھی نہ تھا کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا اجنبی پایا۔ؕ"

۵۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا وَلَا أَوْصٰى بِشَيْءٍ ـــــــ مسلم

ؕ یعنی ہمارے دلوں کی وہ حالت باقی نہ رہی جو آپ کی صحبت اور آپؐ کی موجودگی میں رہتی تھی۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ہم کتنے ہی فیوض وبرکات سے محروم ہوگئے صاف محسوس ہوتا تھا کہ ایک روشنی ہم سے چھن گئی اور ہر چیز ہمیں تاریکی میں ڈوبی ہوئی نظر آتی تھی۔ ایک وہ دن بھی تھا جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے اور آپ کی آمد سے ہر چیز روشن وتاباں نظر آتی تھی۔ آپ تشریف لے گئے تو ہر چیز پر اُداسی اور ویرانی چھاگئی۔

Marfat.com

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد نہ تو کوئی دینار چھوڑا، نہ درھم، نہ کوئی بکری اور نہ اونٹ اور نہ آپؐ نے کسی چیز کی وصیت فرمائی۔[9]"

۶- وَعَنْ اَبِي بَكْرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ ——— بخاری، مسلم

"ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔[10]"

۷- وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَؓ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِهَا وَاَصْغَتْ اِلَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى ——— موطا امام مالک

"ہشام بن عروہ، عُباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہؓ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی وفات سے پہلے فرماتے سُنا جب کہ آپؐ ان کے سینے سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور وہ آپؐ کی

---

[9] اس سے بڑھ کر آپؐ کے ایک سچے رسول ہونے کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا سے آپؐ نے نہ تو اپنے لئے کوئی جائداد بنائی اور نہ کوئی محل تعمیر کرایا۔ دنیا میں مسافرانہ آئے اور یہاں سے مسافرانہ تشریف لے گئے۔ زندگی میں جس چیز کی طرف آپ کی توجہ رہی۔ وہ یہ کہ خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہ ہو اور خدا کی خوشنودی و رضا طلبی میں کوئی قصور نہ ہو۔

[10] یعنی نبیوں اور رسولوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہ بات شان نبوت سے فروتر ہے کہ انبیاء اپنی اولاد کے لئے سرمایہ و مال جمع کر جائیں۔ ان کی تگ و دو اور سعی و جہد ساری ہی اُمت کے لئے ہوتی ہے۔

Marfat.com

جانب متوجہ تھیں: "خدایا مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا[1]"

آپؐ کے صحابہؓ:

۱۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَحْلِفُوْنَ وَلَا يُسْتَحْلَفُوْنَ ـــــــ بخاری ومسلم

"عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو ان سے متصل وپیوستہ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ لوگ ہوں گے جو بلا مانگے گواہی دیں گے اور خیانت کریں گے۔ ان کی امانت و دیانت پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا۔ نذر مانیں گے لیکن اُسے پوری نہیں کریں گے، اور ان میں فربہی ظاہر ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بلا قسم کھلائے قسم کھائیں گے[2]۔"

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ اَصْحَابِيْ

---

[1] رفیق اعلیٰ سے مراد انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے جس کا قیام اعلیٰ علیین میں ہے۔ دیکھیے سورۃ المطففین آیت ۱۸-۱۹۔ "علیین" کا مطلب ہے بہت ہی اونچے لوگ۔ یہاں اس سے مراد ان کا مقام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رفیق اعلیٰ خدا تعالیٰ کا ایک نام ہے۔ وفات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہی الفاظ تھے: "اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى" ـــــ بخاری ومسلم

[2] یعنی ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگی جو دیانت، شرافت، انسانیت اور احساس ذمہ داری سے بالکل خالی ہوں گے۔

Marfat.com

فِی اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یُصْلِحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ ——— شرح السنہ

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمّت کے درمیان صحابہؓ کھانے میں نمک کے مانند ہیں۔ نمک کے بغیر کھانا طبیعت کے موافق ٹھیک (خوش ذائقہ) نہیں ہوتا[2]"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ ——— بخاری مسلم

"ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہو۔ اس لئے کہ اگر کوئی تم میں سے اُحد کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہؓ کے ایک مد[3] یا نصف مُد کو بھی نہیں پا سکتا[4]"

اس حدیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت اور بزرگا ظاہر ہوتی ہے صحابہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ حاصل ہوا۔ یہ بڑی سعادت ہے جو انہیں حاصل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَظْھَرُ الْکِذْبُ "میرے اصحاب کی تعظیم و تکریم کرو کیونکہ وہ تم میں سب سے بہترین لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ اس کے بعد جھوٹ پھیل جائیگا" (نسائی)

[2] اس حدیث سے بھی صحابہؓ کی بڑی بزرگی اور عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر نمک نہ ہو تو کھانا بے مزہ معلوم ہوتا ہے۔ نمک بہت سی مضرتوں کا دافع اور مصلح بھی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امت کے لئے نشان راہ اور اس کی بدلت وہاں ہیں۔ ان ہی کی پیروی میں اُمت کی زندگی اور اصلاح کا راز مضمر ہے۔

[3] ایک پیمانہ ہے جس میں سیر بھر جو آتا ہے۔

[4] اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا احترام کریں اور کوئی بُرا کلمہ ان کی شان میں استعمال نہ کریں۔ صحابہ اور خاص طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابہ کا مرتبہ و مقام انتہائی بلند ہے۔ کوئی

Marfat.com

۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ ——— ترمذی

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو بُرا کہتے ہیں تو تم کہو: تمہارے شر (اس برے فعل) پر خدا کی لعنت ہو!"[۵]

۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ وَاَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ وَاَفْرَضُھُمْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَقْرَؤُھُمْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ وَاَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ ——— احمد، ترمذی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اُمت میں میری اُمت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکرؓ ہیں اور امر خداوندی میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ سچے حیادار عثمانؓ ہیں علم وراثت کا سب سے بڑھ کر عالم زید بن ثابتؓ سب سے بڑھ کر قاری ابی بن کعبؓ اور حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبلؓ ہیں ... کا

شخص اگر کوہِ اُحد کے برابر سونا خدا کی راہ میں صدقہ کر دے تو اس کا یہ صدقہ صحابہؓ کے ایک یا نصف مد ... برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ صحابہؓ کو جس درجہ کا ایمان و اخلاص حاصل تھا وہ دوسرے کو کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ... نگاہ میں اصل قابلِ قدر چیز آدمی کا ایمان اور اس کا اخلاص ہی ہے۔

۵ٓ۔ معلوم ہوا کہ صحابہؓ سے بغض وعناد رکھنا یا انہیں برا کہنا کسی شر سے کم نہیں۔ یہ قابلِ لعنت فعل ... جس سے احتراز لازم ہے۔ صحابہؓ کی تعظیم اور ان کا احترام ہمارے لئے ضروری ہے۔

Marfat.com

ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں۔[۶]"

۶۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَالطَّلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ ___ ترمذی

"عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ جنت میں ہیں، عمرؓ جنت میں ہیں، عثمانؓ جنت میں ہیں، علیؓ جنت میں ہیں۔ طلحہؓ جنت میں ہیں، زبیرؓ جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں ہیں، سعید بن زیدؓ جنت میں ہیں اور ابوعبیدہ بن جراحؓ جنت میں ہیں۔[۷]"

---

[۶] اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض مخصوص صحابہؓ کی خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ رحمت ہو اظہار شرم یا امانت و دیانت یا علوم و مسائل دین ہوں، ان سب کی اسلامی سوسائٹی میں اہمیت ہے۔ اخلاقی اور علمی و عملی اوصاف سے امت کے افراد آراستہ ہوں۔ اس کی ضرورت پہلے بھی تھی اور ہمارے دور میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر دین کا قیام اور اس پر عمل ممکن نہیں ہے۔

[۷] ان دس اصحاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں بشارت دیدی کہ یہ باغ بہشت میں داخل ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر ان مخصوص صحابہؓ کو عشرہ مبشرہ کا لقب دیا گیا ہے۔ ان بزرگوں کو خدا کی اطاعت اور بندگی کا ایسا بلند مقام حاصل تھا کہ جنت کی بشارت پانے کے بعد بھی یہ کبھی خدا سے بے خوف نہیں ہوتے اور نہ کبھی اپنی ذمہ داریوں کی طرف سے غفلت برتی۔ خدا کی عظمت اور اس کے رسول کی جو محبت ان کے دلوں میں بس گئی تھی وہ کبھی نکل نہ سکی۔ یہ حضرات زندگی کے راز اور اس کی حقیقت کو پا چکے تھے۔ راہ حق کے سوا ان کی کوئی دوسری راہ کیسے ہو سکتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ پر تو ایسی خشیت طاری ہوتی تھی اور وہ ایسی آہیں بھرتے تھے کہ ان کا لقب ہی "اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ" (بہت آہیں بھرنے والا) پڑ گیا تھا۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْجَنَّۃَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَۃٍ عَلِیٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ ـــــــــ ترمذی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے: علیؓ، عمارؓ، اور سلمانؓ کی۔"

۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ـــــــــ بخاری مسلم

"عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار آدمیوں سے قرآن سیکھو یعنی عبداللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ، ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ سے۔"

۹۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اٰیَۃُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰیَۃُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ ـــــــــ بخاری مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت اور نفاق کی علامت انصار سے بغض و دشمنی ہےؔ۔"

۱۰۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: اَتٰی جِبْرِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ؔ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو اس وقت قبول کیا جب اہل مکہ اس کا انکار کر چکے تھے۔ انصار نے آپؐ کو اور آپؐ پر ایمان لانے والے مسلمانوں کو اپنے یہاں جگہ دی اور ہر طرح سے ان کی مدد کی جب کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کی زندگی دوبھر کر دی تھی اور ان کی دشمنی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے ختم کر دینے کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے جا رہے تھے۔ انصار کی خدمات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی محبت کو ایمان کی علامت اور ان سے بغض رکھنے کو نفاق قرار دیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

نقال: یا رسولَ اللّٰہِ! ھٰذہٖ خدیجۃُ قد اَتت معھا اِناءٌ فیہ اِدامٌ اَو طعامٌ فاِذا اَتتک فاقرأ علیھا السَّلام من ربّھا ومنّی وبشّرھا ببیتٍ فی الجنّۃِ من قصبٍ لا صخبَ فیہ ولا نصبَ ـــــــ بخاری، مسلم

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو کہا: یا رسول اللہ! یہ خدیجہؓ آرہی ہیں۔ ان کے ساتھ برتن ہے جس میں سالن یا کھانا ہے۔ جب وہ آپؐ کے پاس آجائیں تو آپؐ انہیں اُن کے رب کی طرف سے سلام کہئے اور میری طرف سے بھی[۹] اور انہیں ایک موتی کے محل کی بشارت دیجئے جو جنت میں (اُن کے لئے) ہوگا جس میں نہ تو شور و غل ہوگا اور نہ رنج و تعب[۱۰]"

۱۱۔ وعن اَنسؓ اَنّ النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: حسبُک من نساءِ العالمین مریمُ بنتُ عمرانؓ وخدیجۃُ بنتُ خُویلدؓ وفاطمۃُ بنتُ محمّدؐ وآسیۃُ امرأۃُ فرعونَ ـــــــ ترمذی

"انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سارے عالم کی عورتوں میں صرف ان کے فضائل جان لینا تمہارے لئے کافی ہے: مریم بنت عمرانؓ، خدیجہ بنت خویلدؓ فاطمہؓ بنت محمدؐ اور آسیہ فرعون کی بیوی[۱۱]"

---

۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ کی فضیلت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ انہیں حضرت جبرئیلؑ ہی کا نہیں خدا کا بھی سلام آیا ہے۔

۱۰ حضرت خدیجہؓ کو تسلی دی جارہی ہے کہ وہ دنیا کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے ہرگز افسردہ نہ ہوں۔ یہ ساری پریشانیاں ختم ہوجانے والی ہیں۔ خدا انہیں جنت کے ایک لئے محل میں جگہ دے گا جس میں کسی طرح کا ہنگامہ اور شور و شر نہ ہوگا اور نہ وہاں کسی قسم کے رنج و مشقت کا گذر ہو سکے گا۔

۱۱ دُنیا میں یوں تو کتنی ہی بزرگ خواتین گزری ہیں جن کی زندگیاں انتہائی روشن اور تابناک تھیں۔ ان میں سے یہ چار خواتین جن کے بارے میں مستند معلومات ہم تک پہنچی ہیں بہت ہیں بشرطیکہ ہم ان کی زندگیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیں۔

Marfat.com

۱۲ - وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا عَائِشُ! ھٰذَا جِبْرَئِیْلُ یُقْرِئُکِ السَّلَامَ. قَالَتْ: وَعَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، وَھُوَ یَرٰی مَا لَا اَرٰی ——— بخاری، مسلم

"ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا: "اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں، تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: "وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ" وہ کہتی ہیں کہ آپؐ وہ کچھ دیکھتے تھے جو میں نہ دیکھتی تھی۔"[۲]

حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کے بارے میں قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوا ہے: وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ م اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَنَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّھَا وَکُتُبِہٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (التحریم: ۱۱-۱۲) اللہ ایمان لانے والوں کے لیے فرعون کی بیوی کو مثال میں پیش کرتا ہے جب اس نے کہا: رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے، اور نجات دے مجھے ظالم لوگوں سے؛ اور عمران کی بیٹی مریم کو مثال میں پیش کرتا ہے، جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی۔ پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت اور فروتنی کرنے والوں میں سے تھی۔

[۲] یعنی آپؐ خدا کے رسول تھے۔ آپ عالم غیب کی کتنی ہی چیزیں دیکھتے تھے جن کو میں نہیں دیکھ پاتی تھی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا بھی درجہ انتہائی بلند تھا حضرت جبریلؑ تک انہیں سلام کہتے تھے۔ وہ لوگ کتنے نادان ہیں جو ایسی بزرگ اور قابل احترام خاتون سے جسے امت کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے، دشمنی رکھتے ہیں اور ان کی شان میں ناموزوں کلمات استعمال کرتے ہیں۔

Marfat.com

۱۳۔ وَعَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُرِیْتُ الْجَنَّۃَ فَرَاَیْتُ امْرَاَۃَ اَبِیْ طَلْحَۃَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَۃً اَمَامِیْ فَاِذَا بِلَالٌ ــــــ مسلم

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی۔ میں نے وہاں ابوطلحہؓ کی بیوی کو دیکھا اور اپنے آگے میں نے قدموں کی آہٹ سنی، دیکھا تو بلال تھے[۱۳]۔"

آپؐ کی اُمت

۱۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی کَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاْجَرَ قَوْمًا یَعْمَلُوْنَ لَہٗ عَمَلًا اِلَی اللَّیْلِ عَلٰی اَجْرٍ مَعْلُوْمٍ فَعَمِلُوْا لَہٗ اِلٰی نِصْفِ النَّھَارِ، فَقَالُوْا لَا حَاجَۃَ لَنَا اِلٰی اَجْرِكَ الَّذِیْ شَرَطْتَ لَنَا وَعَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ: لَا تَفْعَلُوْا اَکْمِلُوْا بَقِیَّۃَ عَمَلِکُمْ وَخُذُوْا اَجْرَکُمْ کَامِلًا فَاَبَوْا وَتَرَکُوْا وَاسْتَاْجَرَ اٰخَرِیْنَ بَعْدَھُمْ فَقَالَ اَکْمِلُوْا بَقِیَّۃَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا وَلَکُمُ الَّذِیْ شَرَطْتُ لَھُمْ مِنَ الْاَجْرِ فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا کَانَ حِیْنَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ وَلَكَ الْاَجْرُ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَنَا فِیْہِ، فَقَالَ اَکْمِلُوْا بَقِیَّۃَ عَمَلِکُمْ فَاِنَّمَا بَقِیَ مِنَ النَّھَارِ شَیْءٌ یَسِیْرٌ فَاَبَوْا فَاسْتَاْجَرَ قَوْمًا یَعْمَلُوْنَ بَقِیَّۃَ یَوْمِھِمْ فَعَمِلُوْا فَاسْتَکْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِیْقَیْنِ بِھِمَا فَذٰلِكَ مَثَلُھُمْ مَا قَبِلُوْا مِنْ ھٰذَا النُّوْرِ ــــــ بخاری

"ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں اور

---

[۱۳] اصحاب رسول اور صحابیات کی فضیلت میں روایات کثرت سے ملتی ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہاں چند روایتیں پیش کی گئی ہیں۔

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کی تمثیل ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک قوم کو متعین مزدوری پر رات تک کے لئے ایک کام پر لگایا۔ انہوں نے دوپہر تک اس کا کام کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری مزدوری کی حاجت نہیں جو تم نے ہمارے لئے مقرر کی تھی اور ہم نے جو کام کیا وہ اکارت ہوا۔ اس نے کہا ایسا نہ کرو۔ اپنا باقی کام پورا کرلو اور اپنی پوری مزدوری لے لو۔ انہوں نے انکار کیا اور چھوڑ گئے۔ اس نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو مزدوری پر لگایا اور کہا کہ تم باقی دن پورا کردو۔ جو مزدوری میں نے ان کے لئے مقرر کی تھی وہ تمہیں ملے گی۔ انہوں نے کام کیا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوا تو بولے: ہم نے تمہارا جو کام کیا وہ اکارت ہوا۔ اور تم نے جو مزدوری ہمارے لئے مقرر کی تھی وہ ہم نے تجھے چھوڑ دی۔ اس نے کہا: تم اپنا کام پورا کردو۔ بس اب تو بہت تھوڑا دن رہ گیا ہے انہوں نے انکار کیا۔ پھر اس نے دوسرے لوگوں کو مزدوری پر لگایا جو باقی دن کام کریں۔ انہوں نے کام کیا اور دونوں گروہوں کی پوری مزدوری لی۔ یہ ہے تمثیل ان کی اور مثال اس نور کی جس کو انھوں نے قبول کیا۔[1]"

---

[1] اس تمثیل میں امت مسلمہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے خود اپنے آپ کو خدا کی رحمتوں سے محروم کرلیا۔ یہود و نصاریٰ جب خدا کی رحمت اور فکر آخرت سے بے پروا ہو گئے تو خدا نے انہیں معزول کر کے امتِ مسلمہ کو منصب امامت پر فائز فرمایا اور آخرت کا اجر و ثواب بھی اُسے بخشا گیا۔ یہود و نصاریٰ جنہوں نے نافرمانی اور بغاوت کی روش اختیار کی ان کے لئے آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں بلکہ وہ آگے گرفتار عذاب ہوں گے۔

امت مسلمہ کے لئے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے مقابلہ میں دہرا اجر ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۙ لِّئَلَّا یَعْلَمَ

Marfat.com

۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّمَا اَجَلُکُمْ فِیْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَا بَیْنَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُکُمْ وَمَثَلُ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی کَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ: مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ اِلٰی نِصْفِ النَّھَارِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْیَھُوْدُ اِلٰی نِصْفِ النَّھَارِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ۔ ثُمَّ قَالَ مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ نِصْفَ النَّھَارِ اِلٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ، فَعَمِلَتِ النَّصَارٰی مِنْ نِصْفِ النَّھَارِ اِلٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ۔ ثُمَّ قَالَ مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰی قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ؟ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ اَلَا لَکُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَیْنِ فَغَضِبَتِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی۔ فَقَالُوْا: نَحْنُ اَکْثَرُ عَمَلًا وَاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: فَھَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا؟ قَالُوْا لَا۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنَّہٗ فَضْلِیْ اُعْطِیْہِ مَنْ شِئْتُ ـــــــــ بخاری

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسری

اَھْلُ الْکِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (الحدید: ۲۸-۲۹)

"اے ایمان والو! اللہ کا ڈر رکھو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تمہارے لئے ایک روشنی کر دے گا جس کے ساتھ تم چلو پھرو گے اور تمہیں بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ یہ اس لئے کہ کتاب والے نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ پا نہیں سکتے اور بات یہ ہے کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔"

انجیل کی تمثیل میں بھی اس کی طرف کھلا اشارہ ملتا ہے۔ دیکھیے متی ۲۰: ۱-۱۲

Marfat.com

اُمتوں کی مدت اور عمر کے مقابلہ میں تمہاری عمر و مدت اتنی ہے جتنا سارے دن کے مقابلہ میں نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے اور تمہاری تمثیل اور یہود و نصاریٰ کی تمثیل بس ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے کچھ مزدوروں کو کام پر لگایا اور کہا کہ کون دوپہر تک ایک ایک قیراط (ایک سکہ) کی اجرت پر میرا کام کرے گا؟ تو یہود نے کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ کون دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک ایک قیراط کی اجرت پر میرا کام کرے گا؟ تو نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر کہا کہ کون ہے جو نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک دو دو قیراط کی اجرت پر میرا کام کرے گا؟ جان لو کہ یہ تم (مسلم لوگ) ہو جنہوں نے نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا۔ سن لو تمہارے لئے دوہرا اجر ہے۔ اس پر یہود و نصاریٰ غضبناک ہوئے اور کہا کہ ہمارا کام زیادہ ہے اور ملا کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم پر ظلم کیا ہے کہ تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر یہ تو میرا فضل ہے جسے چاہے دوں[1]۔"

۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اُمَّتِيْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهٗ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ ——— ترمذی

• حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کا حال بارش جیسا ہے، جس کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا

---

[1] یعنی یہ تو میرا فضل و کرم ہے کہ میں نے امتِ مسلمہ کے لئے زیادہ اجر و ثواب رکھا ہے۔ تمہارے ساتھ میں نے کوئی بے انصافی تو نہیں کی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آخری دور جس کے بعد قیامت ہی آنے والی ہے پچھلے دور کے مقابلہ میں کوئی زیادہ طویل نہیں ہے۔ بلکہ اس کی مدت ایسی ہی مختصر ہے جیسے پورے دن کے مقابلہ میں عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہوتا ہے۔

Marfat.com

کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر اچھا ہے[۳]۔"

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِهِمْ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ ــــــــ بیہقی

"عبدالرحمٰن بن علاء حضرمی کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی اس شخص نے جس نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے فرمایا: اس اُمت کے آخر میں ایک قوم ہوگی، ان کا اجروثواب ان کے پہلے لوگوں کے اجروثواب جیسا ہوگا۔ وہ لوگوں کو معروف کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے اور فتنہ پرداز لوگوں سے لڑیں گے[۱]۔"

۵۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

---

[۳] یوں تو قرنِ اول کو دوسرے قرون کے مقابلہ میں بزرگی اور فضیلت ہے۔ لیکن دورِ آخر میں بھی امتِ مسلمہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کا شمار خدا کے مقرب ترین بندوں میں ہوگا اور وہ اسلام کی عظیم خدمت انجام دیں گے جیسا کہ آگے کی حدیث سے ظاہر ہے۔ خدا کے ایسے صادق و مخلص بندے اپنے دور کی آبرو ہوں گے۔

اس حدیث میں متاخرین کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ انہیں اس کا غم نہ ہونا چاہیے کہ وہ دورِ اول میں کیوں نہیں پیدا ہوئے۔ اسلام کی تاریخ میں دورِ آخر کو بھی بعض حیثیتوں سے اہمیت حاصل ہوگی۔

[۱] یعنی ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ لوگوں کو بھلائی اور خیر کی طرف بلائیں گے اور انہیں بُرائی سے روکیں گے اور باطل قوتوں سے نبرد آزما ہوں گے۔ جس طرح تاریکی اور روشنی میں مصالحت ممکن نہیں، ٹھیک اسی طرح اہلِ باطل اور فتنہ پرداز لوگوں سے ان کی کبھی مصالحت نہ ہوسکے گی۔ انہیں باطل کے آگے جھکایا نہ جاسکے گا۔ وہ باطل سے ٹکرائیں گے اور زمین کو فتنہ و فساد اور ظلم و طغیان سے پاک کرنے کی کوشش کریں گے۔

Marfat.com

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَیْکُمْ اِیْمَانًا؟ قَالُوْا: اَلْمَلٰٓئِکَۃُ، قَالَ: وَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ، قَالُوْا: فَالنَّبِیُّوْنَ، قَالَ: وَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْیُ یَنْزِلُ عَلَیْھِمْ، قَالُوْا: فَنَحْنُ، قَالَ: وَمَا لَکُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَاَنَا بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَیَّ اِیْمَانًا لَقَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَجِدُوْنَ صُحُفًا فِیْھَا کِتَابٌ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِیْھَا ——— بیہقی

"عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا: ایمان کے اعتبار سے مخلوق میں تمہیں کون سب سے زیادہ پسند ہے؟ عرض کیا: فرشتے، فرمایا: وہ آخر کیوں ایمان نہ لاتے جبکہ وہ اپنے رب کے قریب رہتے ہیں۔ عرض کیا: پھر ہم نبیوں کو بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ آخر کیوں ایمان نہ لاتے جبکہ ان پر وحی آتی ہے۔ عرض کیا: پھر ہم اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم آخر کیوں ایمان نہ لاتے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک ایمان کے اعتبار سے وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ وہ صحف کو پائیں گے جس میں احکام درج ہوں گے اور وہ ان پر ایمان لائیں گے۵۔"

۶- وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:

---

۵ متاخرین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ پھر بھی وہ آپؐ پر اور آپ کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لائیں گے اور آپ کے دیئے ہوئے احکام کو تسلیم کریں گے۔ اس حیثیت سے ان کے ایمان و یقین کی بڑی اہمیت ہے۔ اس حدیث میں متاخرین کی بڑی تسلی فرمائی گئی ہے کہ ان کے ایمان اور عمل کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

Marfat.com

إِنَّ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ ــــــــ مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں مجھ سے شدید محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہوگی کہ کاش مجھے دیکھتا اور اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کو فدا کرتا ہے۔[۶]"

۷۔ وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَارَكُمُ اللّٰهُ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلِكُوا جَمِيعًا وَأَنْ لَا يَظْهَرَ أَهْلُ الْبَاطِلِ عَلَى أَهْلِ الْحَقِّ وَأَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ ــــــــ ابوداؤد

"ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تمہیں تین چیزوں سے امان بخشی ہے یہ کہ تمہارا نبی تم پر بدعا نہ کرے کہ تم سب ہلاک ہوجاؤ اور یہ کہ اہل باطل اہل حق پر غالب نہ ہوں[۷] اور یہ کہ تم گمراہی پر جمع نہ ہو[۸]"

۸۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَىٰ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمَّتِي أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ

---

[۶] آج ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی سے معمولی مسلمان کو بھی حضور صلی اللہ کی زیارت دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

[۷] یعنی تمہارا نبی نہ تو تمہاری ہلاکت کی دعا کرے گا اور نہ اہل باطل کبھی دلائل سے تمہارے عقائد ونظریات اور تمہارے دین ومذہب کو شکست دے سکیں گے۔ اگر حق کے لئے باطل قوتوں سے تمہاری جنگ ہوگی تو انجام کار فتح وکامرانی تمہارے ہی حصہ میں آئے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تمہیں ایمان کی قوت حاصل ہو اور تمہاری جنگ واقعۃً خدا کی راہ میں ہو اور تم خدا کی بخشی ہوئی قوت وصلاحیت سے پورا پورا کام لو۔

[۸] یعنی ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ساری کی ساری اُمت گمراہی میں مبتلا ہوجائے۔ بڑے بڑے فتنہ وفساد کے دور میں بھی امت کا کوئی نہ کوئی طبقہ حق پر ضرور قائم رہے گا۔

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَامِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْہِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِّنْ حُرِّ وَجْھِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ۔ ابن ماجہ

"عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی بندہ مومن کی آنکھوں سے آنسو نکلیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر (یعنی ننھی بوند کے بقدر) ہی کیوں نہ ہوں پھر وہ بہہ کر اس کے چہرہ پر پہنچ جائیں تو اللہ اُسے دوزخ کی آگ کے لئے حرام کردے گا۔" ؎

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ، وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدُخَانُ جَھَنَّمَ ——— ترمذی

"ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے خوف سے رونے والا شخص دوزخ کی آگ میں نہیں جائے گا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس نہ ہو جائے۔" ؎

؎ مطلب یہ ہے کہ جو چہرہ خوفِ خدا کے آنسوؤں سے تر ہوا اُسے دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی۔ ان آنسوؤں کی خاصیت اور اس نیک عمل کا ذاتی تقاضا یہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ خوفِ خدا سے آنسو بہانے والا خدا کی نافرمانی اور ظلم و زیادتی کا مرتکب ہوکر خود ہی اپنے کو اس بشارت کا مستحق نہ رکھے۔

؎ کوئی شخص زندگی میں غلط روش اختیار کر کے خود ہی اپنے آنسوؤں کی قیمت گھٹا دے تو دوسری بات ہے ورنہ ان آنسوؤں کی خاصیت وہی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ خوفِ خدا سے گرے ہوئے آنسوؤں کے قطرے آدمی کی زندگی کو پاکیزہ سے پاکیزہ تر بنا دیتے ہیں اور وہ آخرت میں خدا کے قرب اور انعام کا مستحق ہو جاتا ہے لیکن جو آنسو زندگی کو آلودگیوں سے پاک نہ کرسکیں جن کا آدمی کی سیرت و کردار پر کچھ اثر نہ ہو وہ آنسو کسی کو خدا کے انعامات کا مستحق کیسے بنا سکیں گے؟

Marfat.com

امت میں ایک جماعت ہمیشہ حکم الٰہی پر قائم رہے گی۔ اس کا نہ وہ شخص کچھ بگاڑ سکے گا جو اس کی تائید و اعانت چھوڑ دے گا اور نہ وہ شخص جو اس کی مخالفت کرے گا، یہاں تک کہ امر خداوندی پہنچے گا اور وہ اسی حالت پر ہوگی۔"

۱۱۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَحْنُ الْآخِرُونَ وَنَحْنُ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَإِنِّي قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللّٰهِ وَمُوسٰى صَفِيُّ اللّٰهِ وَأَنَا حَبِيبُ اللّٰهِ وَمَعِيَ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ وَعَدَنِي فِي أُمَّتِي وَأَجَارَهُمْ مِنْ ثَلٰثٍ لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ وَلَا يَجْمَعُهُمْ عَلٰى ضَلَالَةٍ ———— دارمی

"عمرو بن قیسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہم آخر میں ہیں لیکن قیامت کے دن ہم سابق و اول ہیں[۱۲]۔ اور میں ایک بات کہتا ہوں لیکن فخر کے طور پر نہیں[۱۳]۔ ابراہیمؑ خدا کے خلیل ہیں، موسیٰؑ خدا کے برگزیدہ ہیں اور میں خدا کا حبیب ہوں[۱۴] اور قیامت کے دن میرے ساتھ حمد کا علم ہوگا[۱۵] اور خدا نے مجھ سے میری امت کے سلسلے میں وعدہ فرمایا ہے اور میری امت کو خدا نے تین چیزوں سے امان بخشی ہے: اسے عام قحط میں ہلاک نہ کرے گا اور نہ دشمن اس کا استیصال کر سکے گا[۱۶] اور نہ ساری اُمّت گمراہی پر جمع ہوگی۔"

---

۱۲ یعنی اگرچہ دنیا میں ہمارا ورود سب سے آخر میں ہے لیکن آخرت میں ہمیں سب پر اولیت اور فضیلت حاصل ہوگی۔

۱۳ یعنی یہ بات میں کسی فخر کی بنا پر نہیں بلکہ تحدیثِ نعمت اور شکر کے طور پر کہتا ہوں۔

۱۴ یعنی آپؐ خلت، اصطفاء وغیرہ تمام ہی اوصاف کے جامع ہیں۔ آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۱۵ یعنی خدا قیامت کے دن مجھے خاص امتیاز اور شہرت عطا فرمائے گا۔

۱۶ یعنی ایسا کبھی نہ ہوگا کہ میری تمام اُمت قحط میں مبتلا ہو کر ہلاکت سے دوچار ہو اور نہ کسی دشمن کو اس کا استیصال کرنے میں کبھی کامیابی ہو سکے گی۔ میری امت کو صفحۂ ہستی سے مٹایا نہیں جا سکتا۔ میری اُمت صفحۂ ہستی پر

Marfat.com

آپؐ کی کچھ پیشین گوئیاں:

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا ———— مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال میں جلدی کرو اس فتنہ سے پیشتر جو تاریک رات کے ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ آدمی صبح کو ایک مومن کی حیثیت سے اٹھےگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا۔ وہ اپنے دین کو متاعِ دنیا پر بیچ دے گا[1]"

۲۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّیْنَ وَاِذَا وُضِعَ السَّیْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْهُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ———— ابوداؤد، ترمذی

نقشِ حق کے مانند ہے۔ اسے مٹا ناممکن نہیں۔ میری امت کو قیامت تک دنیا میں زندہ رہنا ہے اور دنیا کے لئے روشنی کا مینار بننا ہے۔ اس مینار کی عدم موجودگی میں تو قیامت ہی آجائے گی۔

[1] یعنی ایک دور انتہائی فتنہ و آزمائش کا آنے والا ہے اس لئے جتنی جلدی ہوسکے اچھے اعمال کا سرمایہ جمع کرلینا چاہیئے۔ اس فتنہ کے زمانے میں اپنے ایمان کو سلامت رکھنا کوئی آسان کام نہ ہوگا۔ لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اپنے دین و ایمان کو دنیوی مفاد کے پیشِ نظر خیرباد کہہ دیں گے۔ ایمان کی قدر و قیمت کا احساس رخصت ہوجائے گا اس فتنہ کے زمانہ میں جو لوگ دین پر قائم رہیں گے ان کیلئے بے حساب اجر و ثواب ہوگا حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْعِبَادَةُ فِی الْهَرْجِ کَهِجْرَةٍ اِلَیَّ (مسلم) فتنے کے زمانہ کی عبادت کو میری طرف ہجرت کرنے کا درجہ حاصل ہے۔

Marfat.com

"حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جن لوگوں سے اپنی امت کے لئے ڈرتا ہوں وہ گمراہ کرنے والے ائمہ ہیں اور جب میری امت میں تلوار چل جائے گی تو پھر قیامت کے دن تک رکنے کی نہیں[1]۔"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا یَكُوْنُ كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَقَیْصَرُ لَیَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا یَكُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَسَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَةً ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ (شاہ فارس) ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر (شاہ روم) بھی ہلاک ہو کر رہے گا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور ان دونوں کے خزانے راہِ خدا میں تقسیم کر دیے جائیں گے[2]۔ اور آپ نے جنگ کا نام فریب رکھا۔"

---

[1] امت کے حق میں سب سے بڑا فتنہ گمراہ کرنے والے اور غلط راہ پر لے جانے والے ائمہ اور اہلِ اقتدار ہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ امتِ مسلمہ اس ہولناک فتنہ سے دوچار ہوگی۔ اس امت میں باہمی جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اہلِ ایمان کی قوتیں باہمی نزاع اور کشمکش میں صرف ہوں گی۔ ان کے درمیان تلوار چلے گی اور اس مصیبت سے آخر تک نجات نہ مل سکے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حرف بحرف پورا ہوا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سب سے پہلے تلوار نکلی تو پھر وہ رک نہ سکی۔ امت کی داستان ایک المناک داستان بن کر رہی کتنے ہی کربلا و جنگِ جمل اس امت کے حصہ میں آئے۔

[2] حضور نے جو بات فرمائی تھی وہی ہوا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں فارس اور روم فتح ہو کر رہا اور ان کے خزانے مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور راہِ خدا میں صرف ہوئے۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند پیشین گوئیوں کا ذکر کیا گیا ورنہ آپ کی پیشین گوئیاں بے شمار ہیں جنہیں احادیث کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً جنگ بدر کے موقع پر آپ جب بدر میں مقیم ہوئے تو آپ زمین پر ہاتھ رکھ رکھ کر بتاتے جاتے تھے کہ یہاں فلاں (مشرک) مقتول

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ ——— مسلم

"حضرت نافع بن عتبہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم (میرے بعد) جزیرۂ عرب سے لڑوگے۔ اللہ تمہیں اس پر فتح دے گا۔ پھر تم فارس سے لڑوگے اللہ اس پر بھی تمہیں فتح بخشے گا۔ پھر تم روم سے جنگ کروگے۔ خدا اس پر بھی تمہیں فتح یاب کرے گا۔ پھر تم دجال سے لڑوگے[۲] اور اس پر اللہ تمہیں فتح عنایت فرمائے گا۔"

۵۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ

ہوکر گرے گا اور یہاں فلاں گرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ سب اسی جگہ مارے گئے جہاں انکے مارے جانے کی آپ کی پیشین گوئی کی تھی ان میں سے کوئی نہ تھا جو آپ کی مقرر کردہ جگہ سے ذرا کہیں الگ گرا ہو۔ (مسلم بروایت انسؓ) آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا اَلَا اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ اَنْ يُّعْبَدَ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَبَدًا خبردار شیطان ہمیشہ کے لئے اس بات سے مایوس ہوگیا کہ تمہارے اس شہر میں اس کی عبادت کی جائے (ابن ماجہ ترمذی) مطلب یہ تھا کہ اب ایسا نہ ہوگا کہ مکہ میں بت پرستی ہو اور شرک وکفر پھیلے۔ یہ اور اسی طرح کی بے شمار پیشین گوئیاں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ آپ خدا کے رسول تھے اور آئندہ پیش ہونے والی باتوں کی خبر آپ نے وحی الٰہی کی روشنی میں دی۔ اگر آپ نبوت کے جھوٹے مدعی ہوتے تو آپ اس طرح کی پیشین گوئی ہرگز نہ کرتے کیونکہ یہ بات عقلمندی کے بالکل خلاف تھی کہ کوئی شخص خواہ مخواہ کے لئے عقل سے پیشین گوئیاں کرنے لگ جائے اور اس بات کو بھول جائے کہ اس کی پیشین گوئی میں اگر کوئی غلط ثابت ہوئی تو اس سے خود اس کی نبوت کی تردید ہوجائیگی اور اس سے کہ ہر ایک پیشین گوئی میں غلطی کے امکانات کا زیادہ رہتے ہیں

[۲] دجال کے سلسلہ میں دیکھئے۔ علاماتِ قیامت کے سلسلہ کی حدیث نمبر ۲

يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَاءَ اللّٰهُ
اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًا فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ
اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ
مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً
عَلٰى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ ثُمَّ سَكَتَ ـــــــــــ احمد، البیهقی فی دلائل النبوۃ

"حضرت نعمان بن بشیرؓ حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں نبوت اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اٹھالے گا اور اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی جب تک اللہ چاہے گا رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اُسے اٹھالے گا پھر اس کے بعد بداطوار بادشاہت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا رہے گی۔ پھر اللہ تعالےٰ اس کو بھی اٹھالے گا۔ پھر جبری حکومت ہوگی اور جب تک اللہ تعالےٰ چاہے گا رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے اٹھالے گا اور پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی۔ پھر آپ خاموش ہوگئے[ش]"

ش اس حدیث میں جن ادوار کا تذکرہ ہے، ان میں سے دورِ نبوت، خلافت، بادشاہت کا دور گزر چکا اس وقت جبری حکمرانی ہے۔ اب اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کی باری ہے۔ دنیا نے سارے ہی نظاموں اور ازموں کی ناکامی کو دیکھ لیا۔ اس وقت دنیا موت اور ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ اگر اسے زندگی اور اپنے مسائل کا حل مطلوب ہے تو اُسے لازماً اسلام کی طرف پلٹنا ہوگا۔ سیدنا مسیحؑ کے زمانے میں اسلام کو غلبہ حاصل ہی ہوگا جیسا کہ احادیث میں اس کی پوری صراحت موجود ہے۔ لیکن اس سے پہلے بھی خلافت علی منہاج النبوہ کا قیام ممکن ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ اس امکان کی تردید نہیں کرتے۔

Marfat.com

۶۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ — ابوداؤد، البیہقی فی دلائل النبوۃ

”حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ جس طرح کھانا کھانے والے ایک دوسرے کو دسترخوان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح عنقریب ایسا ہوگا کہ (دشمن) قومیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی۔ ایک پوچھنے والے نے کہا: کیا ایسا ہماری قلتِ تعداد کے سبب ہوگا؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اس وقت تم بہت زیادہ ہوگے لیکن تم ایسے (بے حیثیت) ہوگے جیسے سیلاب کے جھاگ سے ملے ہوئے خس و خاشاک ہوتے ہیں۔ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اُٹھ جائے گا اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ (ضعف و سستی) کی بیماری پیدا ہوجائے گی۔ ایک پوچھنے والے نے عرض کیا: یارسول اللہ ”وہن“ کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت[1]۔“

---

[1] اس حدیث میں جس دور کا تذکرہ فرمایا گیا ہے وہ شاید یہی دور ہے جس میں آج ہم سانس لے رہے ہیں۔ آج دنیا میں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن دشمنوں کے دلوں سے ان کی ہیبت نکل چکی ہے۔ وہ انہیں اپنا لقمۂ تر سمجھتے ہیں۔ امریکہ کے اشارے پر اسرائیل کا عرب ممالک پر حملہ اس کی واضح مثال ہے۔ ہمارے انتشار اور پسپائی کا اصل سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہماری ایمانی قوت زوال سے دوچار ہے۔ ہمارے اندر وہ ایمانی بصیرت بھی نہیں رہی جو قومی زندگی کے ہر موڑ پر بدلے ہوئے زمانہ کے مختلف حالات میں ہماری رہنمائی کرتی اور ہمیں ہماری اصل ذمہ داریوں سے آگاہ کرتی ہے۔

Marfat.com

کتاب پر ایمان

اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل کیں۔ خدا کی آخری کتاب قرآن مجید ہے جو خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ قرآن اپنے الفاظ اور معانی دونوں پہلوؤں سے خدا کا کلام ہے۔ یہ کتاب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف ہرگز نہیں ہے۔ رسول کا کام تو یہ ہے کہ وہ ایک امانت دار کی طرح اس کتاب کو جو خدا کی طرف سے اس کے دل پر القا ہوئی ہو خدا کے بندوں تک پہنچائے اور اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے۔ خدا کی بخشی ہوئی بصیرت اور فہم سے اس کتاب کے معانی اور مطالب بیان کرے اور اپنی پاکیزہ تعلیم اور سیرت کے ذریعہ لوگوں کے افکار و خیالات کو درست کرے۔ ان کے اخلاق کی اصلاح کرے اور ان کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کرے اور انہیں ایک بہترین گروہ اور امت بنائے ایسا گروہ جس کے سبب دنیا میں بھلائی پھیلے اور برائی کا خاتمہ ہو۔

توراۃ، انجیل، زبور وغیرہ خدا کی طرف سے بہت سی کتابیں اتریں لیکن ان میں سے کتنی کتابیں ہیں جو بالکل معدوم ہو چکی ہیں۔ جو کتابیں آج پائی جاتی ہیں ان میں قرآن کے سوا کوئی کتاب اپنے اصلی الفاظ اور معانی کے ساتھ محفوظ نہیں ہے۔ ان میں کلامِ الٰہی کے ساتھ انسانی کلام بھی شامل ہو گیا ہے۔ لوگوں نے ان میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دی ہیں اور کتنی ہی باتوں کو لوگوں نے بدل کر رکھ دیا ہے۔ اب یہ تمیز کرنا بہت ہی دشوار ہے کہ ان میں کتنا حق اور کتنا باطل ہے۔ قرآن کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ اپنے انہی الفاظ و معانی کے ساتھ موجود ہے جن الفاظ و معانی کے ساتھ خدا کے آخری رسول نے اسے دنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا۔ اس کتاب کی زبان کو آج بھی دنیا میں ایک زندہ زبان کی حیثیت حاصل ہے اس کی زبان کو بولنے اور سمجھنے والے کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہیں۔ یہ کتاب آسمانی ہدایات کا آخری اور جدید ایڈیشن ہے جس میں قیامت تک کے لئے اور دنیا کے سارے انسانوں کے لئے ہدایت کا سامان موجود ہے۔

Marfat.com

اس کتاب کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہدایت پانے اور خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے جن باتوں کی ضرورت تھی وہ سبھی باتیں اس میں بیان کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو پچھلی کتابوں اور صحیفوں میں الگ الگ تھیں۔ قرآن کو فکر و اعتقاد کی صحیح رہنمائی اور عملی زندگی کے لئے مکمل ضابطۂ حیات اور واجب الاتباع قانون کی حیثیت حاصل ہے جس نے اس کتاب کو نظر انداز کر دیا اس نے اپنا رشتہ سرچشمۂ حیات سے منقطع کر لیا۔

قرآن انسانوں کو جس دین کی طرف دعوت دیتا ہے وہی انسان کا حقیقی اور فطری مذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے لوگوں کو ان کی عقل و بصیرت کی راہ سے دعوت دی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس نے ان کی فطرت سے اپیل کی ہے۔ اس نے فطرتِ انسانی کے اندر موجود حقائق سے لوگوں کو باخبر کیا ہے۔ اس نے انسان کو اس کی حقیقی فطرت اور اس کے تقاضے یاد دلائے ہیں اسی لئے وہ اپنے آپ کو ذکر و تبصرہ کے نام سے پیش کرتا ہے۔ پھر وہ علم و یقین اور فکر و نظر کے لئے ایسی محکم بنیاد فراہم کرتا ہے جسے شکوک و شبہات کبھی متزلزل نہیں کر سکتے۔ اس پہلو سے وہ ہدیٰ اور تبیان، حق اور برہان ہے، اور ہمارے لئے بصائر اور نور ہے۔

قرآن اور وحی الٰہی کے ذریعہ ہی انسان کو حقیقی حیات حاصل ہوتی ہے۔ وہی ہماری ابدی زندگی کا ذریعہ ہے اسی سے ہمیں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے جو ہماری زندگی کا راستہ ہے۔ وحی الٰہی وہ پاکیزہ رزق ہے جس سے ہماری روحانی حیات وابستہ ہے۔ چنانچہ موسیٰؑ کے صحیفہ میں ہے: "انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے۔" (متی ۴:۴) حضرت موسیٰؑ کا ارشاد ہے "آدمی صرف روٹی ہی سے نہیں جیتا بلکہ جو کچھ خداوند کے منہ سے نکلتا ہے اس سے زندگی پاتا ہے۔" (استثنیہ ۸ : ۳) حضرت مسیحؑ کی دعا ہے "ہماری روز کی روٹی ہمیں روز دیا کر" (لوقا ۱۱ : ۳)

قرآنِ کریم میں بھی اس کا اظہار کیا گیا ہے کہ وحی و ہدایتِ خداوندی کی حیثیت "رزقِ حسن" کی ہے
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔

Marfat.com

(ھود: ۸۸) "شعیب نے کہا: اے میری قوم! دیکھو تو، اگر میں اپنے رب کی کھلی دلیل پر ہوں، اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رزقِ حسن عطا کیا ہے (تو پھر میں کیسے تمہاری خواہشات کی پیروی کر سکتا ہوں!)"
اس رزق سے محرومی بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔

ایمان بالکتاب

۱۔ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا ——— بخاری

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب عبرانی میں تورات کی تلاوت کرتے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تشریح کرتے تھے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اہلِ کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور کہو: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا[1] ۔ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل فرمائی گئی۔"

---

[1] پوری آیت یوں ہے: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرہ: ۱۳۶) "کہو: ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، یعقوب کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئی اور جو دوسرے سبھی نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملی رہی ہے۔ ہم ان کے بیچ کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے مسلم (تابع فرمان) ہیں۔"

Marfat.com

قرآن کی عظمت:

۱۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ——— بخاری

"حضرت عثمان بن عفانؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے سکھایا۔"

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ نَسَبُهٗ ——— مسلم، ابوداؤد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے اور اسے باہم پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور خدا کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس

مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے پچھلے انبیاء پر بھی کتابیں اتری ہیں اور مسلمان اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تمام ہی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن آج اہل کتاب جو کچھ تورات کے نام سے پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی کتنی باتیں واقعۃً تورات کی ہیں اور کتنی لوگوں کی اپنی طرف سے تصنیف کی ہوئی ہیں۔ آسمانی کتابیں آج اپنی صحیح شکل میں محفوظ نہیں ہیں اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اہل کتاب کتاب الٰہی کے نام سے جو کچھ پیش کرتے ہیں ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے نہ ان کی تصدیق کی جائے اور نہ ان کی تردید کرنی چاہئے۔ البتہ جن باتوں کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہے ان کی تصدیق کی جائے گی اور جن باتوں کا غلط ہونا قرآن سے ثابت ہوتا ہے انہیں غلط قرار دیا جائے گا۔

Marfat.com

والوں میں کرتا ہے[1] اور جس شخص کا عمل اُسے پیچھے کر دے اس کا نسب اُسے آگے نہیں بڑھا سکتا[2]"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ —— بخاری، مسلم، احمد

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک نبی کو کچھ معجزات عطا کیے گئے جن کے مطابق لوگ ان پر ایمان لائے۔ میرا معجزہ، جو مجھے عطا ہوا وحی ہے جسے خدا نے میری طرف بھیجا ہے اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے پیرو تمام نبیوں سے زیادہ ہوں گے[3]"

---

[1] سکینت سے مراد دل کا اطمینان اور سکون ہے۔ قرآن کی تلاوت میں یہ روحانی تاثیر موجود ہے کہ اس سے دلوں میں اطمینان (Conviction) اور سکون پیدا ہوتا ہے، شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ شیطان کی دراندازیوں سے آدمی کو پناہ مل جاتی ہے۔ قرآن ایک ایسی روشنی ہے جس سے دل کے تمام گوشے روشن ہو جاتے ہیں۔ تیرگی اور ظلمت کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ دل کا اضطراب رفع ہو جاتا ہے۔ ایمان میں جلا اور پختگی آجاتی ہے۔ پھر آدمی کو حق کے راستہ میں جان تک دینے میں کوئی جھجک نہیں ہوتی۔ خدا کی راہ میں چلنے ہی میں اس کے دل کو سکون اور ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔

[2] یعنی خدا کے یہاں جس چیز کی اصل اہمیت ہے وہ یہ ہے کہ آدمی نے حق اور صداقت کو پہچان لینے کے بعد کہاں تک اُسے اپنی زندگی میں اختیار کیا اور کہاں تک اس کے تقاضے پورے کیے جو عملی تقاضوں سے غافل رہا وہ آخرت میں محض اس بنیاد پر بلند مرتبہ حاصل نہ کر سکے گا کہ اس کا جنم ایک اونچے اور مقدس خاندان میں ہوا تھا۔ اس لئے آدمی کو نسبی شرافت پر بھروسہ کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ توجہ عمل کی طرف دینی چاہیئے۔

[3] پچھلے نبیوں کو اللہ نے مختلف معجزات عطا فرمائے تھے۔ ان معجزات سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ وہ اسی خدا کے بھیجے ہوئے رسول یا نبی ہیں جس کی ساری کائنات پر حکمرانی اور فرمانروائی ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے معجزات عطا کیے گئے

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ صَلٰوتِہٖ بَعْدَ التَّشَھُّدِ اَحْسَنُ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ وَاَحْسَنُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ——— نسائی

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں تشہد کے بعد کہا کرتے تھے اَحْسَنُ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ وَاَحْسَنُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (سب سے اچھا کلام خدا کا کلام ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وسیرت ہے)"

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجُہٍ حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَمُحْکَمٌ وَمُتَشَابِہٌ وَاَمْثَالٌ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْکَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِہِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ ——— مصابیح بیہقی

"حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قرآن، پانچ قسم کی باتوں پر نازل ہوا ہے[۵] حلال وحرام، محکم[۶] ومتشابہ[۷]، امثال[۸]۔

لیکن آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ قرآن اپنے مضامین، اپنے اسلوب بیان، اپنی فصاحت و بلاغت ہر پہلو سے معجزہ ہے۔ قرآن ایک ایسا معجزہ ہے جسے دیکھ کر قیامت تک لوگ متاثر ہوتے رہیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تمام انبیاء کے پیروؤں سے زیادہ ہوں گے۔

[۵] یعنی قرآن میں پانچ قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں۔

[۶] یعنی ایسی آیات جن کا مفہوم بالکل واضح ہے جن میں وہ بھی باتیں صاف طور پر بتا دی گئی ہیں جن کی طرف دعوت دینے کے لئے قرآن نازل ہوا ہے مثلاً ایمانیات اور بنیادی عقائد کی باتیں بھلائی کیا ہے اور برائی کسے کہتے ہیں؟ حرام کیا ہے حلال کیا ہے، ان کے علاوہ تمام باتیں جن کا تعلق معاملات اور ہماری معاشرتی زندگی سے ہے۔

Marfat.com

تو تم حلال کو حلال جانو، حرام کو حرام سمجھو، محکم پر عمل کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ اور امثال سے عبرت حاصل کرو۔"

۶- وَعَنْ وَاثِلَةَ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ أُعْطِيتُ مَكَانَ التَّوْرَاةِ السَّبْعَ وَأُعْطِيتُ مَكَانَ الزَّبُورِ الْمِئِينَ وَأُعْطِيتُ مَكَانَ الْإِنْجِيلِ الْمَثَانِيَ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ ——— احمد والکبیر

"واثلہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلے میں سبع طوال ملی ہیں اور زبور کے بدلے میں مئین اور انجیل کے بدلے میں مثانی اور مفصل میرے ساتھ مخصوص ہیں۔[3]"

---

[1] متشابہ (Allegorical) آیات وہ ہیں جن میں وہ باتیں بیان ہوئی ہیں جن تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی جن کو پورے طور پر سمجھنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ مثلاً خدا کی ذات، آخرت میں پیش آنے والی باتیں، زندگی بعد موت کی تفصیلات وغیرہ ان باتوں کا ایک حد تک جاننا انسان کے لئے ضروری تھا اس لئے کہ جب تک ان بنیادی باتوں کے بارے میں کچھ باتیں اجمالی طور پر بتا دی جائیں زندگی کا کوئی نظریہ یا فلسفہ پیش ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

[2] امثال سے مراد تمثیلات اور پچھلی قوموں کے واقعات ہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں جن میں ہمارے لئے عبرت کا بہت کچھ سامان ہے۔

[3] قرآن مجید کی ابتدائی سات سورتیں طوال کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں اور ان کے بعد کی بیس سورتیں مثانی۔ اس کے بعد ختم قرآن تک مفصل ہے۔ بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طوال میں داخل ہیں یا مئین میں شامل ہیں۔ اسی طرح بعض سورتوں کے بارے میں یہ اختلاف بھی پایا جاتا ہے کہ وہ مثانی ہیں یا مفصل۔ مطلب یہ ہے کہ جس قدر کتب سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں قرآن ان سب کی نظیر و مثال کا جامع ہے۔ اس کے علاوہ مفصل اس قرآن کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ: رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ، وَطَعْمُھَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ —— بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ

"ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج (میٹھے لیموں) کی طرح ہے۔ اس کی مہک بھی اچھی اور اس کا مزہ بھی اچھا ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے کہ اس میں مہک نہیں ہوتی لیکن اس کا مزہ شیریں ہوتا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ریحان (نازبو) کی طرح ہے کہ اس کی مہک تو اچھی ہے مگر اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا حنظل کی سی ہے جس میں کوئی بو نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے [۱]"

۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ جو مومن قرآن پڑھتا ہے وہ ظاہری اور باطنی ہر طرح کی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کے ظاہر میں ایک بڑی کمی اور نقص پایا جاتا ہے لیکن اس کے باطن کو بے رونق نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ ایمان اس کے اندر موجود ہے۔ منافق کے پاس ظاہر ہوتا ہے مگر باطن نہیں ہوتا۔ وہ پڑھنے کو قرآن پڑھ رہا ہوتا ہے مگر اس کے دل میں نفاق کا روگ موجود ہوتا ہے۔ ایسا منافق جو قرآن نہیں پڑھتا اس کا نہ ظاہر اچھا ہوتا ہے اور نہ باطنی خوبیاں ہی اس کے پاس ہوتی ہیں۔

Marfat.com

تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا۔ ——— ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ

"عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاحب قرآن سے (قیامت کے روز) کہا جائے گا[10] کہ پڑھتے جاؤ اور چڑھتے جاؤ اور اسی طرح سنبھال سنبھال کر (قرآن) پڑھو جس طرح سے دنیا میں سنبھال سنبھال کر پڑھتے تھے اس لئے کہ تمہارا مقام تمہاری تلاوت کی آخری آیت پر ہوگا[11]"

۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى فَلَهُ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَقُولُ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ ——— ترمذی

"حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھے۔ اسے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہو لی۔ میں الٓمٓ کو ایک حرف نہیں کہتا۔ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے[12]"

---

[10] صاحبِ قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا اور اُسے اپنی زندگی کا رہنما بناتا ہے۔ اپنی زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

[11] یعنی قرآن کی تلاوت کرو اور اسکے مطابق تمہارے درجات بلند ہوتے جائیں گے۔ قرآن کی ہدایت انسان کے درجات بلند کرنے کی موجب ہے۔ آدمی اگر واقعی شعور اور حضورِ قلب کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرے تو دنیا کی زندگی میں ہی وہ فکر و عمل کے لحاظ سے بلند ہوتا جاتا ہے۔ فکر اور اخلاق کے اعتبار سے جو بلندی اور رفعت دنیا کی زندگی میں حاصل ہوتی ہے اُس کا کامل اظہار آخرت کی زندگی میں ہوگا۔

[12] یعنی قرآن کے ہر لفظ اور اس کے ہر حرف کی تلاوت نیکیوں کا باعث ہے۔ خدا اپنے فضل و کرم سے ہر ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب عنایت کرتا ہے۔ قرآن ایسی بابرکت کتاب ہے کہ آدمی کو اس کے لفظ لفظ سے عشق ہونا چاہیے۔

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ الَّذِيْ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْاٰنِ اِلٰى آخِرِهٖ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ ——— ترمذی

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! کونسا عمل اللہ کو بہت پسند ہے؟ فرمایا: سفر ختم کرنے والا اور پھر سفر شروع کرنے والا۔ اس شخص نے کہا: سفر ختم کرنے اور پھر شروع کرنے والے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس سے وہ شخص مراد ہے جو قرآن کو شروع سے آخر تک ختم کرکے پھر شروع کرتا ہے اور اسی طرح سب ختم کرتا اور پھر شروع کر دیتا ہے [۲]"

۱۱۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَاْدُبَةُ اللّٰهِ فَاقْبَلُوْا مَاْدُبَتَهٗ مَا اسْتَطَعْتُمْ، اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ حَبْلُ اللّٰهِ، وَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ، وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ عِصْمَةٌ لِمَنْ تَمَسَّكَ بِهٖ وَنَجَاةٌ لِمَنِ اتَّبَعَهٗ لَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبُ، وَلَا يَعْوَجُّ فَيُقَوَّمُ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ وَلَا يَخْلَقُ مِنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ تِلَاوَتُهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْجُرُكُمْ عَلٰى تِلَاوَتِهٖ كُلَّ حَرْفٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اَمَا اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ

ایک نیکی پر دس نیکیوں کا ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا عام قانون ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام ۶:۱۶۰) "جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اسے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا۔"

[۲] قرآن کی تلاوت کو آپ نے سفر سے تعبیر فرمایا۔ یہ ایسا سفر ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ یہ ایسی کتاب ہے جس سے نہ کبھی سیری حاصل ہوتی ہے اور نہ کبھی اس کے حقائق اور معانی ختم ہوتے ہیں۔ یہ کتاب ہمیشہ جدید رہتی ہے۔ پڑھنے والے اگر علم، شعور اور بصیرت رکھتے ہیں تو ان کا ہر سفر ایک نیا سفر ہوگا۔

Marfat.com

وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیْمٌ حَرْفٌ ——— حاکم

"عبداللہ بن مسعودؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:
یہ قرآن خدائی دسترخوان ہے تو تم اس کے دسترخوان کی طرف بڑھو جہاں تک تم سے ہوسکے۔ یہ قرآن اللہ کی رسّی ہے اور نورِ مبین ہے اور نفع بخش شفا ہے۔ اس کے لئے بچاؤ اور محافظت کا سامان ہے جو اسے مضبوطی سے پکڑے اور اس کے لئے نجات ہے جو اس کی پیروی اختیار کرے۔ نہ وہ راہ سے ہٹے گا کہ اس کی فہمائش کی ضرورت پڑے اور نہ ٹیڑھا ہوگا کہ سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اور اس کے عجائب کم ہونے کو نہیں[1] اور نہ وہ کثرتِ تلاوت سے پُرانا ہوتا ہے[2] اللہ تمہیں اس کی تلاوت پر ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا کرے گا، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔"

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن جملہ اصناف و محاسن کا جامع ہے۔ اس سے ہمیں فکری اور روحانی غذا حاصل ہوتی ہے اور میدانِ عمل میں اترنے کی قوت ملتی ہے۔ وہ اللہ کی رسّی ہے اور مضبوط سہارا ہے جو کسی حال میں ٹوٹ نہیں سکتا۔ اس کتاب کی رہنمائی میں زندگی بسر کرنے والا کبھی بھی غلط راہ پر نہیں پڑسکتا۔ یہ کتاب علم و ادب اور ترجمانیِ حقیقت کا ایک ایسا سرمایہ ہے جس کے حقائق و معارف کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ قرآن کے طالب ہمیشہ قرآن میں فکر و تدبر سے کام لیتے رہیں گے اور ان پر قرآن کے حقائق و معارف روشن ہوتے رہیں گے۔ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ وہ کہہ سکیں کہ اب ہمیں قرآن پر پورا عبور حاصل ہوگیا۔ وہ ہمیشہ یہی کہیں گے کہ ہم نے جو کچھ قرآن سے حاصل کیا وہ اس کے مقابلہ میں انتہائی قلیل ہے جو ابھی ہم حاصل نہیں کرسکے ہیں۔ قرآن میں غور و فکر کا وسیع میدان ہے۔

[2] قرآن کا معاملہ دوسری کتابوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس کتاب کو جتنا زیادہ پڑھئے اور اس میں فکر و تدبر سے کام لیجئے اتنا ہی لطف و لذت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کتاب میں ہمیشہ ایک نیا پن محسوس ہوتا ہے جبکہ دوسری کتابوں کا حال یہ ہے کہ انکے بار بار پڑھنے سے لطف میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔

Marfat.com

۱۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ: اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ ـــــــ مسلم

"ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کے بارے میں فرمایا کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔[1]"

۱۳- وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لِكُلِّ شَیْئٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ الرَّحْمٰنُ ـــــــ بیہقی

"حضرت علی رض کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے۔ قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔[2]"

---

[1] قرآن میں بنیادی طور پر تین باتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سب سے اہم توحید ہے۔ سورہ قل ھو اللہ احد درحقیقت توحید کی سورہ ہے یوں تو توحید کی روشنی پورے قرآن میں پھیلی ہوئی ہے لیکن اس سورہ میں خاص طور سے توحید کی روشن کرنیں مرتکز ہو کر اپنی چمک دمک سے نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہیں اس لئے آپ نے اس سورہ کو ثُلثِ قرآن قرار دیا۔
احادیث میں قرآن کی دوسری سورتوں کے فضائل بھی بیان ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی ہر سورہ اپنی جگہ بڑی اہمیت اور عظمت کی حامل ہے۔ سورتوں کے علاوہ قرآن کی مخصوص آیتوں کی فضیلت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے جس سے ان آیات کی عظمت اور ان کی معنوی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے احادیث میں جن سورتوں کی خاص طور سے فضیلت بیان ہوئی ہے وہ یہ ہیں: الفاتحہ، البقرہ، آل عمران، یٰسٓ، الواقعہ، الملک، الم تنزیل، الکہف، الرحمٰن، الاعلیٰ، الزلزال، التکاثر، الکافرون، الاخلاص، معوذتین۔ قرآن کی جن آیتوں کی خاص طور سے فضیلت اور امتیاز بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: آیۃ الکرسی، سورۃ البقرہ کی آخری آیات (امن الرسول سے ختم سورہ تک)، آل عمران کی آخری آیات اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ختم سورہ تک) سورہ الکہف کی ابتدائی اور آخری دس آیتیں۔

[2] یوں تو صوری و معنوی حسن سے کوئی سورہ بھی خالی نہیں ہے، لیکن سورۂ رحمٰن ایسی سورہ ہے جس میں نمایاں طور پر حسن و جمال پایا جاتا ہے جسے ہر شخص یہاں تک کہ غیر عربی داں بھی محسوس کر سکتا ہے۔

Marfat.com

۱۴۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا، وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ ——— مسلم

"حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ اس کتاب کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو پست کرتا ہے[۱۵]"

۱۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّۃَ بَیْنَ جَنْبَیْہِ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یُوْحٰی اِلَیْہِ لَا یَنْبَغِیْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ یَّجِدَ مَعَ مَنْ وَجَدَ، وَلَا یَجْھَلَ مَعَ مَنْ جَھِلَ، وَفِیْ جَوْفِہٖ کَلَامُ اللّٰہِ ——— حاکم

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے قرآن پڑھا اس نے نبوت کو اپنے آغوش میں لے لیا، فرق صرف یہ ہے کہ اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔ صاحب قرآن کے شایانِ شان یہ بات نہیں ہے کہ وہ غصہ کرنے والے کے ساتھ خود غصہ کرنے لگے یا جھگڑنے والے کے ساتھ جھگڑے جبکہ اس کے سینہ میں خدا کا کلام موجود ہے[۱۶]"

---

[۱۵] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پڑھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور صحیح معنوں میں اسے اپنی زندگی کی رہنما کتاب سمجھتے ہیں اللہ انہیں سربلندی اور عزت عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ دنیا میں انہیں اقتدار اور حکومت بھی بخشتا ہے اور آخرت میں ان کے درجات بلند سے بلند تر رکھتا ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ اس کتاب کے حق کو نہیں پہچانتے خدا بھی انہیں پستی میں ڈال دیتا ہے جس سے وہ کبھی نکل نہیں پاتے۔

[۱۶] قرآن بہت بڑی نعمت اور نبوت کا حاصل ہے۔ صاحبِ قرآن کو چاہیے کہ وہ اس کی قدر کرے اور اپنی سیرت و کردار کو بلند سے بلند رکھنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

۱۶- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَالْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ ـــ شرح السنہ

"عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز عرش کے نیچے تین چیزیں ہوں گی[۲۰] قرآن جو بندوں سے جھگڑے گا[۲۱] اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن[۲۲]۔ امانت اور قرابت، یہ قرابت) پکار کر کہے گی سن لو جس نے مجھے ملایا اُسے اللہ اپنی رحمت سے ملائے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ اُسے قطع کر ڈالے گا[۲۳]"

---

۲۰ مطلب یہ ہے کہ قرآن، امانت اور قرابت داری، ان تینوں کا معاملہ خاص طور سے قیامت کے روز خدا کے حضور پیش ہوگا اور ان کے بارے میں وہ فیصلہ فرمائے گا۔ ان تینوں چیزوں کو انسان کی زندگی میں بنیادی اہمیت حاصل ہے قرآن زندگی میں ایک روشنی اور رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ امانت داری اور صلہ رحمی دین و اخلاق کا حاصل ہیں۔ اس لئے قیامت میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ان تینوں کے حقوق پہچانے اور انھیں ادا کرنے کی کوشش کرے۔

۲۱ یعنی قرآن ایک دلیل و حجت کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش ہوگا۔ جن لوگوں نے قرآن کے احکام اور اس کے متعین کئے ہوئے حدود اور ضوابط کا خیال رکھا ہوگا وہ اس دن کامیاب ہوں گے۔ مگر ان لوگوں کی کمر اس دن ٹوٹ جائے گی جو کبر و نخوت کے نشے میں قرآن کے احکام کو پس پشت ڈالتے اور اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں۔

۲۲ قرآن میں جہاں ظاہری احکام و ضوابط وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے وہیں اس میں ایسے معنوی علوم و حقائق کی طرف بھی اشارے کئے گئے ہیں جن تک اپنے فہم و شعور کے لحاظ سے آدمی کی رسائی ہوتی ہے۔ اس کے لئے غور و فکر اور تدبر اور تزکیہ نفس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

۲۳ مطلب یہ ہے کہ جنھوں نے میرے حقوق ادا کئے ہوں گے انھی پر آج خدا کی رحمت ہوگی۔ میرے حقوق کو پامال کرنے والے آج خاسر و ناکام ہوں گے۔

Marfat.com

۱۷۔ وعن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار ـــــــ ترمذی، نسائی، احمد

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن کی تفسیر میں علم کے بغیر کوئی بات کہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔"

قرآن کی تفسیر صحیح وہی ہے جو علم وبصیرت کی بنیاد پر کی گئی ہو۔ جو لوگ قرآن کے مفہوم ومعنی کے بیان میں علم کے بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ خدا کی کتاب پر ظلم کرتے ہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن میں فکر وتدبر سے کام لینا غلط نہیں ہے۔ قرآن نے خود فکر وتدبر سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد: ۲۴) "تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر سے کام نہیں لیتے یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟" جس چیز سے ہمیں روکا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہ رویہ اختیار نہ کریں کہ بجائے قرآن کی پیروی کرنے کے خود قرآن کو اپنے ذاتی خیالات ورجحانات کا تابع بنانے لگ جائیں۔ قرآن کی کسی آیت کا جو مفہوم بھی ہم لیں وہ ایسا ہونا چاہئے جس کی تائید سیاق وسباق اور نظم کلام سے ہوتی ہو۔ اس کے لئے زبان وادب کا علم اور دین کی گہری بصیرت درکار ہے جو لوگ نہ تو عربی زبان وادب سے پورے طور پر واقف ہوتے ہیں اور نہ جن کے اندر خدا کا خوف اور ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے وہ جب قرآن کی تفسیر کرنے بیٹھیں گے تو ظاہر ہے وہ قرآن کو مسخ کرکے رکھ دیں گے۔

قرآن مجید کی آیات کے بارے میں جو کچھ کہا جائے علم وبصیرت کی بنیاد پر کہا جائے۔ محض قیاس وگمان کی بنیاد پر قرآن کے بارے میں کچھ کہنا بہت ہی غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ ایک روایت میں حضورؐ نے فرمایا ہے:

من قال فی کتاب اللہ تعالٰی برأیہ فاصاب فقد اخطأ ـــــ ابوداؤد، ترمذی

"جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے اور وہ صحیح نکلے جب بھی وہ گنہگار ہوگا۔"

Marfat.com

تلاوتِ قرآن:

۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاءُهَا قَالَ: كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ ــــ بیہقی فی شعب

"ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دلوں کو بھی زنگ لگ جاتے ہیں جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے جبکہ اس پر پانی پہنچ جائے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ان (دلوں) کو جلا بخشنے والی کیا چیز ہے؟ فرمایا: موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت[1]"

۲۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ ــــــــ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ

"براء بن عازبؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی آوازوں سے قرآن کو زینت بخشو[2]"

---

[1] موت کی یاد خواہشاتِ نفس کی غلامی سے آزاد کرے گی اور قرآن کی تلاوت سے حقیقت آشنا اور آگاہ راز کرے گی قلوب کے تزکیہ کے لئے یہ دونوں چیزیں درکار ہیں خواہشاتِ نفس پر جب تک آدمی کو قابو حاصل نہ ہو مطلوبہ جلا دل میں پرورش نہیں پا سکتی۔ دل کبھی غفلت اور کدورت سے پاک نہیں ہو سکتا۔

[2] یعنی خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھو۔ اسے بگاڑ کر نہ پڑھو۔ قرآن جہاں معانی و حقائق کے لحاظ سے عظیم کتاب ہے وہیں اس کتاب میں صوتی ہم آہنگی اور جمال بھی پایا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ ــــ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی "اللہ کسی چیز کو بھی اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے وہ نبی کو قرآن گنگناتے ہوئے سنتا ہے"۔ ایک دوسری حدیث سے

Marfat.com

۳-وَعَنْ طَاؤُسٍ مُرْسَلًا قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْاٰنِ وَاَحْسَنُ قِرَاءَةً؟ قَالَ مَنْ اِذَا سَمِعْتَهُ يَقْرَاُ اُرِيْتَ اَنَّهُ يَخْشَى اللّٰهَ قَالَ طَاؤُسٌ: وَكَانَ طَلْقٌ كَذٰلِكَ ——— دارمی

"طاؤس مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن پڑھنے میں کون شخص زیادہ خوش آواز ہے، فرمایا: "وہ شخص کہ جب تو اُسے پڑھتا ہوا سُنے تو تجھے محسوس ہو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے[۱]" طاؤس کہتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے۔

۴-وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَهُ: لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ ——— بخاری ومسلم

"ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ تمہیں آلِ داؤد کے مزامیر میں سے مزمار عطا فرمایا گیا ہے[۲]"

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ ــ بخاری "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کو اچھی آواز سے نہ پڑھے" ان روایتوں سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کو جہاں تک ممکن ہو عمدہ طریقے سے پڑھنا چاہیے۔ دل میں سوز و گداز ہو، لہجہ میں خوش آہنگی ہو۔ الفاظ کے ساتھ ساتھ قرآن کے معانی و مطالب کی طرف بھی توجہ ہو۔

[۱] درحقیقت حُسنِ صوت میں اُسی وقت جان پڑتی ہے جب کہ اس میں دل کی کیفیات بھی شامل ہوں۔ ایسی آواز جس میں دل کی کیفیات ملی ہوں بلاواسطہ دوسرے دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے کیفیاتِ دل میں سب سے بڑھ کر معنوی حُسن و رعنائی کی حامل کیفیت خشیتِ الٰہی ہے، کیونکہ یہ کیفیت عبودیت کی اصل روح ہے۔

[۲] حضرت ابوموسیٰ اشعری غیرمعمولی طور پر خوش آواز تھے۔ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذر رہے تھے آپؐ انکی آواز سُن کر کھڑے ہوگئے اور دیر تک قرآن سنتے رہے۔ جب وہ ختم کر چکے تو آپؐ نے وہ بات فرمائی جو اس روایت میں بیان ہوئی ہے۔ آپؐ نے ابوموسیٰؓ کی خوش الحانی، خوش آوازی اور نغمگی کی حلاوت کو مزمار کی آواز سے تشبیہ دی۔ حضرت داؤدؑ بھی نہایت خوش الحان تھے۔ آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں داؤدؑ کی خوش آوازی کا حصہ ملا ہے۔

Marfat.com

۵- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ ـــــ ترمذی، دارمی، حاکم

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے اندر قرآن میں سے کچھ نہ ہو وہ ویران گھر کے مانند ہے۔[ف]"

ف معلوم ہوا کہ قرآن دلوں کی آبادی کا سبب بنتا ہے۔ پاکیزہ سے پاکیزہ کلام بھی قرآن کا بدل نہیں ہو سکتا۔ قرآن ہمیں ہماری فطرت اور اُس ذوق سے آشنا کرتا ہے جس کے بغیر ہماری زندگی بے کیف رہتی ہے۔

قرآن دل ہی کی رونق نہیں ہے بلکہ ہمارے گھروں کی بھی زینت اور بہار ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُقْرَءُ فِیْہِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ ـــ مسلم، نسائی، ترمذی، ابوداؤد، احمد۔ "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یقیناً شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہو" معلوم ہوا کہ جس گھر میں قرآن کی تلاوت نہ ہو وہ گھر مثل قبرستان کے ویران ہے۔ اس میں کوئی زندگی نہیں ہے۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ لوگ حقیقی زندگی سے دنیا اور آخرت میں محروم ہی رہیں۔ لیکن اگر گھر میں تلاوتِ قرآن ہوتی ہے تو شیطان کا مکر و فریب وہاں نہیں چل سکتا۔ سورۃ البقرہ قرآن کی سب سے بڑی سورہ ہے اور اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کے ذریعہ آدمی شیطانی حربوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس مناسبت سے اس حدیث میں سورۃ البقرہ کا خاص طور سے ذکر کیا گیا۔

تلاوتِ قرآن اور نماز میں گہرا تعلق اور مناسبت ہے۔ اسی لئے احادیث میں تلاوتِ قرآن کی طرح نماز کے بارے میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ آدمی اس کے ذریعہ اپنے گھر کو آباد رکھے۔ اس کو ویرانہ نہ بنائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔" (مسند احمد) حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی کی گھر میں نماز میری اس مسجد سے افضل ہے، علاوہ فرض نماز کے" (ابوداؤد) مسجد کے علاوہ اپنے گھر میں بھی نماز پڑھتے رہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نماز آدمی کی زندگی میں پورے طور پر شامل ہو چکی ہے، اس کی حیثیت محض کسی ضمیمہ کی نہیں ہے۔

Marfat.com

۶ - وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ، ثُمَّ يَنْسَاهُ إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَجْذَمَ ۔۔۔ ابوداؤد

"سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور پھر اُسے بھلا دے وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔[1]"

۷ - وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ ۔۔۔ بخاری، مسلم

"جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو جب تک تمہارے دلوں کا میلان اس کی طرف باقی رہے اور جب اُکتا جاؤ تو اُٹھ کھڑے ہو۔[2]"

۸ - وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِىْ وَمَسْأَلَتِىْ أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِى السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ ۔۔۔ ترمذی، دارمی، بیہقی فی شعب الایمان

"ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن نے مشغول رکھا اور اُسے اتنی فرصت نہ دی کہ وہ میرا ذکر کرتا یا مجھ سے سوال کرتا میں اس کو اس سے بہتر عطا کروں گا جو سوال کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں۔[3] دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت ایسی

---

[1] قرآن سے غافل ہو کر آدمی خود اپنی شخصیت اور اپنے وجود کو نقصان پہنچاتا ہے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کو دلی لگاؤ اور نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ طبیعت میں اُکتاہٹ پیدا ہو تو اس وقت تلاوت بند کر دینی چاہیے۔

[3] یعنی اگر کسی شخص کو قرآن مجید سے ایسا شغف ہے کہ اس کا زیادہ وقت قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے تدبر و تفکر میں

ہی ہے جیسی خود اللہ کی فضیلت و برتری اس کی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں ہے۔"

۹ وَعَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَافْشُوهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَلَا تَعَجَّلُوا ثَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا — البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت عبیدہ ملیکی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل قرآن تم قرآن سے تکیہ نہ کرو[۹] شب و روز قرآن کی تلاوت کرو جیساکہ اس کی تلاوت کا حق ہے، اُسے پھیلاؤ[۱۰] اسے خوش آوازی سے پڑھو اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس میں تدبر کرو[۱۱] شاید کہ تم فلاح یاب ہو جاؤ[۱۲] اس کے ثواب میں جلدی نہ کرو۔ اس کا اجر و ثواب تو رکھا ہوا ہے۔"

گزرتا ہے۔ دوسرے اذکار اور دعاؤں کے لئے اس کے پاس کم ہی وقت رہتا ہے تو وہ یہ خیال نہ کرے کہ وہ کچھ خسارے میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے شخص کا مرتبہ نہایت بلند ہے جو قرآن سے گہرا ربط و تعلق رکھتا ہے ایسے شخص کو خدا اس سے کہیں بڑھ کر عطا فرمائے گا جو ذکر کرنے والوں اور دعا مانگنے والوں کو عطا فرمائے گا۔

[۹] یعنی قرآن کی طرف سے ہرگز غافل نہ ہو۔ اس کے حقوق کو پہچانو اور انہیں ادا کرنے کی کوشش کرو۔

[۱۰] یعنی قرآن کی اشاعت میں حصہ لو۔ درس و تدریس اور تعلیم و تفسیر وغیرہ کے ذریعہ قرآن کی تعلیمات کو عام کرو۔

[۱۱] یعنی مضامینِ قرآن میں فکر و تدبر سے کام لو کیونکہ اس کے بغیر قرآن کی صحیح قدر و قیمت کا احساس نہیں ہو پاتا اور نہ قرآن کے گہرے معانی و مطالب تک آدمی کی نظر پہنچ پاتی ہے۔ قرآن سے پورے طور پر فیض یاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اس میں فکر و تدبر سے کام لے۔ قرآن ہماری پوری توجہ کا طالب ہے۔ اس کے بغیر ہماری رسائی قرآن کے بلند اور پاکیزہ مقاصد تک نہیں ہو سکتی۔

[۱۲] یعنی اس طریقے سے امید کی جا سکتی ہے کہ تمہیں دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہو سکے گی۔

Marfat.com

قرآن پر عمل:

۱۔ عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَالِكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُهُ أَبْنَاءَنَا وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَاءَهُمْ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ أَوَلَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا ——— ابن ماجہ

"زیاد بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (خوفناک) چیز کا ذکر فرمایا اور کہا کہ یہ اس وقت ہوگا جب کہ (دین کا) علم اٹھ جائے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ علم کیسے مٹے گا جبکہ ہم قرآن پڑھ رہے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھا رہے ہیں اور ہمارے بیٹے اُسے اپنی اولاد کو پڑھائیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں تمہاری ماں کھوئے اے زیاد! میں تو تمہیں مدینہ کا انتہائی سمجھدار آدمی سمجھتا تھا۔ کیا یہ یہود اور نصاریٰ تورات اور انجیل کو نہیں پڑھتے مگر ان میں سے کسی چیز پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے[1]۔"

---

[1] یعنی جب علم پر عمل نہ ہو رہا ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ علم باقی نہیں رہا۔ علم سے جب فائدہ نہ اٹھایا جائے تو اس کا کتاب کے صفحات میں باقی رہنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہے اگر قرآن پر ہمارا عمل ہے تو یقیناً قرآن کی بدولت ہمیں آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔ قرآن ہماری کامیابی کا ضامن ثابت ہوگا لیکن اگر قرآن سے بے پروا ہو کر ہم زندگی گزار لیے ہیں تو پھر یہی قرآن ہمارے خلاف حجت ہوگا۔ ہم اپنی بے عملی کا کوئی عذر خدا کے سامنے پیش نہ کر سکیں گے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے:
وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، دارمی) قرآن تمہارے حق میں حجت ہوگا یا تمہارے خلاف حجت ہوگا

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ صُهَيْبٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا آمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ — ترمذی

"حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پر ایمان نہیں لایا وہ شخص جس نے اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیا۔[۲]"

۳۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّؓ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ اَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِيْ اِلٰى سَهْمِهٖ اِلٰى نَصْلِهٖ اِلٰى رِصَافِهٖ فَيَتَمَارٰى فِي الْفُوْقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ — بخاری ومسلم

"حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: اس اُمت میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے۔ اُن کی نماز کے سامنے تم اپنی نماز کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلے کے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے وہ اس طرح صاف نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جائے۔ تیر انداز اپنے تیر کی لکڑی، اس کے لوہے اور پروں کو دیکھتا ہے اور اس کے پچھلے حصّے کو دیکھتا ہے کہ اس میں کچھ خون بھی لگا رہا یا نہیں۔[۳]"

---

[۲] ایسا بے ضمیر شخص جس کے ذہن وفکر اور اخلاق وکردار میں قرآن پڑھنے کے بعد کوئی تبدیلی نہ ہو۔ قرآن پڑھنے کے بعد بھی وہی کچھ کرتا ہے جس سے قرآن منع کرتا ہے، ایسا شخص حقیقت میں قرآن کو نہیں مانتا۔ قرآن کے ماننے کا تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بالکل قرآن کی رہنمائی میں دیدے اور ان تمام چیزوں سے باز آ جائے جن سے قرآن روکتا ہے۔

[۳] مطلب یہ ہے کہ جس طرح شکار کے جسم کو پھاڑ کر کوئی تیر نکل جائے اور اس میں کچھ بھی خون کا دھبہ نہ لگ سکے یہاں تک کہ شکاری تیر کو بغور دیکھے پھر بھی اسے اس بات میں شبہ ہی رہے کہ اس پر خون کا کچھ نشان لگا بھی یا نہیں ٹھیک

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ بُرَیْدَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِہِ النَّاسَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْہِ لَحْمٌ ــــ البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے کھائے[4] وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ہڈی ہی ہڈی ہوگا۔ اس پر گوشت نہ ہوگا[5]۔"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَیَقُوْمُ بِہٖ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّھَارِ، وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّھَارِ

ــــ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، دارمی

"ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشک کے قابل دو ہی شخص ہیں، ایک وہ جسے خدا نے قرآن (کا علم) دیا تو وہ رات دن کے اوقات میں اُسے قائم کرتا ہے[6] اور دوسرا وہ جسے اللہ نے مال دیا تو وہ اسے روز و شب خدا کے راستے میں خرج کرتا ہے۔"

اسی طرح کچھ لوگ دین سے بالکل نکل بھاگیں گے۔ وہ دین کے اثرات کو کبھی قبول نہ کریں گے۔ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن کا ان کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوگا حالانکہ نمازیں ان کی دیکھنے میں ایسی کامل ہوں گی کہ دیکھنے والوں کو ان پر رشک ہو۔

[4] یعنی قرآن کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔

[5] خدا ایسے شخص کا وقار اور آبرو اور اس کے چہرے کی آب و تاب و رونق چھین لیتا ہے جو قرآن کی بےحرمتی کرتا اور اُسے پست قسم کے مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اس کی ذلت و خواری آخرت میں پورے طور پر ظاہر ہو جائے گی۔ دنیا میں بھی اس کی ذلت و پستی اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

[6] یعنی اس کا حق ادا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اس کی تلاوت کرتا، نمازوں میں اُسے پڑھتا، اسکی تعلیمات پر عمل کرتا، اسکی دعوت اور پیغام کو دنیا میں عام کرتا اور اُسے نافذ کرنے کی سعی و جہد کرتا ہے۔ قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام کی پیروی

Marfat.com

عقیدۂ آخرت

آخرت سے مراد وہ زندگی ہے جو موت کے بعد انسانوں کو عطا کی جائے گی۔ موجودہ دنیا کو اللہ تعالیٰ توڑ پھوڑ کر ختم کر دے گا۔ اور نئے سرے سے ایک پائدار اور اعلیٰ درجہ کی دنیا وجود میں لائی جائے گی۔ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا اور ان سے ان کے کارناموں کا حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال کے لحاظ سے خدا ان کے انجام کا فیصلہ فرمائے گا۔ آخرت کے عقیدہ میں ان بہت سے سوالوں کا جواب مل جاتا ہے جو انسان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

دنیا میں اس پر تو کم ہی لوگ غور کرتے ہیں کہ یہ دُنیا کیا ہے؟ کس نے اسے وجود بخشا؟ زندگی کیا ہے؟ اس کا کیسے آغاز ہوا؟ اس زندگی کا اصل مقصد اور اس کی غرض وغایت کیا ہے؟ ان سوالوں پر گہری نکر کے لوگ ہی غور کرتے ہیں لیکن موت کا حادثہ خاص و عام سبھی کو چونکا دیتا ہے۔ ہر ایک یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ موت کے بعد کیا ہوگا؟ یہ خواہش ہر ایک کے دل میں پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ جھانک کر دیکھ سکتا کہ موت کے اس پار کیا ہے؟ مرکر آدمی کہاں جاتا ہے؟ کیا موت کے بعد بھی کوئی زندگی ہے؟ یا مرنے کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جاتا ہے؟ انسان کے دلوں میں پیدا ہونے والے ان سوالوں کے انسانی ذہن نے مختلف جوابات دیئے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقیدۂ آخرت کی شکل میں ان سوالوں کا جو جواب اسلام نے دیا ہے، وہی جواب سب سے زیادہ دل کو لگتا ہے اِس کائنات میں پھیلی ہوئی خدا کی نشانیوں سے بھی اسی عقیدے کی

کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اس کی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے: بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ كَانَ آيَةً (بخاری، ترمذی، احمد، دارمی) "میری طرف سے دوسروں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔"

Marfat.com

تصدیق ہوتی ہے۔ اس عقیدے کی تعلیم خدا کے سبھی نبیوں نے دی ہے۔

یہ انسان کی فطری خواہش ہے کہ اُسے ایسی زندگی حاصل ہو جو کبھی ختم ہونے والی نہ ہو جس میں ہر طرح کی راحت اور سامان عیش موجود ہو اور اسے کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے انسان ایک بہار کا خواب دیکھتا ہے جو خزاں نا آشنا ہو۔ انسان کی یہ آرزو موجودہ زندگی میں نہیں پوری ہو سکتی۔ یہاں کسی شخص کو ہمیشہ کی زندگی میسر نہیں ہے اور نہ اس کا موجودہ نظام کائنات میں کوئی امکان پایا جاتا ہے کہ کوئی ہمیشہ زندہ رہ سکے۔ پھر اس زندگی میں جہاں آرام ہے وہیں تکلیف بھی ہے۔ صحت کے ساتھ بیماری اور جوانی کے ساتھ بڑھاپے کی مصیبت بھی لگی ہوئی ہے۔ کسی بھی چیز کو یہاں ثبات حاصل نہیں ہے۔ انسان کی خواہشات اگر پوری ہو سکتی ہیں اور اس کے خوابوں کی اگر تعبیر ممکن ہے تو وہ کسی ایسی زندگی میں ممکن ہے جو اس کے بعد آنے والی ہو۔

ایک اور پہلو سے غور کیجئے۔ اس دُنیا میں انسان اگر انصاف کرتا ہے تو بہت سے ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جن کا پیشہ ہی یہ ہے کہ وہ دنیا کو ظلم و ستم اور فتنہ و فساد سے بھر دینا چاہتے ہیں پھر اس کے ساتھ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ظالم اور مفسد شخص دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے اور سچائی کے راستے پر چلنے والا شخص مصائب و مشکلات کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے اور مصلح اور حق کے پرستار کو اس کی خدمات کا پورا بدلہ دیا جائے۔ عدل و انصاف کا یہ تقاضا اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ یہ مان لیا جائے کہ اس زندگی کے بعد بھی کوئی زندگی ہے جس میں ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

انسان کی یہ خواہش بھی آخرت کی زندگی میں ہی پوری ہو سکتی ہے کہ وہ ان حقیقتوں کو جان لے جن کا مشاہدہ اس دُنیا میں ممکن نہیں۔ وہ حقیقتیں جو آج پردۂ غیب میں چھپی ہوئی ہیں۔ آخرت ہی میں بے نقاب جلوہ گر ہو سکیں گی۔

جس خدا نے اتنی عظیم کائنات کو وجود بخشا ہے اور جس نے ہمیں اس دنیا میں زندگی عطا

Marfat.com

کی ہے اس کے لئے یہ کچھ بھی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ اس کائنات کو توڑ پھوڑ کر نئے سرے سے ایک دوسری دنیا وجود میں لائے اور موت کے بعد انسانوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے جس خدا کی رحمت اور عدل کی بنیاد پر اس کائنات کا عظیم کارخانہ چل رہا ہے۔ اس کی رحمت اور اس کے عدل کا ہی تقاضا ہے کہ اس دنیا کے بعد وہ ایک دوسری دنیا وجود میں لائے اور اس زندگی کے بعد انسانوں کو ایک نئی زندگی عطا کرے۔ اس لئے وہ ضرور اس عالم کے درہم برہم ہو جانے کے بعد ایک دوسرا عالم وجود میں لائے گا اور انسانوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرے گا اور لوگوں کے آخری انجام کا فیصلہ اُن کے اعمال کے لحاظ سے فرمائے گا۔ اچھے لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں وہ آرام و راحت ہے جس کا تصور بھی آج کا انسان نہیں کرسکتا۔ بُرے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ دوزخ عذاب کا گھر ہے جہاں کسی قسم کا سکون و آرام نہیں۔

عقیدۂ آخرت کا مسئلہ محض ایک فلسفیانہ مستم کا مسئلہ نہیں ہے۔ عقیدۂ آخرت کا انسان کے اخلاق اور اس کی عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ عقیدہ آخرت کو تسلیم کرنے کے بعد لازماً انسان اپنے آپ کو خدا کے آگے جواب دہ سمجھے گا۔ وہ دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے سارے کام کرے گا کہ اُسے ایک دن خدا کے یہاں اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔ اس کے اپنے اعمال پر ہی مستقبل کی سعادت و شقاوت کا اصل انحصار ہے۔ آخرت پر ایمان رکھنے والا کبھی بھی عدل، صداقت اور راست بازی کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ چاہے اس کی وجہ سے دنیا میں اُسے نقصان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ آخرت کا فائدہ ہی اصل فائدہ ہے اور آخرت کا خسارہ ہی اصل خسارہ ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی اور ناپائیدار ہے اور آخرت کی زندگی اس سے بہتر اور پائیدار ہے۔ اس لئے وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دے گا۔ اس کے نزدیک یہ بڑی نادانی کی بات ہے کہ آدمی دنیا کی لذتوں اور منفعتوں کے لئے اپنی آخرت کو تباہ کرلے۔ اس کے برخلاف جو شخص آخرت کو نہیں مانتا، جسے کسی آنے والی زندگی کے بننے بگڑنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ وہ بس اسی دنیوی زندگی کے نفع و نقصان کو اپنے پیشِ نظر رکھے گا۔ وہ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے تو یقیناً باز رہے گا اس لئے

Marfat.com

کہ وہ جانتا ہے کہ آگ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی لیکن جھوٹ، ظلم، خیانت، غیبت، فریب، بدعہدی، زنا، بے حیائی اور فحش کاری اور ایسے ہی دوسرے ان افعال سے بچنا اس کے لیے مشکل ہے جن کے نتائج پورے طور پر موجودہ زندگی میں ظاہر نہیں ہوتے۔

آخرت پر ایمان:

۱۔ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ وَیُؤْمِنَ بِالْمَوْتِ وَ یُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَیُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ

——— ترمذی

"حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار چیزوں کی شہادت نہ دے: خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے موت پر اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے[1]۔"

---

[1] یعنی مومن ہونے کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ آدمی توحید اور رسالت پر ایمان لائے اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس پر یقین رکھتا ہو کہ مرنے کے بعد بھی کوئی زندگی ہے۔ مرنے کے بعد اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس کے کارنامۂ حیات کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے اعمال کے لحاظ سے اسے جنت یا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

Marfat.com

عالمِ برزخ:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ
الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ فَیُقَالُ ھٰذَا
مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ——— بخاری، مسلم

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح وشام اس کے سامنے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ اگر مرنے والا اہلِ جنت میں سے ہے تو اہلِ جنت کے مقام میں سے اور اگر وہ اہلِ جہنم سے ہے تو اہلِ جہنم کے مقام میں سے (اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے) اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیری منزل ہے، یہاں تک کہ اللہ قیامت کے روز تجھے دوبارہ اٹھا کر اس تک پہنچا دے گا۔"[1]

---

[1] یہ حدیث بتاتی ہے کہ مرنے کے بعد آدمی بالکل ختم نہیں ہوجاتا، اس کی روح اپنی شخصی خصوصیات کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ صبح وشام اُسے اس کا حقیقی ٹھکانا دکھایا جاتا ہے جنت کا منظر دیکھ کر اہلِ جنت کو جو شادمانی ومسرت ہوگی اس کا اندازہ کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ اسی طرح دوزخ دیکھ کر اہلِ دوزخ کی جو حالت ہوگی اور وہ جس رنج وحسرت میں مبتلا ہوں گے اس کا بھی ہم تصور نہیں کرسکتے۔ قرآن مجید سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ دیکھئے سورۂ یٰسین: ۲۶-۲۷، سورۃ المومن میں آلِ فرعون کے بارے میں کہا گیا ہے فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ "تو جو چال وہ چل رہے تھے اس کی برائیوں سے اللہ نے اس (مردِ مومن) کو بچا لیا اور فرعون کے لوگوں کو بُرے عذاب نے گھیر لیا۔ آگ ہے جس کے سامنے وہ صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن وہ قیامت کی گھڑی قائم ہوگی (کہا جائے گا): فرعون کے لوگوں کو سخت عذاب میں داخل کرو۔" (آیت ۴۵-۴۶) معلوم ہوا کہ موت کے بعد انسان بالکل ختم

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْمَیِّتَ یَصِیْرُ اِلَی الْقَبْرِ فَیَجْلِسُ الرَّجُلُ فِیْ قَبْرِهٖ غَیْرَ فَزِعٍ وَلَا مَشْغُوْبٍ ثُمَّ یُقَالُ لَهٗ فِیْمَ کُنْتَ فَیَقُوْلُ کُنْتُ فِی الْاِسْلَامِ فَیُقَالُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَنَا بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَیُقَالُ لَهٗ هَلْ رَاَیْتَ اللّٰهَ فَیَقُوْلُ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّرَی اللّٰهَ فَیُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْهَا یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَیُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ اِلٰی مَا وَقَاكَ اللّٰهُ ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا فَیُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ عَلَی الْیَقِیْنِ کُنْتَ وَعَلَیْهِ مُتَّ وَعَلَیْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیَجْلِسُ الرَّجُلُ السُّوْٓءُ فِیْ قَبْرِهٖ فَزِعًا مَشْغُوْبًا فَیُقَالُ لَهٗ فِیْمَ کُنْتَ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ فَیُقَالُ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُهٗ فَیُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا فَیُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ اِلٰی مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ اِلَی النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْهَا یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَیُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ عَلَی الشَّكِّ کُنْتَ وَعَلَیْهِ مُتَّ وَعَلَیْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ———— ابن ماجہ

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرنے والا قبر میں پہنچتا ہے، اگر وہ نیک ہے، تو وہ بغیر کسی خوف اور گھبراہٹ کے قبر میں بیٹھتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم کس (دین) میں تھے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اسلام میں تھا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ شخص کون ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ یہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، جو اللہ کی طرف سے روشن دلائل لے کر تشریف لائے۔ ہم نے ان کی

نہیں ہو جاتا۔ صرف اس کا موجودہ جسم اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ اس کی شخصیت موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ اُسے دُکھ سُکھ کا احساس بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

تصدیق کی۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم نے خدا کو دیکھا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ (دنیا میں) خدا کو دیکھ سکے۔ پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے یہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض حصے کو کھائے جا رہا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کو دیکھ لے جس سے اللہ نے تجھے بچا لیا۔ پھر اس کے لئے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ وہ اس کی تازگی اور رونق اور جو کچھ اس کے اندر ہے دیکھتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانا ہے۔ تم یقین پر قائم رہے اسی پر تمہیں موت آئی اور اسی پر انشاء اللہ تعالیٰ تم اٹھائے جاؤ گے۔

اور برا آدمی بھی اپنی قبر میں بیٹھتا ہے تو وہ خوف اور پریشانی کے عالم میں ہوتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تو کس (دین) میں تھا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا پھر کہا جاتا ہے کہ یہ کون شخص ہیں؟ کہتا ہے میں نے لوگوں کو جو بات کہتے سنا وہی بات میں نے بھی کہہ دی۔ اس وقت اس کے لئے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی رونق اور تازگی اور جو کچھ اس کے اندر ہے دیکھتا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف دیکھو جسے اللہ نے تمہاری طرف سے پھیر دیا ہے۔ پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض حصے کو کھائے جا رہا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے۔ تم شک میں مبتلا تھے اور اسی پر تمہاری موت آئی اور اسی پر انشاء اللہ تعالیٰ تم اٹھائے جاؤ گے [1]۔"

---

[1] مرنے کے بعد اپنے اعمال کے لحاظ سے آدمی کی روح یا تو آرام و راحت میں رہتی ہے یا تکلیف و مصیبت میں ہوتی ہے جسم سے الگ ہونے کے بعد بھی روح میں تشخص باقی رہتا ہے جسم سے الگ ہونے کے بعد روح فنا نہیں ہوتی بلکہ اپنی پوری شخصیت کے

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَیِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَہُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِھَا فَیَجْلِسُ یَمْسَحُ عَیْنَیْہِ وَیَقُوْلُ دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ ——— ابن ماجہ

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے سامنے سورج کے قریب الغروب ہونے کا منظر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے نماز ادا کر لینے دو[2]۔"

ساتھ جس کی تعمیر افکار و نظریات اور اکتساب عمل کے ذریعہ دنیا میں ہوتی ہے باقی رہتی ہے۔ مرنے کے بعد روح جس عالم میں رہتی ہے اور اُسے جن حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اسے پورے طور پر سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ مرنے کے بعد سے لے کر قیامت کے روز تک روح جس عالم میں رہتی ہے اُسے عالم برزخ کہتے ہیں۔ قبر کی تکلیف یا آرام سے مراد درحقیقت عالم برزخ کی تکلیف یا آرام ہے۔ مرنے والا خواہ زمین میں دفن ہو یا اس کی لاش کو جلا دیا جائے یا دریا میں ڈال دیا جائے۔ اگر وہ عذاب کا مستحق ہے تو وہ عذاب میں گرفتار ہوگا اور اگر اس کے اعمال اچھے ہیں اور وہ خدا کی رحمت کا مستحق ہے تو اس کی روح کو وہ ساری آسائشیں میسر ہوں گی جن کا اندازہ کرنا بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ مرنے کے بعد تکلیف و آرام کا تعلق براہ راست آدمی کی روح سے ہوتا ہے جبکہ دنیا کی زندگی میں جسم درمیان میں واسطہ ہوتا ہے۔ عالم برزخ کی کیفیت کا اندازہ ایک خواب دیکھنے والے شخص کی راحت اور تکلیف کے احساس سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگر خواب دیکھنے والے کی نیند نہ ٹوٹے تو خواب میں اس پر جو کچھ بھی گزرے گا وہ اس کے لیے واقعہ ہی ہوگا۔ قرآن و حدیث میں عالم برزخ کے حالات کو انہیں مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے جن سے ہم دنیا کی زندگی میں واقف ہیں۔

[2] قبر یا عالم برزخ میں اٹھنے اور گفتگو کرنے کا اصل تعلق جسم سے نہیں ہے بلکہ انسان کے رُوحانی وجود سے ہے۔ اس حدیث میں ایک مومن شخص کا تذکرہ ہے جسے دنیا میں نماز کی فکر لگی رہتی تھی۔ ایسے شخص کے پاس جب فرشتے آئیں گے تو اُسے ایسا محسوس ہوگا جیسے شام ہو رہی ہے اور اس نے ابھی عصر کی نماز ادا نہیں کی ہے اس کو سب سے پہلے اپنی نماز کی فکر ہوگی۔

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلٰٓئِکَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِیْرَةٍ بَیْضَاءَ فَیَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِیْ رَاضِیَةً مَّرْضِیًّا عَنْكِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَیْحَانٍ وَّرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ کَاَطْیَبِ رِیْحِ الْمِسْكِ حَتّٰی اَنَّهٗ لَیُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰی یَاْتُوْا بِهٖ اَبْوَابَ السَّمَآءِ فَیَقُوْلُوْنَ مَا اَطْیَبَ هٰذِهِ الرِّیْحَ الَّتِیْ جَآءَتْکُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَیَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِکُمْ بِغَائِبِهٖ یَقْدَمُ عَلَیْهِ فَیَسْاَلُوْنَهٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَیَقُوْلُوْنَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ کَانَ فِیْ غَمِّ الدُّنْیَا فَاِذَا قَالَ فُلَانٌ قَدْ مَاتَ مَا اَتَاکُمْ قَالُوْا ذُهِبَ بِهٖ اِلٰی اُمِّهِ الْهَاوِیَةِ وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلٰٓئِکَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَیَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِیْ سَاخِطَةً مَّسْخُوْطًا عَلَیْكِ اِلٰی عَذَابِ اللّٰهِ فَتَخْرُجُ کَاَنْتَنِ رِیْحِ جِیْفَةٍ حَتّٰی یَاْتُوْنَ بِهٖ بَابَ الْاَرْضِ فَیَقُوْلُوْنَ مَا اَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّیْحَ حَتّٰی یَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْکُفَّارِ۔ نسائی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کی موت کا وقت آجاتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم کا کپڑا لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکل آؤ اس حال میں کہ تم اس سے (خدا سے) راضی ہو اور وہ تم سے راضی ہے۔ اللہ کی رحمت اور پھول پودوں کی طرف اور رب کی طرف جو غضبناک نہیں ہے تو وہ نکلتی ہے نہایت عمدہ مشک کی خوشبو کی طرح یہاں تک کہ ہاتھوں ہاتھ اسے ایک دوسرے سے لیتے ہیں یہاں تک کہ آسمان کے دروازوں پر لے کر پہنچتے ہیں۔ (آسمان والے فرشتے) کہتے ہیں: کیا خوب ہے یہ خوشبو جو زمین کی طرف سے تمہارے پاس آئی ہے۔ پھر اسے مومنوں کی روح کے پاس لاتے ہیں۔ تو وہ اس سے مل کر اس سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنی خوشی کہ تم میں سے کسی کو غائب شخص سے مل کر ہوتی ہے جو اس کے پاس آجائے۔ پھر وہ اس سے پوچھتے

ہیں کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے اور فلاں شخص کا کیا حال ہے؟ تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں چھوڑو کہ یہ دنیا کے رنج وغم میں گرفتار تھے (انہیں کچھ آرام کر لینے دو) پھر جب کہتا ہے کہ فلاں شخص مرگیا، کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ وہ کہتے ہیں: اُسے اس کے ٹھکانے ہاویہ (دوزخ) کی طرف لے گئے ہیں۔

اور جب کافر کے مرنے کا وقت آتا ہے تو عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں نکلو اس حال میں کہ تم اس سے (خدا سے) ناخوش اور وہ تم سے ناخوش ہے۔ خدا کے عذاب کی طرف تو وہ مردار کی نہایت سخت بدبو کی طرح نکلتی ہے۔ یہاں تک کہ اُسے زمین کے دروازے پر لاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ کیسی یہ (سڑی ہوئی) بدبو ہے یہاں تک کہ اُسے کافروں کی روحوں میں داخل کر دیتے ہیں۔"

آثارِ قیامت:

۱۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ ——— بخاری ومسلم

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بعثت

ؔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ ایک جداگانہ عالم ہے جس کے نظام اور قوانین کا اس زندگی میں صحیح طور پر اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ حدیثوں میں اس عالم کے بارے میں جو باتیں بتائی گئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالم برزخ ایک زندہ عالم ہے وہاں پہنچنے والی روح کی ان ارواح سے ملاقات بھی ہوتی ہے جو اس سے پہلے وہاں پہنچی ہوتی ہیں۔ وہ دنیا کے حالات بھی دریافت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دنیا سے ان کا ایک گونہ تعلق باقی رہتا ہے۔ اس روایت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ عالم برزخ میں نیک لوگوں کا مقام اور ٹھکانا بُرے لوگوں سے الگ ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کو مقام بلند عطا ہوتا ہے۔ مجرموں کو پستی میں ڈال دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اور وہ (قیامت کی گھڑی ان دونوں (انگلیوں) طرح ہیں[1]۔"

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ ——— مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک کہ ایسا وقت نہ آجائے کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائے اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: قیامت قائم نہیں ہوگی کسی ایسے شخص پر جو اللہ اللہ کہتا ہو[2]۔"

۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ ——— مسلم

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت صرف بدترین لوگوں پر قائم ہوگی[3]۔"

۴۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَہْلُ وَیَکْثُرَ الزِّنَا وَیَکْثُرَ

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیاں اٹھا کر یہ بات فرمائی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جس طرح یہ دو انگلیاں قریب قریب ہیں۔ دونوں کے درمیان کوئی تیسری انگلی نہیں ہے ٹھیک اسی طرح میرے بعد قیامت ہی آئے گی۔

[2] یعنی جب تک زمین میں اللہ کا نام لینے والے موجود ہونگے یہ زمین و آسمان قائم رہیں گے۔ قیامت برپا نہیں ہوگی لیکن جب زمین پر خدا کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا تو پھر اس دنیا کو ختم کر دیا جائے گا۔ یہ بات کتنی عجیب ہے کہ دنیا میں بالعموم وہی لوگ ظلم و ستم کا نشانہ بنائے جاتے ہیں جن کے اللہ کے نام لینے کی وجہ سے یہ زمین و آسمان قائم ہیں۔"

[3] یعنی جب وقت قیامت برپا ہوگی تو اس وقت زمین پر وہی لوگ ہوں گے جو بد کردار اور خدا فراموش ہوں گے۔

Marfat.com

شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ ——— بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد

"حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ قیامت کی علامات یہ ہیں کہ علم اٹھا لیا جائے گا[۴] جہالت زیادہ ہوگی، زنا کی کثرت ہوگی، شراب بہت پی جانے لگے گی، مرد کم عورتیں زیادہ ہو جائیں گی یہاں تک پچاس عورتوں کی خبرگیری کرنے والا ایک (مرد) ہوگا۔"

۵- وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ——— بخاری

"ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کر رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع ہو جائے، تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے کہا: وہ کیسے ضائع ہوگی؟ فرمایا: جب معاملات نا اہل کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو[۵]۔"

---

[۴] علم سے مراد دین کا علم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دین کا علم رکھنے والے اشخاص نایاب ہوں گے۔ لوگ علم دین پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ خدا کے احکام کے بجائے لوگ خواہشاتِ نفس کے پیرو ہو جائیں گے۔ جہالت کا دور دورہ ہوگا۔ ایسا علم جسے حاصل کر کے آدمی خدا سے بیگانہ ہی رہے، وہ علم نہیں جہل ہے۔ خواہ اس کا نفسیات، فلسفہ، اخلاقیات وغیرہ حسین سے حسین نام کیوں نہ رکھ لیا جائے۔ ان علوم کی کثرت اس بات کی علامت ہرگز نہیں ہے کہ علم موجود ہے۔ علم وہی ہے جس سے خدا کی معرفت حاصل ہو، جس سے آدمی خدا کی مرضی و نامرضی جان سکے اور زندگی کے تمام معاملات میں خدا کی طاعت و فرماں برداری کر سکے۔

[۵] یعنی جب حکومت و اقتدار اور معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آجائیں جو نا اہل اور خدا فراموش ہوں تو سمجھو کہ قیامت دور نہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب جہالت کا غلبہ ہوگا۔ ہر طرح

Marfat.com

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکْثُرَ الْمَالُ وَیَفِیْضَ حَتّٰی یُخْرِجَ الرَّجُلُ زَکٰوةَ مَالِهٖ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰی تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا ــــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ مال و دولت کی ریل پیل نہ ہو جائے، یہاں تک کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا تو اُسے کوئی ایسا شخص نہ ملے گا جو اس کو قبول کرلے اور قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ عرب کی ربے آب و گیاہ) زمین لہلہاتے سبزہ زاروں اور نہروں میں نہ تبدیل ہو جائے[1]"

کے فتنے سر اٹھائیں گے۔ آدمی اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت کے الفاظ ہیں یتقارب الزمان وینقص العمل ویلقی الشح وتظهر الفتن ویکثر الهرج (بخاری، مسلم) وقت جلد جلد آئے گا، عمل کم ہو جائے گا، بخل وحرص کا غلبہ ہوگا، فتنوں کو فروغ حاصل ہوگا، قتل وغارتگری کا بازار گرم ہوگا۔" ایک روایت میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام (خلیفہ یا سلطان) کو قتل کروگے اور باہم ایک دوسرے پر تلواریں نہ چلاؤ گے اور تمہاری دنیا کے وارث تمہارے شریر اور بدکار لوگ نہ ہو جائیں گے لا تقوم الساعة حتی تقتلوا امامکم وتجتلدوا باسیافکم ویرث دنیاکم شرارکم (ترمذی)

[1] معلوم ہوا کہ قرب قیامت میں دنیا دین اور اخلاق سے خالی ہوگی لیکن دنیوی ترقی اپنے نقطۂ عروج پر نظر آئے گی۔ عرب میں پٹرول اور سونے وغیرہ معدنی ذخائر کی دریافت سے دولت کی جو فراوانی ہو رہی ہے اور وہاں کے ریگزاروں کی تہہ میں پانی کے جس عظیم ذخیرے کا پتہ چلا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ بات کچھ بھی بعید نہیں معلوم ہوتی کہ مستقبل قریب میں عرب کی سرزمین لہلہاتے سبزہ زاروں میں تبدیل ہو جائے اور وہاں نہریں رواں ہو جائیں سائنٹیفک ذرائع و وسائل کو اختیار کرکے بنجر اور ریگستانی علاقہ کو قابل کاشت بنایا جا سکتا ہے۔ اور نہریں نکالی جا سکتی ہیں۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: کَانَ رِجَالٌ مِنَ الْاَعْرَابِ جُفَاۃً یَاْتُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَسْئَلُوْنَہٗ مَتَی السَّاعَۃُ فَکَانَ یَنْظُرُ اِلٰی اَصْغَرِھِمْ فَیَقُوْلُ اِنْ یَّعِشْ ھٰذَا لَا یُدْرِکْہُ الْھَرَمُ حَتّٰی تَقُوْمَ عَلَیْکُمْ سَاعَتُکُمْ ـــــ بخاری، مسلم

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عرب کے درشت خو بدو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ سے دریافت کرتے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ان میں سب سے کم عمر والے شخص کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو یہ بوڑھا نہ ہو پائے گا کہ تم پر تمہاری قیامت طاری ہو جائے گی۔[۱]"

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَالْاَمَانَۃُ مَغْنَمًا وَالزَّکٰوۃُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَہٗ وَاَقْصٰی اَبَاہُ وَظَھَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَۃَ فَاسِقُھُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَھُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ وَظَھَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَۃً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْکُہٗ فَتَتَابَعُ ـــــ ترمذی

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فے (مالِ غنیمت) کو دولت قرار دے لیا جائے اور امانت کو غنیمت قرار دے لیا جائے

---

[۱] یعنی تمہاری موت آجائے گی جو قیامت سے کم نہیں۔ دنیا کا خاتمہ کب ہوگا؟ اس کے بارے میں سوچنے کے بجائے آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اُسے کتنی مہلتِ عمر حاصل ہے جس میں وہ آخرت کی تیاری کر سکتا ہے۔ زندگی میں اصل اہمیت رکھنے والی چیز آدمی کا فکر و عمل ہے نہ کہ کوئی دوسری چیز۔

Marfat.com

اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے اور علم کو دین کے سوا دوسری چیز کے لئے حاصل کیا جائے اور مرد عورت کی اطاعت کرنے لگے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اور اُسے رنج دے اور اپنے دوست کو ہم نشین بنائے اور اپنے باپ کو دور کر دے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں اور قبیلہ کی سرداری قبیلہ کا ایک فاسق شخص کرے اور قوم کا سربراہ قوم کا ارذل اور کمینہ شخص ہو اور آدمی کی تعظیم اس کے شر سے بچنے کے لئے کی جائے اور گانے والی لونڈیاں اور باجے پھیل جائیں اور شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کے پچھلے لوگ اس کے اگلے لوگوں کو بُرا کہنے لگیں تو اس وقت انتظار کرو سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنسنے، صورتوں کے مسخ ہونے، پتھروں کے برسنے کا اور ان پے در پے نشانیوں کا گویا وہ موتیوں کی ایک لڑی ہوئی ہوئی لڑی ہے جس سے موتی پے در پے گر رہے ہوں[۸]۔"

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِیْبًا مِّنْ ثَلٰثِیْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ——— ابوداؤد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک تیس دجّال، کذّاب نہ پیدا ہولیں، ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ خدا کا رسول ہے حالانکہ وہ جھوٹا اور مکّار ہوگا[۹]۔"

---

[۸] مطلب یہ ہے کہ یہ بات بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ ہر طرح کی بُرائیاں پھیل جائیں، لہو و لعب، بے حیائی کمینگی عام ہو جائے۔ سکون و عافیت زمانہ سے رخصت ہو جائے۔ آفاتِ ارضی و سماوی سے مامون و محفوظ رہنا دشوار ہو جائے۔

[۹] نبوت کے جھوٹے دعویدار تو نہ معلوم کتنے ہوں گے تیس کے قریب تو وہ ہوں گے جو بڑے فتنہ پرداز اور سرکش ہوں گے دجل و فریب میں جن کی نظر کا ملنا مشکل ہوگا۔

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ: اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذْكُرُونَ؟ قَالُوا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ: إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ ــــــ مسلم

"حضرت حذیفہ بن اسید غفاریؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ کس چیز کا ذکر رہے ہو؟ عرض کیا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پھر آپ نے ان کا ذکر فرمایا۔ دھواں، دجّال، دابہ، پچھم سے سورج کا طلوع ہونا، عیسیٰ ابن مریم کا نزول، یاجوج و ماجوج، تین بڑے خسف ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا جزیرۃ العرب میں۔ آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی ان کے محشر کی طرف لے جائے گی؎"

؎ اس روایت میں قیامت کی دس بڑی نشانیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ دھویں سے مراد غالباً وہ دھواں ہے جس کا ذکر قرآن کی سورۃ الدخان آیت ۱۰ میں ملتا ہے۔ یہ دھواں عذاب کے طور پر آسمان میں ظاہر ہوگا۔ قیامت سے پہلے ایک دجّال ظاہر ہونے والا ہے۔ یہ بات مختلف احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حدیثوں میں اس کی فتنہ انگیزی اور فریب کاری کے تذکرے بھی ملتے ہیں . . . . اور یہ بھی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن صفات اور خصوصیات کا حامل ہوگا۔ دابہ کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ فرمایا گیا ہے: جب ہماری بات ان پر پوری ہونے کو ہوگی (یعنی قیامت قریب

۱۱- وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهٗ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ يَكُوْنُ

آجائے گی جس کا وعدہ ہم نے کر رکھا ہے) تو ہم ان کے لئے ایک دابہ (جانور) زمین سے نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے (النمل : ۸۲) سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہونا بھی قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ حضرت مسیح کا نزول درحقیقت فتنۂ دجال کے استیصال کے لئے ہوگا۔ یہود کی روایات اور ان کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد جب یہود پر تنزل کا دور آیا یہاں تک کہ بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے انہیں غلام بنا کر ان کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا اور وہ تتر بتر ہو کر رہ گئے تو بنی اسرائیل کے نبیوں نے انہیں ایک مسیح کی آمد کی خوشخبری دی جس کے ذریعہ وہ ذلت سے نجات پا سکیں گے یہود اس کے متوقع تھے کہ آنے والا مسیح ایک زبردست طاقت کے ساتھ اُبھرے گا۔ وہ ایک جنگی و سیاسی لیڈر اور فاتح ہوگا جو انہیں وہ علاقہ واپس دلائے گا جسے وہ اپنی میراث سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح تشریف لائے تو وہ کوئی لشکر اور سپاہ لے کر نہیں آئے۔ یہود نے ان کا انکار کیا اور ان کے دشمن ہو گئے۔ وہ آج تک مسیح موعود کے انتظار میں ہیں۔ مشرق وسطیٰ کے موجودہ حالات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اس دجال کے ظہور کا وقت دور نہیں جو یہود کا "مسیح موعود" بن کر اٹھے گا اور ایک عظیم فتنہ برپا کرے گا۔ اسرائیل کا منصوبہ ہے کہ وہ نہ صرف شام، لبنان، اُردن اور تقریباً پورے عراق پر قبضہ کر لے۔ بلکہ اس نے ترکی سے اسکندرون، مصر سے سینا اور ڈیلٹا کا علاقہ اور سعودی عرب سے بالائی حجاز و نجد کا علاقہ جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے لے لینے کی اسکیم بنا رکھی ہے۔ اسے جب بھی موقع ملے گا۔ وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے گا۔ اس موقع پر دجال ان کے مسیح کے روپ میں ظاہر ہوگا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے شدائد و مشکلات کا ہوگا۔ پھر خدا ان پر فضل و کرم فرمائے گا۔ اس مسیح دجال کے مقابلے کے لئے حقیقی مسیح (عیسیٰ ابن مریم) کو بھیجے گا۔ حضرت عیسیٰ مسیحؑ ٹھیک اس نازک موقع پر دمشق میں نازل ہوں گے جب کہ دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق کے سامنے پہنچ چکا ہوگا۔ مرف مسیحؑ مسلمانوں کو اُس کے مقابلے کے لئے نکلیں گے۔ دجال پسپا ہو کر رفیق کی گھاٹی سے اسرائیل کی طرف بھاگے گا آپ اس کا تعاقب کر

Marfat.com

فی آخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیاً ولا یعدہ عدداً ـــــ مسلم

"جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو تقسیم کرے گا اور جمع کر کے اپنے پاس نہ رکھے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو ہاتھوں میں بھر بھر کر

اور وہ لد (Lydda) کے مقام پر آپ کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ یہودی اس طرح قتل کر دیئے جائیں گے کہ ان کی ملت کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔ حضرت مسیح کے ظہور کے بعد عیسائیت بھی باقی نہ رہ سکے گی۔ اسلام غالب ہوگا۔ تمام ملتیں ملت مسلمہ میں ضم ہو جائیں گی۔

یاجوج ماجوج کا پھیل پڑنا بھی قرب قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔ یاجوج ماجوج (Gog and Magog) کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ اس کے علاوہ بائیبل میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ یاجوج و ماجوج سے مراد ایشیا کے شمالی اور جنوبی علاقے کی غیر مہذب اور وحشی قومیں ہیں جو تاتاری، منگول، ہون، سیتھین (Scythians) وغیرہ ناموں سے جانی پہچانی جاتی رہی ہیں۔ یہ قومیں قدیم زمانے سے حملے کر کے لوٹ مچاتی رہی ہیں۔ یہ قومیں ایشیا اور یورپ دونوں طرف لوٹ مار کے لئے حملے کرتی رہی ہیں۔ بائیبل میں روس۔ توبل (Tubal) اور میسک (Meshech) کو یاجوج و ماجوج کا علاقہ بتایا گیا ہے (حزقی ایل باب ۳۸-۳۹) توبل اور میسک کو اس وقت توبالسک اور ماسکو (Tobalsk and Moscow) کہتے ہیں۔ یوسیفس (Josephus) نے جو ایک عبرانی مورخ ہے سیتھین قوم کو یاجوج و ماجوج کہا ہے جس کا علاقہ بحر اسود کے شمال اور جنوب میں تھا۔ جیروم (Jerome) کے نزدیک یاجوج و ماجوج کی آبادی کاکیشیا (Caucasus) کے شمال میں بحر کیسپین کے قریب پڑتی تھی۔ ابن بطوطہ کے خیال میں یاجوج و ماجوج سے مراد مغربی ایشیا کی غیر مہذب قومیں ہیں۔

(Ibn Batoutah's Travels, IV P. 274)

خسف سے مراد زمین کا دھنس جانا (Land slide) ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے قیامت سے ایک گونہ مناسبت بھی ہے۔ پھر ایک نشانی وہ آگ ہے جو سب کو ہانک کر یکجا کر دے گی۔ پھر اس کے بعد قیامت ہی برپا ہوگی۔

مال لٹائے گا اور اُسے شمار نہ کرے گا[۱]۔"

۱۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ فِتَنٌ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا وَیَبِیْعُ اَقْوَامٌ دِیْنَہُمْ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا ——— ترمذی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے پہلے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے۔ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔ کتنے ہی لوگ اپنے دین کو سامانِ دنیا کے بدلے فروخت کریں گے[۲]۔"

۱۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَکُوْنَ السَّنَۃُ کَالشَّہْرِ وَالشَّہْرُ کَالْجُمُعَۃِ وَتَکُوْنَ الْجُمُعَۃُ کَالْیَوْمِ وَیَکُوْنَ الْیَوْمُ کَالسَّاعَۃِ وَتَکُوْنَ السَّاعَۃُ کَالضَّرْمَۃِ بِالنَّارِ ——— ترمذی

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمانہ قریب نہ ہو جائے گا[۳]۔ سال مہینے کے مانند ہو جائے گا۔ مہینہ ہفتہ جیسا ہوگا۔ ہفتہ ایک دن کی طرح ہو جائے گا اور دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا اور گھڑی آگ کا ایک شعلہ اٹھنے کی طرح ہو جائے گی[۴]۔"

---

[۱] یہ اشارہ غالباً اس خلیفہ کی طرف ہے جس کے لئے بعض روایتوں میں "المہدی" کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔ مہدی کے معنی ہدایت یافتہ کے ہوتے ہیں۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا خلیفہ خلافت کو منہاجِ نبوت پر قائم رکھے گا جبکہ زمین ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی اور خلافت علی منہاج النبوۃ کا نظام درہم برہم ہو چکا ہوگا۔ اس کے زمانے میں زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی اور اللہ اپنی برکتیں نازل فرمائے گا۔

[۲] مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے کا دور انتہائی فتنہ و فساد کا دور ہوگا۔ دین و ایمان کی سلامتی حد درجہ مشکل ہوگی۔

[۳] یعنی زمانہ تیزی سے گزرنے لگے گا خواہ یہ کائنات میں یا انسانی دنیا میں کسی اہم انقلاب کے سبب ہو یا اس کی وجہ یہ ہو کہ فتنے اور مشکلات کی وجہ سے وقت اپنی برکات کھو دے گا۔

[۴] یعنی جس طرح آگ بھڑکنے پر شعلہ اٹھے اور فوراً ہی بیٹھ جائے اسی طرح ساعتیں چشم زدن میں گذر جائیں گی۔

Marfat.com

حشر و نشر :

۱۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، کَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَہٗ وَاَصْغٰی سَمْعَہٗ وَحَنٰی جَبْھَتَہٗ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَاذَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ: قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ـــــــ ترمذی

"ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیسے عیش وراحت (اور بےفکری کے ساتھ) رہ سکتا ہوں، جبکہ صورت حال یہ ہے کہ صور والے (فرشتہ حضرت اسرافیلؑ) صور منہ میں لئے، اپنا کان لگائے، اور اپنی پیشانی جھکائے منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے[1] لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کہتے رہو: "اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے[2]۔"

۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّہٗ رَاْیُ عَیْنٍ فَلْیَقْرَأْ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور پھونکنے کے لئے بالکل تیار ہے صرف حکم پانے کی دیر ہے حکم پاتے ہی وہ صور پھونک دے گا اور قیامت برپا ہو جائیگی۔ زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائیگا اور پھر دوبارہ صور پھونکنے پر نئے سرے سے عالم وجود میں آئے گا اور سارے لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں اکٹھا ہوں گے اور انہیں ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا جب صورت حال اتنی نازک ہو تو کوئی باخبر شخص آرام چین اور بےفکری کے ساتھ زندگی کیسے گزار سکتا ہے۔ اسے تو ہر وقت آخرت کی فکر دامن گیر ہوگی۔

[2] مطلب یہ ہے کہ تم اپنے معاملہ کو خدا کے حوالہ کر دو اور اسی کی کارسازی پر بھروسہ کرو اور اسی سے مدد واستعانت

Marfat.com

وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ــــــــــ احمد، ترمذی

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شخص قیامت کے دن کو آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے تو اُسے إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھنی چاہیے۔[۲]"

۳۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّؓ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَنْ يَقْوَى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِي قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: "يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ: فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُونَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ ــــــــــ بیہقی

"ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: مجھے بتایئے کہ کون قیامت کے دن کھڑا رہ سکے گا جس (دن) کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ "جس دن لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔" آپؐ نے فرمایا: "وہ مومن کے لئے ہلکا ہوگا یہاں تک کہ وہ اس کے لئے فرض نماز جیسا ہو جائے گا۔[۳]"

۴۔ وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ ــــــــــ مسلم

کی دعا کرتے رہو۔ کامیاب وہی ہوں گے جو اس کی سرپرستی اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔

[۲] قرآن کی ان تینوں سورتوں میں ایسا نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ قیامت کا منظر بالکل نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ گویا قیامت اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ برپا ہے۔

[۳] معلوم ہوا کہ وہ دن کافروں اور خدا کے نافرمان لوگوں کے لئے نہایت سخت ہوگا۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اسے فرض نماز کی طرح ہلکا کر دیں گے۔ نماز اور خدا کے سامنے اس دن کی حاضری میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

Marfat.com

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں ہر بندہ اس حال میں اٹھایا جائے گا جس حال میں وہ مرا ہوگا۔ؔ"

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَصِنْفًا رُکْبَانًا وَصِنْفًا عَلٰی وُجُوْهِهِمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! کَیْفَ یَمْشُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ؟ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ اَمْشَاهُمْ عَلٰی اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّمْشِیَهُمْ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اَمَا! اِنَّهُمْ یَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ کُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْکٍ ___ ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ؔ معلوم ہوا کہ اصل اعتبار کی چیز آدمی کا انجام اور اس کا خاتمہ ہے۔ اگر کسی کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے تو قیامت کے دن وہ ایک مومن کی حیثیت سے اٹھے گا۔ اور اگر وہ کفر پر مرتا ہے تو وہ قیامت میں ایک کافر ہی کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔ آدمی کا آخری انجام ہی اس کی زندگی کا ماحصل ہوتا ہے۔ انسان ایک اخلاقی وجود رکھتا ہے۔ اس کی ایک شخصیت ہوتی ہے۔ شخصیت ہی کی تعمیر زندگی کی ساری تگ و دو کا حاصل ہوتا ہے۔ آدمی کیا ہے؟ اس کی پہچان اس سے نہیں ہوتی کہ وہ کتنی دولت کا مالک ہے بلکہ اس سے ہوتی ہے کہ وہ خود کیا ہے؟ خدا کے یہاں اصل سوال اس بات کا ہوگا کہ بندے کے لئے اس کی اپنی شخصیت کی تعمیر کا جو موقع دنیا کی زندگی میں فراہم کیا گیا تھا اس سے اس نے کتنا فائدہ اٹھایا۔ وہ دنیا سے کیا بن کر واپس ہوا ہے۔ انسان کے بننے بگڑنے کے امکانات زندگی کے آخری لمحات تک باقی رہتے ہیں اس لئے اصل اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اصل قابل قدر شے آدمی کا حسن خاتمہ ہے اس کی ہمیں خاص طور سے خدا سے دعا کرتے رہنا چاہئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ کسی قوم پر عذاب اتارتا ہے تو اس عذاب کی لپیٹ میں ہر وہ شخص آجاتا ہے جو اس قوم میں ہوتا ہے پھر آخرت میں لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا (ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی اَعْمَالِهِمْ) (بخاری، مسلم)

Marfat.com

قیامت کے روز سارے لوگ تین قسموں میں اٹھائے جائیں گے۔ ایک قسم پیدل چلنے والے، ایک قسم سوار اور ایک قسم منہ کے بل چلنے والے" عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس (خدا) نے انہیں پاؤں پر چلایا ہے وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ انہیں ان کے منہ کے بل چلائے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لوگ اپنے منہ کے ذریعہ ہی ہر ٹیلے اور کانٹے سے بچیں گے[۱]"

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اِنْ کَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَا یَکُوْنَ ازْدَادَ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا نَدِمَ اَنْ لَا یَکُوْنَ نَزَعَ۔

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی مرے گا اُسے ضرور ندامت اور پشیمانی ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُسے ندامت کیوں ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ (مرنے والا) نیکو کار ہے تو اُسے حسرت وندامت ہوگی کہ اُس نے اور زیادہ نیکی کیوں نہ کی اور اگر بدکار ہے تو اُسے ندامت ہوگی کہ وہ (برائی سے) باز کیوں نہ رہا[۲]؟"

---

[۱] جن تین گروہوں کا تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے ان میں پیدل چلنے والا گروہ تو عام اہل ایمان کا ہوگا جو لوگ سواریوں پر ہوں گے وہ خدا کے خاص مقرب بندے ہوں گے اور سر کے بل اور منہ کے بل گھسٹنے والے وہ بدنصیب ہوں گے جنھوں نے اپنی دنیا کی زندگی میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے مطابق سیدھا چلنے کے بجائے مرتے دم تک الٹے ہی چلتے رہے۔ قیامت کے دن وہ اپنی اُلٹی روش کا انجام دیکھ لیں گے۔ وہاں انہیں منہ کے بل چلنا ہوگا۔ وہ بے حد ذلیل ورسوا ہوں گے جن تکلیفوں اور مصیبتوں سے انہیں دوچار ہونا پڑے گا وہ الگ ہے۔

[۲] اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی دنیا میں زیادہ سے زیادہ اچھے کام کرلے اور جہاں تک ہو برائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھے۔

Marfat.com

۷- وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ وَيَنْظُرُ اَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ـــــــــ بخاری ، مسلم

"عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص سے خدا اس طرح گفتگو فرمائے گا کہ درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ کوئی پردہ ہوگا جو اُسے چھپا سکے۔ یہ شخص اپنی داہنی طرف دیکھے گا تو سوائے اس عمل کے جو اس نے بھیجا تھا اسے کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو سوائے اس کے جو اس نے بھیجا تھا اُسے کچھ دکھائی نہ دے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو سوائے (دوزخ کی) آگ کے اور کچھ نظر نہ آئے گا[1] تو اس آگ سے بچو، کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہی سہی![2]"

۸- وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا ـــــــــ مسلم

---

[1] یعنی اس دن معاملہ آدمی کا براہ راست اپنے خدا سے ہوگا۔ ایمان، اسلام اور اچھے اعمال کے سوا اس دن کوئی چیز نہ ہوگی جو آدمی کو اس دوزخ سے نجات دلا سکے جس کے شعلے اس کی آنکھوں کے سامنے بھڑک رہے ہوں گے۔

[2] آدمی کو دوزخ کی آگ سے بچنے کی ہر وہ کوشش کرنی چاہیے جو وہ کر سکتا ہو۔ یہاں تک کہ اگر وہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر سکتا ہے تو اس سے باز نہ رہے۔

Marfat.com

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کسی مومن پر اس کی نیکی کے سلسلہ میں ظلم نہیں کرتا۔ اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی دیا جاتا ہے، رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اللہ کے لئے کی تھیں ان کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی ایسی نیکی باقی نہیں رہتی جس کا بدلہ اُسے دیا جائے۔[ف]"

۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي بَعْضِ صَلٰوتِهِ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ؟ قَالَ: اَنْ يُّنْظَرَ فِيْ كِتَابِهٖ فَيُتَجَاوَزَ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ هَلَكَ ــــــــ احمد

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں میں یہ دعا کرتے سُنا: "اے اللہ! میرا حساب آسان فرما۔" میں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی! آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ بندے کے اعمالنامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگزر کی جائے۔ بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن جرح کی گئی اے عائشہ! (اس کی خیر نہیں) وہ

[ف] مومن اور مسلم شخص پر دنیا اور آخرت دونوں میں خدا کی نوازش ہوتی ہے۔ اُسے اعمالِ نیک کا فائدہ دنیا میں بھی پہنچتا ہے اور آخرت میں تو وہ اپنے نیک اعمال اور خدا پرستی کے بدلہ میں جنت کا وارث قرار پائے گا۔ رہا کافر تو اس کے پاس نیکیاں ہی کہاں ہوتی ہیں۔ نیکیاں تو صحیح معنوں میں انہی کاموں کو کہا جائے گا جو خدا کے لیے کیے گئے ہوں۔ اگر کافر نے کوئی کام خدا کے لئے کیا بھی ہے تو وہ دنیا میں خدا کی بخشی ہوئی چیزوں سے فائدہ بھی اٹھا چکا ہے۔ آخرت میں اس کے لئے عذاب کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

ہلاک ہوا[1]۔"

۱۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰہَ یُدْنِی الْمُؤْمِنَ فَیَضَعُ عَلَیْہِ کَنَفَہٗ وَیَسْتُرُہٗ فَیَقُوْلُ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا فَیَقُوْلُ: نَعَمْ أَیْ رَبِّ حَتّٰی قَرَّرَہٗ بِذُنُوْبِہٖ وَرَأٰی فِیْ نَفْسِہٖ أَنَّہٗ قَدْ ہَلَکَ قَالَ: سَتَرْتُہَا لَکَ فِی الدُّنْیَا وَأَنَا أَغْفِرُہَا لَکَ الْیَوْمَ فَیُعْطٰی کِتَابَ حَسَنَاتِہٖ وَأَمَّا الْکُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَیُنَادٰی بِہِمْ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ ہٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّہِمْ أَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ — بخاری، مسلم

"ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے روز) اللہ مومن کو قریب کرے گا اور پھر اس پر اپنا خاص پردہ ڈالے گا اور اسے چھپالے گا پھر فرمائے گا: کیا تم اس گناہ کو جانتے ہو؟ کیا تم اس گناہ کو جانتے ہو! وہ کہے گا: ہاں اے رب! یہاں تک کہ وہ اس سے اس کے گناہوں کا اعتراف کرالے گا۔ اور وہ اپنے جی میں خیال کرے گا کہ میں ہلاک ہوا، خدا فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپایا تھا اور آج میں انہیں معاف کر دیتا ہوں۔ پھر اسے اسکی نیکیوں کا اعمالنامہ دیدیا جائے گا — رہے کافر اور منافق لوگ تو انہیں برسرِعام آواز دی جائے گی کہ یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے جھوٹ گھڑکر اپنے رب کی طرف منسوب کیا تھا۔ خبردار اللہ کی لعنت ہے ایسے ظالموں پر[2]۔"

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اس نازک موقع پر وہی لوگ کامیاب ہوں گے جن سے کوئی جرح اور مناقشہ نہ ہو محض اُن کے اعمال خدا کے سامنے پیش کردیئے گئے۔ یہی "حساب یسیر" (آسان حساب) ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے (الانشقاق: ۸) لیکن جس کسی سے حساب میں پوچھ گچھ ہوئی وہ خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

[2] یعنی ایسا مومن جو اپنے مجموعی اعمال و کردار کے لحاظ سے خدا کی مغفرت کا مستحق ہوگا خدا اس دن اس کے

۱۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يُبْكِيكِ؟ قَالَتْ: ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَمْ يَثْقُلُ؟ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ فِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ؟ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ۔ ابوداؤد

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہیں ایک دفعہ دوزخ کی آگ کا خیال آیا اور وہ رو پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے رُلایا؟ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: مجھے دوزخ کی یاد آئی اور اس نے مجھے رُلا دیا۔ کیا آپ قیامت کے روز اپنے اہل و عیال کو یاد رکھ سکیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ میزان پر جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا پلّہ بھاری ہے یا ہلکا اور اعمالنامہ ملنے کے وقت ــ جبکہ ہمیں ہاتھ میں اعمالنامہ پانے والا کہہ اٹھے گا کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو ــ جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں پڑتا ہے یا اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اس کے بائیں ہاتھ میں آتا ہے اور صراط پر جب کہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا (اور لوگوں کو اس پر سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا)" ۳؎

گناہوں کو عام لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے گا خدا کی رحمت اور ستاری اسے رسوا ہونے سے بچائے گی جس طرح اس نے دنیا میں اسے رسوائی سے بچایا تھا۔ اسے نیکیوں کا اعمالنامہ عطا فرمائے گا جسے وہ مسرور لوگ بے جھجک دکھا سکے لیکن کافروں اور منافقوں کے لیے تو وہ دن ذلت اور رسوائی سے پُر کر دیگا وہ سرِ عام رسوا ہوں گے اور خلق خدا ان پر لعنت بھیجے گی۔ ان کے عیوب اور ان کی سیہ کاریوں کا پردہ اس دن چاک کر دیا جائے گا۔

۳؎ یعنی یہ تین مواقع بے حد نازک ہوں گے۔ ہر شخص کو اپنی فکر لگی ہوگی۔ اس لئے ہر شخص کو اس دن کی فکر کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: یَکْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِہٖ فَیَسْجُدُ لَہٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ وَّیَبْقٰی مَنْ کَانَ یَسْجُدُ فِی الدُّنْیَا رِیَاءً وَّسُمْعَۃً فَیَذْھَبُ لِیَسْجُدَ فَیَعُوْدُ ظَھْرُہٗ طَبَقًا وَّاحِدًا ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ (قیامت کے دن) ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا[۱] اس وقت ہر مومن مرد و عورت اُسے سجدہ کریں گے اور وہ شخص سجدہ نہ کر سکے گا جس نے دُنیا میں محض

کسی پر بھروسہ کر کے نہیں بیٹھ رہنا چاہیے۔ میزان سے مراد میزانِ عمل ہے۔ اس دن کامیاب وہی شخص ہوگا جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری رہا۔ وہ شخص اس دن ہلاکت سے دوچار ہوگا جس کا پلڑا اس دن ہلکا ٹھہرا (الانبیاء: ۴۷، الاعراف: ۸) لوگوں کے اعمال نامے جن میں ان کی زندگی کے بھلے بُرے اعمال درج ہوں گے اس دن تقسیم ہوں گے جس کے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا گیا تو یہ اس کی کامیابی کی علامت ہوگی اس کے برعکس جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کی طرف سے دیا گیا وہ ناکام و نامراد ہوگا (الانشقاق: ۷-۱۲) صراط کی حقیقت کو پورے طور پر سمجھنا اس دنیا میں مشکل ہے۔ قیامت کے روز ہر ایک شخص کو اس "صراط" سے گزرنا ہوگا۔ خدا کے اطاعت گزار بندے بے کھٹکے اس پر سے گزر جائیں گے لیکن جو لوگ خدا کے نافرمان اور سرکش ہوں گے وہ اسے پار نہ کر سکیں گے۔ وہ جہنم کی آگ میں جا گریں گے۔ خدا کے دکھائے ہوئے سیدھے راستے پر چل کر جس شخص نے زندگی گزاری ہوگی وہ اس صراط سے باسانی گزر جائے گا۔ لیکن جو شخص اپنی زندگی میں اس صراطِ مستقیم سے منہ موڑتا رہا جس کی طرف اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ رہنمائی فرمائی تھی وہ جہنم میں گرے گا۔ خدا کی دکھائی ہوئی راہ کے سوا جو کچھ ہے وہ ہلاکت ہے۔ راہِ راست سے روگردانی اختیار کرنے کا انجام اس دن سامنے آجائے گا۔

[۱] اس کا مفہوم کیا ہے۔ اس کے بارے میں مختلف باتیں کہی جاتی ہیں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سختی اور شدت کا اظہار ہے۔ یعنی یہاں اس وقت کا ذکر ہے جب خدا کی طرف سے سخت گھڑی آجائے گی اور ہلچل مچ جائے گی۔

Marfat.com

دکھانے اور سنانے کے لئے سجدہ کیا ہوگا۔ وہ سجدہ کرنا چاہے گا لیکن اس کی پشت تختے کی طرح ہو جائے گی اور وہ جھک نہ سکے گا۔[ا]"

۱۳۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ۔ ترمذی، دارمی

"حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ (دوزخ کی) آگ پر حاضر ہوں گے (صراط سے گزرتے ہوئے) پھر اپنے اعمال کے لحاظ سے اس سے نجات پائیں گے۔ ان میں جو سب سے بہتر ہوں گے وہ بجلی چمکنے کے مانند اس سے گزر جائیں گے، پھر ہوا کے مانند، پھر گھوڑے کی طرح، پھر اونٹ کی طرح پھر دوڑتے ہوئے آدمی کی طرح، پھر پیدل کی معمولی رفتار سے چلنے والے کی طرح۔[۲]"

[ا] یعنی اس دن منافق اور مجرم لوگ سجدہ کرنے سے محروم رہیں گے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختے کی طرح سخت ہو جائے گی۔ وہ سجدہ کیلئے جھک نہیں سکیں گے۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوا ہے: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ. خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ (القلم: ۴۲-۴۳) "جس دن پنڈلی کھولی جائے گی (یعنی جس دن ہل چل پڑے گی) اور یہ سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور یہ اس وقت بھی سجدہ کرنے کے لئے بلائے جا رہے ہیں جب کہ یہ بھلے چنگے ہیں۔"

[۲] مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا جتنا زیادہ دین پر عمل ہوگا وہ اسی لحاظ سے تیزی سے گزر جائے گا اور آگ سے نجات پا لیگا۔ دنیا کی زندگی رفتار خدا کے راستے میں سست رہی ہوگی، اس کی سست رفتاری اس دن عیاں ہو جائے گی۔ اس طرح لوگوں کی زندگیوں اور ان کے اعمال کی پوری تصویر سامنے آئے گی۔

Marfat.com

۱۴۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا
سَيَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنِیْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ
اِنَّهُمْ مِنِّیْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا
لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ ـــــــ بخاری مسلم

"سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں حوض پر تمہارا میرِ ساماں ہوں گا ۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا (اس سے) سیراب ہوگا ۔ اور جو سیراب ہوگا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔ میرے پاس بہت سے لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا ۔ اور وہ مجھے پہچانیں گے ۔ پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی ۔ میں کہوں گا: یہ تو میرے ہیں تو کہا جائے گا: آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کیں ۔ (یہ سُن کر) میں کہوں گا: دُور ہوں دور ۔ جنھوں نے میرے بعد (دین میں) تبدیلی پیدا کی [۱]"

۱۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ الْجَنَّةَ اِلَّا اُرِیَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ

---

[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اس دن میرِ ساماں کی ہوگی جو قافلے سے پہلے پہنچ کر آنے والوں کے لئے آرام و سہولت کا انتظام کرتا ہے ۔ آپ حوض پر جس کا نام حوضِ کوثر ہوگا ، اپنے پیروؤں کا انتظار کریں گے ۔ آپ کے پیرو اور اس کوثر سے فیض یاب ہونے والے لوگ جو دنیا میں آپؐ کو عطا ہوا تھا حوض سے سیراب ہوں گے ۔ پھر انھیں پیاس نہ ستائے گی لیکن جس نے دنیا میں آپ کے چشمۂ ہدایت سے سیرابی حاصل نہ کی بلکہ اُسے گندہ ہی کرنے کی کوشش کی اور آپ کے لائے ہوئے دین میں نئی باتیں داخل کر کے اس کی صورت کو مسخ کرنا چاہا وہ حوض کے پانی سے محروم رہے گا ۔ اُسے آپ اپنے پاس سے دور کر دیں گے ۔

Marfat.com

لِيَزْدَادَ شُكْرًا، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ إِلَّا أُرِيَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ أَحْسَنَ لِيَكُونَ عَلَيْهِ حَسْرَةً ــــــــــ بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اُسے وہ ٹھکانا نہ دکھا دیا جائے جو اس کے لئے دوزخ میں مقرر تھا اگر وہ بُرے کام کرتا تاکہ اس کا جذبۂ شکر بڑھ جائے اور (اسی طرح) کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اُسے وہ ٹھکانا نہ دکھا دیا جائے جو اس کے لیے جنت میں مقرر تھا اگر وہ اچھے کام کرتا تاکہ اس کی حسرت بڑھ جائے۔[۱]"

۱۶۔ وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَا أَفْنَاهُ؟ وَعَنْ عَمَلِهِ مَا عَمِلَ بِهِ؟ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ؟ وَعَنْ جِسْمِهِ فِيْمَا أَبْلَاهُ؟ ــــــــــ ترمذی

"ابوبرزہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی قیامت کے روز ہٹنے نہیں پائے گا جب تک کہ چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کس کام میں ختم کیا اور اس کے عمل کے بارے میں کہ اس نے کیا عمل کئے اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اُسے کمایا اور کہاں اُسے صرف کیا اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کس کام

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ اہلِ جنت کو محض جنت پانے کی خوشی نہ ہوگی بلکہ انہیں اس بات کی بھی خوشی ہوگی کہ اللہ نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ اسی طرح اہلِ دوزخ کو محض دوزخ میں جلنے ہی کا عذاب نہ ہوگا بلکہ جنت سے محروم رہ جانے کی حسرت بھی ان کے حصہ میں آئے گی۔ ان کی ہر طرح کی جسمانی و روحانی اذیت کا سامان فراہم کیا جائے گا۔

Marfat.com

میں اُسے گلا یا لے۔"

۱۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ؟ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ؟ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا أَنْفَقَهٗ؟ وَمَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ؟ ——— ترمذی

"حضرت ابن مسعودؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ابن آدم کے قدم (قیامت کے روز اپنی جگہ سے) ہٹ نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اُسے اس نے کن کاموں میں گذارا، اس کے شباب کے بارے میں کہ اُسے اس نے کہاں صرف کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اُسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم اُسے حاصل تھا اس پر کہاں تک اس نے عمل کیا۔"

۱۸۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ أَوْ نَفْسِهٖ ——— بخاری

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت سے وہی شخص بہرہ مند ہوگا جس نے اپنے دل وجان کے

لے یعنی جب تک آدمی یہ اور اس طرح کی اہم باتوں کا جواب نہ دے لے گا وہ ہٹنے نہیں پائے گا۔ جن باتوں کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا ان میں آدمی کی پوری زندگی کی سرگرمیاں آجاتی ہیں۔ جب تک آدمی اپنی پوری زندگی کے نقشہ کو درست نہ کرے اور ہر معاملہ میں اللہ کے سامنے اپنے کو جوابدہ سمجھ کر کام نہ کرے وہ آخرت کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

Marfat.com

پورے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں) کہا ہو[۱۰]۔"

۱۹۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثَلٰثَۃٌ اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ ——— ابن ماجہ

"حضرت عثمانؓ بن عفّان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز تین قسم کے لوگ (خاص طور سے) شفاعت کریں گے: انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء[۱۱]۔"

۲۰۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْقَبِیْلَۃِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْعُصْبَۃِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ ——— ترمذی

"حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱۰] مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس شخص کو حاصل ہو سکے گی اور اس کیلئے آپ اللہ سے سفارش کر سکیں گے جو کفر و شرک کی گندگی سے پاک ہوگا اور اپنے اخلاص کی بنا پر اس بات کا مستحق ہوگا کہ اس کی خطاؤں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کی مغفرت کر دی جائے۔

[۱۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شفاعت کرنے کا شرف نبیوں کے علاوہ دوسرے ذی مرتبت لوگوں کو بھی حاصل ہوگا۔ علماء اور شہداء کے علاوہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صالحین کو بھی اللہ تعالیٰ اس شرف سے نوازے گا۔ چھوٹے اور معصوم بچے بھی اپنے والدین کے حق میں شفاعت کریں گے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ شفاعت اور سفارش مستقل بالذات کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص شفاعت نہیں کر سکے گا نہ خدا کے آگے زبان کھول سکے گا (البقرۃ ۲۵۵) پھر شفاعت کی اجازت انہی لوگوں کے حق میں مل سکے گی جو واقعی اس کے مستحق ہوں گے۔ جن کی اللہ مغفرت کرنی چاہے گا، شفاعت کا موقع دے کر درحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی عزت اور ان کے مرتبہ کا اظہار فرمائے گا۔

Marfat.com

کہ میری اُمت میں بعض لوگ ہوں گے جو ایک جماعت کی سفارش کریں گے بعض ایک قبیلہ کی سفارش کریں گے، بعض ایک صلبی خاندان کی سفارش کریں گے اور بعض صرف ایک آدمی کی یہاں تک کہ لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے۔[۳۲]

جنت ودوزخ:

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ــــــــ بخاری ؍ مسلم

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کیا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدہ ۱۷)

"پھر جو کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان (ان اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور راتوں میں اللہ کی عبادت کرنے والوں) کے لئے چھپا رکھا گیا ہے۔ اس کی کسی شخص کو خبر نہیں ہے۔[۱]"

---

[۳۲] یعنی لوگوں کو ان کے اپنے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔ کوئی اتنا بلند مرتبہ ہوگا کہ اُسے ایک بڑی جماعت کی سفارش کا حق حاصل ہوگا۔ کوئی ایک قبیلہ کی سفارش کا حق رکھتا ہوگا اور کوئی ایک خاندان ہی کے حق میں سفارش کرسکے گا۔ بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ صرف ایک آدمی کی سفارش کرسکیں گے۔

[۱] مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جنت میں اپنے فرماں بردار اور نیکو کار بندوں کے لئے جو نعمتیں اور سامانِ راحت وسکون فراہم کررکھا ہے۔ ان کا دنیا کی زندگی میں کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس لئے طلب کرنے کی چیز درحقیقت جنت ہی ہے

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا، وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا ——— ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دوزخ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والا سوتا ہو، اور نہ جنت جیسی کوئی چیز دیکھی جس کا طالب سوتا ہو[1]۔"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا ——— مسلم

"ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک پکارنے والا (اہل جنت کو مخاطب کر کے) پکارے گا کہ (یہاں) تم صحت مند رہو گے، کبھی بیمار نہ ہو گے، زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ جوان

نہ یہ کہ آدمی دنیا کے پیچھے اپنی دائمی قیام گاہ کو بھول جائے۔ جنت میں وہی لوگ داخل ہو سکیں گے جو خدا کی بندگی کرنے والے اور اسکے عبادت گزار ہوں گے، اس کی راہ میں جدوجہد کرنے والے اور اسکی عبادت کے ذوق آشنا ہوں گے۔ خدا کی طاعت و بندگی جن کے لئے اس دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک نہ بن سکی جو سرکشی اور نافرمانی ہی میں مبتلا رہے وہ آخرت میں اس ٹھنڈک اور راحت و آرام سے محروم رکھے جائیں گے جو اللہ نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہوگی۔

[1] دوزخ کی آگ سے بڑھ کر خوفناک اور ہلاکت خیز چیز کیا ہو سکتی ہے جس سے آدمی بھاگے۔ لیکن انسان کا عجیب حال ہے وہ اس سے بالعموم غافل ہی رہتا ہے۔ اس سے بچنے کی فکر نہیں کرتا۔ اسی طرح جنت سے زیادہ محبوب و مرغوب چیز دوسری نہیں ہے جس کی طلب میں آدمی اپنی تمام قوتیں صرف کر دے اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہ ہو، لیکن انسان اس سے غافل ہی رہتا ہے۔

رہو گے۔ کبھی تم پر بڑھاپا طاری نہ ہوگا اور عیش و آرام میں رہو گے۔ کبھی بھی سختی اور دُکھ نہ دیکھو گے[۳]"

۴۔ وَعَنْ اَبِی سَعِیْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَاَحَدُھُمْ اَھْدٰی بِمَنْزِلِہٖ فِی الْجَنَّۃِ مِنْہُ بِمَنْزِلِہٖ کَانَ لَہٗ فِی الدُّنْیَا ——— بخاری

"حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ ان میں سے (جنہیں جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی) ہر ایک اپنے جنت کے مکان کو اپنے دنیا کے مکان سے زیادہ پہچانتا ہوگا[۴]"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّۃُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِکَ ——— بخاری

"حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تمہاری جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی[۵]"

---

[۳] یعنی اہل جنت کو کسی بھی طرح کا خوف اور اندیشہ نہ ہوگا۔ جنت میں نہ کبھی وہ بیمار ہوں گے، نہ وہاں انہیں موت آئے گی اور نہ ان کی توانائی اور جوانی کبھی ختم ہوگی عیش ونشاط اور راحت و مسرت ہی ان کی زندگی ہوگی کسی سختی اور تکلیف سے انہیں سابقہ پیش نہ آئے گا۔

[۴] اس سے معلوم ہوا کہ جنت کا مکان اس کا حقیقی مستقر ہوگا۔ اس کی یہ قیام گاہ اس کے اپنے ذاتی احساسات وجذبات اور تمناؤں کے عین مطابق ہوگی جس کو اگرچہ اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا پھر بھی اس سے اس کی رُوح پوری طرح آشنا تھی۔ اس طرح جنت کی شکل میں اُسے اپنا ماضی بھی مل جائے گا۔ اپنا ماضی ہر ایک کو سہانا معلوم ہوتا ہے۔

[۵] یعنی آدمی کی نہ تو جنت اس سے دُور ہے اور نہ دوزخ دُور ہے۔ اگر اس کے اعمال اچھے ہیں تو گویا جنت اس کے

Marfat.com

۶۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فِی الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَةٍ وَدَرَجَةٍ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً وَمِنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ

قریب آگئی ہے۔ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ظاہری حجاب کے سوا اور کوئی چیز حائل نہیں ہے۔ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اس کا قیام جنت کی فضاؤں میں ہی ہو گا۔ اور اگر اس کے اعمال بُرے ہیں تو جنت کے بجائے دوزخ اس سے قریب ہے۔ اس کے اور دوزخ کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ اگر وہ سنبھلتا نہیں تو کوئی چیز اُسے دوزخ میں گرنے سے بچا نہیں سکتی بلکہ جنت اور دوزخ کی اصلیت تو ہمارے اچھے یا بُرے اعمال ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعمال اور ان کی جزا وسزا میں گہری مناسبت ومماثلت پائی جاتی ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے: اَلَا وَاِنَّ الْخَیْرَ کُلَّہٗ بِحَذَافِیْرِہٖ فِی الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ کُلَّہٗ بِحَذَافِیْرِہٖ فِی النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِنَ اللّٰہِ عَلٰی حَذَرٍ وَاعْلَمُوْا اَنَّکُمْ مَعْرُوْضُوْنَ عَلٰی اَعْمَالِکُمْ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ ——— (الشافعی)

"خبردار! تمام نیکیاں اور بھلائیاں اپنے اطراف وجوانب کے ساتھ جنت میں ہیں۔ خبردار! تمام بُرائیاں اپنے اطراف وجوانب کے ساتھ دوزخ میں ہیں۔ پس تم عمل کرو اور خدا سے ڈرتے رہو! اور جان لو کہ تمہیں اپنے اعمال کے ساتھ پیش ہونا ہے۔ تو جو ذرہ بھر بھی کوئی بھلائی کرے گا، وہ اُسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر بھی کوئی بُرائی کرے گا وہ اُسے دیکھ لے گا۔"

یہ فقرہ "جو ذرہ بھر بھی کوئی بھلائی کرے گا وہ اُسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر بھی کوئی بُرائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔" قرآن کی سورۃ الزلزال سے ماخوذ ہے۔ یہی بات قرآن میں ایک دوسرے مقام پر ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَةٌ "اس دن تم لوگ پیش کئے جاؤ گے، تمہاری کوئی چیز چھپی نہ رہے گی۔" (الحاقہ: ۱۸)

Marfat.com

اَلْفِرْدَوْسَ ـــــــــ ترمذی

"عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے بیچ اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے بیچ ہے۔ فردوس ان میں درجے کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ و برتر ہے اور اس سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔ تو جب تم خدا سے مانگو تو اس سے فردوس مانگو"[۱]

۷۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَا فِيْهَا شِرَاءٌ وَلَا بَيْعٌ اِلَّا الصُّوَرُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا ـــــــــ ترمذی

"حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بازار ہے۔ اس میں خرید و فروخت نہ ہوگی بلکہ اس میں مردوں اور عورتوں کی صورتیں ہونگی جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کرے گا تو اس میں داخل ہو جائے گا۔ (یا اس کی وہی صورت ہو جائے گی)"[۲]

---

[۱] اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مومن کو اعلیٰ درجہ کی جنت کا طالب ہونا چاہیئے۔ جنت الفردوس جنت کے مستحق وہی لوگ ٹھہریں گے جو ایمان و یقین اور اعمال و اخلاق کے لحاظ سے سب سے اونچے ہوں گے اس لئے فردوس کے طالب کو ایمان و اخلاق اور کردار و اعمال ہر لحاظ سے اپنے کو اونچا اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص محض دعا پر اکتفا کرتا ہے اور اس سلسلہ کی دوسری ذمہ داریوں سے غافل ہے تو درحقیقت وہ جنت کا سچا طلب گار نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اہل جنت اپنے اوپر کے بالاخانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو طلوع و غروب کے وقت افق میں ہوتا ہے۔ یہ اس فرق مراتب کے سبب ہوگا جو ان کے درمیان پایا جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

[۲] اس طرح کی اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں آدمی کی ہر خواہش اور آرزو پوری ہوگی

Marfat.com

۸۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: غَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ رَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا وَلَوْ اَنَّ اِمْرَاَۃً مِّنْ نِّسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اطَّلَعَتْ اِلَی الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَیْنَہُمَا وَلَمَلَأَتْ مَا بَیْنَہُمَا رِیْحًا وَلَنَصِیْفُہَا عَلٰی رَأْسِہَا خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا ــــــــــــ بخاری

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح یا شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے [۸] اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے بیچ جو کچھ ہے اسے روشن کر دے اور اسے خوشبو سے بھر دے اور اس کے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے [۹]۔"

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ یَنْعَمُ وَلَا یَبْأَسُ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُہٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُہٗ ــــــ مسلم

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنت میں

ظاہری و باطنی ہر طرح کی نعمت اسے فراواں سے وہاں اُسے نوازا جائے گا۔

[۸] سفر کے لئے بالعموم صبح یا شام کے وقت نکلتے تھے اس لئے صبح و شام کا ذکر فرمایا گیا۔

[۹] یعنی ساری فضا اس کے حسن سے چمک اٹھے گی اور اس کی خوشبو سے معطر ہو جائے گی۔ صرف اس کے سر کی اوڑھنی اتنی بیش قیمت ہوگی کہ ساری دنیا اس کی قیمت ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اس حدیث کے ابتدائی حصہ میں خدا کی راہ میں نکلنے اور اس کے دین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور آخر میں جنت کی حوروں کے حسن و جمال اور ان کے لباس کی قدر و قیمت کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اس میں درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں نکلتے ہیں اور اپنے گھر والوں کی جدائی اختیار کرتے ہیں انہیں جنت میں ایسی بیویوں کی رفاقت حاصل ہوگی جن کا حسن و جمال سارے عالم کو حسن و نور بخش سکتا ہے اور جن کی زلفوں کی خوشبو سے ساری فضا معطر ہو جائے اور جن کے لباس دنیا کی ساری چیزوں سے بہتر اور بیش قیمت ہوں گے۔

Marfat.com

داخل ہوگا وہ خوش اور چین و راحت سے رہے گا۔ نہ تو رنج و تکلیف سے دوچار ہوگا اور نہ اس کے کپڑے بوسیدہ اور پرانے ہوں گے اور نہ اس کا شباب ختم ہوگا۔"

۱۰ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ فِى الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْا فِى وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا ـــــ مسلم

"حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کو اہل جنت جمع ہوں گے اور وہاں شمالی ہوا چلے گی جو ان کے منہ اور کپڑوں پر خوشبو بکھیر دے گی۔ اور ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا جب وہ اہل خانہ کے پاس لوٹ کر اس حال میں جائیں گے کہ ان کا حسن و جمال بڑھا ہوا ہوگا تو وہ ان کے گھر والے ان سے کہیں گے: بخدا! ہم سے جدا ہو کر تو تم نے اپنے حسن و جمال کو بڑھا لیا۔ اس پر وہ کہیں گے۔ اور تم بھی خدا کی قسم ہمارے بعد حسن و جمال میں بڑھ گئے۔[۱۰]

۱۱۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ اَبْنَاءَ ثَلٰثِيْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِيْنَ سَنَةً ـــــ ترمذی

"حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت جنت میں اس طرح داخل ہوں گے کہ ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے وہ امرد ہوں گے آنکھیں سرگیں ہوں گی اور تیس تینتیس سال کی عمر ہوگی۔[۱۱]"

---

[۱۰] یعنی ان کے اہل و عیال اور ان کی بیویوں کا حسن و جمال بھی پہلے کے مقابلہ میں بڑھا ہوا ہوگا۔

[۱۱] وہ ہمیشہ نوجوان اور خوبصورت ہی رہیں گے جسم بالوں سے صاف ہوں گے مسیں بھیگ رہی ہوں گی گر داڑھی

Marfat.com

۱۲۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَیَنَامُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟
قَالَ النَّوْمُ أَخُو الْمَوْتِ وَلَا یَمُوْتُ أَهْلُ الْجَنَّةِ ——— البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اہلِ جنت سوئیں گے بھی؟ فرمایا: نیند موت کی بہن ہے۔ اہلِ جنت مریں گے نہیں"۔[1]

۱۳۔ وَعَنْ أَبِی سَعِیْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: یَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُوْنَ: لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ کُلُّهٗ فِیْ یَدَیْكَ، فَیَقُوْلُ: هَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبِّ وَقَدْ أَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، فَیَقُوْلُ: أَلَا أُعْطِیْکُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَیَقُوْلُوْنَ: یَا رَبِّ وَأَیُّ شَیْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَیَقُوْلُ: أُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَهٗ أَبَدًا ——— بخاری و مسلم

"ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائیگا: اے جنت والو! وہ عرض کریں گے۔ حاضر ہیں ہم اے ہمارے رب! تیری خدمت میں حاضر ہیں اور ساری نعمتیں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ پھر وہ فرمائے گا: کیا تم راضی اور خوش ہو؟ وہ کہیں گے ہم کیوں نہ راضی ہوں گے جب کہ آپ نے ہمیں

نہ کلی ہو گی۔ وہ گورے چٹے ہوں گے جسم گٹھے ہوئے ہوں گے۔ آنکھیں حسین سرگمیں ہوں گی۔ ان کا حسن و شباب کبھی ختم نہ ہو گا۔ ترمذی میں یہ روایت حضرت ابو سعیدؓ سے بھی مروی ہے اور مسند احمد میں ابو ہریرہؓ کی مرویات میں بھی یہ حدیث ملتی ہے۔

[1] یعنی وہ ہمیشہ بیدار رہیں گے۔ یہ بیداری ان کے لئے موجبِ راحت ہوگی۔ وہ ہمیشہ تازہ دم رہینگے نہ انہیں کسی قسم کی تکان آئے گی اور نہ ان پر غنودگی طاری ہوگی۔
دنیا میں بھی شہد کی مکھیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ زندگی بھر بیدار رہتی ہیں۔ کبھی سوتی نہیں۔ البتہ وہ آرام ضرور کرتی ہیں۔ سونے کی ضرورت انہیں پیش نہیں آتی۔

Marfat.com

وہ کچھ عطا فرمایا جو اپنی کسی مخلوق کو نہیں بخشا تھا۔ وہ فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے بھی بہتر ایک چیز نہ دوں؟ وہ عرض کریں گے: اے رب! وہ کیا شے ہے جو اس سے بھی بڑھ کر ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اپنی خوشنودی اور رضامندی عطا کرتا ہوں اس کے بعد اب کبھی بھی میں تم سے ناراض نہ ہوں گا[۱۱]۔"

۱۴۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا ——— بخاری ومسلم

"نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان کے تسمے آگ کے ہوں گے۔ جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جس طرح دیگچی چولھے پر کھولتی ہے اور وہ یہ نہیں سمجھے گا کہ کوئی اس سے بڑھ کر عذاب میں ہے حالانکہ وہ تمام اہل دوزخ سے ہلکے عذاب میں ہوگا[۱۲]۔"

---

[۱۱] خدا کی دائمی رضا اور اس کی خوشنودی سب سے بڑی دولت ہے جو اہل جنت کو حاصل ہوگی۔ قرآن مجید میں بھی اس نعمت کا تذکرہ دیگر نعمتوں کے ساتھ ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبہ: ۷۲) "ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے اللہ نے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ سدا بہار باغوں میں ان کے لئے رہنے کے گھر ہوں گے ——— اور اللہ کی خوشی اور رضامندی تو سب سے بڑی چیز ہے!" [۱۲] جب ہلکے عذاب کی شدت اور تکلیف کا یہ حال ہے تو سخت عذاب کی کیا کیفیت ہوگی۔ خدا ہم سب کو دوزخ کے عذاب سے مامون ومحفوظ رکھے۔

Marfat.com

۱۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُؤْتٰی بِاَنْعَمِ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُصْبَغُ فِی النَّارِ صِبْغَۃً ثُمَّ یُقَالُ: یَا ابْنَ آدَمَ! ھَلْ رَاَیْتَ خَیْرًا قَطُّ ھَلْ مَرَّ بِکَ نَعِیْمٌ قَطُّ؟ فَیَقُوْلُ: لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ! وَیُؤْتٰی بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِی الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیُصْبَغُ صِبْغَۃً فِی الْجَنَّۃِ فَیُقَالُ لَہٗ یَا ابْنَ آدَمَ! ھَلْ رَاَیْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَھَلْ مَرَّ بِکَ شِدَّۃٌ قَطُّ؟ فَیَقُوْلُ: لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ! مَا مَرَّ بِیْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَیْتُ شِدَّۃً قَطُّ ——— مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا کا بڑا ہی خوش عیش اور آسودہ حال تھا اور پھر اُسے (دوزخ کی) آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا[1] پھر اس سے کہا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کوئی اچھی حالت بھی دیکھی ہے؟ کیا کبھی تم پر عیش و راحت کا وقت بھی گزرا ہے؟ وہ کہے گا: کبھی نہیں۔ خدا کی قسم اے رب![2]

اور اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ سختی اور دکھ اٹھانے والا ہوگا اور اُسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا[3] پھر اس سے کہا جائے گا: کیا تم نے کبھی کوئی دکھ دیکھا ہے؟ کیا کبھی تم پر کوئی سخت وقت گزرا ہے؟ وہ کہے گا: خدا کی قسم اے رب! نہ تو مجھ پر کبھی کوئی تکلیف کا وقت گزرا ہے اور نہ مجھے کبھی کسی سختی سے سابقہ پیش آیا ہے[4]۔"

---

[1] یعنی جہنم میں ڈال کر اسے فوراً نکال لیں گے۔

[2] اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جہنم کا عذاب کتنا سخت ہوگا۔ جہنم کا ایک لمحہ بھی آدمی کے سارے عیش و آرام کو بھلا دے گا اُسے یاد بھی نہیں رہے گا کہ کبھی اس کے عیش و راحت کے دن بھی رہے ہیں۔

[3] یعنی جنت کی فضاؤں میں پہنچا کر فوراً اسے واپس لائیں گے۔

[4] جنت میں ایک لمحہ گزارنے کی یہ کیفیت ہے کہ آدمی زندگی بھر کے شدائد و آلام کو بھول جائے گا۔ جو ہمیشہ کے لئے جنت کے وارث قرار پائیں گے اُنکی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔

Marfat.com

۱۶۔ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھْوَنُ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْ طَالِبٍ وَ ھُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَیْنِ یَغْلِیْ مِنْھُمَا دِمَاغُہٗ ــــــ بخاری

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اہلِ دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا۔ وہ آگ کے جوتے پہنے ہوں گے جس کی وجہ سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔[1]"

خدا کا دیدار:

۱۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّۃٍ اٰنِیَتُھُمَا وَمَا فِیْھِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَھَبٍ اٰنِیَتُھُمَا وَمَا فِیْھِمَا وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّھِمْ اِلَّا رِدَآءُ الْکِبْرِیَاءِ عَلٰی وَجْھِہٖ فِیْ جَنَّۃِ عَدْنٍ ــــ بخاری، مسلم، ترمذی

"ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں، ظروف اور جو چیزیں ان میں ہیں سب چاندی کی ہیں۔ اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو چیزیں ان میں ہیں سب سونے کی ہیں۔ جنت کے لوگوں اور ان کے اپنے رب کی طرف دیکھنے میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے کبریائی کی چادر کے جو اس کے رُخ پر ہوگی جنتِ عدن میں۔[2]"

---

[1] ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ جب تک وہ زندہ تھے آپ کے ساتھ رہے لیکن چونکہ وہ ایمان نہیں لائے تھے اس لئے عذابِ جہنم سے انہیں کبھی نجات نہیں مل سکے گی۔ اگر آدمی کے پاس ایمان نہیں ہے تو خواہ خاندان کے لحاظ سے کتنا ہی مرتبہ والا کیوں نہ ہو خدا کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

[2] یعنی اہلِ جنت اور ان کے رب کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اگر کوئی پردہ ہوگا تو وہ صرف خدا کی عظمت اور اس کے جلال کا پردہ ہوگا۔ اس کی عظمت اور اس کے جلال کے سبب اس کی طرف دیکھنا معمولی بات نہ ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ: کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا، ثُمَّ قَرَأَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا ——— بخاری، مسلم

"جریر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے چاند کی طرف دیکھا، چودھویں رات تھی۔ پھر فرمایا: یقیناً تم اپنے رب کو صاف طور سے دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی زحمت نہ ہوگی[1] تو اگر تم سے ہو سکے تو سورج کے

اہل جنت کو اپنے دیدار سے محروم نہ رکھے گا۔ انہیں ایسی بینائی عطا فرمائے گا کہ وہ اپنے معبود کے دیدار کی تاب لا سکیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی ایک دعا میں یہ الفاظ آئے ہیں: وَاَسْئَلُکَ قُرَّۃَ عَیْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَاَسْئَلُکَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَاَسْئَلُکَ بَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَسْئَلُکَ لَذَّۃَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِکَ مِنْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّۃٍ وَّلَا فِتْنَۃٍ مُّضِلَّۃٍ۔ "اے اللہ تجھ سے آنکھ کی ایسی ٹھنڈک کا طالب ہوں جسے کبھی زوال نہ ہو، تجھ سے تیرے فیصلوں پر تسلیم و رضا کی توفیق مانگتا ہوں۔ تجھ سے موت کے بعد کی آسائش زندگی کا سوال ہے۔ تجھ سے تیرے رخ زیبا کی لذت دیدار چاہتا ہوں۔ تیری ملاقات کے اشتیاق کا طالب ہوں جو کسی پریشان کن سختی اور گمراہ کن فتنہ کے بغیر حاصل ہو جائے۔" دعا کے ان کلمات سے ظاہر ہے کہ لقائے الٰہی اور دیدار جلوۂ ربانی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت کے حاصل ہونے کا اشتیاق بجائے خود ایک بڑی نعمت اور جانِ حیات ہے۔

[1] یعنی جس طرح چاند کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت اور زحمت پیش نہیں آتی۔ تم سب اس کو ایک ساتھ بغیر کسی کشمکش اور مزاحمت کے پورے سکون و اطمینان سے دیکھتے ہو، اسی طرح بغیر کسی پریشانی اور زحمت کے قیامت کے روز تم جمالِ حق کے نظارہ سے شادکام ہوگے۔ دنیا کی زندگی میں تو خدا کا دیدار ممکن نہیں ہے لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

طلوع اور اس کے غروب سے پہلے کی نماز کے مقابلہ میں کوئی چیز تمہیں مغلوب نہ کرے تو ضرور ایسا کرو۔ پھر آپؐ نے پڑھا: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا "اور تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے[۳]"

۴- وَعَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ إِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ، ثُمَّ تَلَا: لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ " ــــــ مسلم

"حضرت صہیب رومیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: کہ جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں مزید ایک چیز عطا کروں؟ وہ (اہلِ جنت) عرض کریں گے: کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے؟ کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل نہیں فرمایا؟ اب کیا چیز باقی ہے جس کی ہمیں خواہش ہو! آپؐ فرماتے ہیں کہ پھر

اہلِ جنت کو جہاں اور بہت سی خصوصیات بخشے گا وہیں وہ انہیں اس کی قوت اور برداشت بھی عطا کرے گا کہ وہ اپنے رب کے دیدار سے شادکام ہو سکیں۔

ایک روایت میں ہے: اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا "تم اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھوگے"

[۳] مطلب یہ ہے کہ اگر تم دیدارِ حق کے مستحق بننا چاہتے ہو تو صبح و شام کی نماز کا خاص طور سے اہتمام کرو اور اس کی قدر پہچانو۔ یہ نماز درحقیقت خدا کی تسبیح و تحمید ہے۔ تمہیں اس سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ دیدارِ حق کے مستحق وہی لوگ ٹھہریں گے جو صبح و شام اپنے رب کے حضور کھڑے ہوتے اور اس کی حمد و ستائش کرتے ہیں۔ جو آج اس کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتے

Marfat.com

حجاب اُٹھ جائے گا اور وہ روئے خداوندی کو بے پردہ دیکھ رہے ہوں گے۔ تو کوئی بھی چیز اپنے رب کو دیکھنے سے زیادہ محبوب انہیں نہ ملی ہوگی [۱] پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ "جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اچھا انجام ہے اور اس کے سوا اور بھی [۲]"

۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيْمِهِمْ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوا رُءُوْسَهُمْ فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيْمٍ، قَالَ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ إِلَىٰ شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهُ ــــ ابن ماجہ

وہ کل بھی اس کے قرب اور دیدار سے محروم ہوں گے۔ آخرت ہماری دنیوی زندگی کا فطری نتیجہ ہے۔

[۱] روئے حق اور جمالِ الٰہی کے دیدار کی لذت جنت کی ساری ہی لذتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت اور جمالِ الٰہی کا مشاہدہ ممکن نہیں۔ یہاں چند خاص قوانین ہیں جن کے تحت انسان کے حواس کام کرتے ہیں۔ جو چیزیں ان قوانین کے دائرے سے باہر ہوتی ہیں۔ انسان کو ان کا ادراک نہیں ہو پاتا۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے جب دیدار کی خواہش ظاہر کی تو اللہ نے فرمایا تم مجھے نہیں دیکھ سکتے لیکن آخرت میں کارفرما قوانین دنیا کے قوانین سے مختلف ہوں گے وہاں انسان کے حواس کا پیمانہ بھی اس سے مختلف ہوگا۔

[۲] اس آیت میں اللہ کے ایسے ہی فضل و کرم کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اہلِ جنت میں خدا کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہوگا جو صبح و شام دیدارِ الٰہی کا شرف حاصل ہوگا اگر شمہ علی اللہ من ینظر الی وجہہ غدوۃ وعشیۃ۔ اس کے بعد آپ نے تلاوت فرمایا: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ "کتنے چہرے اس دن کھلے ہوئے ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"

(احمد، ترمذی، عن ابن عمرؓ)

Marfat.com

"حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہلِ جنت اپنی خوشیوں اور راحتوں میں ہوں گے، اچانک انہیں ایک روشنی نظر آئے گی۔ وہ اپنے سر کو اُٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کا رب ان کے اوپر جلوہ گر ہے۔ خدا فرمائے گا: تم پر سلام ہو اے اہلِ جنت! حضورؐ نے فرمایا: کہ یہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب ہوتا ہے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (سلام قولِ ربِ رحیم کا[1]) آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ اُن کی طرف دیکھے گا اور وہ (اہلِ جنت) خدا کی طرف دیکھیں گے اور وہ جنت کی نعمتوں میں سے کسی شے کی طرف بھی متوجہ نہ ہوں گے (یعنی وہ دیدارِ الٰہی میں محو ہو کر رہ جائیں گے[2]) وہ خدا کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا[3]۔"

انسان کے افکار و اعمال پر عقیدۂ آخرت کا اثر:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ ـــــ بخاری

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پردیسی ہو یا راہ چلتے مسافر[1]۔"

---

[1] دیکھئے قرآن سورۂ یٰس آیت ۵۸

[2] دیدارِ حق کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز قابلِ التفات نہ ہوگی۔

[3] یعنی دیدارِ حق کے اثرات ظاہر و باطن پر باقی رہ جائیں گے۔

[1] دنیا میں انسان کی اصل حیثیت مسافر کی ہے۔ اُسے یہاں اس طرح زندگی نہیں گزارنی چاہئے جیسے اُسے یہاں ہمیشہ رہنا ہے بلکہ اُسے دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہنا چاہیے۔ مسافر پردیس میں دل نہیں لگاتا۔ اس کا

Marfat.com

۲- وَعَنْ اَبِي اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيِّؓ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِي وَاَوْجِزْ فَقَالَ: اِذَا قُمْتَ فِي صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاجْمَعِ الْاِيَاسَ مِمَّا فِي اَيْدِي النَّاسِ ـــــ احمد

"ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا مجھے مختصر انداز میں نصیحت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم نماز میں کھڑے ہو تو اس شخص کی سی نماز ادا کرو جو رخصت کیا جا رہا ہو۔ اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالو جس کے بارے میں کل تمہیں عذر خواہی کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے بالکل مایوس ہو جاؤ[1]۔"

دل تو اپنے وطن میں لگا رہتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح آدمی کو دار آخرت کی طرف دل لگانا چاہیئے جو اس کا حقیقی وطن اور ٹھکانا ہے۔ دُنیا کو بالکل پردیس سمجھنا چاہیئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر ہو سکے تو وہ اُس راہ رو کی طرح زندگی بسر کرے جو راستہ چل رہا ہوتا ہے کہیں ٹھہرا ہوا نہیں ہوتا بلکہ ہر لحہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ اگر آدمی اس کیفیت کے ساتھ دنیا میں اپنی زندگی گزارے تو پھر دُنیا اُسے اُس کے اصل مقصد سے کبھی غافل نہیں کر سکتی۔ اور نہ کوئی طمع اور حرص اُسے راہ راست سے ہٹا سکتی ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ تم اپنے کو ہر وقت سفر آخرت کے لئے تیار رکھو کسی وقت بھی غفلت نہ ہونے پائے۔ نماز ادا کرو تو اس طرح گویا یہ آخری نماز ہے۔ اس کے بعد پھر نماز پڑھنے کا موقع میسر نہ آسکے گا۔ اور کوئی بات کہو تو پوری ذمہ داری کے ساتھ کہو۔ یہ احساس ہمیشہ زندہ رہنا چاہیئے کہ تمہیں اپنی ہر بات کا خدا کے یہاں حساب دینا ہے۔ دنیا میں لوگوں کو جو کچھ مال و دولت کی فراوانی اور عیش و راحت حاصل ہے، اس سے اپنے کو بے نیاز کر لو۔ اس کے لئے دل میں کسی طرح کی طمع اور حرص نہ ہونی چاہیے۔ تمہیں امید صرف ایک خدا کی ذات سے رکھنی چاہیے۔ یہی توحید کا تقاضا ہے اور یہی آخرت پر ایمان لانے کا منشا بھی ہے اس کے بغیر سکون و اطمینان کی وہ زندگی بھی نہیں حاصل ہو سکتی جس کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔

Marfat.com

۳- وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ عَلَى مَعَاصِيهِ مَا يُحِبُّ فَإِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ـــــــ احمد

"عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزّوجل بندے کی نافرمانی کے باوجود اس کی پسند اور خواہش کے مطابق دنیا کی چیزیں دے رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ (خدا کی طرف سے) ڈھیل ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ

(الانعام: ۴۴) پھر جب ایسا ہوا کہ جس سے انہیں یاد دہانی کرائی گئی تھی انھوں نے اُسے بھلا دیا تو ہم نے ان پر ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دئیے یہاں تک کہ جب وہ اس پر اترانے لگے تو اچانک ہم نے پکڑ لیا۔ اب تو وہ بالکل مایوس تھے"[۳]

۴- وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ، وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ ـــــــ احمد، البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۳] یہ حدیث بتاتی ہے کہ کسی شخص یا قوم کی مادی اعتبار سے خوشحالی اور اس کا صاحب اقتدار ہونا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں ہے کہ اس سے خدا راضی اور خوش ہے۔ یہ خدا کی جانب سے ڈھیل بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد خدا کا عذاب مجرموں کو اچانک آ دبوچتا ہے کہ انہیں کوئی جائے فرار نظر نہیں آتی اور وہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

دُنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا (آخرت میں) کوئی مال نہیں اور اسے وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں ہے۔"

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی ——— احمد، البیہقی فی شعب الایمان

"ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی دُنیا کو عزیز رکھا، اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت کو عزیز رکھا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا۔ تو تم باقی رہنے والی چیز کو اس چیز پر ترجیح دو جو فنا ہونے والی ہے ۵۔"

۶۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ ——— ترمذی، ابن ماجہ

"شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ک یعنی آخرت میں اس شخص کے لئے کوئی ٹھکانا اور سامانِ راحت نہیں جس نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھا اور دنیا کی زندگی میں آخرت کی طرف سے بالکل غافل رہا۔ اس سے بڑھ کر نادانی کی کونسی بات ہو سکتی ہے کہ کوئی مال و دولت کے پیچھے دیوانہ بنا رہے اور اپنی آخرت کے لئے کچھ بھی سامان نہ کرے۔

۵ یعنی دانشمندی کی بات یہی ہے کہ آدمی آخرت کی زندگی کو عزیز رکھے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ دنیا کے پیچھے اپنی آخرت کو تباہ نہ کرے۔ دنیا کی زندگی میں اکثر ایسے مواقع آتے ہیں کہ جہاں آدمی کو آخرت کے لئے دنیا کا نقصان گوارا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے مواقع پر آدمی کو دنیا اور آخرت دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا پڑتا ہے۔ کامیاب شخص وہی ہے جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے مفاد کو ترجیح نہ دے۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ آدمی کے دل سے دنیا کی محبت نکل گئی ہو اور آخرت کا شوق اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہو۔

Marfat.com

دانا شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور نادان شخص وہ ہے جو اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی اختیار کرے اور اللہ سے غلط آرزوئیں وابستہ رکھے۔[1]"

۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ"، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِهٖ؟ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ ــــــ البیہقی فی شعب الایمان

"عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔

"اللہ جسے ہدایت دینی چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔"

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جب نور سینہ کے اندر داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسی چیز ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟ فرمایا: ہاں دھوکے گھر سے دل کا اُٹھ جانا اور ہمیشہ رہنے والے گھر کا مشتاق ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جانا۔[2]"

---

[1] یعنی یہ حد درجہ نادانی کی بات ہے کہ آدمی حق کو چھوڑ کر پیروی تو باطل خواہشات کی کرے اور امید اس کی رکھے کہ خدا اُسے آخرت میں درجۂ بلند عطا فرمائے گا اور اُسے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ حالانکہ آخرت کی کامیابی انہی لوگوں کے لئے ہے جو ہر حالت میں حق کے متبع ہوتے ہیں، خواہشاتِ نفس کے غلام نہیں ہوتے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ جب بندے کے دل کی تاریکی دور ہو جاتی ہے اور اسے نورِ ہدایت حاصل ہو جاتا ہے تو فطری طور پر آخرت سے لگاؤ اور شوق اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔ دنیا جسے ثبات نہیں اس کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

Marfat.com

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّلَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا ـــــــ بخاری

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو رو دو زیادہ اور ہنسو کم ^۸"

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ ـــــــ ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصے میں چل دیتا ہے اور جو رات کے شروع ہی میں چل پڑتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جان لو! اللہ کا سودا گراں ہے۔ جان لو اللہ کا سودا جنت ہے ^۹"

اور وہ اس زندگی کی تعمیر میں لگ جاتا ہے جو موت کے بعد حاصل ہونے والی ہے۔

۸ یعنی حقیقت اگر اس طرح تم پر منکشف ہو جائے جس طرح مجھ پر منکشف ہے اور تمہیں خدا کے قہر و جلال اور آخرت کے ہولناک اور روح فرسا مناظر کا علم ہو جائے تو تمہارا آرام و سکون سب رخصت ہو جائے۔

۹ عرب میں عام طور سے قافلے رات کے آخری حصے میں چلتے تھے۔ اس کی وجہ سے رہزنوں اور ڈاکوؤں کے حملے بھی اوقاتِ سحر میں ہوتے تھے جس مسافر یا قافلے کو رہزنوں کا خوف ہوتا وہ رات کے آخری حصے میں چلنے کے بجائے رات کے شروع ہی میں چل دیتا تھا اور اس تدبیر سے بعافیت اپنی منزل پر پہنچ جاتا تھا۔ اس مثال کے ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ جس طرح منزل کی فکر رکھنے والے اور رہزنوں سے ڈرنے والے مسافر اپنے آرام اور اپنی نیند کو قربان کر کے رات کے ابتدا ہی میں چل دیتے ہیں۔ اسی طرح آخرت کے مسافر کو بھی چاہیے کہ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے فکر مند ہو اور غفلت کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ اپنے عیش و آرام اور خواہشات کو اس کے لیے

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَجُلٌ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ اَكْيَسُ النَّاسِ وَاَحْزَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ وَاَكْثَرُهُمْ اِسْتِعْدَادًا أُولٰئِكَ الْاَكْيَاسُ ذَهَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْاٰخِرَةِ ـــــ طبرانی فی المعجم الصغیر

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے نبی! لوگوں میں سب سے بڑھ کر دانشمند اور دور اندیش کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو ان میں موت کو زیادہ یاد کرتا اور ان میں سب سے زیادہ اس کی تیاری کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگ دانشمند ہیں۔ انہوں نے دنیا کی عزت و شرافت بھی حاصل کی اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی[1]۔"

۱۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ "وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ" اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ؟ قَالَ لَا يَا ابْنَةَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهُمْ

قربان کرے۔ بندے کو اپنے خدا سے جو چیز حاصل کرنی ہے۔ وہ نہایت گرانقدر ہے۔ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ خدا نے اپنے وفادار بندوں کے لئے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ اس جنت کی اصل قیمت یہی ہے کہ بندہ اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ خدا کے لئے وقف کر دے اور ہر طرف سے کٹ کر صرف ایک خدا کا ہو جائے۔ یہی بات قرآن میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱) "بے شک اللہ نے مومنوں کی جان اور ان کے مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا۔"

[1] دنیا میں عزت کا مقام بھی ایسے ہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو دنیا پرست نہیں، بلکہ آخرت کے طالب ہوتے ہیں اور آخرت کا اعزاز واکرام تو صرف انہی کے لئے مخصوص ہے۔ دنیا پرستوں کے لئے آخرت کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ——— ترمذی، ابن ماجہ

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ "اور جو دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اس حال میں کہ دل ان کے کانپ رہے ہوتے ہیں" کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! نہیں، بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقہ کرتے ہیں اور اس کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ نیکیاں نامقبول نہ ہو جائیں[1]۔ یہی لوگ ہیں جو بھلائیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں[2]۔"

---

[1] قرآن کا وہ ٹکڑا جو اس حدیث میں نقل ہوا ہے سورۃ المومنون کا ہے۔ سورۃ المومنون میں ایک جگہ ان لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں جنہیں بھلائیوں سے انتہائی لگاؤ ہوتا ہے جو اللہ کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا ایک وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اور حال ان کا یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل ڈر سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔ اس آیت میں دینے سے مراد صرف مادی چیزوں کا دینا ہی نہیں ہے بلکہ عربی زبان میں دینے (ایتاء) کا لفظ غیر مادی اور باطن سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے دینے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس طرح اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اور جو نماز اور عبادت بھی کرتے ہیں، اس حال میں کرتے ہیں کہ دل ان کے لرزاں رہتے ہیں کہ معلوم نہیں خدا کے یہاں یہ نیکیاں شرفِ قبولیت حاصل کر سکتی ہیں یا نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس آیت کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کیا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن ان کے دل خدا سے بالکل بے خوف نہیں ہوتے۔ حضورؐ نے فرمایا: نہیں، اس آیت میں تذکرہ ان مومنوں کا ہے جو اچھے اعمال کرتے ہیں۔ پھر خدا سے ڈرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دراصل ایسے ہی لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ بھلائیوں کے لئے تیزگامی دکھاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کیفیت دین میں مطلوب ہے کہ آدمی کسی حال میں بھی بے خوف اور مطمئن ہو کر نہ بیٹھ رہے۔ اُسے خدا سے اچھی امید بھی ہو، مگر وہ خدا کی بے نیازی سے ہر وقت لرزاں و ترساں

Marfat.com

۱۲۔ وَعَنْ مُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ ــــــــ مسلم

"مستورد بن شدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ فرماتے تھے: خدا کی قسم دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں بس ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی سمندر میں ڈال کر نکالے اور پھر دیکھے کہ کتنا پانی اس میں لگ کر آیا ہے [۳]"

بھی رہے۔ ایسے ہی لوگ دین کی راہ میں آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ نہ وہ کسی جمود کا شکار ہوتے ہیں نہ انہیں تعطل کی بیماری لگتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کام کرنے کے بعد بھی وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ابھی کچھ نہیں کرسکے ہیں۔ ابھی تو بہت سے کام ہیں جو کرنے کو پڑے ہیں۔ نیوٹن نے اس وقت جب کہ سائنس کی دنیا میں اس کی دریافتوں کی شہرت تھی کہا تھا: "ہم جو کچھ معلوم کرسکے ہیں وہ اس کے مقابلہ میں بہت کم ہیں جن سے ہم ابھی ناواقف ہیں۔ ہماری حالت اس شخص کی ہے جس کے ہاتھ میں سمندر کی چند گھونگھیاں آگئی ہوں جبکہ سمندر میں ابھی بے شمار بیش قیمت موتی موجود ہیں"۔ نیوٹن کو اس کا احساس ہوگیا تھا کہ فطرت کے جو قوانین اس نے دریافت کئے ہیں وہ ان قوانین کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں جو ابھی انسان کے لئے سربستہ راز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح جب مومن کو اس کا احساس ہوجاتا ہے کہ اُس کے ذمہ کتنے کام ہیں جو وہ کرسکتا تھا مگر وہ یوں ہی پڑے ہیں اور جو کام اُس نے کئے ہیں معلوم نہیں ان میں کتنی خامیاں موجود ہیں تو اس حالت میں اس کے دل کا وہی حال ہوتا ہے جو قرآن میں بیان ہوا ہے۔

[۲] یہ قرآن کا حصہ ہے۔ بندوں کا پسندیدہ وصف بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہی لوگ بھلائیوں کی طرف تیزی سے دوڑتے ہیں۔

[۳] مطلب یہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں اتنی بے حقیقت ہے جتنا سمندر کے مقابلہ میں انگلی میں لگا ہوا پانی۔ آپ نے یہ مثال محض سمجھانے کے لئے بیان فرمائی ہے ورنہ دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں یہ نسبت بھی حاصل نہیں۔

Marfat.com

۱۳۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَاسَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً۔ احمد، ترمذی

"سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر شخص کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا؎۔"

۱۴۔ وَعَنْ عُمَرَؓ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى أُمَّتِكَ فَإِنَّ الْفَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ: أَوَفِيْ هٰذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ ——— بخاری، مسلم

"حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ ایک کھری سی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس کے اور آپؐ کے جسم مبارک کے درمیان کوئی بستر نہ تھا۔ چٹائی نے پہلو پر نشانات ڈال دیئے تھے۔ آپؐ چمڑے کے ایک تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے

آخرت لامحدود ہے اور دنیا محدود اور متناہی ہے۔ جو چیز محدود ہو، اس کی غیر متناہی شے سے کوئی نسبت نہیں ہوتی اس لئے آخرت کو چھوڑ کر دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لینا انتہا درجہ کی ناعاقبت اندیشی اور نادانی ہے۔

؎ آخرت کے مقابلے میں دُنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اس لئے یہاں منکرین اور کفار کو بھی فائدہ اٹھانے کا مل رہا ہے۔ آخرت میں کافر یا کسی دشمن حق کو پانی کا ایک قطرہ بھی پیاس بجھانے کو نہ مل سکے گا۔

Marfat.com

عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ وہ آپؐ کی اُمت پر وسعت فرمائے۔
یہ فارس اور روم بھی تو ہیں، انہیں کتنی فراخی حاصل ہے، حالانکہ یہ اللہ کی عبادت
نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا ابھی تک تم اسی خیال میں ہو۔
یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نعمتیں دنیا ہی کی زندگی میں دیدی گئیں (آخرت میں ان کا کوئی
حصہ نہیں ہے) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ (آپؐ نے فرمایا) کیا تم اس پر
راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ۔ؐ[1]"

۱۵۔ وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ ——— مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے[2]"

۱۶۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دی — دنیا میں جس چیز کو آپ نے ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا وہ خدا کی خوشنودی اور آخرت کی طلب تھی۔ دنیا کمانے کی فکر کبھی آپ نے نہیں کی اور نہ آپ نے عیش و تنعّم کی زندگی کو پسند فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ محمدؐ کے اہل بیت نے کبھی دو روز مسلسل جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ (بخاری و مسلم)

[2] یعنی آخرت میں مومن کو جو زندگی حاصل ہوگی، اس کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی ایک قید خانہ کی زندگی ہے۔ جو شخص قید خانہ میں ہوتا ہے اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اُسے اس قید سے نجات ملے اور وہ اپنے گھر پہنچ جائے۔ ٹھیک اسی طرح جن لوگوں نے دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے وہ اس سے دل نہیں لگاتے وہ تو اس جنت کی آرزو لئے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں جس کا ان سے ان کے رب نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے برخلاف ایک کافر جس کا آخرت میں کوئی

Marfat.com

كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ — بخا

"عمرو بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم میں تم پر فقر و افلاس آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں ڈر ہے کہ دنیا تم پر وسیع کر دی جائے۔ جیسے کہ وہ ان لوگوں پر وسیع کی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے پھر تم اسے ایک دوسرے سے بڑھ کر چاہنے لگو جیسا کہ انہوں نے اسے چاہا تھا اور وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے جیسے کہ انہیں ہلاک کیا[۱۰]"

۱۷۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ — ترمذی

"کعب بن عیاضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے: ہر اُمت کے لئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے[۱۱]"

حصہ نہیں ہے اس کے لئے دنیا ہی سب کچھ ہے۔ یہی اس کی جنت ہے۔ یہاں وہ جتنا چاہے چین کر لے۔ آخرت میں تو اُسے ایک سخت عذاب میں مبتلا ہونا ہے جس کا آج تصور بھی کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔

۱۰ یعنی میں تمہارے بارے میں فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا، بلکہ مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ کہیں تمہیں دنیا کی فراوانی حاصل ہو اور تم اپنی ذمہ داری اور آخرت سے غافل ہو جاؤ اور انجام کار ہلاکت سے دوچار ہو۔ تم سے پہلے پچھلی قوموں کا یہی حال ہوا کہ انہیں دنیا کی خوشحالی حاصل ہوئی تو انہوں نے اپنے اصل مقصدِ زندگی کو بھلا دیا۔ وہ دنیا کی پرستش میں لگ گئیں۔ ان میں طرح طرح کی اخلاقی بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ جب ان کی سرکشی حد سے آگے بڑھ گئی تو خدا نے انہیں ہلاک کر دیا۔

۱۱ اس حدیث میں مال کو فتنہ کہا گیا ہے۔ قرآن میں بھی مال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا گیا ہے (الانفال: ۲۸، التغابن: ۱۵) اس لئے کہ مال و اولاد کی محبت میں پڑ کر اکثر لوگ حق و صداقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مال تو انسان کی خدمت کیلئے ہے لیکن جب اس کی حرص آدمی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو اُلٹے وہ دولت ہی کا پرستار ہو جاتا ہے اور یہ حرص کسی حد پر جا کر ختم نہیں ہوتی۔ مال و دولت کے پیچھے پڑ کر آدمی اپنے دین و ایمان کے تقاضوں کو بھول جاتا ہے اسی لئے

Marfat.com

۱۸۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ ——— ترمذی، دارمی

"کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے گئے ہوں، ان بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی مال و جاہ کی حرص اس کے دین کو تباہ کرتی ہے [۱]"

۱۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ؟ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهٖ. قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ

آپ نے مال کو فتنہ یا آزمائش قرار دیا ہے۔ اس آزمائش میں کم ہی لوگ پورے اترتے ہیں۔ ایسے لوگ کم ہوتے ہیں جو دولت پاکر خدا سے غافل نہ ہوں اور دین کے تقاضوں کو فراموش نہ کریں، مال کی زکوٰۃ دیں اور غریبوں اور محتاجوں کے کام آئیں اور اجتماعی فلاح و بہبود کے کاموں میں اپنے مال سے تعاون کریں۔

موجودہ دور میں تو کتنی ہی تحریکوں کی بنیاد ہی معاش کے مسئلہ پر ہے۔ ان تحریکوں نے معاشی مسائل کو زندگی کا اصل اور بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے جس کے نتیجہ میں مسائل حل ہونے کے بجائے اور زیادہ پریشان کن شکل اختیار کرتے جاتے ہیں۔

[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح مثال سے یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ آدمی کے اندر جب مال و دولت اور جھوٹی عزت و شہرت کی حرص پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا دین تباہ و برباد ہو جاتا ہے اس لئے دین تو درحقیقت اسی چیز کا نام ہے کہ آدمی کو دنیا کی بے ثباتی کا پورا احساس اور خدا کی عظمت و کبریائی کا پورا شعور ہو۔ جب آدمی کے دل میں دنیا کی عظمت اور اپنی جاہ و عزت کی خواہش ابھر آئی تو پھر اس کا دین کہاں محفوظ رہا۔ ایسے شخص سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ دین کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور اپنی زندگی میں مرضیٔ الٰہی کا خیال رکھے گا۔

Marfat.com

قَالَ فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ ــــــ بخاری

"عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو[۲۰] لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے تو ہر ایک کو اپنے وارث کے مال سے زیادہ اپنا ہی مال محبوب ہے[۲۱] آپؐ نے فرمایا: اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا اور وہ اس کے وارث کا مال ہے جو اس نے پیچھے چھوڑا[۲۲]"

۲۰۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ قَالَ: إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ؟ وَقَالَ بَنُو آدَمَ: مَا خَلَّفَ؟ ــــــ البیہقی فی شعب الایمان

"ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب مرنے والا مرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: اس شخص نے آگے کیا بھیجا ہے؟ جب کہ عام لوگ (ایسے موقع پر) کہتے ہیں: اس نے کیا چھوڑا؟[۲۳]"

---

[۲۰] یعنی جسے اپنے ہاتھ میں مال آنے سے زیادہ محبوب یہ بات ہو کہ مال اس کے ورثاء کے ہاتھ میں آئے۔

[۲۱] یعنی ہم میں سے تو ایسا کوئی نہیں ہے جو اپنے مال سے زیادہ ورثاء کے مال کو عزیز رکھے۔ جو یہ چاہے کہ مال اس کے ہاتھ میں نہ آئے بلکہ اس کے ورثاء کے ہاتھ میں آئے۔

[۲۲] مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں آدمی کا اپنا مال تو بس اتنا ہی ہے جس کو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھیجا جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑا وہ اس کا نہیں ہے۔ حقیقت کے لحاظ سے سرمایہ دار شخص وہ نہیں ہے جو دنیا میں مال و دولت کا مالک ہے بلکہ سرمایہ دار صرف وہ ہے جس نے زیادہ سے زیادہ مال خدا کے راستے میں خرچ کر کے آنے والی زندگی کے لئے جمع کیا ہو۔

[۲۳] مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد جو چیز دیکھنے کی ہوتی ہے وہ یہ نہیں کہ آدمی نے اپنے پیچھے کیا مال چھوڑا ہے جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں بلکہ دیکھنے کی چیز صرف یہ ہوتی ہے کہ اس نے کیا نیک اعمال کئے اور کیا سرمایہ آنے والی زندگی کے لئے بھیجا ہے۔

Marfat.com

۲۱۔ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ —— شرح السنہ

"جُبیر بن نُفیرؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی ہے کہ میں مال جمع کروں اور تاجر بنوں[۲۴]۔ بلکہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے: سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[۲۵] اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور سجدہ گزاروں میں شامل ہو اور اپنے رب کی عبادت کیے جاؤ یہاں تک کہ یقینی چیز (موت) تمہارے سامنے آجائے[۲۶]۔"

۲۲۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْآخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَلَا يَأْتِيْهِ مِنْهَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ —— ترمذی، دارمی، احمد

۲۴؎ مطلب یہ ہے کہ میرا منصب و مقام اور میرا اصل مشن یہ نہیں ہے کہ میں دنیا میں مال و دولت جمع کروں۔ اور ایک کامیاب تاجر بننے کی کوشش کروں بلکہ خدا نے مجھے جس چیز کی وحی کی ہے وہ کچھ دوسری ہی چیز ہے۔

۲۵؎ سورۃ الحجر کی آخری دو آیتیں ہیں۔

۲۶؎ یعنی میری زندگی کا اصل مقصد تو خدا کی حمد و ثنا اور اس کی طاعت و عبادت ہے اور حمد و ثنا اور خدا کی بڑائی کا اظہار اور اس کی بندگی اور سجدہ مجھے زندگی کے آخری لمحے تک کرنے رہنا ہے۔ یہی میرا اصل سرمایہ ہے نہ کہ وہ جسے اہل دنیا اپنا سرمایہ سمجھتے ہیں۔

حضورؐ کا یہ محض زبانی دعویٰ نہ تھا بلکہ آپ نے اسی کے مطابق اپنی پوری زندگی بسر کی۔ یہ آپ کے ایک سچے نبی ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ جس شخص کی زندگی آپ کی زندگی سے جتنی زیادہ مشابہ ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ اپنی زندگی میں کامیاب سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی نیت طلبِ آخرت کی ہو خدا اس کے دل کو غنا عطا فرماتا ہے اور اس کے امورِ متفرق کو جمع کر دیتا ہے۔ دنیا اس کے پاس آتی ہے اور وہ اس کی نظر میں ذلیل و خوار ہوتی ہے اور جس کی نیت دنیا حاصل کرنے کی ہو خدا افلاس کو اس کی نگاہوں کے سامنے کر دیتا ہے [۱] اور اس کے کاموں میں انتشار اور پراگندگی پیدا کر دیتا ہے۔ اور دنیا اُسے بس اُسی قدر ملتی ہے جتنی اس کے لئے مقدر ہوتی ہے۔"

۲۳- وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِیَائِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوۃِ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ رَبِّہٖ وَاَطَاعَہٗ فِی السِّرِّ وَکَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَایُشَارُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ وَکَانَ رِزْقُہٗ کَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ نَقَدَ بِیَدِہٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہٗ قَلَّتْ بَوَاکِیْہِ قَلَّ تُرَاثُہٗ

——— احمد، ترمذی، ابن ماجہ

"ابواُمامہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابلِ رشک میرے نزدیک وہ مومن ہے جو سبک سار ہو۔ نماز میں اس کا حصہ ہو۔ اپنے رب کی عبادت حسن و خوبی کے ساتھ کرتا ہو۔ اور اس کی اطاعت اخفا کے ساتھ کرتا ہو اور لوگوں میں گمنامی کی حالت میں ہو۔ اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کئے جاتے ہوں۔ اس کی روزی بقدرِ کفاف ہو

---

[۱] یعنی اُسے ہر وقت فقر و افلاس کا خوف دامنگیر رہتا ہے۔ دلجمعی اور اطمینانِ خاطر کی نعمت سے وہ محروم رہتا ہے۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود دنیا اُسے اُس سے زیادہ نہیں ملتی جو اس کے لئے خدا کے یہاں سے مقدر ہو چکی ہوتی ہے۔ اطمینان اور سکونِ قلب کو کھو کر بھی وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں پاتا جو اُسے بہ صورت ملنا ہی تھا۔ اس حدیث کو امام احمد اور دارمی نے اَبان سے اور زید بن ثابت انصاریؓ سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

اور وہ اس پر صابر و قانع ہو۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی چٹکی بجائی اور فرمایا: جلد آگئی اس کی موت اس پر رونے والیاں بھی کم ہیں اور اس کا ترکہ بھی تھوڑا ہے[۲۸]۔"

۲۴- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ اَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُهْدًا فِی الدُّنْیَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلَقَّی الْحِکْمَةَ ——— البیہقی فی شعب الایمان

"ابوہریرہؓ اور ابوخلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم سخنی کی دولت عطا ہوئی ہے تو اس کی قربت اختیار کرو، کیونکہ اس کی طرف حکمت کا القاء ہوتا ہے[۲۹]۔"

---

[۲۸] آپؐ کے ارشاد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زندگی میں قابلِ لحاظ چیز یہ نہیں ہے کہ آدمی کے پاس مال و دولت کی فراوانی او رکثرت ہو اور جس طرف سے وہ گزرے لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھتی ہوں۔ لوگ اس کی طرف اشارے کر کے کہتے ہوں کہ یہ فلاں بن فلاں ہیں بلکہ جو چیز زندگی میں قدر و قیمت کی حامل ہے وہ آدمی کا اپنے رب سے رشتہ اور تعلق ہے۔ یہ اگر درست ہے تو پھر اس کی زندگی قابلِ رشک ہے۔ ایسا آدمی اگر سبک بار ہے تو وہ اپنے دین کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت نکال سکے گا۔ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی بندگی اور عبادت میں اپنے کو لگا سکے گا۔ موت اسے دنیا سے رخصت کرنے کے لئے آئے گی تو وہ گراں بار ہو کر نہیں بلکہ ہلکا پھلکا ہو کر خدا کے حضور میں حاضر ہو سکے گا۔ نہ اس کے پیچھے جائداد اور ترکہ کا کوئی جھگڑا ہو گا اور نہ اس کے یہاں رونے والی زیادہ عورتوں کا مسئلہ ہو گا۔

[۲۹] ایسا شخص حقیقت شناس ہوتا ہے۔ اس کی زبان پر ایسی باتیں آتی ہیں جو علم و حکمت کا جوہر ہوتی ہیں ایسے شخص کی صحبت اور ہم نشینی کیمیا کا اثر رکھتی ہے اس کے برخلاف غافل شخص جو دنیا کی حرص و ہوس میں گرفتار ہو اس کی آواز بھی غفلت میں ڈوبی ہوئی ہو گی۔ اس کی ہم نشینی آدمی کے لئے بیحد خطرناک ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسے شخص کی صحبت جس کی طرف حکمتوں کا القاء ہوتا ہو بے حد نافع اور مفید ہے۔ اس لئے آپ ایسے شخص کی قربت

Marfat.com

۲۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا زَھِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فِیْ قَلْبِہٖ وَاَنْطَقَ بِھَا لِسَانَہٗ وَبَصَّرَہٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَاءَھَا وَدَوَاءَھَا وَاَخْرَجَہٗ مِنْھَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ——— البیہقی فی شعب الایمان

"ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ دنیا کی طرف سے بے رغبتی اور بے رخی اختیار کرے، اللہ ضرور اس کے دل میں حکمت اگائے گا اور اس کی زبان پر اس (حکمت) کو جاری کرے گا۔ اور دنیا کا عیب، اس کا روگ اور اس کا علاج اُسے سمجھائے گا اور اُسے وہاں سے سلامتی کے ساتھ نکال کر دارالسلام (جنت) میں پہنچا دے گا۔" [۱]

اختیار کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ دنیا کی رغبت اور فضول گوئی دل کی زندگی کے لیے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ لایعنی گفتگو اور دنیا کی بڑھی ہوئی محبت آدمی کے دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ ایسے دل کی روشنی بالکل مدھم پڑ جاتی ہے۔ ایسے دلوں میں حکمت کا القاء نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کی گفتگو ایمان کو تازگی نہیں بخشتی۔ حکمت درحقیقت خدا کی جانب سے ایک لطف و انعام اور بندے کیلئے خیر کثیر کا موجب ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے: وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (البقرہ: ۲۶۹) "جسے حکمت عطا کی گئی اُسے خیر کثیر بخشا گیا۔"

[۱] یعنی بندہ جب دنیا سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور وہ زہد و تقویٰ کی زندگی اختیار کر لیتا ہے تو خدا اس کے دل میں حکمت و معرفت کو ترقی دیتا ہے اور اس کی زبان و قلم سے حکمت اور علم و بصیرت کی باتیں نکلنے لگتی ہیں جن سے دلوں کو غذا اور ذہن و دماغ کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کے معائب و امراض اس پر عیاں ہو جاتے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی خاص بصیرت سے امراض کے اصل علاج اور تدبیر کو بھی وہ پا لیتا ہے۔ اس کے ذریعہ دوسرے بندگانِ خدا کی اصلاح و تربیت ہوتی ہے۔ پھر ایسے شخص پر خدا کی خاص عنایت یہ ہوتی ہے کہ وہ اسے ایمان و اسلام کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے اٹھاتا ہے اور اسے جنت میں جگہ عطا کرتا ہے جہاں ہر طرح کی سلامتی اور عافیت ہے جہاں کسی طرح کا اندیشہ اور خوف نہیں پایا جاتا ———

Marfat.com

۲۶۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ: اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ ——— احمد

"معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: اپنے آپ کو خوش عیشی سے بچانا کیونکہ اللہ کے خاص بندے خوش عیش (اور آرام طلب) نہیں ہوتے [اللہ]۔"

۲۷۔ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلزَّهَادَةُ فِى الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلَا بِاِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِى الدُّنْيَا اَنْ لَّا تَكُوْنَ بِمَا فِىْ يَدَيْكَ اَوْثَقَ مِمَّا فِىْ يَدَيِ اللّٰهِ وَاَنْ تَكُوْنَ فِىْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ مِنْكَ فِيْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ ——— ترمذی، ابن ماجہ

"ابوذرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: دنیا کے بارے میں زہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینے اور مال کو برباد کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ دنیا کے سلسلہ میں زہد یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہو اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ تمہیں اس پر ہو جو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

[اللہ] یعنی خدا کے خاص بندوں کی نگاہ میں تو آخرت کی زندگی ہوتی ہے۔ وہ اس کی تعمیر میں لگے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا میں تنعم اور عیش کوشی میں نہیں لگے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ ان کے ذہن پر فکر آخرت کے سوا اور کوئی چیز طاری نہیں ہونے پاتی اگر آدمی کو صحیح معنوں میں آخرت کی فکر ہو جائے تو فطری طور پر عیش و تنعم کیلئے اسکے پاس وقت ہی نہیں ہوگا۔ اسکی ساری توجہ آخرت کی تیاری میں لگ جائیگی وہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیگا مگر اس طرح نہیں جس طرح ایک دنیا پرست انسان اٹھاتا ہے بلکہ وہ اس طرح اس سے فائدہ اٹھائیگا جس طرح ایک ذمہ دار اور امانت دار شخص کسی چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے اُسے ہر وقت اس کا کھٹکا رہے گا کہ ایک دن اُسے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا حساب دینا ہے۔

Marfat.com

اور یہ کہ جب تم مصیبت میں مبتلا ہو تو اس مصیبت کا ثواب تم کو اتنا مرغوب ہو کہ تم اس کی خواہش کرو کہ کاش یہ مصیبت باقی رہے[۳۲]"

۲۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِیْ رِوَایَةٍ كَفَافًا ــــــــ بخاری، مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! محمد کے متعلقین کی روزی بقدر کفاف ہو[۳۳]"

---

[۳۲] بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ زہد اور پرہیزگاری اس چیز کا نام ہے کہ آدمی خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں اور راحتوں سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ حضورؐ نے زہد کے اس تصور کی اصلاح فرمائی اور بتایا کہ زہد اپنی روح کے اعتبار سے کسی ظاہری چیز کا نام نہیں ہے بلکہ اس ایمانی کیفیت کا نام ہے کہ آدمی کا اصل بھروسہ ان چیزوں سے زیادہ جو اس کے ہاتھ میں ہیں اس چیز پر ہو جو خدا کے ہاتھ میں ہے جس کا اس نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ اسی کی زیادہ سے زیادہ خواہش آدمی کے اندر ہونی چاہیے جس کا وعدہ اللہ نے اپنے وفادار بندوں سے کیا ہے۔ اگر یہ کیفیت آدمی کے اندر پیدا ہو جائے تو فطری طور پر وہ دنیا پرستی اور عیش کوشی سے نجات پا لے گا۔ اس کی زیادہ سے زیادہ کوششیں اس کے لئے صرف ہوں گی کہ وہ اس چیز کا حق دار بن سکے جو اس کے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا اعتماد ہمیشہ خدا کے فضل اور اس کے غیر فانی خزانے پر ہو گا نہ کہ فانی اور ناقابل اعتبار چیزوں پر۔ زہد کی دوسری علامت اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے آدمی پر جب کوئی مصیبت آ جائے تو اللہ نے اس مصیبت کی وجہ سے جو اجر و ثواب بندے کے لئے رکھا ہے اس کی چاہت اور رغبت وہ اپنے اندر بہ نسبت اس خواہش کے کہ وہ مصیبت اور ناگواری کی بات اسے پیش نہ آئی ہوتی زیادہ محسوس کرے۔ یہ بات آدمی کے اندر اسی وقت پیدا ہو سکے گی جب کہ بہ نسبت دنیا کے مقابلہ میں آدمی کہیں زیادہ آخرت کیلئے فکر مند ہو بلکہ آخرت ہی درحقیقت زہد کی اساس ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آدمی تکلیف و مصیبت کی تمنا کرے بلکہ اس حدیث کا اصل منشا یہ ہے کہ آدمی کیلئے سب سے زیادہ محبوب چیز وہ اجر و ثواب ہو جو آخرت میں اسے ملنے والا ہے۔

[۳۳] یعنی ان کے لئے اتنا روزی عطا کر جتنے سے ان کا کام چل سکے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں اگر

Marfat.com

۲۹۔ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِثْنَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ ——— احمد

"محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں آدمی ناپسند کرتا ہے۔ موت اسے ناگوار ہوتی ہے حالانکہ موت مومن کے حق میں فتنہ سے بہتر ہے۔ اور وہ مال کی کمی اور ناداری کو ناپسند کرتا ہے۔ حالانکہ مال کی کمی (آخرت کے) حساب کو بہت ہی مختصر کر دیتی ہے[۱][۲]"

۳۰۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ، فَقَالَ: مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا ——— احمد، ترمذی، ابن ماجہ

"ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سوئے۔ جب اُٹھے تو آپ کے جسم پر اس (چٹائی) کے نشان پڑے ہوئے تھے تو ابن مسعودؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپؐ ہمیں حکم دیں تو ہم آپ کے لئے بستر بچھا دیں اور کوئی کام کریں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا غرض؟ میرا اور

آدمی کو بقدر ضرورت روزی حاصل ہے تو اُسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

[۲] کسی فتنہ و شر میں گرفتار ہونے سے یہ بہتر ہے کہ آدمی کی زندگی تمام ہو جائے اور وہ ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ ہو جائے۔ نادار شخص کو مال و دولت کی قلت کا احساس ستاتا ہے حالانکہ اُسے سوچنا چاہیئے کہ مال اپنے ساتھ بڑی زحمتیں اور آزمائشیں لے کر آتا ہے۔ مال اگر مختصر ہے تو قیامت میں اُس کا حساب بھی مختصر ہوگا اور قیامت میں بہت جلد حساب کے سخت مرحلے سے فراغت حاصل کرے گا۔

Marfat.com

اس دُنیا کا تعلق تو بس ایسا ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہرے اور پھر اُسے چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف اچل دے[۵۵]"

۳۱۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَۃٍ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا ھُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِنَّ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ قَاتِلًا لَا یَمُوْتُ ——— البغوی فی شرح السنہ

"ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی فاسق و فاجر کی کسی نعمت و خوش عیشی پر رشک نہ کرنا، اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ اسے اپنی موت کے بعد کس چیز سے سابقہ پیش آنے والا ہے۔ اللہ کے یہاں (آخرت میں) اس کیلئے ایسا قاتل ہے جسے موت نہیں[۵۶]"

---

[۵۵] مطلب یہ ہے کہ جب دنیا ہماری اصل منزل و مقام نہیں ہے تو پھر یہاں کی راحت اور آرام کے لئے ہم زیادہ فکرمند کیوں ہوں۔ کیا وہ سوار جو سایہ لینے کے لئے کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرتا ہے، درخت کے نیچے آرام گاہ تعمیر کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے یا اُسے آگے اپنی منزل کی طرف بڑھنے کی فکر ہوتی ہے اس لئے عقلمندی کی بات تو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی راحتوں اور آسائشوں کو فراہم کرنے کی فکر میں اپنے اوقات کو صرف کرنے کے بجائے اپنے اوقات اور اپنی قوتوں کو آخرت کی تعمیر میں صرف کرے۔

[۵۶] یعنی ایسا شخص جسے انجام کار جہنم کی آگ میں جلنا ہے، اس کے عارضی عیش و آرام پر رشک کرنا نادانی کی بات ہے۔ اصلاً قابلِ لحاظ چیز آدمی کا انجام اور اس کی آخرت ہے نہ کہ دنیا کا چند روزہ عیش و تنعم۔ کیا پھانسی کی سزا پانے والے مجرموں کو پھانسی کی تاریخ سے پہلے جو سہولتیں دی جاتی ہیں اور کھانے پینے کے سلسلے میں اس کی خواہش معلوم کرکے اُسے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اُسے دیکھ کر کوئی شخص اس پر رشک کرسکتا ہے۔ ٹھیک یہی مثال اللہ کے نافرمانوں اور اس کے باغیوں کی ہے انہیں دنیا میں اگر کچھ سہولتیں حاصل ہیں تو ان کی حیثیت بس سزائے موت پانے والے مجرم کو ملنے والی سہولتوں کی ہے۔ جس کو کوئی شخص حریصانہ نگاہ سے نہیں دیکھتا

Marfat.com

۳۲۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنِ اكْتُبِي إِلَيَّ كِتَابًا تُوصِينِي فِيهِ وَلَا تُكْثِرِي فَكَتَبَتْ: سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ ــــــ ترمذی

"حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ کو خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں جو زیادہ نہ ہو (یعنی بات مختصر اور جامع ہو) تو (حضرت عائشہؓ نے) لکھا:

سلام ہو تم پر۔ اما بعد۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص لوگوں کو خفا کر کے اللہ کو راضی کرنا چاہے تو اللہ اُسے لوگوں کی فکر سے مستغنی کر دے گا اور جو شخص اللہ کو ناراض کر کے انسانوں کو راضی کرنا چاہے گا، اللہ اُسے لوگوں کے ہی سپرد کر دے گا۔ؔ" "والسلام"

اس کے سامنے تو اس مجرم کا ہولناک اور وحشتناک انجام ہوتا ہے۔ اس حدیث میں قائل سے مراد غالباً دوزخ کی آگ ہے جو کبھی ٹھنڈی نہ ہوگی۔

ؔ حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد اپنے خط میں نقل فرمایا ہے وہ اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے بے حد مختصر ہے لیکن اپنے مفہوم اور مقصد کے لحاظ سے پورا دفتر ہے۔ آپؐ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کو اصل فکر اس کی ہونی چاہیئے کہ اُسے دنیا و آخرت میں خدا کی خوشنودی و رضا کیسے حاصل ہو۔ اسے ایسے کام میں دل کھول کر حصّہ لینا چاہیئے جس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ اگر اس سے دوسرے لوگ ناخوش ہوتے ہیں تو ہوا کریں۔ ایسے موقعہ پر جب کہ لوگوں کی خوشی خدا کی خوشی سے ٹکرا رہی ہو۔ آدمی کو خدا کی خوشی کا لحاظ کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو خدا اُسے مستغنی کر دے گا۔ اس کی ضرورتوں اور حاجتوں کی خود کفالت کرے گا۔ اس کی ضروریات کو اس طرح پوری کریگا کہ وہ پہلے سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن اگر اُسے خدا کی رضا اور خوشنودی کی فکر نہیں ہے۔ بلکہ وہ بندوں کو راضی

Marfat.com

۴۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْیًا عَلٰی اَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِیًا لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ ـــــ البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا کی حلال نعمتوں کو اس غرض سے حاصل کرنا چاہے کہ اُسے دوسروں سے سوال نہ کرنا پڑے اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی اور آرام وآسائش کا سامان فراہم کرسکے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ سلوک واحسان کرسکے، تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا اور جو شخص دنیا کی حلال نعمتیں اس غرض کے لئے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مالدار ہو جائے اور دوسروں کے مقابلہ میں اپنی شان اونچی دکھا سکے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا بننے کے لئے نمود ونمائش کے کام کرسکے تو قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔"[1]

کرنے میں اپنی کامیابی سمجھ رہا ہے تو ایسے شخص کا ذمہ دار خدا نہیں ہے۔ وہ اس کو لوگوں ہی کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ انکی غلامی سے کبھی نجات نہیں پاسکتا۔ خدا کی سرپرستی سے محروم ہو کر وہ ایسے لوگوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو اسی کی طرح کمزور ہے بس ہوتے ہیں۔

[1] معلوم ہوا کہ نیت اگر درست ہے اور مقصد نیک ہے تو حلال طریقے سے مال ودولت حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔۔ بلکہ ایسا شخص خدا کے حضور کامیاب وبامراد ہوگا لیکن اگر اس کے پیچھے مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا میں دولتمند بن جائے اپنی بڑائی جتائے اور نمود ونمائش کے کام کرے تو خواہ جائز اور حلال طریقے سے ہی دولت حاصل کرے قیامت کے روز وہ خدا کے غضب سے بچ نہیں سکتا اور اگر وہ حرام اور ناجائز طریقوں سے دولت جمع کرتا ہے تو ایسی صورت میں اسکے لئے سخت ہلاکت اور رسوائی ہے۔

Marfat.com

۳۴۔ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ، قَالَ: اَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ ——— احمد

" ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں بہتر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اس کا اچھا رہا۔ اس نے عرض کیا: لوگوں میں بُرا کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اس کا بُرا رہا۔"[۳۹]

۳۵۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ ——— ابن ماجہ

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن درجہ کے لحاظ سے بدترین آدمی وہ بندہ ہے جس نے اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے پیچھے ضائع کردیا۔"

ایمان واسلام

ایمان کے آثار وثمرات:

۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ، وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ——— بخاری ومسلم

" ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے ستر سے اوپر کچھ شعبے ہیں۔ ان میں سب سے افضل تو لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا

---

[۳۹] لمبی عمر پانا ایک نعمت ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ آدمی کے اعمال بھی اچھے ہوں۔ لیکن اگر اعمال اچھے نہیں ہیں تو نعمت ہونے کے بجائے اس کی عمر اس کے لئے موجب خسران وحسرت ثابت ہوگی۔

Marfat.com

کوئی الٰہ نہیں) کا قائل ہونا ہے اور (اس کے مقابلہ میں) ان میں ادنیٰ تکلیف دینے والی چیز کا راستہ سے ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے[1]"

۲- وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رض اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الْاِيْمَانُ؟ قَالَ: اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَا الْاِثْمُ؟ قَالَ: اِذَا حَاكَ فِیْ نَفْسِكَ شَیْئٌ فَدَعْهُ ــــــ احمد

"ابواُمامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تمہیں اپنے اچھے کام سے خوشی اور اپنے بُرے کام سے تکلیف اور افسوس ہو تو تم مومن ہو[2] اس نے عرض کیا: گناہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جب تیرے دل میں کوئی چیز تردد پیدا کرے اور مشتبہ معلوم ہو تو اُسے چھوڑ دے۔"

---

[1] ایمان کے بہت سے شعبے ہیں۔ ایمان مومن کی زندگی کے پورے رویہ میں ظاہر ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ افکار و نظریات سے لے کر چھوٹے بڑے ہر عمل میں وہ روح کی طرح جاری و ساری رہنا چاہتا ہے۔ ایمان سے مومنانہ اخلاق وجود میں آتا ہے اور پھر اس اخلاق سے عملی زندگی ظہور میں آتی ہے۔ ایمان کی حیثیت ایک ایسے تخم کی ہے جو نفسِ انسانی میں جڑ پکڑتا ہے۔ پھر اس کے مطابق عملی زندگی کا درخت اپنی شاخوں اور پتیوں کے ساتھ وجود میں آتا ہے۔ اسلام نے ایمان باللہ یعنی توحید اور خدا پرستی کی جو تعلیم دی ہے، اس کا تعلق زندگی کے کسی محدود گوشے سے نہیں ہے بلکہ اس کا ظہور انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو اور زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام رویہ میں ہوتا ہے۔ اسلام میں ایمان، اخلاق اور عمل کا ایسا امتزاج پایا جاتا ہے جس کے حسن و کمال کا ہر فہم و بصیرت رکھنے والے شخص کو اعتراف ہے۔

[2] یہ حدیث بتاتی ہے کہ ایمان کا انسان کے عمل سے گہرا ربط و تعلق ہے۔ یہ آدمی کے ایمان ہی کا تقاضا ہے کہ عمل کی توفیق پر اُسے خوشی اور مسرت ہو اور اگر اس سے کوئی غلط کام ہو جائے تو اُسے پچھتاوا اور غم ہو۔

Marfat.com

۳- وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ ——— بخاری، مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں اُسے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اُسے تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ اُسے جس شخص سے محبت ہو اللہ ہی کے لئے محبت ہو۔ اور کفر کی طرف پلٹنا اُسے اتنا ہی ناگوار ہو جتنی ناگوار اُسے یہ بات ہے کہ اُس کو آگ میں ڈال دیا جائے[۱]۔"

۴- وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا

---

[۱] اس حدیث سے حقیقی ایمان اور اس کے آثار وثمرات پورے طور پر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ ایمان کامل، سراپا راحت ولذت ہوتا ہے۔ اس حدیث میں جن تین بنیادی باتوں کا تذکرہ ہے وہ ایمان کامل کی پہچان ہیں۔ مومن پر اللہ اور اس کے رسول کی محبوبیت عیاں ہوجاتی ہے۔ اس لئے اس کی نگاہ میں اللہ اور رسول سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔ وہ بس اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ اس کی زندگی کا مرکز ومحور صرف اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ اس کی رضا اور خوشنودی اُسے جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اللہ کی رضا میں ہی اُسے حقیقی راحت ملتی ہے۔ جس کسی سے بھی اس کی دوستی ہوگی اللہ ہی کے لئے ہوگی۔ جس سے وہ کٹے گا اللہ ہی کے لئے کٹے گا۔ جو کام بھی کرے گا اللہ کے لئے کرے گا۔ اللہ کا حکم ہی اس کے سارے پروگرام کا اصل ماخذ قرار پائے گا۔ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا اُسے اتنا ہی ناگوار اور ناقابلِ برداشت ہوگا جتنا آگ میں ڈالا جانا۔ دنیا میں بھی کفر انسانی فطرت کے لئے تباہی وہلاکت ہے۔ آخرت میں اس کا انجام دوزخ کی آگ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا ——— مسلم

"حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ایمان کا مزہ اس نے چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا"۔[1]

۵۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ اَنَّہٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَفْضَلِ الْاِیْمَانِ، قَالَ: اَنْ تُحِبَّ لِلّٰہِ وَتُبْغِضَ لِلّٰہِ وَتُعْمِلَ لِسَانَکَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ قَالَ: وَمَاذَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: وَاَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ وَتَکْرَہَ لَہُمْ مَا تَکْرَہُ لِنَفْسِکَ ——— احمد

"معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا آپؐ نے فرمایا یہ کہ اللہ ہی کے لئے تم کسی سے محبت کرو اور اللہ ہی کے لئے تم کسی سے بغض اور نفرت رکھو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں

---

[1] یہ حدیث بتاتی ہے کہ ایمان کوئی بے مزہ چیز نہیں ہے بلکہ وہ انسان کے لئے ایک راحت بخش اور لذیذ شے ہے۔ لذیذ شے ہم اسی کو کہتے ہیں جس سے ہماری امنگوں اور ہماری فطری خواہشات اور ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایمان درحقیقت انسانی زندگی کی ایک ضرورت ہے۔ اس کے بغیر آدمی ایک بڑی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اُسے اپنی محرومی کا احساس نہ ہو۔ جس کسی کو حقیقی ایمان نصیب ہوگا۔ وہ ایمان کی لذت سے ناآشنا نہیں رہ سکتا حقیقی اور کامل ایمان کی دولت آدمی کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اُسے اپنے رب کی اور اس کے اتارے ہوئے دین (اسلام) کی معرفت حاصل ہو اور رسالت کی عظمت کو وہ پہچانتا ہو۔ پھر تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ رب کو دل وجان سے رب نہ مانے یا اسلام کو برضا و رغبت اپنا دین نہ بنائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور رہنما تسلیم نہ کرے۔ اللہ کی ربوبیت کا اعتراف انسانی فطرت کی پکار ہے۔ اسلام وہ فطری راہ ہے جسے اختیار کرنے کے بعد ہی درحقیقت انسانی فطرت کے مطالبات پورے ہوتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ رہنما ہیں جو زندگی کی فطری راہ کی طرف ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

Marfat.com

لگائے رہو" (حضرت معاذؓ نے) عرض کیا: اور کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا:
"اور یہ کہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے بھی اس کو ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ ؎"

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ـــــ ابوداؤد

"حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ ہی کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کی اور اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے دینے سے رکا تو اس نے (اپنے) ایمان کو کامل کر لیا۔ ؎"

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا ـــــــــ ابوداؤد، دارمی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کا اخلاق ان میں سب سے بہتر ہو۔ ؎"

؎ مطلب یہ ہے کہ ایمان کی بہترین حالت یہ ہے کہ آدمی کا تعلق اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ درست ہو اس کا دل خدا کی محبت سے معمور اور اس کی زبان خدا کے ذکر سے تر ہو۔ اس کے ارادہ و عمل کے پیچھے صرف خدا طلبی کا جذبہ کام کر رہا ہو۔ اس کی دوستی اور دشمنی، محبت اور نفرت سب کچھ خدا کے حکم اور فیصلے کے تابع ہو۔ اس کی زندگی میں خلوص اس طرح داخل و شامل ہو کہ اس کی زندگی کا مفہوم خدا کی رضا طلبی کے سوا اور کچھ نہ ہو۔

؎ معلوم ہوا کہ آدمی کے ایمان کو کامل اسی وقت کہا جا سکتا ہے جبکہ اس کی عملی زندگی ایمان کے سانچہ میں ڈھل گئی ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ آدمی کے ایمان میں تو کوئی نقص نہ ہو لیکن اس کی عملی زندگی ناقص رہ جائے۔

؎ آدمی کا اخلاق اس کے ایمان کی واضح علامت ہے۔ اگر کسی کے ایمان نے اس کا اخلاق بلند نہیں کیا تو یہ اس

Marfat.com

۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَی اللّٰهُ عَنْهُ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيْ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ ——— بخاری، مسلم

"حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلم وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں [۸] اور مہاجر وہ ہے جس نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا جن سے خدا نے منع فرمایا ہے [۹] یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بہترین مسلم کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ شخص جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔"

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیْ وَالنَّسَائِیْ

بات کی علامت ہے کہ ابھی اس کے ایمان میں نقص ہے۔ اس کی ایمانی حالت جتنی زیادہ بہتر ہوگی اس کا اخلاق بھی اتنا زیادہ بہتر ہوگا۔ لوگوں میں جس کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہوگا اس کا اخلاق بھی سب سے بہتر ہوگا۔

[۸] یعنی جو نہ تو اپنی زبان سے کسی مسلمان کو ایذا اور نقصان پہنچائے اور نہ اپنے ہاتھوں سے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائے وہی حقیقی مسلم ہے۔

[۹] یعنی ہجرت صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑ دے بلکہ حقیقی ہجرت تو یہ ہے کہ آدمی ان تمام چیزوں کو ترک کر دے جو اللہ کو ناپسند ہیں جن سے اس نے ہمیں منع فرمایا ہے۔

Marfat.com

وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ بِرِوَايَةِ فُضَالَةَ الْكَامِلِ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ.

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلم وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور ان کے اموال محفوظ رہیں[۱] یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں فضالہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ مزید ہیں: اور مجاہد وہ ہے جس نے خدا کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کیا اور مہاجر وہ ہے جس نے خطاؤں اور گناہوں کو ترک کر دیا[۲]"

۱۰۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَكَمَثَلِ الْقِطْعَةِ مِنَ الذَّهَبِ نَفَخَ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا فَلَمْ تَغَيَّرْ وَلَمْ تَنْقُصْ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَكَمَثَلِ النَّحْلَةِ أَكَلَتْ طَيِّبًا وَوَضَعَتْ طَيِّبًا وَوَقَعَتْ فَلَمْ تُكْسِرْ وَلَمْ تُفْسِدْ ———— احمد

"عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، مومن کی مثال سونے کے ٹکڑے کی سی ہے جس کے مالک نے اسے تپایا پھر نہ تو اس میں کوئی تغیر ہوا اور نہ اس میں کوئی کمی ہوئی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد

---

[۱] یعنی نہ وہ لوگوں کا ناحق خون بہائے نہ ان کے اموال کو نقصان پہنچائے۔ لوگوں کو اس سے کسی طرح کا اندیشہ نہ ہو۔

[۲] یعنی حقیقی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے اور اسے خدا کا تابع فرمان بنائے۔ خدا کی طاعت و بندگی سے کبھی منحرف نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جہاد کا موقع صرف میدان جنگ ہی میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا موقع ہر وقت اور ہر آن رہتا ہے۔

Marfat.com

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، مومن کی مثال اس شہد کی مکھی جیسی ہے جس نے عمدہ پھولوں کا رس چوسا اور عمدہ شہد بنایا۔ اور جس شاخ پر بیٹھی نہ تو اُسے توڑا اور نہ خراب کیا[۱۲]۔"

۱۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ ——— ابن ماجہ، ترمذی، بیہقی فی شعب الایمان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات آدمی کے اسلام کی خوبی اور حسن میں سے ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے[۱۳]۔"

---

[۱۲] یعنی مومن اصلی سونے کی طرح کھرا ہوتا ہے۔ تپانے سے نہ تو اس کے رنگ میں کوئی فرق واقع ہوتا ہے اور نہ وزن میں۔ مومن کی غذا پاکیزہ ہوتی ہے بھلائی اور خیر کے علاوہ کوئی چیز اس سے ظہور میں نہیں آتی۔ وہ کسی کو ضرر نہیں پہنچاتا۔

[۱۳] آدمی کا دین و ایمان جتنا زیادہ کامل اور بہتر ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے اخلاق و اعمال میں پاکیزگی اور حسن و کمال پایا جائیگا۔ آدمی اگر فضول اور لایعنی باتوں کو ترک کر دیتا ہے تو وہ اپنے اس عمل سے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس کی دینی حالت بہتر ہے۔ دین و ایمان کے تقاضوں کو پورا کر کے انسان درحقیقت اپنی فطرت ہی کے مطالبات کو پورا کرتا ہے اپنے اسلام کو درست کرنے کا مطلب اسکے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ اس طرح آدمی اپنی زندگی سنوارتا اور اُسے بہتر بناتا ہے۔ اپنے اسلام کے حسن میں داغ لگا کر انسان اپنی زندگی کو داغدار کرتا اور حسن و خوبی سے اپنے آپ کو محروم کرتا ہے انسان کو خدا کی طاعت و بندگی اور اس کے احکام کی پابندی میں حقیقی زندگی اور حیاتِ طیبہ حاصل ہوتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا زندگی پاتا ہے جو خدا کے منہ سے نکلتا ہے (لوقا کی انجیل ۱۱: ۴) یعنی خدا کے احکام ہی انسان کو زندگی بخشتے ہیں۔ یہ حقیقت قرآن میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے: أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (الانعام: ۱۲۲) کیا جو مردہ ہو پھر ہم نے اُسے زندگی بخشی ہو اور اس کو روشنی دی ہو جس کو لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہو، کیا اُس کی طرح ہوگا جو تاریکیوں میں ہو، اُن سے نکلنے والا نہ ہو؟ اس آیت میں ایمان کو زندگی اور خدا کے احکام کی پیروی کو روشنی لے کر چلنے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ دونوں چیزیں لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتی ہیں۔

Marfat.com

۱۲۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ ——— بیہقی فی شعب الایمان

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو کہ اُس میں ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں اور اس میں دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔[۱۱]"

۱۳۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَؓ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ: طِيْبُ الْكَلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ، فَقُلْتُ: مَا الْاِيْمَانُ؟ قَالَ: اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ، قُلْتُ: اَيُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ، قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ: قُلْتُ: اَيُّ الْاِيْمَانِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: خُلُقٌ حَسَنٌ، قَالَ: قُلْتُ: اَيُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ، قَالَ: قُلْتُ اَيُّ الْهِجْرَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَنْ تَهْجُرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ قَالَ فَقُلْتُ فَاَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ مَنْ عُقِرَ جَوَادُهٗ وَاُهْرِيْقَ دَمُهٗ، قَالَ: قُلْتُ: اَيُّ السَّاعَاتِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ ——— احمد

"عمرو بن عبسہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: خوش گفتاری اور کھانا کھلانا۔ میں نے عرض کیا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا: صبر اور فراخ دلی۔ میں نے عرض کیا۔ کون سا اسلام افضل ہے؟ فرمایا: (اس کا) جس کی زبان اور ہاتھ (کی ایذا رسانیوں) سے مسلمان محفوظ رہیں۔ میں نے عرض کیا: کون سا ایمان افضل ہے؟ فرمایا: بہترین اخلاق۔ میں نے عرض کیا: کونسی نماز افضل ہے؟ فرمایا: ———

[۱۱] یعنی سچا آدمی کے ایمان و یقین ہی کا تقاضا ہے کہ وہ امانت دار اور اپنے عہد کا پابند ثابت ہو۔ بد عہدی، خیانت اور مکر و فریب کا حقیقی ایمان کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔ ایسے شخص کا ایمان بے حد کمزور اور ناقص ہے جو اللہ پر اور زندگی کی ان حقیقتوں پر ایمان بھی رکھتا ہے جن کی خبر اللہ کے رسول نے دی ہے اور اس کے ساتھ نہ اُسے امانت کا خیال رہتا ہے اور نہ وہ اپنے کیے ہوئے عہد کا پاس لحاظ کرتا ہے۔

[۱۲] دوسری احادیث کی طرح یہ حدیث بھی بتاتی ہے کہ اسلام و ایمان کا تعلق انسان کے محض فکر و نظر سے نہیں ہے بلکہ انسان کی

Marfat.com

جو طویل قنوت کی حامل ہو[۱] میں نے عرض کیا: کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا:
ان چیزوں کو چھوڑ دینا جن کو تیرا رب ناپسند کرتا ہو۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا:
کونسا جہاد افضل ہے؟ فرمایا: اس کا جس کا گھوڑا جہاد میں مارا جائے اور خود اس کا
بھی خون بہایا جائے۔ میں نے عرض کیا: کون سی ساعت افضل ہے؟ فرمایا: رات کا
آخری نصف حصہ۔"

۱۴۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْحَيَاءُ وَالْعِيُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ ــــــــ ترمذی

"ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا اور کم سخنی ایمان
کے دو شعبے ہیں اور بدزبانی اور زبان آوری نفاق کے دو شعبے ہیں۔[۲]"

۱۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ ــــــــ البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے

عملی زندگی سے بھی ان کا گہرا ربط و تعلق ہے۔ آدمی کا دین اور اس کا ایمان اس کے اخلاق و اعمال کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ آدمی کی دینی اور ایمانی حالت اگر بہتر ہے تو اس کی زندگی بہترین اخلاق کا نمونہ ہوگی۔

[۱] وہ نماز جس میں طویل قیام اور طویل قرأت ہو اور جس میں خشوع و خضوع بھی بدرجۂ اتم پایا جائے جو نماز کی اصل روح ہے۔

[۲] مومن کبھی بھی فحش گو اور زبان دراز نہیں ہو سکتا۔ بے حیائی، بدتہذیبی اور بےتمیزی منافق ہی کو زیب دیتی ہے بشرم و حیا اور دوسروں کا لحاظ و احترام اور گفتار و کردار میں تہذیب اور شائستگی کا خیال رکھنا یہ ایمان ہی کی علامات ہیں۔ ایمان حقیقت میں جملہ اوصاف و محاسن کی روح ہے۔ ایمان سے محرومی کو ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

Marfat.com

پہلو میں بھوکا رہ جائے ۵۱"

۱۶۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ أَحَبَّ فَمَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّيْنَ فَقَدْ أَحَبَّهُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يُسْلِمَ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ وَلَا يُؤْمِنُ حَتّٰى يَأْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ ——— احمد

"حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم فرمایا ہے جس طرح اس نے تمہارے رزق کو تمہارے درمیان تقسیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا اس شخص کو بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اُسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا۔ لیکن دین صرف اس کو عطا فرماتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے ۵۲ پس جس کو اللہ نے دین دیا ہے اُسے وہ محبوب رکھتا ہے اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بندہ اس وقت تک مسلم نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلم نہ ہو ۵۳ اور وہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ نہ ہو۔"

۱۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْ ذَرٍّ

---

۵۱ ایمان کا انسان کے اخلاق و اعمال سے گہرا ربط و تعلق ہے۔ یہ آدمی کے ایمان کے تقاضے کے سراسر منافی ہے کہ وہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے لیکن اس کے پہلو ہی میں اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے۔

۵۲ اس روایت میں دین کا لفظ اخلاق کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین حقیقت میں اخلاق ہی کا دوسرا نام ہے۔ دین و اخلاق جس کے حصہ میں آئے سمجھ لیجئے اس پر خدا کی خاص عنایت ہے۔

Marfat.com

يَا اَبَا ذَرٍّ، اَیُّ عُرَى الْاِيْمَانِ اَوْثَقُ؟ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ الْمُوَالَاةُ فِي اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ ——— البیہقی فی شعب الایمان۔

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا: اے ابوذر! ایمان کی کونسی شاخ زیادہ مضبوط ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں: فرمایا: لوگوں سے اللہ کے لئے دوستی رکھنا، اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے دشمنی رکھنا۔[۱۱]"

۱۸۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ ——— احمد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان کا ایک جز ہے اور ایمان کی جگہ جنت ہے اور بے حیائی بدی میں سے ہے اور بدی کا ٹھکانا دوزخ ہے۔[۱۲]"

۱۹۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْحَيَاءَ وَالْاِيْمَانَ

---

[۱۰] آدمی کا اسلام اسی وقت کامل ہوتا ہے جب کہ اس کا دل اور اس کی زبان بھی مسلم ہو۔ اس کے دل میں خدا کی طاعت و بندگی کے جذبہ کے سوا اور کوئی جذبہ نہ ہو۔ اس کی زبان سے حق و صداقت کی بات کے سوا اور کوئی بات نہ نکلتی ہو۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ دل باطل عقائد سے پاک اور زبان خدا کی کبریائی اور آقائی کا اقرار کرتی ہو۔

[۱۱] معلوم ہوا کہ ایمان کا اخلاق اور انسان کی عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ ایمان کو اگر انسان کی اخلاقی و عملی زندگی سے الگ کر دیا جائے تو وہ محض ایک بے جان تصور ہو کر رہ جائے گا۔

[۱۲] اہلِ ایمان کی دائمی قرارگاہ جنت اور برے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ شرم و حیا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ جس شخص کو ایمان عزیز ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ بے حیائی اور بدکرداری کو کبھی بھی اختیار نہ کرے۔ کیونکہ اس سے ایمان مجروح ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے چھن جانے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔

Marfat.com

قُرَنَاءُ جَمِيعًا فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ فِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَإِذَا سُلِبَ أَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْآخَرُ ——— البیہقی فی شعب الایمان۔

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا اور ایمان کو ایک ساتھ رکھا گیا ہے۔ ان میں سے جب ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ جب ان میں سے ایک سلب کیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اسکے ساتھ جاتا رہتا ہے[۱۳]۔"

یقین کی کیفیت:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ ——— بخاری، مسلم

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جنگِ اُحد کے موقعہ پر ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: فرمایئے اگر میں مارا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا[۱]؟ فرمایا: جنت میں۔ یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا[۲]۔"

---

[۱۳] یعنی جس طرح یہ ضروری ہے کہ جہاں چراغ ہو وہاں لازماً روشنی بھی ہو، اسی طرح حیا اور ایمان میں بھی قریبی ربط و تعلق ہے۔ اگر ایمان نہیں تو کسی حیا و شرم کی توقع رکھنی حماقت ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس حیا نہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یا تو وہ ایمان کی دولت سے محروم ہے یا پھر اس کا ایمان اس درجہ ضعیف اور کمزور ہے کہ زندگی میں اُسے کسی مؤثر قوت کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

[۱] یعنی میں کہاں جاؤں گا، میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

[۲] یہ سننے کے بعد کہ گروہ حق اور باطل کی لڑائی میں حق کی حمایت میں لڑتا ہوا مارا جاتا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔ وہ میدانِ جنگ میں کود پڑا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں۔ ان کو اس نے پہلے ہی پھینک دیا تھا۔ اُسے جس چیز کی امید دلائی گئی تھی اس نے اُسے کھجوروں کی لذت سے بے نیاز کر دیا تھا۔

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْھَیْئَۃِ فَقَالَ یَا اَبَا مُوْسٰی! اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ھٰذَا! قَالَ نَعَمْ. فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: اَقْرَأُ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِہٖ فَاَلْقَاہُ ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِہٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِہٖ حَتّٰی قُتِلَ ——— مسلم

"حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے[1] یہ سن کر ایک شکستہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے ابوموسیٰ! کیا تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا: میرا سلام لو۔ پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی اور اپنی تلوار لے کر دشمن پر حملہ آور ہوا اور لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا[2]۔"

۳۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلَی الْجَنَّۃِ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قَالَ عُمَیْرُ بْنُ الْحُمَامِؓ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا یَحْمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ

---

[1] یعنی ان لوگوں کے لئے جنت یقینی ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اپنی تلواروں اور اپنے ہتھیاروں سے باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ خواہ اس سلسلہ میں انہیں اپنی جان تک کی قربانی دینی پڑے۔

[2] جب اس شخص کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے تو اس کے حق ہونے میں اُسے کوئی شبہ نہیں رہا۔ پھر تو اُسے کوئی چیز فرض کی ادائیگی سے باز نہ رکھ سکی۔ وہ دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اور اپنی جان خدا کی راہ میں دیدی۔

Marfat.com

بَخٍ بَخٍ؛ قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا رَجَاءَ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا. قَالَ: فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا. قَالَ فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ. ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتَّى آكُلَ تَمَرَاتِي إِنَّهَا لَحَيٰوةٌ طَوِيلَةٌ قَالَ: فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ ـــــــــ مسلم

"حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ (جنگ کے لئے) نکلے[۱] یہاں تک کہ وہ بدر میں مشرکوں سے پہلے جا پہنچے۔ پھر مشرک لوگ بھی آگئے تو آپؐ نے (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا: اس جنت کے لئے کھڑے ہو جاؤ جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے مانند ہے[۲] عمیر بن حمام بولے: خوب

---

[۱] یہ جنگ بدر کے موقعہ کی بات ہے جیسا کہ آگے کے الفاظ سے اس کی صراحت ہو جاتی ہے جنگ بدر شعبان ۲ھ میں ہوئی ہے مسلمانوں کی فوج ۳۱۹ مجاہدین پر مشتمل تھی مقابلہ میں ایک ہزار کی فوج تھی مسلمانوں کے پاس لڑائی کا سامان بھی ٹھیک طور سے نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال کی نزاکت کا پورا احساس تھا۔ آپؐ نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے اور بلند آواز سے فرمانے لگے: اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ "خدایا! تونے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا اُسے پورا کر۔ خدایا! اگر تو اسلام کی اس مختصر سی جماعت کو ہلاک کر دے گا تو اس زمین پر تیری پرستش و عبادت نہ ہوگی"۔ آپ برابر اسی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے بآواز بلند دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ آپ کے شانوں سے ردائے مبارک نیچے گر پڑی۔ (مسلم۔ بروایت عمر بن الخطابؓ)

اس جنگ میں خدا کی مدد سے مسلمان فتحیاب رہے۔ کفار و مشرکین کو منہ کی کھانی پڑی وہ بری طرح پسپا ہوئے۔ ان کے ستر سردار مارے گئے۔

[۲] آپ نے مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھارا اور انہیں اس حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ اس لڑائی کے لئے بڑھنا درحقیقت خدا کی وسیع و عریض جنت کی طرف بڑھنا ہے۔ قرآن مجید میں جنت کی وسعت کا تذکرہ انہی الفاظ میں فرمایا گیا ہے اور اہل ایمان کو اسے حاصل کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ ارشاد ہوا ہے: سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ

Marfat.com

خوب! آپؐ نے فرمایا: تم نے یہ الفاظ کیوں کہے۔ انہوں نے عرض کیا: بخدا یا رسول اللہ! صرف اس امید و آرزو میں کہ شاید اہل جنت میں میں بھی ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: تم انہیں اہل جنت میں سے ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد عمیر بن حمامؓ نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے؛ پھر بولے: اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی کھجوروں کو کھا لوں تو یہ تو طویل زندگی ہوگی[۵]۔ راوی کا بیان ہے

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لا اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (الحدید: ۲۱) "بڑھو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کے مانند ہے، جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے، جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔"

۵۔ یعنی انہیں اتنی تاخیر بھی گوارا نہ ہوئی کہ وہ کھجوروں کو کھا کر دشمن کے مقابلہ میں نکلیں۔ جنت کی آرزو میں دنیا میں تھوڑی دیر کا قیام بھی بھاری معلوم ہوا۔ اتنی سی تاخیر کہ کھجوریں کھا سکیں، انہیں ایک طویل زندگی کی طرح سخت محسوس ہوئی۔ بالآخر انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور مشرکوں پر ٹوٹ پڑے اور خدا کی راہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

یہاں چند روایتیں درج کی گئی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب یقین دلوں میں گھر کر لیتا ہے تو آدمی کی کیا حالت ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں ایمان و یقین کی اعلیٰ کیفیت حاصل تھی۔ آدمی کو یقین کی دولت حاصل ہو اور زندگی کا اصل مقصد اس کے سامنے ہو تو اس کے جذبات و احساسات عام لوگوں سے بالکل مختلف ہو جاتے ہیں جس محنت و مشقت کے کام کو لوگ بار محسوس کرتے ہیں عام سے وہ زندگی کا حاصل سمجھتا ہے اور جو عمل عام نگاہوں میں بے لذت اور خشک ہوتا ہے وہ اس کا محبوب ترین شغلہ قرار پاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی جس چیز کو بھی اپنا مقصد اور اپنی کامیابی کا نشان سمجھتا ہے۔ اس کے لئے وہ صد درجہ حساس ہو جاتا ہے۔ مقصد سے شیفتگی اور والہانہ تعلق کا اظہار یوں تو علوم و فنون اور تجارت و کاروبار وغیرہ کی دنیا میں بھی ہوا ہے لیکن اس کا سب سے بڑھ کر اظہار دین و اخلاق کی دنیا میں ہوا ہے۔ جن لوگوں نے دین و اخلاق کو زندگی کا مقصد قرار دیا اور خدا کے وعدہ پر ایمان لائے ان کی زندگیاں بدل کر رہ گئیں۔ خاک و خون سے بنے ہوئے انسان کسی اور دنیا کی مخلوق معلوم ہونے لگے انہوں نے

Marfat.com

کہ یہ کہہ کر جو کھجوریں ان کے پاس تھیں پھینک دیں اور مشرکوں سے لڑنے لگے

اپنے کردار سے دنیا کو وہ روشنی بخشی جس کی دنیا کو ہر آن ضرورت ہے۔ ان کے ایمان نے انہیں ایسا فراغ اور قلبی نشاط اور اطمینان بخشا تھا جس کے تصور سے روحیں وجد میں آجاتی ہیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا سارا ہی اثاثہ لاکر حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔ حضورؐ کے دریافت فرمانے پر کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں "گھر پر خدا اور رسول کو چھوڑ آیا ہے"۔ ہمارے گھر کی آبادی مال و دولت سے نہیں اللہ اور اسکے رسول سے ہے۔ اللہ اور اسکے رسول سے کچھ بچا کر رکھنا ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ جس چیز نے حضرت صدیقؓ کو اتنا اونچا اٹھایا تھا وہ ایمان کی اعلیٰ کیفیات کا شعور و احساس تھا۔ حضرت ابن عباسؓ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ما سبقکم ابوبکر بکثرت صوم ولا صلوٰۃ ولکن بشیٔ وقر فی قلبہ "ابوبکر نماز اور روزے کی کثرت کے سبب سبقت نہیں لے گئے، بلکہ ایک چیز کی وجہ سے جو ان کے دل میں راسخ ہو گئی"۔

حضرت خبیبؓ کو ان کے دشمن قتل کرنے کی غرض سے حدودِ حرم سے باہر لے گئے تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: جی تو چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھوں لیکن تم سمجھتے کہ میں موت سے ڈر گیا۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

وما ان ابالی حین اقتل مسلما   علی ای شق کان للہ مصرعی

وذالک فی ذات الالہ وان یشا   یبارک علی اوصال شلو ممزع

"یعنی جب میں اسلام کے لئے قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی پروا نہیں کہ میں کس پہلو قتل کیا جاتا ہوں جو کچھ ہے خالصًا خدا کے لئے ہے اگر وہ چاہے گا تو ان پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل فرمائے گا"۔

حضرت خبیبؓ خدا کی راہ میں جان دے کر اپنے بعد آنے والوں کو منزل کا پتہ دے گئے۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے کامیاب ہیں خواہ وہ حسن البنا ہوں یا عبدالقادر عودہ ہو یا سید قطب اور ان کے ساتھی۔ زندگی کا طالب نفس ہے۔ خدا جس کو زندگی عطا کرنی چاہتا ہے اُسے یوں زندگی مرحمت فرماتا ہے۔ سطحی اور پست قسم کے اغراض و مقاصد تو آدمی کو تباہ کر ڈالتے ہیں۔ ان کے پیچھے پڑ کر آدمی چاہے سب کچھ حاصل کرلے لیکن شخصیت اور عزتِ نفس نام

Marfat.com

یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔"

مومن کی تصویر:

۱- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَأْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ ـــــ احمد البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن محبت و الفت کا مسکن ہوتا ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ کسی سے محبت کرے اور نہ جس سے کوئی محبت کرے[1]۔"

۲- وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِیْمٌ ـــــ احمد، ترمذی، ابوداؤد

کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں رہ سکتی۔ شخصیت اور کردار کے مالک تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو کسی بلند مقصد کے لئے جینے اور اس کے لئے مرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ قلعوں کو فتح کر لینا اور دشمنوں کو شکست دینا آسان ہے لیکن خواہشاتِ نفس کو زیر کرنا اور مستقل طور پر اپنے آپ کو ایک راہ پر لگا دینا بے حد مشکل کام ہے۔ لیکن یہ مشکل ان کیلئے آسان ہو جاتی ہے جو فکر بلند کے حامل اور کسی منزل کے جویاں ہوتے ہیں۔ ایمان کی طاقت ابھرتی ہے تو وہ ہر چیز کو زیر کر لیتی ہے۔ آدمی اگر اس مقام کو اپنے پیش نظر رکھے جو انسانی سعادت کا سب سے اونچا مقام ہے تو اس سے اس کے کردار میں طاقت اور اس کی سیرت میں پختگی آ سکتی ہے۔ جب ہماری نگاہ منزل کے سوا دوسری طرف بہکی ہو اور ہمارا دل اصل مقصد کے علاوہ کہیں اور اٹکا ہوا ہو تو حق کی طرف ہمارا ایک قدم بھی اٹھنا مشکل ہے۔ منزل نگاہ میں ہو اور آدمی کو ایمان کی اصل کیفیت حاصل ہو تو وہ اس چیز کا آج ہی آرزو مند ہو جائے جس کی آرزو وہ کل مرنے کے بعد کرے گا۔ مومن کی نگاہ تو سطحی چیزوں پر نہیں ٹکتی۔ وہ ان چیزوں کی جویا ہوتی ہے جو مستقل قدر کی حامل ہوں۔

[1] مومن سب کا ہمدرد و غمگسار ہوتا ہے۔ وہ خود غرض اور تنگ نظر نہیں ہوتا کہ سب سے الفت و محبت ہو۔ سارے انسان اس کی نگاہ میں خدا کے عیال ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کے اندر لازماً شانِ محبوبی پائی جائے گی جب سارے لوگ

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن بھولا بھالا اور کریم النفس ہوتا ہے[1] اور فاجر چالاک، بخیل اور بداخلاق ہوتا ہے۔"

۳- وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ——— ابوداؤد، دارمی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان میں کامل تر مومن وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں سب سے اچھے ہیں۔[2]

۴- وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَّسْمَعُهُ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةُ ——— ترمذی

محبت اور ہمدردی ہوگی۔ یہی محبت کی فطرت ہے۔ ایسا شخص جو نہ لوگوں سے محبت وہمدردی رکھتا ہے اور نہ اس سے کسی کو کوئی لگاؤ اور محبت ہے، ایمان کی لذت سے ناآشنا ہے۔ اس کا وجود بے معنی ہے۔ وہ ایک ایسے پھول کے مشابہ ہے جو رنگ وبو سے محروم ہو۔

[1] مومن انتہا درجہ شریف النفس اور با اخلاق ہوتا ہے۔ وہ برائیوں اور لوگوں کے عیوب کی ٹوہ میں نہیں رہتا وہ قلتِ فہم اور بے خبری کی بنا پر نہیں بلکہ حُسنِ اخلاق کے سبب لوگوں کے عیوب کو نظر انداز کرتا اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ مکروفریب، کذب وخباثت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

[2] ایمان کا انسان کے اخلاق واعمال سے وہ تعلق ہے۔ جو تعلق بیج اور درخت کے درمیان پایا جاتا ہے۔ ایمان سے مومنانہ اخلاق وجود میں آتا ہے اور مومنانہ اخلاق سے اسلامی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے۔ ہم کسی شخص کے دل کو چیر کر یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ اس میں ایمان کی کیا مقدار موجود ہے۔ آدمی کے ایمان وعقائد کے بارے میں بھی جو کچھ اندازہ ہوتا ہے وہ اس کے عملی رویہ اور اس کے اخلاق سے ہوتا ہے۔ اگر کسی مومن کے اخلاق اچھے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی ایمانی حالت بہتر ہے۔

Marfat.com

"حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا پیٹ بھلائی سے کبھی نہیں بھرتا۔ وہ اسے سنتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے[۴]"

۵۔ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ ــ مسلم

"حضرت صہیبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی عجیب شان ہے۔ اس کے تمام ہی کام بہتر ہیں اور یہ خصوصیت صرف مومن کی ہے۔ اگر اُسے خوشی حاصل ہو تو شکر کرے۔ یہ اس کے لئے بہتر ہے اور جب اُسے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر اختیار کرے یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے[۵]"

۶۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ مَلٰٓئِكَتِهٖ ـــــــــ ابن ماجہ

---

[۴] مطلب یہ ہے کہ مومن نیکی اور بھلائی اور علم و حکمت کی باتوں سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ وہ علم کی تحصیل میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی عمر تمام ہو جاتی ہے اور علم و عمل کی برکت سے اُسے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

[۵] شکر اور صبر دونوں ہی آدمی کی سیرت و کردار کی عظمت کی دلیل ہیں۔ مومن خوشی کی حالت میں اگر خدا کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ کامیاب ہے۔ اس طرح مصیبت میں اگر وہ دامنِ صبر کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تو اس وقت بھی وہ کامیاب ہے۔ مومن کی زندگی سے جو چیز مطلوب ہے وہ یہی کہ وہ مختلف حالات میں بہترین روش اختیار کرے اور اس کی طرف سے بہتر سے بہتر کردار کا اظہار ہو۔ صبر و شکر سے بہترین سیرت و کردار ہی کا اظہار ہوتا ہے۔

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن خدا کی نگاہ میں بعض فرشتوں سے بزرگ و برتر ہے[۴]۔"

۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ ——— ترمذی بیہقی

"حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن طعنہ دینے والا نہیں ہوتا نہ وہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے، نہ فحش بکنے والا ہوتا ہے اور نہ وہ زبان دراز ہوتا ہے[۵]۔"

۸۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ ——— بخاری مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بندہ اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے[۶]۔"

---

[۴] انسان کو خدا نے بلند درجہ عطا فرمایا ہے۔ اُسے مسجودِ ملائک بنایا اور فرشتوں تک کو اسکی خدمت میں لگایا مجموعی اعتبار سے اہلِ ایمان کا درجہ فرشتوں سے بڑھ کر ہے۔ عام مومنوں کا درجہ بھی خدا کی نگاہ میں کم نہیں ہے اور انبیاء کا درجہ تو خدا کے مقربین ملائک سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

[۵] مطلب یہ ہے کہ مومن کی زندگی انتہائی پاکیزہ ہوتی ہے وہ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر ہوتا ہے۔

[۶] مومن کی ایک بنیادی صفت یہ ہے کہ وہ عالی ظرف ہوتا ہے وہ تنگ نظر نہیں ہوتا۔ وہ دوسروں کیلئے بھی وہ بات پسند کرتا ہے جو اُسے خود اپنے لئے پسند ہے۔ وہ اگر اپنا بدخواہ نہیں ہے تو وہ دوسروں کا بھی بدخواہ نہیں ہو سکتا۔ آج مسلمان اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ایک تعلیم پر عمل کرنے لگ جائیں تو کتنے ہی جھگڑوں اور فتنہ و فساد سے

Marfat.com

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ ـــــــ بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا، بخدا وہ ایمان نہیں رکھتا۔ خدا کی قسم وہ ایمان نہیں رکھتا **عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون شخص ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اسکی برائیوں سے محفوظ نہ ہو[۹]۔"**

اسلام کے محاسن:

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ ـــــــ ترمذی، ابن ماجہ

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے[۱]۔"

نجات مل جائے اسلئے کہ اکثر فتنہ وفساد اور جھگڑوں کے پیچھے خود غرضی، تنگ نظری اور سطحیت ہی کام کرتی ہے۔

۹ یعنی اس شخص کو ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ شخص اپنے ایمان کے دعوے میں جھوٹا ہے، جس کے شر سے اس کا پڑوسی تک محفوظ نہیں۔ اس دعویٰ ایمان کا خدا کے یہاں کیا وزن ہو سکتا ہے جس کا عمل کی دنیا میں کہیں پتہ ونشان نہیں ملتا۔ اس درخت کو درخت کہنا فضول ہے جس میں سرسبزی وشادابی نام کو بھی نہیں پائی جاتی۔ اس چراغ کو چراغ کیسے کہا جا سکتا ہے جو نہ خود روشن ہے اور نہ اپنے محل کو روشنی دیتا ہے۔

۱ اسلام حقیقت میں ہماری زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اسے حسن وجمال اور پاکیزگی سے آراستہ کرتا ہے۔ یہ عین خوبیٔ اسلام کی [illegible] ہے کہ آدمی فضول اور لایعنی قسم کے کاموں سے کنارہ کش ہو جائے اور اپنے اوقات کو اچھے سے اچھے اور پسندیدہ کاموں میں صرف کرے۔ کوئی شخص اگر اپنے اوقات کو لایعنی کاموں میں ضائع کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو وہ

Marfat.com

۲۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا وَفِي رِوَايَةٍ إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا ——— بخاری، مسلم

"ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے اسلام میں خوبی پیدا کر لیتا ہے تو جو نیکی وہ کرتا ہے وہ اس کے لئے دس گنا سے سات سو گنا تک لکھی جاتی ہے[۲] اور جو بُرائی کرتا ہے وہ اتنی ہی لکھی جاتی ہے[۳] ایک روایت میں ہے، الا یہ کہ اللہ اس سے درگذر فرمائے تو اتنی بُرائی بھی درج نہیں ہو۔"

اسلام سے بالکل ناآشنا ہے یا پھر اسلام کو ابھی وہ پورے طور پر جذب نہیں کر سکا ہے۔ اسلام تو انسان کے اوقاتِ زندگی کے لئے بہترین مصرف مہیا کرتا ہے۔ اس سے غفلت عقل و دانش اور ایمان کے قطعاً منافی ہے۔

مالک اور احمد نے اسے علی بن حسین سے روایت کیا ہے۔ ترمذی اور بیہقی نے دونوں سے روایت کی ہے۔

[۲] مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ایمان اور اسلام کو سنوار لیتا ہے تو اس کی ایک ایک نیکی کا درجہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ دنیا میں بھی اس کی نیکیوں کے فیوض و برکات بڑھ جاتے ہیں اور نامۂ اعمال میں بھی ایک ایک نیکی دس گنا سے لے کر کئی سو گنا تک درج ہوتی ہے۔ عمل میں جتنا زیادہ خلوص ہوگا اتنا زیادہ اس کا درجہ اور وزن بڑھتا جائے گا۔ کبھی وقت پر ضرورت کا احساس بھی ایک نیکی کو بے شمار نیکیاں بنا دیتا ہے۔ پھر نیکی کے بڑھنے کا ضابطہ سات سو پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں مل سکتی ہیں۔ "دس گنا سے سات سو گنا تک" کہہ کر درحقیقت خدا کے قانونِ مضاعفت ہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں عام ضابطہ یہ بیان فرمایا گیا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام: ۱۶۰) "جو نیکی لے کر آئے گا اس کو اس کا دس گنا ملے گا" لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا ہے: وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء: ۴۰) "اور اگر نیکی ہو تو اس کو بڑھاتا ہے اور اسکو اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا اَحْسَنَ اِسْلَامُہٗ یُکْتَبُ لَہٗ فِی الْاِسْلَامِ کُلُّ حَسَنَۃٍ عَمِلَھَا فِی الشِّرْکِ ——— دارقطنی

"ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کافر شخص اسلام قبول کرلیتا ہے اور اس کے اسلام میں حسن وخوبی پیدا ہوجاتی ہے تو اس کی تمام نیکیاں جو زمانہ شرک میں کی گئی تھیں اسلام کے بعد لکھدی جاتی ہیں"[۱]

۴۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: قَالَ اُنَاسٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ؟ قَالَ: اَمَّا مَنْ اَحْسَنَ مِنْکُمْ فِی الْاِسْلَامِ فَلَا یُؤَاخَذُ بِھَا وَمَنْ اَسَاءَ اُخِذَ بِعَمَلِہٖ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَالْاِسْلَامِ ——— بخاری، مسلم

"عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم سے ان اعمال کی بازپرس ہوگی جو ہم نے جاہلیت میں کئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم میں سے جس کسی نے اسلام میں اچھے کام کئے اس سے تو بازپرس نہ ہوگی لیکن جس نے برے کام کئے اس سے اس کے جاہلیت اور اسلام دونوں

---

[۱] قرآن میں بھی ارشاد ہوا ہے: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَھَا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (الانعام: ۱۶۰) "اور جو کوئی برائی لے کر آیا اسے اس کا اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

[۲] مطلب یہ ہے کہ آدمی جب صحیح طور پر اسلام کو اختیار کرتا ہے تو اس کی زمانہ کفر وشرک کی نیکیاں بھی ضائع نہیں ہوتیں بلکہ وہ بھی اس کے حساب میں درج کرلی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ اپنے فکر وعمل کو سنوار کر آدمی جہاں اپنے پچھلے برے اعمال کے بدنما داغوں سے اپنی زندگی کو پاک کرتا ہے وہیں اس کی نیک روش سے اس کے اچھے اعمال وکردار کو بقا مل جاتی ہے صحیح طور پر اسلام قبول کرنے کے بعد نیکیوں کے ضائع ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام کے ذریعہ تو نیکیوں اور بھلائیوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسلام نیک اعمال کے لئے صحیح اور مستحکم بنیاد اور محرک مہیا کرتا ہے۔

Marfat.com

زمانوں کے اعمال کی باز پرس ہوگی [شه]

۵۔ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍؓ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ أَوْ صِلَةِ رَحِمٍ أَفِيْهَا أَجْرٌ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ ——— بخاری، مسلم، حاکم فی مستدرک

"حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! فرمایئے وہ کام جو میں جاہلیت کے زمانہ میں کیا کرتا تھا جیسے صدقہ، غلام آزاد کرنا، اعزہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا، کیا ان کا بھی اجر ہے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نیکیاں کر چکے ہو، ان سب کے ساتھ ہی اسلام لائے ہو [له]"

۶۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ

شه اسلام لانے کے بعد اگر کوئی برے کاموں کو ترک نہیں کرتا تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی اس کی بداخلاقی بدستور قائم ہے۔ جب اس نے اپنی روش ہی نہیں بدلی تو پھر وہ کون سی چیز ہوگی جو اس کے دامن کو اس کے پچھلے برے اعمال کے بدنما داغوں کو دھو سکے۔ البتہ اگر کوئی شخص سچے دل سے اسلام قبول کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ اپنے گذشتہ گناہوں اور کوتاہیوں کے لئے خدا سے عفو و درگذر کا طالب ہوتا ہے۔ تو پھر اس کا اسلام تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ پچھلے گناہوں کی کوئی آلودگی باقی ہی نہیں رہتی کہ اس سے کوئی باز پرس کی جائے۔

له یعنی اجر و ثواب کیوں نہیں ملے گا، اسلام لا کر تم ان نیکیوں سے دست بردار تو ہوئے نہیں ہو کہ یہ نیکیاں باطل قرار پائیں۔ اسلام لانے کا مطلب تو انہیں نیک اعمال کی تعمیل و تکمیل ہے۔

Marfat.com

زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا ـــــــ بخاری

"ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب کوئی بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے اور اس کے اسلام میں حسن و خوبی پیدا ہو جاتی ہے تو جتنی بُرائیاں وہ پہلے کر گزرا تھا اللہ سب معاف کر دیتا ہے۔ؒ اور اسکے بعد حساب یہ رہتا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں سے سات سو گنا تک نیکیاں مل سکتی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور بُرائی کے بدلے میں صرف ایک بُرائی، یا اور بات ہے کہ اللہ اس سے درگذر فرمائے (تو اب بُرائی کے بدلے ایک بُرائی بھی نہیں لکھی جائے گی)۔"

۷ـ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِى الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِى الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا ـــــــ مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کسی مومن پر اسکی نیکی کے بارے میں ظلم نہیں کرتا، اسکا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی دیا جاتا ہے رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے (اپنی دانست میں) اللہ کے لئے کی تھیں ان کا بدلہ اُسے اس دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس

ؒ آدمی جب سچے دل سے اسلام قبول کرتا اور اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالتا ہے تو پھر اُسے ایک نئی اور پاکیزہ زندگی میسر آتی ہے۔ پچھلے گناہوں کی آلودگیوں اور نحوستوں سے اُسے نجات مل جاتی ہے۔ ضابطے کے لحاظ سے بھی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ایسی کوئی نیکی باقی نہیں رہتی جس کا بدلہ دیا جائے[۸]۔"

۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ ــــــ بخاری، مسلم

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلم وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں[۹] اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے[۱۰]۔"

۹۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: هِيَ النَّخْلَةُ ــــــ بخاری، مسلم

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۸] کافر اور مشرک کے اگر کچھ نیک اعمال ہوتے ہیں تو ان کا بدلہ اُسے دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے اسے دنیا میں اپنی نیکیوں کا بدلہ نہ مل سکا تو زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے عذاب میں کچھ کمی کر دی جائے۔ جہنم سے نجات بخشنے والی چیز تو اسلام کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

[۹] یعنی صحیح معنوں میں مسلم وہی ہے جس کی زبان یا ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف یا نقصان نہ پہنچے۔

[۱۰] یعنی ہجرت صرف اس کا نام نہیں کہ آدمی خدا کے دین کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے برائیوں اور ان چیزوں کو چھوڑ دینا ہجرت ہے جن کو خدا پسند نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص ناپسندیدہ باتوں کو ترک نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ہجرت کی اصل روح و کیفیت سے وہ ناآشنا ہے۔ خواہ خدا کی راہ میں وہ وطنِ عزیز کو خیرباد کہہ چکا ہو۔

Marfat.com

درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور یہی درخت مسلم کی مثال ہے۔ اچھا بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا خیال تو جنگل کے درختوں کی طرف گیا۔ عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ لیکن مجھے اپنے بزرگوں کے سامنے بولتے ہوئے شرم آئی۔ اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ وہ کونسا درخت ہے؟ فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے[1]۔"

۱۰ م عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْحَارِثَ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ أَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ يَعْمَلَ بِهَا وَيَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا وَأَنَّهُ كَادَ أَنْ يُبْطِئَ بِهَا قَالَ عِيسَى: إِنَّ اللهَ أَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا فَإِمَّا أَنْ تَأْمُرَهُمْ وَإِمَّا أَنْ آمُرَهُمْ فَقَالَ يَحْيَى أَخْشَى إِنْ سَبَقْتَنِي بِهَا أَنْ يُخْسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ فَجَمَعَ النَّاسَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَأَ وَقَعَدُوا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ أَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهِنَّ أَوَّلُهُنَّ أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ فَقَالَ: هٰذِهِ دَارِي وَهٰذَا عَمَلِي فَاعْمَلْ وَأَدِّ إِلَيَّ فَكَانَ يَعْمَلُ وَيُؤَدِّي إِلَى غَيْرِ سَيِّدِهِ فَأَيُّكُمْ يَرْضَى أَنْ يَكُونَ عَبْدُهُ كَذٰلِكَ وَإِنَّ اللهَ أَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَإِنَّ اللهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لِوَجْهِ عَبْدِهِ فِي صَلٰوتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ وَأَمَرَكُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ

---

[1] یعنی جس طرح کھجور کا درخت ہمیشہ سرسبز رہتا ہے خزاں اس کے پاس نہیں آتی۔ ٹھیک یہی کیفیت اسلام کی وجہ سے مسلم کی ہوتی ہے۔ ہمیشہ اس سے لوگوں کو فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ خیر و برکت کے سوا اسکی ذات سے کوئی دوسری چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

Marfat.com

كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ وَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهَا وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلَى عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَنَا أَفْدِيهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدَى نَفْسَهُ مِنْهُمْ وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللَّهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذَلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ ——— ترمذی

"زید بن سلام سے روایت ہے کہ ان سے ابو سلام نے کہا کہ ان سے حارث اشعری نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے یحییٰ کو پانچ باتوں کے متعلق حکم دیا تھا کہ ان پر خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل سے کہیں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں۔ یحییٰ کو اس میں (یعنی بنی اسرائیل سے کہنے میں) کچھ تاخیر ہونے لگی تو عیسیٰ نے فرمایا: اللہ نے آپ کو پانچ باتوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ آپ خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں اور بنی اسرائیل سے بھی ان پر عمل کرنے کو کہدیں تو یا تو آپ ان سے کہدیجئے یا پھر میں ہی ان سے کہدوں۔ یحییٰ نے فرمایا کہ (چونکہ حکم مجھے دیا گیا ہے اسلئے) مجھے ڈر ہے کہ اگر اس سلسلہ میں آپ نے مجھ سے سبقت کی تو کہیں میں زمین میں دھنسا نہ دیا جاؤں یا کسی عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤں[1] اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ جب وہ خوب بھر گیا اور لوگ گیلریوں تک بیٹھ گئے تو فرمایا: اللہ نے مجھے پانچ باتوں کے متعلق حکم دیا ہے کہ خود بھی ان پر عمل کروں اور تمہیں بھی ان پر عمل کرنے کی تاکید کروں۔ پہلی بات یہ ہے

---

[1] اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انبیاء اور کاملین کے دل میں کس درجہ خدا کی عظمت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہتے ہیں، کبھی غافل اور بے پروا نہیں ہوتے۔

Marfat.com

کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو کیونکہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص صرف اپنے سونے چاندی کے مال سے (بلا شرکت غیرے) ایک غلام خریدے۔ اور اسے بتادے کہ دیکھ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے تو کام کرنا اور اجرت مجھے دیتے رہنا۔ وہ کام تو کرے مگر اجرت اپنے آقا کے بجائے کسی اور شخص کو دیدے بھلا تم میں کون یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ اور یہ کہ اللہ نے تمہیں نماز کا حکم دیا ہے۔ لہذا جب تک نماز میں رہو، ادھر اُدھر نہ دیکھو کیونکہ اللہ اپنے بندے کی طرف پوری طرح متوجہ رہتا ہے، جب تک وہ ادھر اُدھر نہیں دیکھتا[۱۳] اور اس نے تمہیں روزے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی جماعت میں ایک شخص ہو جس کے پاس ایک تھیلی ہو جس میں مشک ہو اور ہر شخص کو اس کی خوشبو اچھی معلوم ہوتی ہو، اور اللہ کے نزدیک روزہ دار کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہوتی ہے[۱۴] اور اس نے تمہیں صدقے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کو دشمن نے قید کر لیا ہو اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ دیتے ہوں اور اس کی گردن مارنے کے لئے اُسے لے جا رہے ہوں۔ وہ کہے کہ میں اپنی جان کے عوض تھوڑا اور بہت (جو کچھ میرے پاس ہے) سب دیتا ہوں۔ اور اس طرح فدیہ دے کر ان سے اپنی جان

---

۱۳ نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ خدا کی طرف یکسو نہیں ہو سکا ہے۔ پھر خدا کی نظر عنایت اس کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتی ہے۔

۱۴ روزے سے ہی صحیح روحانی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ روزہ کو خوشبو سے تعبیر کرنا حقیقت کے عین مطابق ہے۔ خوشبو عالم محسوسات میں ایک لطیف اور پاکیزہ شے ہے۔ روحانی اور معنوی حیات کے لئے اس سے بہترین تعبیر کیا ہو سکتی تھی۔ روزہ دار کا وجود گویا خوشبو سے معطر ہوتا ہے۔ مگر یہ خوشبو ایسی ہوتی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی خوشبو نہیں لائی جا سکتی۔ مشک کی خوشبو بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

Marfat.com

چھڑا لے۔ اور اس نے تمہیں ذکر اللہ کا حکم دیا ہے کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص ہو جس کے تعاقب میں دشمن تیزی سے آ رہا ہو، یہاں تک کہ یہ شخص (دوڑتے دوڑتے) کسی مضبوط قلعے کے اندر آ جائے اور (اس میں آکر) اپنی جان کو

صدقہ سے صحیح معنوں میں آدمی کی روح اور اسکے دل کو حقیقی آزادی اور فراخی حاصل ہوتی ہے۔ صدقے کے ذریعہ سے آدمی کی روح قید و بند اور ہلاکت سے نجات پا جاتی ہے۔ مادی اور نفسانی آلودگیوں سے نجات کی بہترین تدبیر صدقہ ہے۔ صدقہ کے ذریعہ سے انسانی روح مادی اور نفسانی گرفتاریوں سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔ اُسے نشوونما کا موقع ملتا ہے۔ یہ حقیقت قرآن میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبہ: ۱۰۳) "(اے نبی) تم ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور اس کے ذریعہ ان کا تزکیہ کرو۔" یعنی وہ صدقہ کریں گے تو انہیں پاکیزگی حاصل ہوگی اور اس طرح ان کی روح کے نشوونما اور تزکیہ کا سامان پیدا ہوگا۔ مال و دولت کی محبت میں گرفتار شخص زندگی کی حقیقی قدروں سے ناآشنا رہ جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر محرومی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَاَطِيعُوا وَاَنْفِقُوا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن: ۱۶) "پس جہاں تک ہو سکے اللہ کا ڈر رکھو، اور (اس کا حکم) سنو اور مانو اور خرچ کرو کہ تمہارا بھلا ہو۔ اور جو کوئی اپنے نفس کے لالچ سے بچا رہے تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" آدمی کے دل سے جب تک بخل اور لالچ نکل نہ جائے اخلاقی اور روحانی اعتبار سے وہ بلند نہیں ہو سکتا۔ یہی حقیقت انجیل میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے: "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ (انجیل) دولت مند کا آسمانی بادشاہت (The Kingdom of Heaven) میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ (انجیل) دولت مند اللہ کی بادشاہت میں داخل ہو۔" (متی ۱۹: ۲۳-۲۴) صدقہ دینے سے مال و دولت کی محبت دل سے نکل جاتی ہے۔ انسان زندگی کی حقیقی قدروں سے آشنا ہوتا ہے۔ دنیا اور آخرت کی گرفت اور عذاب سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔

Marfat.com

دشمن سے بچا لے۔ اسی طرح بندہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی طرح بھی اپنے آپ کو
شیطان سے نہیں بچا سکتا ہے۔[1]

---

[1] اس فتنہ بھری دنیا میں اللہ کی یاد ہی وہ سب سے مضبوط قلعہ ہے جس میں پناہ لے کر آدمی شیطان کے مکر و فریب سے اپنی زندگی کو بچا سکتا ہے۔ زندگی کے ہنگاموں میں خدا کو بھول کر انسان کبھی ہلاکت سے نہیں بچ سکتا۔

Marfat.com

عبادات
و
روحانیات

Marfat.com

اسلامی عبادات

انسان کو ہمیشہ ایک ایسے معبود کی تلاش رہی ہے جس کو وہ اپنا مقصودِ حیات اور اپنی آرزوؤں تمناؤں کا مرکز قرار دے سکے جس کے آگے وہ اپنے جذبۂ عبودیت کا اظہار کرسکے معبود کی تلاش وجستجو میں انسان نے طرح طرح کی ٹھوکریں کھائیں اور وہ مختلف قسم کی فکری وعملی گمراہیوں میں مبتلا ہوتا رہا لیکن اس کے باوجود وہ کبھی بھی اپنے جذبۂ عبودیت اور اپنے اندر پائے جانے والی اس خلشِ مبہم کو جو ایک معبود کو پا لینے کے بعد ہی دور ہوسکتی تھی، کبھی فنا کرنے پر قادر نہ ہوسکا۔ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ انسان کی صحیح رہنمائی کی انہوں نے بتایا کہ انسان کا معبود صرف خدا ہے جو اس کائنات کا رب اور خالق ہے ہر نبی کا پیغام یہی تھا:

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (الاعراف: ۵۹)	اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دنیا کو یہی دعوت دی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (البقرہ ۲۱)	اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔

قرآنِ کریم نے واضح الفاظ میں بتایا کہ عبادت ہی انسان کی پیدائش کی اصل غرض وغایت ہے جو زندگی خدا کی طاعت وعبادت نہ بن سکی وہ ضائع ہوگئی۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: ۵۶)	میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

عبادت کا لفظ اپنے اندر مفہوم کی بڑی وسعت رکھتا ہے۔ عبادت کے اصل معنی ہیں عجز و تذلل، انتہائی حد تک پست ہو جانا، بچھ جانا، پھر اس میں محبت، پرستش اور طاعت و بندگی کا مفہوم بھی شامل ہے اسلام میں عبادت کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے۔ اللہ کی عبادت کا مطلب یہ ہے

Marfat.com

صرف اللہ کا پرستار ہو، اسی کے آگے سر جھکائے۔ اسی کو سجدہ کرے۔ اپنے بہترین جذبات عبودیت کو اسی کے حضور میں پیش کرے اور اپنی پوری زندگی کو اسی کی اطاعت اور بندگی میں گزارے۔ زندگی کے کسی شعبہ کو خدا کی اطاعت سے مستثنیٰ قرار نہ دے۔ زندگی کے ہر معاملہ میں خدا ہی کا مطیع فرمان ہو، سیاست معاشرت، معیشت وغیرہ زندگی کے ہر میدان میں خدا کے دیئے ہوئے احکام کی پیروی کرے۔ یہاں تک کہ اس کا کھانا پینا، لوگوں سے ملنا جلنا، سونا جاگنا سب کچھ خدا کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ اس طرح پورے دین کی پیروی عبادت میں شامل ہے کسی فریضہ کی ادائگی کے بارے میں بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ عبادت میں شامل نہیں ہے۔

نظام دین میں ارکان اسلام نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان ارکان کا تعلق اپنے ظاہر اور باطن دونوں لحاظ سے براہ راست خدا سے ہے۔ انسان کے اندر عبدیت کی روح بیدار کرنے اور بندگی کا ذوق پیدا کرنے میں ارکانِ اسلام کا بڑا دخل ہے۔ انہیں دین میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ انہیں ارکانِ اسلام پر درحقیقت دین کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہ گویا ایسی مخصوص اور ممتاز عبادتیں ہیں جن کے ذریعہ سے آدمی کے اندر وہ قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ اپنی پوری زندگی خدا کی عبادت اور بندگی میں گزار سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر نماز، روزہ اور حج ہی کو عبادت کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں دین کا کوئی جزء بھی عبادت سے الگ نہیں ہے۔

عبادت صرف اللہ کا حق ہے۔ خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنا شرک ہے، شرک اور غیر اللہ کی پرستش کو کتبِ قدیمہ میں واضح طور پر زنا اور بدکاری سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (الحج: ۳۱)	جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر یا ہے اس کو پرند اچک لے جائیں یا ہَوا اُسے دُور دراز مقام پر (لے جاکر) پھینک دے۔

اسلام زندگی کی تکمیل کا واحد راستہ ہے۔ اسی کے ذریعہ سے منشائے فطرت تک ہماری رسائی

Marfat.com

ممکن ہے۔ خدا کی رحمت کے آثار اور اس کی نشانیاں زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ خدا اپنی عنایات اور رحمتوں کو ہمارے ارادہ واختیار کی دنیا تک وسیع کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں آدابِ زندگی کی تعلیم دیتا ہے ہماری زندگی کو پاکیزگی اور بالیدگی عطا فرماتا ہے۔ خدا کے سوا اور کوئی نہیں جس سے اس عنایتِ خاص کی توقع کی جائے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ط قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ط (یونس: ۳۵)

ان سے کہو کہ کیا ان میں جنہیں تم خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کر سکے؟ کہو حق کی طرف تو صرف اللہ رہنمائی فرماتا ہے۔

خدا کی طاعت وعبادت کے بغیر انسانی زندگی کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔ خدا کی بندگی اور عبادت کے بغیر زندگی حقیقی معنویت سے محروم رہتی ہے۔

Marfat.com

نماز

انسان خدا کا بندہ اور غلام ہے۔ خدا ہی اس کا خالق، رب اور اللہ ہے۔ خدا کو اپنا رب اور معبود ماننے کا تقاضا ہے کہ بندہ اپنی زندگی خدا ہی کی اطاعت اور بندگی میں بسر کرے۔ اسی کے دیئے ہوئے احکام کو اپنی زندگی کا قانون بنائے۔ اُسی کے آگے سر جھکائے۔ اُسی کے آگے سجدہ ریز ہو۔ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے۔ نماز حقیقت میں خدا کی عبادت اور اس کی پرستش کا کامل طریقہ ہے۔ نماز میں بندہ بار بار خدا کے سامنے حاضر ہوتا اور اُس کے آگے اپنی عاجزی اور بندگی کا اظہار کرتا ہے۔ اُس کے دکھائے ہوئے راستے پر چلنے کا عہد کرتا ہے۔ اُس سے اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہے۔

خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کو پہچاننا اور انہیں ادا کرنا ہی دین کا حاصل ہے۔ نماز اور زکوٰۃ اسلام کے دو ایسے بنیادی رکن ہیں جو ان دونوں حقوق کے محافظ اور انسان کو راہِ راست پر قائم رکھنے کے ضامن ہیں۔ نماز اپنی حقیقت کے لحاظ سے ایک حیاتی عمل ہے۔ نماز درحقیقت خوف وخشیت اور محبت و انابت کے ساتھ خدا کی طرف مائل اور اس سے قریب ہونے کا نام ہے۔ نماز میں بندے کو خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ نماز ہمارے ایمانی شعور کا اولین فیضان ہے، نماز درحقیقت اپنے دل، زبان اور جسم کے ذریعہ اپنے رب کے سامنے اپنی بندگی اور عبودیت اور اس کی بڑائی اور عظمت کا اظہار ہے۔ نماز خدا کی یاد، اس کے احسانات کا شکر اور حسنِ ازل کی حمد اور تسبیح ہے۔ یہ سازِ دل کا نغمہ، بے قرار رُوح کی تسکین، فطرت کی پکار اور ہماری زندگی کا ماحصل ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے نماز کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

اِعْلَمْ اَنَّ اَصْلَ الصَّلٰوۃِ ثَلٰثَۃُ اَشْیَاءَ اَنْ یَّخْضَعَ لِلّٰہِ بِقَلْبِہٖ وَیَذْکُرَ اللّٰہَ بِلِسَانِہٖ وَیُعَظِّمَہٗ غَایَۃَ التَّعْظِیْمِ بِجَسَدِہٖ
(حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم)

جاننا چاہیے کہ نماز میں تین چیزیں اصل ہیں دل سے خدا کیلئے خضوع اور عاجزی اختیار کرنا اور زبان سے اللہ کا ذکر کرنا اور اپنے جسم سے اللہ کی انتہا درجہ کی تعظیم کرنا۔

Marfat.com

انتہائی محبت جس میں انتہا درجہ کی عاجزی اور تذلّل ہو، خدا کے سوا کسی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ یہ صرف خدا کا حق ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اس کے آگے بالکل پست کر دے اور اپنے تمام احساسات اور جذبات کو اس کے حضور پیش کر دے۔ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں رقت طاری ہو جاتی تھی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا چکی چل رہی ہے یا ہانڈی اُبل رہی ہے[1] آپ کا ارشاد ہے: نماز دو دو رکعت کر کے ہے اور ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور تضرع وزاری ہے، خشوع وخضوع ہے۔ عاجزی اور مسکنت ہے اور ہاتھ اٹھا کر یا رب یا رب! کہنا ہے، جس نے ایسا نہ کیا، تو اس کی نماز ناقص رہی[2]

نماز ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ نماز نہ صرف انسان کی بلکہ تمام موجودات کی فطرت ہے۔ اس کے بغیر کسی مخلوق کے وجود و بقا کا تصور نہیں جا سکتا۔ چنانچہ قرآن کا بیان ہے کہ پوری کائنات خدا کی تسبیح میں مصروف ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ‌ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ——— (النور: ۴۱)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ پر پھیلائے پرندے بھی (اس کی تسبیح کرتے ہیں) ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح سے واقف ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

قرآن میں نماز کے لئے 'صلوٰۃ' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی میں صلوٰۃ کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف بڑھنا اور اس میں داخل ہو جانا۔ صلوٰۃ کے اندر انتہائی قرب کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ نماز کامل اشتیاق کے ساتھ خدا کی جانب متوجہ ہونے کا محبوب عمل ہے: انابت الی اللہ نماز کی اصل روح ہے۔

---

[1] ترمذی، ابوداؤد [2] ابوداؤد

Marfat.com

انابت کے معنی ہیں پورے دل سے خدا سے محبت کرنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا[1] خدا کے لئے ایک فطری طلب ہر دل میں پائی جاتی ہے۔ انسان جس طرح رزق حاصل کرنے میں خدا کی عنایات کا محتاج ہے اس سے کہیں زیادہ وہ حقیقی تسکین واطمینان کے لئے خدا کی عبادت اور اس کی پرستش کا ضرورت مند ہے نماز بندہ اور خدا کے درمیان تعلق وارتباط کا کامل ذریعہ ہے۔ نماز کے ذریعہ انسان کو خدا کی بارگاہ میں رسائی حاصل ہوتی ہے اور اسکی آخری تمنا پوری ہوتی ہے۔ نماز میں اُسے اس کا موقع ملتا ہے کہ وہ اپنے بہترین جذبات واحساسات کو خدا کے حضور پیش کر سکے اور اس سے اس کی عنایات کا طالب ہو۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ "میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے"۔ نماز سے رغبت اس بات کی علامت ہے کہ بندے نے خدا کو اپنی ساری توجہات کا مرکز بنالیا اور اسی سے اپنی امیدیں وابستہ کرلیں۔ ایسا شخص خدا کا مقرب ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو جس کا دل مسجد سے نکلنے کے بعد بھی مسجد میں لگا رہتا ہے اس بات کی بشارت دی گئی ہے کہ خدا اُسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔

اپنی زندگی میں نماز کو شامل کرنا درحقیقت خدا کو اپنا سرپرست بنانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس نے قصداً نماز ترک کردی اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت سے دست بردار ہوجاتا ہے"۔ جو اللہ کی حفاظت اور سرپرستی سے محروم ہوجائے اُسے تباہی اور ہلاکت سے کون بچا سکتا ہے۔ نماز اپنی اہمیت کی وجہ سے کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کھڑا ہوکر نہیں ادا کرسکتا تو بیٹھ کر ادا کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو لیٹ کر ہی ادا کرے اگر منہ سے نہ بول سکے تو اشاروں سے ادا کرے[2] اور اگر مجبوری کی وجہ سے رُک کر نہیں ادا کر سکتا تو چلتے ہوئے ادا کرے[3] اور اگر سخت خوف کی حالت میں سواری پر ہے تو جس طرف موقع ہو اسی رُخ ادا کرے[4]

پھر نماز اپنی قدیم ارکان اور فطری شکل وصورت کے ساتھ مشروع ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلی آرہی ہے انسائیکلوپیڈیا کے مرتبین نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

---

[1] الفوائد لابن القیم ۱۹۵ [2] دارقطنی بروایت موقوف [3] ابوداؤد باب صلوٰۃ الطالب [4] بخاری۔

Marfat.com

"اسلامی نماز اپنی ترکیب میں بڑی حد تک یہودیوں اور عیسائیوں کی نماز سے مشابہت رکھتی ہے" (جلد ۴ صفحہ ۹۶ مضمون صلوٰۃ)

نماز پانچ وقت کی فرض کی گئی ہے۔ اس طرح ہمارے تمام اوقات کو نماز سے گھیر دیا گیا ہے تاکہ ہم خدا سے کسی وقت بھی غافل نہ ہوں اور ہماری پوری زندگی خدا کی یاد بن جائے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ: ۱۴) میری یاد کے لئے نماز قائم کرو

پھر قرآن کو بھی نماز کا ایک لازمی جز قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ الفاتحہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ سورۃ الفاتحہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ نماز میں قرآن کو شامل کر کے قرآن کی حکمت، بصیرت اور اس کی برکتوں کو بھی نماز میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ قرآن کے احکام وہدایات کی یاددہانی بھی نماز میں ہوتی رہتی ہے۔

نماز حشر میں خدا کے حضور کھڑے ہونے کی کامل تصویر ہے۔ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس دن کو یاد کرتا ہے، جب وہ آخرت میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔ نماز میں ہم خدا کی طرف لپکتے اور صف بستہ ہو کر اس کی حمد کرتے ہیں۔ حشر کے دن بھی ہماری یہی کیفیت ہوگی۔ اس دن خدا ہمیں پکارے گا تو ہم اس کی حمد کرتے ہوئے قبروں سے نکل کر اس کی طرف دوڑ پڑیں گے [1]

حق کی راہ میں باطل سے لڑنا اور اس کے لئے ہر وقت تیار رہنا مسلمان کا فرض ہے۔ نماز اس تیاری کا نقشہ بھی پیش کرتی ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ اللہ کو دو صفیں بے حد محبوب ہیں۔ ایک نماز کی صف اور دوسرے میدانِ جہاد میں مجاہدین کی صف۔ نماز اور جہاد میں بعض پہلوؤں سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجُیُوْشُہٗ اِذَا عَلَوْا الثَّنَایَا کَبَّرُوْا وَاِذَا ھَبَطُوْا سَبَّحُوْا فَوُضِعَتِ الصَّلٰوۃُ عَلٰی ذٰلِکَ ——— (ابوداؤد)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر جب پہاڑی پر چڑھتے تو تکبیر اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کرتے تھے۔ نماز اسی طریقہ پر قائم کی گئی۔

[1] سورۃ بنی اسرائیل: ۵۲

Marfat.com

نماز میں نمازیوں کی صف بندی، ایک امام کا اتباع۔ ایک آواز پر تمام صفوں کی حرکت جنگ ہی کے آداب نہیں بلکہ پوری اجتماعی زندگی کے آداب سکھاتی ہے۔ نماز سے جہاں اس تعلق کا اظہار ہوتا ہے جو بندے اور خدا کے درمیان پایا جاتا ہے، وہیں نماز سے بندگانِ خدا کے باہمی تعلق اور ان کی اجتماعیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ ہماری اجتماعیت ہی کا تقاضا تھا کہ ہمیں جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ نماز ہمیں خدا سے ہی نہیں ملاتی بلکہ وہ ہمارے آپس کے تعلقات کو بھی درست رکھتی ہے اور ہمارے دلوں کو جوڑتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہماری نماز حقیقت میں نماز ہو اور وہ اپنے ظاہر و باطن ہر لحاظ سے ٹھیک اور درست ہو۔ مسلم کی ایک روایت میں فرمایا گیا ہے:

عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ (مسلم)

اللہ کے بندو! (نماز میں) اپنی صفوں کو سیدھا اور درست رکھو ورنہ خدا تمہارے رخ کو ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔

نماز اسلام کے ان تمام عقائد کو تازہ کرتی ہے جن پر ایمان لائے بغیر نفس کی پاکیزگی، اخلاق کی درستی اور اعمال کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ صبر و توکل اور پاکیزگی، طہارتِ نفس وغیرہ اعلیٰ اخلاقی اوصاف کے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز کے اندر آدمی کو پاکباز اور خدا ترس انسان بنانے کی بے انتہا قوت موجود ہے۔ نماز ہمیں باحوصلہ اور عالی ظرف بناتی ہے اور ایک پاک اور ستھری زندگی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ چنانچہ خدا کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ (العنکبوت: ۴۵)

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

نماز کو دین کے ایک جامع عنوان کی حیثیت حاصل ہے۔ نماز مومن کی زندگی کا اول اور آخر سب کچھ ہے۔ نماز مومن کی اخلاقی، روحانی اور حقیقی زندگی کی آئینہ دار ہے۔ نماز کی اس بنیادی خصوصیت کی وجہ سے قرآن کبھی نیک اعمال میں صرف نماز کے ذکر کر دینے کو کافی سمجھتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ (الاعراف: ۱۷۰)

جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور نماز قائم کر رکھی ہے۔ یقیناً ایسے مصلح لوگوں کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے۔

ایک جگہ خدا کے باغی اور سرکش بندے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ (القیامہ: ۳۱-۳۲)

اس نے نہ تو (خدا اور اس کے رسول کی) تصدیق کی اور نہ نماز ادا کی بلکہ اس نے جھٹلایا اور روگردانی اختیار کی۔

نماز کی اسی بنیادی اہمیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلٰوۃِ مِنَ الدِّیْنِ کَمَوْضِعِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ (المعجم الصغیر للطبرانی۔ عن ابن عمرؓ)

دین میں نماز کا وہی مقام ہے جو جسم کے اندر سر کا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے دیکھا۔ جو نہ پورا رکوع کرتا تھا اور نہ پورا سجدہ کرتا تھا۔ اس کی جلد بازی کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: اگر یہ شخص اس حالت میں مرگیا اور اپنی نماز درست نہ کی تو محمدؐ کی ملت کے علاوہ کسی اور ملت پر اس کا خاتمہ ہوگا۔

نماز کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو لکھا تھا:

اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِی الصَّلٰوۃُ فَمَنْ حَفِظَھَا وَحَافَظَ عَلَیْھَا حَفِظَ دِیْنَہٗ وَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ

تمہارے تمام کاموں میں سب سے بڑھ کر اہمیت میرے نزدیک نماز کی ہے جس کسی نے اسکی حفاظت کی اور اسکی نگہبانی میں لگا رہا اس نے پورے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دوسری ساری چیزوں کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

غرض نماز کو مومن کی زندگی میں بنیادی مقام حاصل ہے۔ نماز سے صرف یہی نہیں کہ ہماری زندگی کی اصلاح ہوتی ہے بلکہ نماز ہمیں حقیقی زندگی سے آشنا کرتی اور خدا سے ہمارے رشتہ کو مضبوط کرتی ہے۔

Marfat.com

نماز کی حقیقت و اہمیت:

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَرَأَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْئٌ؟ قَالُوْا: لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْئٌ قَالَ: فَکَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا۔ ——— بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ

"ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہائے تو کیا (اس کے جسم پر) کچھ بھی میل کچیل باقی رہے گا؟ اصحابؓ نے عرض کیا: کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا: پانچوں نمازوں کی یہی مثال ہے۔ اللہ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے[1]"۔

۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] جس طرح پانچ مرتبہ غسل کرنے سے جسم پر میل باقی نہیں رہ سکتا اسی طرح پانچوں وقت کی نماز ادا کرنے سے گناہ باقی نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دیتا ہے۔ گناہ اور خطاؤں کے بُرے اثرات قلب پر پڑتے ہیں۔ یہ اثرات نماز سے زائل ہو جاتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نماز حقیقت میں نماز ہو محض دکھاوے کی نماز نہ ہو بلکہ پورے آداب اور حضورِ قلب کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ خدا کا قرب اور اس قرب کی کیفیت جو بندے کو نماز میں حاصل ہوتی ہے اس کی موجودگی میں گناہ کیسے باقی رہ سکتا ہے۔

قرآن میں اس حقیقت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ (ہود ۱۰) "دن کے دونوں کناروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیا کرو۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے یاد رکھنے والوں کے لئے"

Marfat.com

اَنَّهٗ ذَکَرَ اَمْرَ الصَّلٰوۃِ یَوْمًا فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْھَانًا وَّنَجَاۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھَا لَمْ تَکُنْ لَّهٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْھَانًا وَّلَا نَجَاۃً وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ ــــــــ احمد، دارمی بیہقی فی شعب الایمان

"عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص اس کی محافظت کرتا ہے تو وہ اس کے لئے قیامت کی روشنی، دلیل اور نجات ہوگی اور جو شخص اس کی محافظت نہ کرے تو نہ وہ اس کے لئے روشنی ہوگی، نہ دلیل ہوگی، نہ نجات اور وہ قیامت کے روز قارون، فرعون، ہامان اور اُبَیّ بن خلف جیسے خدا کے نافرمان اور باغی لوگوں کے ساتھ ہوگا[1]"

۳۷۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: حُبِّبَ اِلَیَّ النِّسَآءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ــــــــ نسائی

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتیں اور خوشبو میرے لئے محبوب بنائی گئی ہیں۔ اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہیں

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص پورے اہتمام کے ساتھ ٹھیک طور سے نماز ادا کرتا ہے، بے پروائی اور عدم توجہی کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا اور اپنی نماز کو اس کے ظاہر اور باطن دونوں پہلوؤں سے درست رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی یہ نماز دنیا میں بھی اس کے لئے روشنی اور دلیل و برہان ثابت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اس کے کام آئے گی۔ ایسی نماز دنیا میں آدمیوں کو ان خرابیوں سے بچاتی ہے جو اُسے راہِ راست سے بھٹکانے والی اور اس کے لئے تباہ کن ہیں۔ آخرت میں بھی وہ اس کے ذریعہ سے نجات اور خدا کی رحمت کا مستحق قرار پائے گا۔ نماز سراپا نجات اور روشنی ہے۔ جو لوگ نماز سے غافل ہیں وہ درحقیقت تاریکی میں ہیں۔ ان کے نہ ذہن کو روشنی میسر ہے جسے 'برہان' کہا جا سکتا ہے اور نہ اُن کے دل کو وہ روشنی حاصل ہے جسے 'نور' کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جب دنیا میں ان کی یہ حالت ہے تو آخرت میں ان کے لئے کسی بہتر حالت

Marfat.com

رکھی گئی ہے[۱]۔"

۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ـــــــ مسلم

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعت (سنت) دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے[۲]۔"

۵۔ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَقِمِ الصَّلٰوةَ يَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِهَا ـــــــ ابو داؤد

"سالم بن ابی الجعد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: اے بلال! نماز قائم کرو تاکہ ہم اس سے راحت حاصل کریں۔"

۶۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رض وَالْبَيَاضِيِّ رض قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلْيَنْظُرْ مَا يُنَاجِيْهِ وَلَا يَجْهَرْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقُرْاٰنِ ـــــــ احمد

"ابن عمر رض اور بیاضی رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازی (نماز میں) اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، اس لئے اُسے یہ دیکھنا چاہیئے کہ

کی توقع کیسے جا سکتی ہے۔

[۱] مطلب یہ ہے کہ دنیا کی نعمتوں میں جہاں پاکیزہ سیرت عورت اور خوشبو مجھے محبوب ہے وہیں سب سے بڑی نعمت میرے لئے نماز ہے نماز میرے لئے سکون و راحت کا سامان ہے۔ آدمی کا تعلق اپنے رب سے جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اُسے نماز میں سکون و راحت حاصل ہوگی۔

[۲] انسان کو صرف روٹی ہی نہیں چاہیے۔ اُسے ذہنی سکون اور روحانی نشاط بھی مطلوب ہے اور یہ بیش بہا شئے نماز ہی سے حاصل ہوتی ہے اگر اطمینان قلب اور ذہنی سکون دنیا کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہے تو یقیناً نماز کی چند رکعتیں دنیا کی ساری نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۸) "جان رکھو! اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے" نماز اللہ کی یاد ہی کا دوسرا نام ہے۔

Marfat.com

وہ اپنے رب سے کیا سرگوشی کر رہا ہے؟ تم میں سے کوئی اس طرح بلند آواز سے قرآن نہ پڑھے کہ دوسروں کو دقت ہو۔[ھ]

۷۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا ــــــ ابوداؤد

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں میں سے کچھ حصہ پڑھا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔[ھ]"

۸۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ: مَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ

ھ بندہ نماز میں اپنے رب سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے زیادہ سے زیادہ اپنے خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اُسے اس کا شعور ہونا چاہیے کہ وہ اپنے رب سے کیا کہہ رہا ہے؟ یہ حالت تو صد درجہ افسوسناک ہوگی کہ آدمی بظاہر نماز میں ہو لیکن بباطن وہ کہیں اور ہو۔ نماز پڑھنے والوں کا پورا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ نماز ہو رہی ہو بلند آواز سے قرآن پڑھنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس سے نمازی کا ذہن منتشر ہوگا وہ کامل یکسوئی کے ساتھ اپنی نماز نہ ادا کر سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ لَشُغْلًا (بخاری، مسلم) "نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔" یعنی آدمی خدا کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے ایسی حالت میں اُسے کسی شخص سے بات چیت نہیں کرنی چاہیے اور نہ کسی کی باتوں کا جواب دینا چاہیے۔ اُسے کامل یکسوئی کے ساتھ اپنی نماز ادا کرنی چاہیے۔

ھ یعنی اپنے گھروں میں بھی سنت اور نفل نماز پڑھا کرو۔ گھروں کی آبادی اور رونق درحقیقت خدا کے ذکر اور اس کی یاد سے ہی ہے اور نماز خدا کی یاد کی کامل ترین شکل ہے۔ ایک روایت میں ہے جس کے راوی حضرت جابرؓ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اِذَا قَضٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِہٖ فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِہٖ نَصِیْبًا مِنْ صَلٰوتِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِہٖ مِنْ صَلٰوتِہٖ خَیْرًا (مسلم) "جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز ادا کرے تو اُسے چاہیے کہ اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لئے رکھے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز کے ذریعہ اس کے گھر میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ نماز سرمایۂ زندگی اور گھر کی رونق ہے جس گھر میں نماز نہیں وہ گھر خیر و برکت سے خالی ہے۔

Marfat.com

قَطُّ فَدَخَلَ عَلَیَّ اِلَّا صَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ اَوْسِتَّ رَکَعَاتٍ ـــــــ ابوداؤد

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عشار کی نماز پڑھ کر میرے پاس آئے تو آپ نے چار یا چھ رکعتیں پڑھیں ۔"

۹- وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِعَبْدٍ فِیْ شَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ رَکْعَتَیْنِ یُصَلِّیْہِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَیُذَرُّ عَلٰی رَاْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِیْ صَلٰوتِہٖ مَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰہِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِیْ الْقُرْاٰنَ ـــــــ احمد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا بندے کے کسی عمل میں بھی بندے کی طرف اتنا زیادہ متوجہ و مہربان نہیں ہوتا جتنا کہ دو رکعتوں پر جن کو بندہ ادا کرتا ہے۔ نیکی بندے کے سر پر چھڑکی جاتی ہے جب تک وہ نماز میں مشغول رہتا ہے اور بندہ خدا کا قرب جس قدر اس چیز سے حاصل کرتا ہے جو خدا سے نکلی ہوئی ہو (یعنی قرآن سے) کسی دوسری چیز سے نہیں ۔"

لہ اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نماز کی سنتیں وغیرہ گھر پر ادا فرماتے تھے وہیں یہ حقیقت بھی اچھی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ نماز آپ کی زندگی میں پورے طور پر داخل ہو چکی تھی۔ مسجد ہی کی حد تک آپ خدا کے پرستار نہیں تھے بلکہ اپنے گھر اپنے اہل وعیال میں بھی آپ خدا کو یاد کرتے اور اس کی جناب میں سجدے گزارتے رہتے تھے۔ زندگی کے ہر شعبے میں اور زندگی کے ہر موڑ پر نماز آپ کے ساتھ رہتی تھی۔ نہ نماز آپ کی زندگی سے الگ ہو سکتی تھی اور نہ آپ کی زندگی نماز سے خالی رہ سکتی تھی۔ نماز زندگی کی سب سے قیمتی متاع اور اصل سرمایۂ حیات ہے۔

لہ یعنی قرآن کے ذریعہ جس قدر بندہ اپنے خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے کسی دوسری چیز کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتا اور قرآن نماز کا خاص اور اہم حصہ ہے۔

نماز میں مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہرگز نہیں بلکہ یہ تو اپنے وقت کو حد درجہ کارآمد اور مفید بنانا ہے

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَبِحَاجَتِهِ فَقَالَ: سَلْنِي فَقُلْتُ فَإِنِّي أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، فَقَالَ: أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ، قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ــــــــــ مسلم، ابوداؤد

"ربیعہ بن کعب اسلمیؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔ میں آپ کے وضو کا پانی اور ضرورت کی چیزیں لاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھ سے مانگو۔ میں نے عرض کیا: میری درخواست تو آپ سے یہ ہے کہ مجھے جنت میں آپؐ کی رفاقت حاصل ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اسکے سوا کچھ نہیں چاہتے؟ میں نے عرض کیا: بس یہی (آپ کی رفاقت مجھے مطلوب ہے) آپ نے فرمایا: اچھا تو اپنے معاملہ میں سجدوں کی کثرت کے ذریعہ میری مدد کرو۔[۱]"

۱۱۔ وَعَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلٰوةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ فَإِذَا بَلَغَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُ

آدمی جب تک نماز میں رہتا ہے۔ اس پر نیکی چھڑکی جاتی ہے۔ نماز آدمی کو نیک اور حق شناس بناتی اور اس کی زندگی کو برائیوں سے پاک کر کے خدائی رنگ میں رنگ دیتی ہے یہ ایک ایسا بپتسمہ (Baptisma) ہے جس کے برابر کوئی بپتسمہ نہیں ہو سکتا وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔

[۱] یعنی اگر یہ چاہتے ہو کہ جنت میں تمہیں میری رفاقت حاصل ہو تو کثرتِ سجود کو اپنا شعار بنا لو تاکہ تم میری رفاقت کے مستحق ہو سکو۔ اگر ایسا کرو گے تو پھر تمہیں میری رفاقت حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص قرب ان لوگوں کو حاصل ہوگا جن کے سر اکثر خدا کے حضور سجدوں میں ہوتے ہیں اور جن کے یہاں نماز کا زیادہ سے زیادہ اہتمام پایا جاتا ہے۔ وہ خاص عمل جو اس مقام تک پہنچنے میں مددگار ہوتا ہے وہ خدا کے حضور میں سجدوں کی کثرت ہے۔ سجدوں کی کثرت واضح علامت ہوتی ہے کہ بندہ کو خدا سے گہرا تعلق ہے اور اسے اللہ کے رسول کی پیروی کا پورا خیال ہے۔

Marfat.com

عَلَيْهَا ـــــــــ ابوداؤد۔

"شبرہ بن معبد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لڑکا سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز کے لئے اُسے مارو[10]"

۱۲۔ وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ ـــــــــ احمد، مسلم

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اور کفر کے درمیان ترکِ صلٰوۃ ہے[11]"

۱۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ كَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهُ وَمَالُهُ ـــــــــ بخاری، مسلم وغیرہ

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز جاتی رہی تو گویا اس کے اہل اور اس کا مال سب برباد ہو گیا[12]"

---

[10] یعنی اگر نماز نہیں پڑھتا تو اس کے لئے اسے سزا بھی دے سکتے ہو۔

[11] یعنی اسلام سے کفر تک پہنچنے کے لئے بیچ میں ایک درجہ ہے اور وہ ہے نماز کا ترک کر دینا۔ اگر کسی نے نماز چھوڑ دی تو گویا وہ اسلام اور کفر کے بیچ لٹک رہا ہے۔ ایک قدم اگر آگے بڑھے تو کفر کی سرحد میں پہنچ جائے۔ نماز اسلام کا شعار ہے اس کو ترک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شعارِ اسلامی کو چھوڑ کر کفر کا رویہ اختیار کر رہا ہے۔

[12] کاروبار اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے عصر کی نماز فوت ہونے کا زیادہ اندیشہ رہتا تھا اس لئے آپ نے اس کے لئے تنبیہ فرمائی ورنہ ہر نماز اپنی جگہ اہم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا فوت ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ نماز اگر جاتی رہی تو گویا آدمی لٹ گیا جس طرح اہل و عیال اور مال و جائداد کے برباد ہونے سے آدمی کا گھر بالکل ویران ہو جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح نماز کے بغیر انسان کی زندگی بالکل ویران ہے چاہے ظاہر میں وہ عیش و راحت ہی کی زندگی کیوں نہ

Marfat.com

۱۴۔ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَا ابْنَ آدَمَ لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ ——— مسلم

"حضرت جندب بن سفیانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں ہو جاتا ہے۔ پس اے آدم کے بیٹے! دیکھ اللہ کہیں تجھ سے اپنی حفاظت و ضمانت کے متعلق کوئی باز پرس نہ کرے [۳]۔"

۱۵۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ ——— ا

"ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ میرے دوست (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تمہیں جلا دیا جائے اور نہ جانتے بوجھتے فرض نماز ترک کرنا کیونکہ

گزار رہا ہو۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے۔ ایک شخص کے پاس مال و دولت بھی ہے۔ کوٹھی اور باغ بھی اسکے پاس ہیں۔ آپ تصور کیجیے کہ اگر اکلوتا بیٹا فوت ہو جائے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ وہ سمجھے گا کہ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔ اسے اپنا گھر بالکل سنسان معلوم ہوگا۔ دولت اس کا باغ اور مکان سب کچھ موجود ہوگا لیکن اسکی نگاہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت نہ ہوگی۔ وہ سوچے گا کہ جس کیلئے یہ سامان تھے جب وہی نہیں رہا تو یہ سب بیکار ہے ٹھیک اسی طرح نماز جو مومن کی زندگی کی روح اور سرمایہ تسکین و راحت ہے اگر وہ نہ رہے تو پھر آدمی کی زندگی میں کیا باقی رہے گا۔ جب آدمی خدا کی خدمت میں حاضر ہونے سے محروم رہا تو وہ ہر چیز سے محروم ...

[۳] مطلب یہ ہے کہ جب آدمی نماز فجر ادا کرتا ہے تو گویا وہ اپنے کو خدا کی حفاظت میں دے دیتا ہے۔ اُسے خدا کی سرپرستی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص نماز ترک کر دیتا اور اس عہد کو بھلا دیتا ہے جو اس کے اور خدا ...

Marfat.com

جو شخص جانتے بوجھتے نماز چھوڑ بیٹھتا ہے اللہ اُس کی حفاظت سے دست بردار ہو جاتا ہے اور شراب نہ پینا کیونکہ وہ تمام برائیوں کا دروازہ کھولنے والی ہے۔"

۱۶۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلٰوتُہٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِہٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُنْظُرُوْا ھَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِھَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَۃِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِہٖ عَلٰی ذٰلِکَ ——— ابوداؤد، احمد

"حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

قیامت کے دن بندے کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے۔ پس اگر نماز ٹھیک ادا کی گئی ہے تو فلاح اور نجات حاصل ہو جائے گی اور اگر ٹھیک ادا نہیں کی گئی ہے تو ناکامی اور زیاں کاری ہے۔ اگر فرض نماز میں کوئی کمی ہوگی تو خدائے تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے نوافل ہیں۔ فرض میں جو کمی ہو اس کو نوافل سے پورا کرو۔ پھر اسی طرح اس کے دوسرے سارے اعمال کا حساب ہوگا۔[۱۲]"

درمیان نماز کے ذریعہ قائم ہوتا ہے تو وہ خدا کی سرپرستی اور حفاظت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو جو خدا کی عظمت کا پاس ولحاظ نہیں رکھتا نہ خدا کی مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ اس کی توفیق وتائید اس کے کاموں میں شامل ہوتی ہے۔ نہ اس سے سخت بازپرس کرے گا اور اُسے اس کی نافرمانی کی سخت سزا دے گا۔

[۱۲] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلم کی زندگی میں نماز کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسلئے سب سے پہلے قیامت میں بندہ کی نماز کا جائزہ لیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس نماز نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے صحیح معنوں میں اس پاکیزہ اور مطلوب زندگی کو اختیار کرنے کا فیصلہ ہی نہیں کیا جس کی آئینہ دار نماز ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی زندگی میں نوافل اور سنن وغیرہ فرائض سے مختلف چیزیں نہیں ہوا کرتیں بلکہ نوافل وغیرہ سے درحقیقت فرائض ہی کی تصحیح وتکمیل مقصود ہوتی ہے۔

Marfat.com

۱۷۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ــــــــ بخاری نسائی

"حضرت بُریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عصر کی نماز ترک کی اُس کا کیا دھرا اکارت ہوا[۱۰]"

۱۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ رِضْوَانُ اللّٰہِ وَالْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰہِ ــــــــ ترمذی

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کا اول وقت خدا کی خوشنودی کا ہے اور آخری وقت خدا کی معافی کا ہے[۱۱]"

۱۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: قُسِمَتِ الصَّلٰوةُ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِیْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قَالَ اللّٰہُ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ: مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ، وَاِذَا قَالَ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، قَالَ هٰذَا بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ وَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

---

[۱۰] نماز ترک کر دینے کا مطلب یہ ہوا کہ اسکے سارے کام اور اسکی ساری سعی و جہد بے معنی ہو گئی۔ نماز کے بغیر اس کی زندگی ہی بے معنی ہے۔

[۱۱] اول وقت پر نماز پڑھنا اس بات کی علامت ہے کہ بندے کو نماز سے رغبت ہے اور وہ اسے اپنے لئے بار نہیں سمجھتا۔ آخر وقت میں نماز سے فرض تو ادا ہو جاتا ہے لیکن اس میں وہ خوبی کیسے پیدا ہو سکتی ہے جو اس کے اول وقت پر ادا کرنے میں ہے جب نماز کا وہ وقت آجائے جسے شارع نے احسن قرار دیا ہے تو نماز ادا کر لینی چاہیے۔ اس وقت نماز کو بلا کسی عذر کے مؤخر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ نماز سے جس وجہ شیفتگی اور رغبت ہونی چاہیے تھی وہ نہیں ہے۔

Marfat.com

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، قَالَ: هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ ـــــــــ مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نماز نصف نصف تقسیم ہے نصف نماز میرے لئے اور نصف میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کو وہی ملے گا جو وہ مانگے گا۔ جب بندہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (تمام حمد وستائش اللہ رب العلمین کے لئے ہے) کہتا ہے تو اللہ عزّ وجل فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔ اور جب وہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (جو رحمٰن اور رحیم ہے) اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی اور جب وہ کہتا ہے "مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ" (یوم جزا کا مالک ہے) تو (اللہ) کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری عظمت اور بزرگی کا اظہار کیا[1] اور جب وہ کہتا ہے "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) تو وہ کہتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان (مشترک) ہے اور میرے بندے کو وہ چیز ملے گی جس کی اس نے درخواست کی اور جب وہ کہتا ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" (ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے ان کا نہیں جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا) تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کو وہ چیز حاصل

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ آخرت اور خدا کی اس عدالت کا جو قیامت میں قائم ہوگی انکار کرنے والے درحقیقت خدا کی عظمت کے منکر ہیں۔ یہ بات خدا کی عظمت اور بزرگی سے فروتر ہے کہ وہ ایک ایسا دن نہ لائے جس میں لوگوں کو انکے اعمال کی جزا و سزا دی جاسکے۔

Marfat.com

ہوگی جس کی اس نے درخواست کی [۱]"

نماز کی تعداد اور اس کے اوقات:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَقْتُ الظُّھْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ کَطُوْلِہٖ مَالَمْ یَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ یَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ إِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ ——— مسلم

"حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہر کا وقت وہ ہے جبکہ سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جب تک کہ عصر کا وقت نہ آجائے اور عصر کا وقت وہ ہے (جو اس کے بعد ہو اس وقت تک)

---

[۱] اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نماز میں بندہ اپنے رب سے مخاطب ہوتا ہے اور اس کا خدا اس کی تمام باتوں کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔ وہ اپنے بندے کے پیش کئے ہوئے بہترین جذبات اور تحمید و تقدیس کے کلمات کو شرفِ قبولیت بخشتا اور اس کی درخواستوں کو قبول کرتا ہے۔ بندے نے اگر اس سے مدد کی درخواست کی ہے اور اس سے دین کے سیدھے اور فطری راستے پر چلنے کی توفیق طلب کی ہے تو وہ وعدہ فرماتا ہے کہ بندے کو اس کی مدد اور توفیق حاصل ہوگی اور اُسے ہر طرح کی گمراہیوں سے بچایا جائے گا۔

ایک دوسری حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں بندہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ لوگ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اس لئے اُس کو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ اپنے رب سے کیا سرگوشی کر رہا ہے؟ تم میں سے کوئی اس طرح بلند آواز سے قرآن نہ پڑھے کہ دوسروں کو دقت پیش آئے۔" (مسند احمد)

Marfat.com

جب تک کہ سورج زرد نہ ہو جائے۔ اور مغرب کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق غائب نہ ہو اور عشا کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔ اور فجر کی نماز کا وقت صبح کے ظاہر ہونے سے آفتاب کے نکلنے تک ہے[۵]۔"

---

[۵] ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر یہ پانچ وقت کی نمازیں ہر مسلمان پر فرض ہیں۔ اس حدیث میں ان کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے، اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء: ۱۰۳) "بیشک نماز اہلِ ایمان پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔"

نماز کے اوقات کیا ہوں؟ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا (الاسریٰ: ۷۸) "نماز قائم کرو جب سورج ڈھلے رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کو بھی ضروری قرار دے لو۔ بے شک فجر کا قرآن (پڑھنا) مشہود ہوتا ہے۔" "سورج ڈھلے سے رات کے اندھیرے تک" میں چار وقتوں کی نمازیں آجاتی ہیں۔ سورج پہلی بار دوپہر کے بعد ڈھلتا ہے وہ ظہر کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ سورج کا دوسرا زوال پہاڑوں اور اونچے ٹیلوں وغیرہ سے ہوتا ہے اور عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد سورج سطحِ زمین سے ڈھلتا ہوا غروب ہو جاتا ہے جو مغرب کی نماز کا وقت ہے۔ سورج کا ایک زوال اس کے بعد بھی ہوتا ہے جب کہ اُفق پر اس کی سُرخی اور اس کے آثار تک باقی نہ رہیں اور بالکل تاریکی چھا جاتی ہے، اور عشا کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ پانچویں نماز فجر کی ہے جس کا وقت پو پھٹنے سے لے کر سورج نکلنے تک ہے۔ اس نماز کا ذکر بھی اس آیت میں آگیا ہے۔

نماز کے اوقات ہماری دنیا میں ظاہر ہونے والی اہم تبدیلیوں اور نشانیوں کے لحاظ سے مقرر کیے گئے ہیں۔ یہ نشانیاں خدا کی قدرت اور اس کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں۔ بندۂ مومن بھی ان نشانیوں کے ظہور کے وقت خدا کے آگے سر بسجود ہو کر اپنے کو کائنات کی عظیم نشانیوں کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتا ہے۔

Marfat.com

نماز اور طہارت و پاکیزگی

۱۔ عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ، کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَہٗ فَمُعْتِقُھَا اَوْ مُوْبِقُھَا ۔۔۔ مسلم

ترجمہ: ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طہارت اور پاکیزگی جزوِ ایمان ہے[1] اور الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ

---

[1] یعنی ایمان کے جہاں اور بہت سے تقاضے ہیں وہیں اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے جسم و لباس کو پاک و صاف رکھے۔ ایمان محض نہاں خانۂ دل میں رہنے والی چیز نہیں ہے۔ انسان کی پوری زندگی میں ایمان کا اظہار ہونا چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: وَالطُّھُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ (ترمذی) "پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔" مطلب یہ کہ ایمان ہی کا تقاضا ہے کہ آدمی کا ظاہر اور باطن دونوں پاک اور روشن ہوں جس نے اپنے ظاہر کو پاک رکھا اُس نے ایمان ہی کے نصف تقاضے کو پورا کیا۔ کامل پاکیزگی اور کامل ایمان تو اس وقت میسر آسکتا ہے جبکہ ظاہر کے ساتھ ہمارا باطن بھی پاک ہو۔ اس میں شرک و کفر اور شر و فساد کی گندگی نہ ہو بلکہ اس میں اخلاص و محبت ہو، خدا کی عظمت کا احساس ہو، اس کے بندوں کیلئے درد و شفقت اور مروت ہو۔

دین اور شریعت میں طہارت اور پاکیزگی کی بڑی اہمیت ہے۔ صرف یہی نہیں کہ نماز، تلاوت قرآن اور طواف کعبہ کے لئے طہارت لازمی شرط ہے بلکہ پاکیزگی اور طہارت بذاتِ خود دین میں ایک مطلوب چیز ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ○ (البقرہ: ۲۲۲) بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو پاک و صاف رہنے والے ہیں۔

اس آیت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ جس طرح طہارت کا اہتمام آدمی کے جسم اور اس کے لباس کو پاک و

Marfat.com

والحمد للہ، آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے، سب کو بھر دیتے ہیں۔

صاف رکھتا ہے، اسی طرح توبہ اور رجوع الی اللہ کے ذریعہ آدمی کے باطن اور اس کی روح کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ گناہ کی آلودگیوں اور برے اثرات سے نجات پا لیتا ہے۔ روایتوں میں وضو کے بعد کلمۂ شہادت اور یہ دعا پڑھنے کا ذکر آتا ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ "اے اللہ تو مجھے توبہ کرنے والوں میں کر دے اور ان لوگوں میں سے کر دے جو پاکیزگی اور صفائی اختیار کرنے والے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ کامل طہارت اور پاکیزگی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ ظاہری پاکیزگی کے اہتمام کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے بندہ اپنے ایمان کی تجدید کرتا ہے اور خدا کے حضور میں توبہ و استغفار کے ذریعہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ (التوبہ: ۱۰۸)

اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک و صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حدیث میں طہارت اور پاکیزگی کو ایمان کا جزو قرار دیا جا رہا ہے۔ ایک حدیث میں پاکیزگی اور صفائی کو "نصفِ ایمان" فرمایا گیا۔ جسم اور لباس کی پاکی اور ستھرائی کا انسان کے قلب و روح پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر جسم اور لباس پاک و صاف ہے تو لازماً طبیعت میں ایک طرح کا انشراح و انبساط ہوگا اور آدمی سرور و فرحت کی کیفیت محسوس کرے گا۔ طہارت اپنی حقیقت کے لحاظ سے روح و قلب کا انشراح و انبساط اور ناپاکی اپنی اصلیت کے لحاظ سے نفس کا انقباض و تکدر اور طبیعت کی ظلمانی کیفیت کا نام ہے۔ ناپاکی یا پیشاب و پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد آدمی جب غسل یا وضو کر لیتا ہے اور صاف ستھرے کپڑے پہنتا اور خوشبو کا استعمال کرتا ہے تو اس سے طبیعت کی گرانی دور ہو جاتی ہے اور اسے ایک طرح کی فرحت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا کی طاعت و عبادت کے مقدس فرائض انجام دے سکے۔ اسے فرشتوں سے ایک طرح کی مناسبت حاصل ہو جاتی ہے جو ہمہ وقت پاک و صاف اور نورانی کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔

جس شخص کو پاکی و ناپاکی کی پرواہ نہیں ہوتی، جو ہر وقت ناپاکی ہی کی حالت میں رہنا پسند کرتا ہے۔ اس کی روح ظلمتوں میں ہی گھری رہتی ہے اور وہ نورانی کیفیات اور ایمان کی حلاوتوں سے محروم رہتا ہے۔ اس کی روح طرح طرح کے وساوس میں

Marfat.com

اور نماز نور ہے[۳]، صدقہ دلیل و برہان ہے[۴] صبر روشنی ہے[۵] اور قرآن یا تو حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف[۶] ہر شخص صبح کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے پھر یا تو وہ اُسے نجات دلاتا ہے یا اُسے ہلاک کر دیتا ہے[۷]۔"

گرفتار رہتی ہے۔ حکمت اور فہم و دانائی کی راہیں اُس پر کشادہ نہیں ہوتیں۔

[۲] یعنی الحمد للہ (شکر و ثنا خدا ہی کے لئے ہے) سبحان اللہ والحمد للہ (پاک و برتر ہے خدا، شکر و ثنا خدا ہی کے لئے ہے) ان پاکیزہ کلمات کی برکت سے زمین و آسمان کی تمام فضا معمور ہو جاتی ہے۔ یہ پاکیزہ کلمات آدمی کے نیکی کے پلّے کو جھکانے والے ہیں۔ آخرت میں ان کا بے پایاں اجر ملے گا۔ ان کلمات کو اگر آدمی شعور کے ساتھ پڑھے تو لازماً اُس کی زندگی میں عظیم انقلاب رونما ہوگا۔ وہ دنیا میں کبھی خدا سے غافل ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

[۳] مومن کی زندگی کا اول و آخر نماز ہی ہے۔ نماز ہی آدمی کی زندگی کو معنویت بخشتی اور نفسِ انسانی کو تاریکیوں اور پست قسم کی خواہشات سے نجات دلاتی ہے۔ نماز اپنی حقیقت کے لحاظ سے خدا کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید ہے خدا کے ذکر سے بڑھ کر زندگی کا نور کہاں پایا جا سکتا ہے۔

[۴] صدقہ آدمی کے مومنِ صادق ہونے کا ایک بیّن ثبوت ہوتا ہے۔ بندۂ مومن خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کر کے اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ وہ خدا اور اس کی اتاری ہوئی شریعت پر ایمان رکھتا ہے۔ صدقہ آخرت میں بھی آدمی کی خدا پرستی کی دلیل قرار پائے گا اور اس طرح صدقہ دینے والا خدا کے انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔

[۵] مومن کی زندگی میں "صبر" کا مقام نہایت بلند ہے۔ صبر درحقیقت ایمان اور توکل علی اللہ کا لازمی تقاضا ہے۔ صبر کے بغیر انسان کی زندگی ہمیشہ کردار سے خالی ہوگی۔ جہاں کردار ہوگا وہاں لازماً صبر ہوگا۔ صبر کے بغیر انسانی زندگی کی تہذیب و تحسین ممکن نہیں۔ صبر مومن کا لازمی وصف ہے بے صبری ہمیشہ عدمِ اطمینان یا ضعفِ ایمانی کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ جس شخص کی نگاہ مآل اور انجامِ کار پر ہوگی۔ وہ کبھی دامنِ صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے گا۔ خواہ کتنے ہی مصائب گھر آئیں وہ کبھی راہِ حق سے ہٹ نہیں سکتا۔ اہلِ باطل کتنی ہی منفعت کی امید کیوں نہ دلائیں، وہ کبھی اپنے ضمیر اور ایمان کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس کے

Marfat.com

۲- وَعَنْ شُبَيْبِ ابْنِ اَبِیْ رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ الرُّوْمَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ: مَا بَالُ اَقْوَامٍ يُصَلُّوْنَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُوْنَ الطُّهُوْرَ وَاِنَّمَا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ اُولٰٓئِكَ ـــــــ نسائی

شبیب بن ابی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے

دامن عفت کو تار تار کرنے کے کتنے ہی سامان کیوں نہ بہم ہوں، عریانیت اور فحاشیت کا بازار کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو، وہ ان سب کے مقابلہ میں صبر! ہتھیار کو استعمال کرتا ہے وہ صبر کا ہتھیار ہے، وہ حدود اللہ کا ہمیشہ اور ہر حال میں پورا احترام کرتا ہے۔ صبر کی اس بنیادی اہمیت کے پیش نظر اس کو قرآن میں نماز کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ: ۱۵۳) "اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو۔ بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ اس آیت میں صلوٰۃ کا لفظ صبر کے مرادف کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو مفردات القرآن علامہ الفراہیؒ ص۵۴) صبر کی ان خصوصیات کی بنا پر اس کو ضیاء یا روشنی سے تعبیر کرنا بالکل فطری بات ہے۔

لہ یعنی اگر تمہاری زندگی قرآن کی ہدایت اور اس کے پیش کیے ہوئے نقشے کے مطابق بسر ہوگی تو قرآن تمہارے لئے شاہد اور دلیل بنے گا لیکن تمہارا رویہ اگر اس کے خلاف ہے تو قرآن کی شہادت تمہارے خلاف ہوگی۔

لہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہر شخص خواہ وہ کسی حال میں اور کسی کام میں ہو حقیقت کی نگاہ میں وہ روزانہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے یا تو وہ اسے نجات دلانے والا ہے یا اسے ہلاک کرنے والا۔ انسان کی زندگی مسلسل ایک سوداگری ہے۔ وہ اگر اپنی زندگی خدا کی اطاعت و فرماں برداری میں گزارتا ہے تو وہ گویا اپنی نجات کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ خدا فراموشی کی زندگی اختیار کیے ہوئے ہے تو وہ اپنی ہلاکت اور تباہی کا سامان کر رہا ہے۔ دنیا میں اسے روحانی و اخلاقی موت اور آخرت میں عذاب جہنم سے اسے بچانے والا کوئی نہیں۔

Marfat.com

سورۃ الروم پڑھی۔ اس میں آپؐ کو اشتباہ ہو گیا اور خلل واقع ہوا۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بعض لوگوں کی یہ کیا حالت ہے کہ ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور طہارت کا اچھی طرح اہتمام نہیں کرتے۔ بس یہی لوگ ہمارے قرآن پڑھنے میں التباس پیدا کر دیتے ہیں شہ''

۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلسِّوَاكُ مُطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ ——— مسند امام شافعی، احمد، نسائی، بخاری

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے لہ''

۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ اَنْ يَّتَوَضَّأَ ——— احمد، ابوداؤد

شہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت کے لئے طہارت اور وضو وغیرہ کا اہتمام کتنا ضروری ہے۔ وضو و طہارت اچھی طرح نہ کرنے کے بُرے اثرات صرف یہی نہیں کہ اپنے قلب اور رُوح پر پڑتے ہیں بلکہ اس کے اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے اثر سے قرآن کی قرأت میں گڑبڑ بھی واقع ہو سکتی ہے۔

لہ مسواک سے آدمی کو دُہرا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سے منہ کی صفائی بھی ہو جاتی ہے اور چونکہ خدا کے نزدیک یہ عمل نہایت پسندیدہ ہے اس لئے اس سے خدا کی رضا اور اجر و ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِیْ يَعْمَلُ وَيَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ كَمَثَلِ اُمِّ مُوْسٰی تَرْضَعُ وَلَدَهَا وَتَاْخُذُ اَجْرَهَا ''جو شخص اپنی روزی کمانے کے لئے کام کرے اور اپنے کام میں خدا کی خوشنودی کو پیشِ نظر رکھے اس کی مثال حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی سی ہے کہ انہوں نے اپنے ہی بیٹے کو دودھ پلایا اور اس کی اجرت بھی لی'' یعنی روزی کمانے میں بھی آدمی دہرا فائدہ اٹھاتا ہے۔ روزی بھی کماتا ہے اور اللہ سے اجر و ثواب بھی پاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ خدا کی

Marfat.com

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ دن یا رات میں جب بھی آپ سوتے تو اٹھنے کے بعد وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور کرتے۔

۵۔ وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ ——— مسلم

"شریح بن ہانیؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ فرمایا: سب سے پہلے آپ مسواک کرتے تھے۔"[۱۰]

۶۔ وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ ——— احمد، ترمذی

"حضرت ابوایوب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔ حیاء[۱۱]، خوشبو لگانا، مسواک کرنا،

خوشنودی کو پیش نظر رکھے اور ایمانداری کے ساتھ کام کرے۔ دُہرے فائدے کی بات کسبِ معاش اور مسواک ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ دین کے تمام ہی احکام ایسے ہیں جن میں انسان کی دنیوی و اُخروی فلاح و بہبود کی رعایت رکھی گئی ہے۔

[۱۰] ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسواک صرف وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جب بھی ضرورت محسوس ہو مسواک کرنی چاہیے۔ پانچ موقعوں پر خاص طور سے مسواک کی اہمیت ہے۔ وضو میں، نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (اگر وضو اور نماز کے درمیان میں زیادہ وقت گزر چکا ہو)، قرآن کریم کی تلاوت کے وقت، سو کر اٹھنے کے وقت، منہ میں بو پیدا ہو جانے یا دانتوں کے رنگ میں تغیر آجانے کے وقت۔

[۱۱] حیا انسان کی کی سیرت کا حسن و جمال ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں فرماتے ہیں: وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ۔ "جس میں حیا ہوگی اس میں ایک خاص قسم کی زینت پیدا ہو جائے گی۔" ایک حدیث

Marfat.com

اور نکاح کرنا [۱۳]"

۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِي يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِي لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا ——— بیہقی فی شعب الایمان

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نماز جس کے لئے مسواک کی جائے، اس نماز کے مقابلہ میں ستر گنی فضیلت رکھتی ہے جو بلا مسواک کے ادا کی جائے [۱۴]"

۸۔ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ

میں ہے: وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ "اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے" انبیاء سیرت و کردار کے لحاظ سے بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے یہاں یہ مطلوب شے نہ پائی جائے گی تو کہاں پائی جائے گی۔

[۱۲] خوشبو اور مسواک دونوں ہی چیزیں بڑی پسندیدہ ہیں۔ مسواک سے منہ کی صفائی حاصل ہوتی ہے، خوشبو سے روح و قلب کو ایک خاص طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے۔ عبادت کے کیف و ذوق میں خوشبو اور پاکیزگی دونوں چیزیں معاون ہوتی ہیں۔

[۱۳] نکاح معاشرہ کا بنیادی پتھر ہے۔ انبیاء علیہم السلام انسانی معاشرے کے لئے کامل نمونہ بن کر آتے ہیں۔ اسلئے وہ نکاح سے اجتناب کیونکر کرسکتے ہیں۔ دُنیا کی زندگی میں انسان کے لئے نیک بیوی خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ نکاح وہ چیز ہے جس سے نگاہ و قلب کی عفت کی محافظت آسان ہوجاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام نہ ترکِ دُنیا اور رہبانیت کی تعلیم دینے کیلئے آئے ہیں اور نہ انہوں نے نکاح اور انسانوں کے باہمی تعلقات کو تقویٰ یا خدا پرستی کے اعلیٰ معیار کے خلاف قرار دیا ہے۔ اس طرح کی چیزیں تو ہمیشہ بیمار ذہنوں کی پیداوار ہوا کرتی ہیں۔

[۱۴] یعنی جو نماز مسواک کرکے ادا کی جائے گی وہ اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے بدرجہا افضل ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظاہری پاکیزگی اور ستھرائی کی دین میں کتنی اہمیت ہے۔ ظاہری پاکیزگی اور ستھرائی کا لازماً اعمال کے ظاہر و باطن پر اثر پڑتا ہے۔

Marfat.com

اَلْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاہُ مِنْ جَسَدِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِہٖ ——— بخاری و مسلم

"حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے وضو کیا اُس کے سارے گناہ نکل جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی[۱۰]"

۹- وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ ——— مسلم

"ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طہارت و پاکیزگی ایمان کا نصف حصہ ہے[۱۱]"

---

۱۰ یعنی وضو سے صرف ظاہری طہارت اور پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس سے آدمی کے گناہ بھی دھل جاتے ہیں اسلئے کہ ہر وضو حقیقت میں خدا کی اطاعت و بندگی کا نئے سر سے ایک عہد و پیمان بھی ہے۔ اس لئے روایتوں میں وضو کے بعد کلمۂ شہادت۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) پڑھنے کا ذکر بھی آتا ہے۔ اس شہادت، عہد و پیمان اور تجدید ایمان کے بغیر باطنی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کلمہ سے گویا پاکیزگی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ طاعت و بندگی کے عہد و پیمان اور تجدید ایمان کے نتیجہ میں آدمی کی مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اسکے لئے جنت کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔

وضو سے صغیرہ گناہ تو لازماً معاف ہو جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص اگر کبائر کا مرتکب ہوا ہے تو توبہ و استغفار اور کفارے کی دوسری شکلیں بھی اختیار کرے تاکہ خدا اسکے تمام گناہوں کو بخشے اور اسے پاکیزہ زندگی حاصل ہو۔

۱۱ اسلام نے جہاں روحانی اور اخلاقی طہارت و پاکیزگی کی تعلیم دی ہے وہیں وہ ہمیں ظاہری صفائی، پاکیزگی اور ادب و سلیقہ کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اس لئے ظاہری پاکیزگی کو نصف ایمان فرمایا گیا۔ ایمان کے جملہ تقاضے تو اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں جبکہ آدمی اپنے ظاہر اور باطن دونوں کو پاکیزگی بخشے۔ دونوں میں گہرا ربط و تعلق ہے۔ دونوں کی تکمیل سے آدمی کی تکمیل ممکن ہے۔

Marfat.com

۱۰۔ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا یُشَبِّکَنَّ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاِنَّہٗ فِی الصَّلٰوۃِ ——— ابوداؤد

"کعب بن عجرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کے ارادہ سے نکلے تو تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز میں ہوتا ہے [لہ]"

نماز کے آداب:

۱۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ اللّٰہُ مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ وَھُوَ فِیْ صَلَاتِہٖ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْہُ ——— ابوداؤد، نسائی

لہ ایک ہاتھ کی انگلی کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں بلا وجہ ڈالنا یا محض چٹخانے کے لئے ڈالنا تشبیک ہے۔ یہ ایک فضول حرکت ہے یا یہ سستی اور غفلت کی علامت ہے۔ اس سے روکا گیا ہے جب کسی شخص نے اچھی طرح وضو کر لیا تو وہ عام غافل اور بے خبر انسانوں جیسا نہیں رہا۔ بلکہ اُسے ظاہری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ روح کی پاکیزگی بھی حاصل ہو گئی۔ اب وہ اس خدا کی طرف متوجہ ہو گیا جس کی طرف رُخ کرنا دل کی تمام کثافتوں کو دور کرتا اور آدمی کو پاک بناتا ہے۔ حقیقت کے لحاظ سے اب وہ حالت نماز میں ہے اور اگر مسجد جانے کے ارادے سے وہ گھر سے نکل پڑا تو پھر اس کے حالتِ نماز میں ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ مسجد کا راستہ طے کرنے میں اُسے نماز ہی کا ثواب ملے گا۔ اس لئے اُسے بلا ضرورت کوئی ایسا فعل نہیں کرنا چاہئے جو نماز کے منافی ہو۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی ایک حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مسجد کے اندر ہو تو اسے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر نہ ڈالنا چاہئے تم میں سے کوئی شخص جب تک مسجد میں رہتا ہے وہ نماز ہی میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسجد سے چلا جائے۔ (مسند احمد)

Marfat.com

"ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب نماز میں ہوتا ہے تو خدا لازماً اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب تک وہ ادھر اُدھر نہ دیکھے اور جب وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے تو خدا اس کی طرف سے رُخ پھیر لیتا ہے[1]۔"

۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ عَائِشَۃَ فَجِیْئَ بِطَعَامِھَا فَقَامَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَا صَلٰوۃَ بِحَضْرَۃِ طَعَامٍ وَلَا ھُوَ یُدَافِعُہُ الْاَخْبَثَانِ ۔۔۔ مسلم، ابوداؤد

"عبداللہ بن محمد بن ابوبکر سے روایت ہے کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس تھے اتنے میں ان کا کھانا آیا تو قاسم بن محمد نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جب کھانا سامنے آجائے تو اس وقت نماز نہیں (پڑھنی چاہیے) اور نہ اس وقت (نماز پڑھنی چاہیے) جب کہ پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو[2]۔"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْھِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْمَرِیْضَ وَذَا الْحَاجَۃِ

---

[1] یعنی خدا اس وقت تک اس شخص کی طرف متوجہ رہتا اور اس پر نظرِ عنایت رکھتا ہے جب تک وہ نماز میں خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا۔ لیکن جب وہ کسی دوسری طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو خدا بھی اس کی طرف سے اپنا رُخ پھیر لیتا ہے اس کی غیرت کو یہ کب گوارا ہوسکتا ہے کہ وہ اس شخص کی طرف متوجہ ہو جسے اس کی عظمت اور کبریائی کا پاس و لحاظ نہیں ہے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ بھوک ہو اور کھانا آجائے تو پہلے کھا کر نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہیے ورنہ نماز میں یکسوئی حاصل نہ ہو سکے گی اسی طرح اگر پیشاب پاخانہ کی حاجت ہے تو اس وقت بھی نماز میں جی نہیں لگ سکتا۔ اس لئے ایسی حالت میں آدمی کو چاہیئے کہ پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر نماز ادا کرے۔ شریعت نے انسان کی مجبوریوں کا لحاظ رکھا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج: ۷۸) "اللہ نے دین میں تمہارے لئے تنگی اور مشکل نہیں رکھی ہے۔"

Marfat.com

وَاِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ ——— بخاری، مسلم وغیرہ

" ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو ہلکی (نماز) پڑھانی چاہیے، اس لئے کہ ان میں ضعیف، ناتواں، بیمار اور ضرورت مند سب شریک ہوتے ہیں اور جب اکیلے نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے[1]"

۴۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّىْ لَاَدْخُلُ فِى الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطِيْلَهَا فَاَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِىِّ فَاَتَجَوَّزُ فِىْ صَلٰوتِىْ لِمَآ اَعْلَمُ مِنْ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَآئِهٖ ——— بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی

" حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اُسے طویل کروں اتنے میں بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو میں اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں اس لئے کہ میں اس تکلیف کو جانتا ہوں جو اس کی ماں کو اس کے رونے سے ہوگی[2]"

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اِذَا وُضِعَ عَشَآءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ (بخاری و مسلم) جب تم میں سے کسی کے سامنے رات کا کھانا رکھا جائے اور نماز کی تکبیر کہی جانے لگے، تو پہلے کھانا کھالے۔ کھانے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔" حضرت ابن عمرؓ کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور نماز شروع ہو جاتی تو وہ نماز کو نہ جاتے جب تک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو لیتے حالانکہ امام کی قرأت سنتے ہوتے تھے۔

[1] یعنی امام کو چاہئے کہ وہ نماز میں مقتدیوں کا خیال رکھے۔ نماز بہت لمبی نہ کرے تاکہ ہر شخص آسانی سے ادا کر سکے تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اسے اختیار ہے جتنی دیر تک چاہے نماز میں کھڑا رہے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ہلکی اور کامل ہو۔ (بخاری)

[2] بچے کے رونے کی آواز آتی تو حضورؐ اس خیال سے نماز کو مختصر کر دیتے تھے کہ ممکن ہے بچے کی ماں نماز میں شریک ہو اور اُسے بچے کی وجہ سے پریشانی ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معیاری نماز کے لئے اس درجہ کا استغراق اور محویت ضر

Marfat.com

۵- وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَہٗ وَاِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ —— بخاری، مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تک نشاط و مستعدی کے ساتھ نماز پڑھ سکو پڑھو اور جب سست ہو جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔"[1]

۶- وَعَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا نَعَسَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَرْقُدْ حَتّٰی یَذْھَبَ عَنْہُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَھُوَ نَاعِسٌ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّہٗ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبُّ نَفْسَہٗ —— بخاری، مسلم

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص نماز میں اونگھنے لگے تو اُسے سو رہنا چاہیے یہاں تک کہ اس کی نیند جاتی رہے اس لئے کہ اونگھتے ہوئے تم میں سے کوئی نماز پڑھے گا تو وہ نہیں جان سکتا کہ کیا کہہ رہا ہے، ممکن ہے وہ طالب ہو مغفرت کا اور وہ اپنے حق میں بُرے کلمات نکالنے لگ جائے۔"

۷- وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰی جَنْبٍ —— بخاری

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نہیں کہ آدمی کو کسی چیز کی خبر ہی نہ ہو سکے۔ اعلیٰ درجہ کی نماز کے لئے اصلاً جو چیز مطلوب ہے وہ ہے خدا کی عظمت اور بزرگی کا احساس، اس کی طرف دل کا جھکاؤ اور خشیت۔ نماز میں یہ چیز جس درجہ حاصل ہوگی اسی قدر ہماری نمازیں بہتر ہو سکیں گی۔

[1] یعنی نماز کا حکم دے کر اللہ نے تمہیں کسی مشقت میں نہیں ڈالا ہے۔ نماز تو تمہاری روحانی غذا ہے۔ اس لئے اُسے زیادہ سے زیادہ نشاط اور خوشی کی حالت میں ادا کرو تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ قوت و توانائی حاصل کر سکو اور تمہیں نماز سے پورا فائدہ پہنچ سکے۔ واضح رہے، حدیث میں نفل نماز کا ذکر ہے۔

Marfat.com

کھڑے ہوکر نماز پڑھو، کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھو اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو تو لیٹ کر پڑھو[۷]"

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنْتُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا یَخْرُجْ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُصَلِّیَ ــــــــ احمد

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا۔ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم میں سے کوئی اس وقت مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک کہ نماز نہ پڑھ لے[۸]"

۹۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

---

[۷] زندگی میں نماز کی اتنی اہمیت ہے کہ اسے کسی حال میں ترک نہیں کیا جا سکتا جس طرح بھی ممکن ہو اسے ادا کرتے رہو۔ کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر بیٹھ کر پڑھنا بھی ممکن نہ ہو تو لیٹ کر ہی اشاروں سے نماز ادا کر لو۔

شریعت کے احکام انسان کے لئے مصیبت ہرگز نہیں۔ شریعت نے انسانوں کی مجبوریوں اور معذوریوں کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ احادیث سے اس کی بہت سی مختلف مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ اس راز سے واقف تھے کہ شرعی احکام انسان کو مشکل میں ڈالنے کے لئے ہرگز نہیں ہیں چنانچہ حضرت ابودرداءؓ کا ارشاد ہے: آدمی کے تفقہ فی الدین (دین کے بارے میں سمجھ) کی ایک علامت یہ بھی ہے اگر اسے نماز کے وقت کوئی سخت ضرورت درپیش ہو تو پہلے وہ اپنی ضرورت پوری کرے تاکہ جب وہ نماز کی طرف آئے پوری دلجمعی (اور کامل یکسوئی) کے ساتھ آئے۔" (بخاری)

[۸] یعنی جب اذان ہوگئی تو نماز پڑھ کر ہی مسجد سے نکلنا چاہیئے۔ بلا کسی حقیقی عذر کے نماز ادا کئے بغیر مسجد سے نکل جانا اس بات کی علامت ہے کہ آدمی کے دل میں نماز کا احترام اور خدا کی عظمت کا صحیح احساس نہیں ہے ورنہ مؤذن کی پکار کو رد کرنے کی جرأت اسے کبھی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

ثَلٰثَةٌ لَا تُرْفَعُ لَهُمْ صَلٰوتُهُمْ فَوْقَ رُؤُسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَّ اَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ ـــــ ابن ماجہ

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں اٹھتی ؎ وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں اور وہ عورت جو اس حالت میں رات گذارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور وہ دو بھائی جو آپس میں ناراض ہوں اور قطع تعلق کرلیں ؎۹"

۱۰۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ يُّصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ ـــــ بخاری ومسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے یا نماز سے غافل ہو کر سو جائے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ جس وقت یاد آئے فوراً پڑھ لے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کا کفّارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ جس وقت یاد آجائے ادا کرلے۔"

۱۱۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ

؎ یعنی وہ ذرا بھی قبول نہیں ہوتی۔

؎۹ یہ حدیث بتاتی ہے کہ اللہ کا حق بھی اسی وقت ادا ہوتا ہے جبکہ بندوں کا حق بھی ادا ہو۔ بھائی اگر بھائی کے حقوق کو بھول جائے۔ اسی طرح عورت اگر خاوند کو ناراض رکھے یا امام اگر لوگوں کے صحیح جذبات اور ان کے جائز مطالبات کو نہ پہچانے تو ان کی نماز صحیح معنوں میں نماز نہیں ہو سکتی۔ نماز تو ایک اعلیٰ کردار ہے جس کا اظہار بندہ خدا کا حق ادا کرکے کرتا ہے لیکن اگر دوسرے حق داروں کے حقوق کی ادائیگی میں اس سے قصور ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی اس کے کردار ہی میں نقص ہے۔ خدا کی محبت اگر لوگوں سے نفرت سکھائے تو پھر وہ خدا کی محبت ہی کب ہے۔

Marfat.com

فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِي الْيَقْظَةِ فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ——— مسلم

"حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سو جانے سے (نماز میں تاخیر ہو جانے پر) کوئی قصور لازم نہیں آتا۔ قصور تو بیداری کی حالت میں (نماز میں تاخیر کرنے پر) ہے۔ اس لئے جب تم میں کوئی (نماز پڑھنا) بھول جائے یا نماز سے غافل ہو کر سو جائے تو جس وقت یاد آئے فوراً پڑھ لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نماز قائم کر میری یاد کے لئے۔"[ل]

۱۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ ثُمَّ قَالَ: اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ: اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے ایک نہایت سرد اور آندھی والی رات میں نماز کی اذان دی پھر کہا: خبردار! اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کر لو۔ اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جبکہ سخت سردی اور بارش کی رات ہوتی مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ (اذان میں) کہہ دے کہ آگاہ رہو! اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔"

[ل] یعنی اگر کوئی شخص بھول گیا اور اس نے نماز ادا نہیں کی یا اس پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہ نماز ادا کئے بغیر سو گیا تو اس پر اس کی گرفت نہ ہوگی جب اسے یاد آ جائے یا جب وہ بیدار ہو تو فوراً نماز پڑھ لے۔ نماز کا تعلق آدمی کے شعور اور اس کی یاد سے ہے اگر آدمی پر کسی وجہ سے غفلت طاری ہو گئی یا اسے یاد نہیں رہا کہ اس نے ابھی نماز ادا نہیں کی ہے تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بلا کسی عذر کے نماز ترک کرتا ہے تو اس کا دل گنہگار ہے لازماً اس کی گرفت ہوگی۔

Marfat.com

۱۳ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا ______ مسلم

"حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کسی شخص کی نماز کی طوالت اور اس کے خطبہ کا اختصار اس کے فقیہ (دانا سمجھ) ہونے کی علامت ہے۔ پس نماز کو لمبی کرو اور خطبہ کو مختصر کرو۔ بلاشبہ بعض خطبے جادو ہوتے ہیں[۱]۔"

۱۴۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ______ مسلم

"عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے پھر کھڑے ہو کر اپنی پوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت ادا کرے تو جنت اس کے لئے واجب ہو جائے گی[۲]۔"

---

[۱] یعنی وہ جادو کا سا اثر دکھاتے ہیں۔ وہ بہت مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ خطبہ مؤثر ہو اس کے لئے اس کا طویل ہونا ضروری نہیں۔ مختصر بیان طویل خطبہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔

[۲] یعنی ایسی نماز آدمی کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ جنت میں جگہ پا سکے معنوی لحاظ سے وہ دنیا کی زندگی میں ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ آخرت میں تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔ بشرطیکہ اپنی غفلتوں اور کرتا ہیوں سے وہ اپنے کو اس حق سے محروم نہ کر لے۔ اسی حقیقت کا اظہار امام ابن تیمیہؒ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے: ان فی الدنیا جنۃ من لم یدخلھا لم یدخل الجنۃ الاخرۃ ______ "دنیا میں ایک ایسی جنت ہے کہ جو اس میں داخل نہ ہوا، آخرت میں بھی داخل نہ ہو سکے گا۔"

Marfat.com

نماز باجماعت:

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا ——— ابوداؤد، نسائی

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا۔ پھر وہ (نماز کے لئے) گیا اور دیکھا کہ لوگ نماز ادا کر چکے ہیں اللہ اسے ان لوگوں کے برابر اجر دے گا جو وہاں نماز میں حاضر ہوئے اور اور نماز ادا کی اور یہ چیز ان کے اجر و ثواب میں کمی کا باعث نہیں ہوگی۔[1]"

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ ——— بخاری و مسلم

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھی اور برابر کیا کرو۔ کیونکہ صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنا نماز کی اقامت کا جزو ہے[2]۔"

---

[1] ایک آدمی نماز کا اہتمام کرتا ہے اور پابندی سے جماعت میں شریک ہوتا ہے۔ اگر اتفاق سے کسی دن اُسے جماعت سے نماز نہ مل سکی تو بھی اللہ تعالیٰ پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ اس کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ محض ظاہر کو نہیں دیکھتا اس کے یہاں اصل فیصلہ لوگوں کی نیتوں اور ان کے اخلاص کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ (ابوداؤد) "جس نے ایک رکعت جماعت کے ساتھ پالی اس نے پوری نماز پالی۔" اُسے پوری نماز کا ثواب و اجر ملے گا؛ بشرطیکہ اس کے اخلاص اور نیت میں کوئی قصور نہ ہو

[2] یعنی نماز کی کامل ادائیگی اور اس کے اہتمام میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جماعت کی صفیں درست اور سیدھی ہوں۔ اعمال کے ظاہر و باطن دونوں کی طرف توجہ کی جانی چاہیے۔ دونوں میں سے کسی کو نظر انداز کرنا صحیح نہ ہوگا دونوں ہی کی درستی پر انسان کی تہذیب و تزکیہ کا انحصار ہے۔

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ یُحْتَطَبُ، ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ یُؤَذَّنُ بِهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ۔ بخاری و مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کی جائیں، پھر نماز کا حکم دوں اور اس کے لئے اذان دی جائے۔ پھر ایک شخص کو لوگوں کا امام مقرر کردوں پھر لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں[۳]"

۴۔ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلٰوتَہٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ، وَکُلُّ مَا کَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ——— احمد، ابوداؤد و نسائی

"اُبَیّ بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی نماز جو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ ادا کرتا ہے اس نماز کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے جو وہ تنہا ادا کرے اور جو نماز دو آدمیوں کے ساتھ ادا کی وہ اس نماز سے بہتر ہے جو اس نے ایک آدمی کے ساتھ ادا کی اور پھر جس قدر آدمی زیادہ ہوں اللہ عزوجل کو پسند ہے[۴]"

---

[۳] جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو اہمیت ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ نماز با جماعت ایک طرف ہمارا رشتہ خدا سے مضبوط کرتی ہے، دوسری طرف اس کے ذریعہ سے ایک پائدار اور مستحکم اجتماعیت وجود میں آتی ہے۔ بشرطیکہ ہم نماز کے تقاضوں اور اس کے جملہ آداب کا صحیح معنوں میں شعور اور احساس رکھتے ہوں۔

[۴] یعنی جماعت جتنی بڑی ہوگی اتنی ہی زیادہ اللہ کو پسند ہوگی اور اتنا ہی زیادہ ہماری اخلاقی اور روحانی پاکیزگی

Marfat.com

۵۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ ثَلٰثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْہِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْہِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَۃَ ——— احمد ابوداؤد نسائی

"ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بستی یا بادیہ[1] میں تین آدمی ہوں اور وہاں نماز باجماعت کا اہتمام نہ ہوتا ہو تو ان پر شیطان قابو پالیتا ہے۔ تو تم جماعت کی پابندی کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ کیونکہ بھیڑیا اسی بھیڑ کو کھاتا ہے جو گلے سے دور رہتی ہے[2]۔"

امامت:

۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور نشوونما کی موجب ہوسکتی ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے بھی ایک روایت آتی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً "نماز باجماعت تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔"

[1] جہاں کوئی مستقل بستی نہ ہو بلکہ عارضی طور پر کوئی مقیم ہوگیا ہو۔

[2] اس حدیث میں ایک مثال کے ذریعہ سے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرنے اور جماعت سے وابستہ رہنے کے فائدے بے انتہا ہیں۔ جماعت کی قوت آدمی کی اصلاح اور اُسے حق پر قائم رکھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ شیطان کی دراندازیوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے۔ بعض لوگ ارادے کے کمزور ہوتے ہیں۔ انفرادی طور پر نماز کا پابند ہونا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ نظمِ جماعت کی وجہ سے وہ بھی آسانی سے نماز کے پابند ہوسکتے ہیں۔ نماز باجماعت سے ایک ایسی روحانی فضا پیدا ہوجاتی ہے جس کا انسان کے دل ودماغ پر اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔

Marfat.com

اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ فَاِنَّھُمْ وَفْدُکُمْ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ ـــــ بیہقی، دار قطنی

" عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو بہتر ہوں انہیں اپنا امام بناؤ۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے نمائندے ہیں[1]"

مسجد کے آداب وفضائل:

۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا ـــــ مسلم

" حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نزدیک تمام آبادیوں میں محبوب ترین مقامات مساجد ہیں اور خدا کے نزدیک سب سے بدترین مقامات بازار ہیں[2]"

---

[1] جب امام اللہ کے حضور میں پوری جماعت کی نمائندگی کرتا ہے تو اسے جماعت کا منتخب شخص ہونا ہی چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود امامت فرماتے تھے۔ مرضِ وفات میں معذور ہوئے تو اس شخصیت (حضرت ابوبکر صدیقؓ) کو امامت کے لئے مامور فرمایا جو امت کی سب سے افضل شخصیت تھی۔

[2] سارے مقامات اور آبادیوں میں سب سے محبوب مقامات خدا کی نگاہ میں مساجد ہیں سوئے زمین میں ان سے بڑھ کر مقدس مقامات نہیں ہو سکتے۔ مساجد خدا کی بزرگی اور اس کے تقدس کی یادگار ہیں۔ اسی لئے انہیں خدا کا گھر کہا جاتا ہے۔ وہ ہماری عبادت گاہ ہیں۔ ان میں ایک خدا کی پرستش اور عبادت کی جاتی ہے۔ اس حدیث میں بازار کو سب سے بدترین مقام کہا گیا ہے۔ بازار درحقیقت فتنہ و فساد کی جگہ ہوتا ہے۔ بگڑے ہوئے ماحول کے بازار تو دھوکہ دہی، ایمان فروشی اور ہر طرح کی برائیوں کے اڈے ثابت ہوتے ہیں۔ آج کے بازاروں میں عریانیت، فحاشی اور بے حیائی کا بازار جس طرح گرم نظر آتا ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ کسی شریف آدمی کے لئے آج بازار میں نگاہ بچا کر نکلنا مشکل ہے۔

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ جَآءَ مَسْجِدِیْ هٰذَا لَمْ یَاْتِ اِلَّا لِخَیْرٍ یَتَعَلَّمُهٗ اَوْ یُعَلِّمُهٗ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَنْ جَآءَ لِغَیْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ یَنْظُرُ اِلٰی مَتَاعِ غَیْرِهٖ ـــــــ ابن ماجہ، البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص میری اس مسجد میں محض نیکی کی غرض سے آئے گا وہ اُسے سیکھے گا اور سکھائے گا اس کا مرتبہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہوگا اور جو شخص اس کے سوا کسی اور غرض سے آئے تو وہ اس شخص کے مانند ہوگا جو دوسرے کے مال کو تکتا ہے[1]۔"

۳۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ـــــــ بخاری، مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے[2]۔"

---

[1] یعنی ایسا شخص جو کسی اچھی غرض سے میری مسجد میں نہ آئے وہ بالکل ہی محروم ہے۔ اس کے حصہ میں حسرت کے سوا اور کچھ نہیں آ سکتا۔

[2] یعنی کعبہ کے سوا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کا جو اجر و ثواب ہے اس کے ہزار گنا ثواب سے بھی زیادہ میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جب اہل ایمان پہنچتے ہیں اور وہ آثار رسالت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو دل کے کتنے ہی حجابات اٹھ جاتے ہیں وہاں آدمی کو اپنی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں۔ زندگی کی ساری قدر و قیمت دو سجدوں میں سمٹ آتی ہے۔ ایسی نمازیں خدا کے یہاں جو مرتبہ و مقام بھی حاصل کرلیں وہ کم ہی ہے۔

Marfat.com

۴۔ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُھُمْ فِیْ مَسَاجِدِھِمْ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاھُمْ فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَلَیْسَ لِلّٰہِ فِیْھِمْ حَاجَۃٌ ۔۔۔۔۔۔ البیہقی فی شعب الایمان

حضرت حسنؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ وہ اپنی دنیا کی باتیں اپنی مسجدوں میں کریں گے۔ اس وقت تم ان لوگوں میں نہ بیٹھنا، اللہ کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے[1]۔"

نفل نماز و تہجد:

۱۔ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ: قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ فَقِیْلَ لَہٗ: لِمَ تَصْنَعُ ھٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا ۔۔۔۔۔۔ بخاری و مسلم

"مغیرہؓ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اس قدر طویل قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں ورم کر آئے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں[2]۔"

---

[1] یعنی مسجد میں آنے کے بعد بھی ان کی دنیا کی گفتگو ختم نہ ہو سکے گی۔ مسجد میں داخل ہو کر بھی وہ خدا کی یاد سے غافل رہیں گے خدا کو ایسے لوگ ہرگز پسند نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھ کر اپنا وقت ضائع کرنا یا ایسے لوگوں کی گفتگو میں شریک ہو کر اپنی نیکیوں کو ضائع کرنا سخت نادانی کی بات ہوگی۔ اس لئے ایسے لوگوں سے احتراز لازم ہے۔ شرح الہدایہ میں ابن ہمام کہتے ہیں کہ مباح گفتگو بھی مسجد میں کی جائے تو وہ نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔

[2] یعنی یہ خدا کے احسانات ہی کا تقاضا ہوتا ہے کہ بندہ زیادہ سے زیادہ اپنے رب کی عبادت اور بندگی میں لگ جائے۔ خدا کا شکرگذار بندہ بننے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ وہ لوگ بڑے کم ظرف ہیں جو خدا کے احسانات کا

Marfat.com

۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ امْرَأَتَہٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْھِھَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأَۃً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَھَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْھِہِ الْمَاءَ ——— ابوداؤد، نسائی

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی عورت کو جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی اور اگر وہ عورت نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے اور نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو (نماز کے لئے) جگائے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے[۲]۔"

۳- وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ یُحْشَرُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ فَیَقُوْلُ: اَیْنَ الَّذِیْنَ کَانَتْ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَیَقُوْمُوْنَ وَھُمْ قَلِیْلٌ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ یُؤْمَرُ سَائِرُ النَّاسِ اِلَی الْحِسَابِ ——— بیہقی فی شعب الایمان

"اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں تمام لوگ ایک ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: کہاں ہیں

شکر ادا نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے دل حقیقت میں ان جذبات و احساسات سے آشنا نہیں ہوتے جو مومن کی اندرونی زندگی کی زرتیتی کا حاصل ہیں۔ جن کے بغیر آدمی کی حیثیت محض گل لالہ رنگ اور رباب بے کیف کی ہوتی ہے۔

[۲] اس حدیث سے قیام لیل کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ رات میں جب دنیا آرام کر رہی ہوتی ہے، بستر چھوڑ کر نماز میں خدا کے آگے کھڑا ہونا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آدمی کو اپنے رب سے غیر معمولی تعلق ہے یہ چیز اسے خدا سے زیادہ سے زیادہ قریب کرنے والی ہے۔

Marfat.com

وہ لوگ جو رات کی عبادت کرنے کی وجہ سے اپنے بستروں کو خالی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ یہ آواز سُن کر تہجد گزار بندے ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں گے اور انہیں بلاحساب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اور لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔[۳]"

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ الصَّلٰوةُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ ——— مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرض نماز کے بعد سب سے افضل درمیان شب کی نماز ہے۔[۴]"

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْكُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصّٰلِحِیْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّیِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ ——— ترمذی

"حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور قیام لیل کیا کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور وہ تمہارے لئے قربتِ رب (کا ذریعہ) ہے اور برائیوں (کے اثرات) کو مٹانے والی اور گناہ سے روکنے والی چیز ہے۔[۵]"

---

[۳] اس حدیث سے ایک بڑی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ جو بندے شب بیدار رہتے ہیں، رات کو جب دنیا آرام کر رہی ہوتی ہے تو وہ اپنے بستر چھوڑ کر خدا کے آگے کھڑے ہوتے ہیں۔ خدا کے آگے رکوع و سجود کرتے، اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور اس سے اس کے فضل و کرم کی درخواست کرتے ہیں۔ خدا کے ایسے بندوں کی زندگی اتنی پاکیزہ ہوتی ہے کہ ان کا حساب گویا یہیں صاف ہو جاتا ہے وہ کسی طرح کی آلائش لیکر خدا کے حضور میں حاضر نہیں ہوتے۔ آخرت میں وہ بلا کسی حساب کے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

[۴] اس حدیث سے نمازِ تہجد کی فضیلت اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ نمازِ تہجد خدا سے خصوصی تعلق پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔

[۵] اس حدیث میں قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کی برکتوں اور اس کی خصوصیات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نمازِ تہجد میں وہ

Marfat.com

۶۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ ــــ بیہقی فی شعب الایمان

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اشراف (بلند مرتبہ لوگ) قرآن کے حاملین اور شب بیدار لوگ ہیں۔[1]"

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا تُرٰی ظَاہِرُہَا مِنْ بَاطِنِہَا وَبَاطِنُہَا مِنْ ظَاہِرِہَا اَعَدَّہَا اللّٰہُ لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ ــ البیہقی فی

"حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر سے باہر کی چیزیں نظر آتی ہیں اور باہر سے اندر کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں اللہ نے ان کو ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو نرمی سے باتیں کرتے ہیں، کھانا کھلاتے ہیں، پے در پے روزے رکھتے ہیں اور رات کو نماز پڑھتے ہیں جبکہ لوگ

ساری خصوصیات موجود ہوتی ہیں، جن کا اس حدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اسے صحیح طریقے سے، پورے اخلاص کے ساتھ ادا کیا جائے اور اس کے آداب کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ تہجد کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس میں بڑا ہی سکون اور کامل یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ پھر بستر کا آرام چھوڑ کر نماز پڑھنا تربیت کا بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے: اِنَّ نَاشِئَۃَ اللَّیْلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا "رات کا اٹھنا جو ہے وہ نہایت سازگاری رکھتا ہے اور اس کی بات نہایت سیدھی ہوتی ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا: وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا "اور کچھ وقت اس (قرآن) کے ساتھ جاگتے رہو یہ تمہارے لئے نفل ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر کھڑا کرے۔"

[1] یعنی میری امت میں امتیازی اور نمایاں حیثیت کے مالک اور بلند مرتبہ لوگ وہ ہیں جو قرآن پڑھتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے ہیں اور راتوں میں جب کہ لوگ سوئے ہوتے ہیں وہ اپنے رب کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ خدا کی نگاہ میں حاملین قرآن اور راتوں کے بیدار "حضرات" کو بلند سے بلند مقام ملنا ہی چاہئے۔

Marfat.com

سو رہے ہوتے ہیں [۱]۔"

نمازِ عیدالفطر:

۱- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْئٍ یَبْدَءُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِہِمْ فَیَعِظُہُمْ وَیُوْصِیْہِمْ وَیَاْمُرُہُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْئٍ اَمَرَ بِہٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ ـــــ بخاری و مسلم

"ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدِ قرباں کے دن عیدگاہ کی طرف نکلتے اور سب سے پہلے نماز شروع کرتے پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رُخ کرکے کھڑے ہوتے۔ لوگ بدستور اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے پھر آپ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، وصیت کرتے اور احکام صادر فرماتے اور کہیں آپ کو کوئی لشکر بھیجنا ہوتا تو اسکو روانہ فرماتے یا کوئی خاص حکم دینا ہوتا تو وہ بھی دیتے پھر واپس ہوتے [۱]۔"

---

[۱] یہ آدمی کے مزاج و طبیعت اور اس کے شعور کی پاکیزگی اور لطافت کی بات ہے کہ اسکی گفتگو شیریں اور نرم ہو۔ اسے دوسرے کے درد اور بھوک کا خیال ہو۔ اُسے کھانا پینا ہی نہیں خدا کے لئے اپنے کو کھانے پینے سے فارغ رکھنا بھی عزیز ہو، وہ تنہائی اور رات کے سناٹے میں جبکہ دنیا آرام کر رہی ہو، اپنے دل کی بے آرامی اور اضطراب لئے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہو اور اس سے اسکی رضا و مغفرت طلب کرے۔ اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کا اجر بھی نہایت پاکیزہ عطا فرمایا جائیگا یہاں تک کہ انہیں جو بالاخانے ملیں گے وہ بھی صد درجہ نورانی اور پاکیزہ ہوں گے۔

[۱] یہ ہے اسلامی تیوہار منانے کا فطری طریقہ جو اس حدیث میں ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ تیوہار کے روز آپ اور آپ کے صحابہؓ ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہو جاتے تھے اور نہ وہ کسی طرح کے لہو و لعب میں مبتلا ہوتے تھے۔ عید کا دن مسلمانوں کی خوشی اور مسرت کا دن ہوتا ہے۔ مسلمان رمضان میں مسلسل ایک مہینہ روزہ رکھ کر خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

Marfat.com

عید کے دن انہیں امید ہوتی ہے کہ خدا ان کے عمل کو ضرور قبول فرمائے گا اور ہر طرح کی برائیوں سے پاک کر کے انہیں پاکیزہ زندگی عطا کریگا۔ عید کا دن آخرت کی خوشی اور کامیابی کی امید دلاتا ہے۔ عید کی خوشی کوئی معمولی خوشی نہیں ہوتی۔ یہ خوشی مسلمانوں کی زندگی اور ان کی قومی و ملی حیات کی علامت ہے۔ عید کی خوشی امتِ مسلمہ کو دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلہ میں ایک امتیازی شان بخشتی ہے۔ دنیا نے خوشی منانے کے جو طریقے بھی ایجاد کئے ہیں ان میں بنیادی طور پر اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ وہ آدمی کے لئے لطف و لذت کا سامان ہوں۔ اس غرض کے لئے عام طور پر گمراہی اور رعامیانہ پن کی وجہ سے دنیا نے راگ رنگ اور گانے بجانے کا ہی سہارا لیا۔ اسلام نے عید منانے کا جو طریقہ سکھایا وہ یہی نہیں کہ ہر طرح کی برائیوں اور نقائص سے پاک ہے۔ بلکہ حسن و صداقت، پاکیزگی اور انبساط و مسرت کا اعلیٰ ترین مظہر بھی وہی ہے۔ خوشی اور مسرت کے اظہار کا اس سے بہتر اور کامل طریقہ ممکن نہیں۔ اسلام کا سکھایا ہوا طریقہ اعلیٰ ترین تہذیب کا مظہر ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کے لئے وہی شعار پسند کیا جو انسانی فطرت کے مطابق اور صحت مند زندگی کی علامت ہے۔

انسان خدا کا بندہ ہے، یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہی نہیں بلکہ زندگی کا سب سے وجد انگیز پہلو بھی یہی ہے۔ اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خدا پرستی کے جذبات کی پوری رعایت پائی جاتی ہے۔ جذبۂ عبودیت انسان کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ اس جذبہ میں معلوم نہیں زندگی کے کتنے دلکش نغمات پنہاں ہیں۔ بندے اور خدا کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جس پر دنیا کی تمام لطافتیں اور رعنائیاں نثار کی جا سکتی ہیں۔ انسان کے لئے مجد و شرف اور حقیقی کیف و انبساط کی چیز وہ تعلق اور نسبت ہے جو اس کے اور خدا کے درمیان پایا جاتا ہے۔

ہزار جان گرامی فدا بایں نسبت

اسلام نے عید منانے کا جو طریقہ سکھایا ہے اس سے اس تعلق کا جو خدا اور بندے کے درمیان پایا جاتا ہے بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ عید میں خوشی کا اظہار خاص طور سے نماز اور تکبیر کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اظہارِ مسرت کے علاوہ یہ خدا کے حضور بندے کی جانب سے ادائے شکر بھی ہے۔ مومن کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب اور راحت بخش حالت وہی ہے جس میں اس تعلق کا اظہار بدرجۂ اتم ہوتا ہو جو خدا اور اس کے درمیان پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے حالتِ رکوع و سجود سے بڑھ کر کون سی حالت ہو سکتی ہے جس کو یہ خصوصیت

Marfat.com

حاصل ہو۔

نماز اپنی عبودیت اور خدا کی آقائی اور اس کی عظمت و کبریائی کے اظہار کا بہترین اور کامل ترین ذریعہ ہے ۔ خدا اور بندے کے درمیان پائے جانے والے تعلق و نسبت کا یہ اظہار زندگی کا سب سے شیریں نغمہ ہے ۔

Marfat.com

زکوٰۃ

خدا کے بعد ہم پر اس کے بندوں کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ دین درحقیقت خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا دوسرا نام ہے۔ نماز اور زکوٰۃ ہمیں انہی دو قسموں کے حقوق کی یاد دلاتے ہیں۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ جو کتابِ الٰہی کی حکمتوں پر گہری نظر رکھتے تھے: فرماتے ہیں:

أَصْلُ الصَّلٰوةِ رُكُوْنُ الْعَبْدِ إِلٰى رَبِّهٖ مَحَبَّةً وَّخَشْيَةً وَأَصْلُ الزَّكٰوةِ رُكُوْنُ الْعَبْدِ إِلَى الْعَبْدِ مَحَبَّةً وَّشَفَقَةً (تفسیر نظام القرآن ص۹)

نماز کی حقیقت بندے کا اپنے رب کی طرف محبت اور خشیت سے مائل ہونا ہے اور زکوٰۃ کی حقیقت بندے کا بندے کی طرف محبت اور شفقت سے مائل ہونا ہے۔

دین کی اس بنیادی حقیقت کی طرف قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ تورات اور انجیل میں بھی اس بنیادی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے[1]۔ قرآن نماز اور زکوٰۃ کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے انہیں اہلِ دین قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ

اور انہیں تو اسی بات کا حکم ہوا تھا کہ اخ... کے ساتھ ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ کی عبا...

---

[1] ایک عالمِ شرع نے آزمانے کے لئے اس سے پوچھا، اے استاد! توریت میں کونسا حکم سب سے بڑا ہے؟ اس نے اس سے ... کہ خدا تو اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔" (متی ۲۲: ۳۵-۴...)

ایک دوسری جگہ ہے "خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔" (مرقس: ۱۲: ...)

Marfat.com

يُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (البینۃ: ۵) کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی ٹھیک دین ہے۔

دین درحقیقت خدا اور اس کے بندوں دونوں کے حقوق کی ادائیگی کا نام ہے۔ اس کی تصدیق احادیث سے بھی ہوتی ہے ہم یہاں اختصار کے پیش نظر ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثَةٌ لَا تُرْفَعُ لَهُمْ صَلٰوتُهُمْ فَوْقَ رُؤُسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ ـــ ابن ماجہ۔ "تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں اٹھتی۔ ایک وہ امام جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرے وہ عورت جس نے شب اس طرح گذاری ہو کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ اور تیسرے وہ بھائی جو آپس میں قطع تعلق کرلیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدا اور اس کے بندوں دونوں کے حقوق پہچانے اور ادا کرے۔ خدا کا حق بھی صحیح معنوں میں اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک کوئی خدا کے بندوں کے حقوق بھی ادا نہ کرے۔

زکوٰۃ ادا کر کے انسان صرف ایک فرض کی ادائیگی سے ہی سبکدوش نہیں ہوتا بلکہ اس سے اس کی اپنی تکمیل بھی ہوتی ہے تکمیل و تزکیہ ہی احکامِ شریعت کا بنیادی مقصد ہے۔ جس چیز کا نام دین میں حکمت ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ علم و بصیرت کے ساتھ انسان کے نفس کی تربیت اور تزکیہ ہو۔ زکوٰۃ کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اس سے آدمی تزکیہ حاصل کرے۔ زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی اور نمو کے ہیں۔ زکوٰۃ دینے سے آدمی خود غرضی، تنگ دلی اور زر پرستی کی بری صفات سے نجات پاتا ہے۔ اس کی روح کو پاکیزگی اور بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ـــ (اللیل: ۱۷-۱۸) اور اس (جہنم) سے دور رکھا جائے گا وہ شخص جو اللہ کا ڈر رکھتا ہے اور اپنا مال دوسروں کو دیتا ہے تزکیہ حاصل کرنے کے لئے۔

Marfat.com

ایک دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ: ۱۰۴)

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو جس کے ذریعے انہیں پاک کرو گے اور ان کا تزکیہ کرو گے

زکوٰۃ کا یہ بنیادی مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ زکوٰۃ دینے کے ساتھ ساتھ اس مقصد کے حاصل کرنے کی سچی طلب اور عملی اہتمام بھی پایا جاتا ہو۔ آدمی زکوٰۃ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دے۔ اس کے پیچھے کوئی اور محرک نہ ہو۔ اس کی زکوٰۃ نہ نام و نمود کے لئے ہو اور نہ اس کا مقصد غریبوں اور محتاجوں پر احسان جتانا ہو۔

قرآن میں یہ حقیقت بار بار بیان کی گئی ہے کہ آدمی کا دین اور اس کا ایمان اسی وقت کامل ہو گا اور اُسے حقیقی اور رُوحانی زندگی اسی وقت حاصل ہو گی جبکہ اللہ کی محبت سب محبتوں پر غالب آجائے اور دنیا کے مقابلے میں آدمی آخرت کو ترجیح دینے لگ جائے۔ نماز اگر آدمی کا رشتہ خدا سے جوڑتی ہے تو زکوٰۃ اُسے دنیا پرستی سے بچاتی اور مال کی محبت دل سے نکالتی ہے۔ زکوٰۃ دے کر آدمی اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ زندگی کے حقیقی مقصد سے غافل نہیں ہے۔ اس کے پاس جو کچھ ہے اسے وہ خدا ہی کی ملک سمجھتا ہے۔ وہ اس میں سے غریبوں اور محتاجوں کا بھی حق نکالتا ہے اور خدا ہی کے حکم سے وہ اُسے اپنے استعمال میں بھی لاتا ہے۔ اہلِ تقویٰ کا یہ خاص شعار ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ــــــ (الاعراف: ۱۵۶)

تو میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے آدمی کا نفس بھی پاک ہوتا ہے اور اس کا مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اتنا خود غرض ہے کہ وہ خدا کی بخشی ہوئی دولت میں سے خدا کا حق ادا نہیں کرتا تو اس کا مال بھی ناپاک رہتا ہے اور اس کا نفس بھی ناپاک رہتا ہے۔ نفسِ انسانی کے لئے تنگ دلی،

Marfat.com

احسان فراموشی اور خود غرضی سے بڑھ کر گھٹیا اور ناپاکی کی بات اور کیا ہو سکتی۔ زکوٰۃ ان لوگوں کے مسئلہ کا حل ہے جو غریب اور محتاج ہیں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کریں اور کوئی بھائی ننگا، بھوکا اور ذلیل وخوار نہ ہونے پائے۔ ایسا نہ ہو کہ جو امیر ہیں وہ تو اپنے عیش وآرام ہی میں مست رہیں، اور قوم کے یتیموں، محتاجوں اور بیواؤں کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو۔ انہیں یہ بات محسوس کرنی چاہیئے کہ ان کی دولت میں دوسرے حاجتمندوں کا بھی حق ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو صاحبِ صلاحیت ہونے کے باوجود سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ ان کی دولت میں ان غریب بچوں کا بھی حق ہے جو مفلسی کی وجہ سے تعلیم نہیں حاصل کر سکتے اور ان کی دولت میں ان معذوروں اور کمزوروں کا بھی حق ہے جو کسی کام کے قابل نہیں ہیں۔

پھر جو رقم بھی قوم اور جماعت کی بھلائی کے لئے خرچ کی جاتی ہے وہ ضائع نہیں ہوتی جو روپیہ بھی اجتماعی فلاح وبہبود کے لئے خرچ ہوتا ہے وہ بے شمار فوائد کا سبب بنتا ہے جن سے خود خرچ کرنے والے شخص کو بھی بے شمار فائدے پہنچتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو شخص اپنے سرمایہ کو اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتا ہے یا لوگوں سے سود لے کر اسے بڑھانا چاہتا ہے۔ وہ درحقیقت اپنی دولت کی قدر (Value) کو گھٹاتا اور خود اپنی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (البقرہ ۲۷۶)

اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ — (الروم ۳۹)

تم جو سود اس غرض سے دیتے ہو کہ لوگوں کے مال کو بڑھائے تو اللہ کے نزدیک اس سے دولت نہیں بڑھتی۔ ہاں جو زکوٰۃ تم خدا کی خوشنودی کے لئے دو وہ بڑھتی چلی جائے گی۔

زکوٰۃ کا ایک اہم مقصد نصرتِ دین اور حفاظتِ دین بھی ہے اللہ کے دین کے لئے جو جدوجہد

Marfat.com

کی جا رہی ہو اور جو جنگیں لڑی جا رہی ہوں ان کے سلسلہ میں بھی زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے (التوبہ: ۶۰)

مال کی جو تھوڑی سی مقدار زکوٰۃ کے طور پر فرض کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ مالدار بس اتنا ہی خرچ کریں۔ اس کے بعد اگر کوئی ضرورت مند آجائے یا دین کی خدمت کا کوئی موقع آجائے تو خرچ کرنے سے صاف انکار کر دیں بلکہ اس کا مطلب حقیقت میں یہ ہے کہ کم از کم متعین مال تو ہر مالدار شخص کو خرچ کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ جتنا بھی ہو سکے اُسے صرف کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ ایک خاص مقدار سے کم مال پر فرض نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جن لوگوں کے پاس اس خاص مقدار سے کم مال ہے وہ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ ہی نہ کریں۔ اللہ کے راستے میں جس کسی سے بھی جو کچھ ہو سکے وہ خرچ کرے۔ اس میں خود اس کا اپنا فائدہ ہے۔

زکوٰۃ کے لئے ایک اہم چیز یہ بھی ہے کہ لوگوں کی زکوٰۃ ایک مرکز پر جمع کی جائے۔ پھر وہاں سے ایک نظم اور ضابطہ کے ساتھ اُسے خرچ کیا جائے جس طرح فرض نماز جماعت کے ساتھ ایک امام کی اقتدا میں ادا کی جاتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کا بھی ایک اجتماعی نظم ہو جس کے تحت زکوٰۃ وصول کی جائے اور پھر اُسے باضابطہ خرچ کیا جائے۔ اس طرح زکوٰۃ سے معاشرہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

Marfat.com

زکوٰۃ کی اہمیت:

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ اِنَّکَ تَاْتِیْ قَوْمًا اَھْلَ کِتَابٍ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاِیَّاکَ وَکَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا: تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہلِ کتاب ہیں تو تم انہیں اس امر کی شہادت کی طرف بلانا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے غریبوں کو لوٹا دیا جائیگا[1]

---

[1] اس روایت سے چند اہم امور پر روشنی پڑتی ہے جو شخص اسلامی حکومت کی طرف سے گورنر یا حاکم بنایا جائے اس کا اولین فرض لوگوں کو خدائے واحد کی طرف دعوت دینا ہے۔ دیگر تمام مقاصد ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ غیر اسلامی حکومت میں گورنر کی بنیادی ذمہ داری نظم و نسق کو درست رکھنا ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی نظامِ حکومت میں چھوٹے بڑے ہر کارندے کا پہلا کام لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف بلانا ہے۔ جس حکومت کا پہلا کام مخلوقِ خدا کو حق کی دعوت دینا ہو وہ حکومت دنیا کو رحمت سے بھر دے گی۔ اس حکومت میں ظلم اور ناانصافی کو پھولنے پھلنے کا موقع نہیں مل سکتا۔

Marfat.com

اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو خبردار ان کے اعلیٰ درجے کے مال (چھانٹ چھانٹ) کر نہ لینا[1] اور مظلوم کی پکار سے بچنا کیونکہ اس کے اور خدا کے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے سامنے دین کو پیش کرنے میں ہمیشہ حکمت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جس قوم کو بھی ہم دین کی طرف دعوت دیں، اس کی نفسیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پھر دین کو بیک وقت پورا کا پورا پیش کرنے کے بجائے پہلے بنیادی باتیں تدریج کے ساتھ پیش کرنی چاہئیں۔ اس سے دین کو سمجھنے اور اس کو ماننے میں آسانی ہوگی۔ توحید و رسالت پر ایمان لانے کے بعد اولین چیز نماز ہے۔ نماز کا وقت آجانے پر صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ کون شخص اس بات کا اقرار و اعلان کرتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے اور خدا ہی کی طاعت و بندگی میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اور کون خدا سے بے رخی اختیار کرتا ہے۔ نماز کے بعد دوسری چیز زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ کی دو صورتیں ہیں ایک تو مجرد زکوٰۃ یا صدقہ ہے جسے اہلِ ایمان اپنے مالوں میں سے ہر وقت ادا کرتا رہتا ہے اور حتی الوسع ضرورت مندوں کی اعانت کرتا ہے۔ زکوٰۃ کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان اپنے مال میں سے از روئے قانون ایک متعین مقدار نکالتا ہے۔ اس حدیث میں اسی زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ وہ سماج کے مالداروں سے لی جاتی ہے اور سماج ہی کے غریبوں اور ضرورت مندوں پر صرف کی جاتی ہے۔ غریبوں اور محتاجوں کی اعانت زکوٰۃ کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ اللہ نے مالداروں کے اموال میں غریبوں کا حق رکھا ہے۔ غریبوں کا حق ان تک پہنچانا مالداروں پر واجب ہے۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ "ان کے مالوں میں سائلوں اور تہی دستوں کا متعین حصہ ہوتا ہے" (۷۰: ۲۴)

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل کو یہ ہدایت کی کہ وصولی کے وقت اچھے اچھے مال چھانٹ کر نہ لئے جائیں بلکہ اوسط درجے کا مال لیا جائے۔ اس ہدایت کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ اپنا سب سے اچھا مال زکوٰۃ میں پیش کرتے لیکن لینے والا لینے سے انکار کرتا یہاں تک کہ یہ معاملہ خلیفۃ المومنین کی خدمت میں لایا جاتا۔ ہدایت کا منشا یہ ہے کہ عامل اپنی مرضی سے چھانٹ کر نہ لے۔ ہاں اگر زکوٰۃ دینے والا اپنی خوشی سے چھانٹ کر اچھا

Marfat.com

درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے[1]۔"

۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:
مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ۔ ——— مسند شافعی، تاریخ کبیر بخاری، مسند حمیدی

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:
صدقہ جب کسی مال میں مخلوط ہو گا (نکالا نہ جائے گا) تو وہ اس کو تباہ کر کے چھوڑے گا[2]۔"

۳۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ
زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ (يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ)
ثُمَّ يَقُوْلُ: اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ قَرَاَ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ۔
الْاٰيَة۔ ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس شخص کو اللہ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اس کا مال قیامت
کے دن نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا جس کے سر پر) دو سیاہ

مال پیش کرے تو اس کے قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

[1] مظلوم کی پکار اور بددعا سے بچو یعنی لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کی جائے خدا ان کی پکار جلد سنتا ہے۔

[2] یعنی اگر مال میں زکوٰۃ کا حصہ ملا ہوا ہوگا، نکال کر مستحقین کو نہیں دیا جائے گا تو یہ چیز آدمی کے دین و ایمان کو تو تباہ کرنے والی ہے ہی، ساتھ ہی اس کا پورا سرمایہ بھی اس کے ظلم کے سبب تباہ ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی وجہ سے آدمی کا سارا مال ناقابل استعمال قرار پاتا ہے۔ زکوٰۃ نہ دے کر آدمی اپنے سارے مال کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اس سے بڑی ہلاکت اور بدبختی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی اپنے مال کو ناپاک اور تباہ کرتا ہے جو زکوٰۃ کا مستحق نہ ہونے کے باوجود زکوٰۃ لے کر اپنے مال میں شامل کرتا ہے۔

Marfat.com

نقطے ہوں گے[شہ] اور وہ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بن جائیگا پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

پھر آپؐ نے تلاوت فرمایا: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳: ۱۸۰) "وہ لوگ جو اس چیز میں بخل کرتے ہیں جسے اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لئے اچھا ہے بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے۔ جو کچھ انہوں نے بخل کیا ہوگا آگے وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا[لہ]۔"

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ ———— بخاری

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو زمین بارش کے پانی سے یا بہتے چشمے سے سیراب ہوتی ہو یا دریا کے نزدیک ہونے کے سبب پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ (بطور زکوٰۃ) نکالا جائے گا اور جس کو مزدور لگا کر سینچا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے۔"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شہ یہ سانپ کے انتہائی زہریلے ہونے کی علامت ہے۔

لہ زکوٰۃ دینے سے جو مال قیامت کے دن اس کی راحت و آرام کا سبب بن سکتا تھا اس دن مصیبت بن کر اس کی جان کو لاگو ہوگا۔ بخیل اور زر پرست حبِ مال کے سبب اپنی دولت سے لپٹا رہتا ہے۔ اپنے مال اور خزانے پر سانپ بنا بیٹھا رہتا ہے دوسروں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ اس کا انجام اس شکل میں اس کے سامنے آئے گا کہ اس کی دولت اور اس کا خزانہ اس کے لئے سانپ بن جائے گا اور اسے ڈستا رہے گا۔

Marfat.com

زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ ——— ابوداؤد

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو واجب کیا تاکہ لغو اور بے حیائی کی باتوں کا جو روزے میں سرزد ہو گئی ہوں کفارہ بنے اور مسکینوں کے کھانے کا نظم ہو جائے[1]۔"

۲۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ: مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكٰوتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ ——— مالک، ابوداؤد

"حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں سونے کی اوضاح (ایک خاص زیور) پہنتی تھی۔ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ بھی "کنز" ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو اس مقدار کو پہنچ جائے جس میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے تو "کنز" نہیں ہے[2]۔"

---

[1] رمضان کے ایک ماہ کے روزے رکھنے کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکید ہے کہ گھر کے سبھی لوگوں کی طرف سے نماز عید سے پہلے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا جائے۔ اس صدقہ کے واجب ہونے کی دو مصلحتیں اس حدیث میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ روزہ دار سے روزے کی حالت میں کوشش کے باوجود جو کوتاہی یا کمزوری ظاہر ہوئی ہو صدقہ کے ذریعہ اسکی تلافی کرلی جائے۔ دوسری مصلحت اس میں یہ ہے کہ جس دن سارے مسلمان عید کی خوشی منانے جارہے ہوں اس دن سوسائٹی کے غریب لوگوں کے کھانے پینے کا بھی انتظام ہو جائے تاکہ وہ بھی اطمینان سے عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں۔

[2] قرآن میں فرمایا گیا ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ (۹: ۳۴) "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو" اس آیت میں سونے چاندی کی جمع تخزین پر وعید آئی ہے اس روایت میں حضرت ام سلمہؓ کا اشارہ اسی کی طرف تھا۔ سوال کا منشا یہ تھا کہ کیا یہ زیور بھی اس کنز

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِیْ نُعِدُّ لِلْبَیْعِ ـــــــ ابوداؤد

"سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جس چیز کو بیع (تجارت) کے لئے ہم نے تیار کیا ہو اس میں سے صدقہ (زکوٰۃ) نکالیں[۹]"

۸۔ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهٖ اَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهٗ جَارٌ مِسْكِيْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدَى الْمِسْكِيْنُ لِلْغَنِيِّ ـــــــ مالک، ابوداؤد

"عطاء بن یسارؒ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں سوائے پانچ آدمیوں کے، اللہ کی راہ میں لڑنے والے کے لئے، عاملِ زکوٰۃ کے لئے، قرضدار یا تاوان بھرنے والے کے لئے اس شخص کے لئے جو کسی مفلس سے زکوٰۃ کا مال خرید لے، اور اس شخص کے لئے جس کا ہمسایہ محتاج ہو، اُسے زکوٰۃ دی گئی ہو اور اس مسکین نے زکوٰۃ کے مال میں سے اس مالدار کو ہدیہ دیا ہو[۱۰]"

میں شامل ہے جس پر قرآن میں وعید فرمائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر زیورات کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے تو پھر وہ کنز نہیں ہے جس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

[۹] معلوم ہوا کہ مالِ تجارت پر زکوٰۃ لازم ہے۔

[۱۰] معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا مال مجاہدوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے اور اس میں سے عاملِ زکوٰۃ (یعنی زکوٰۃ کا وصول تحصیل کرنے والے) کو معاوضہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو تاوان بھرنا ہے یا کوئی قرض کے بوجھ سے لدا ہوا ہے تو زکوٰۃ کی مد سے

Marfat.com

۹ وَعَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَحِلُّ الصَّدَقَۃُ لِغَنِیٍّ اِلَّا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوِ ابْنِ السَّبِیْلِ اَوْجَارٍ فَقِیْرٍ یُتَصَدَّقُ عَلَیْہِ فَیُھْدِیْ لَکَ اَوْیَدْعُوْکَ ـــــــ ابوداؤد

"ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ مالدار کے لئے حلال نہیں ہے سوائے اس کے جو جہاد میں ہو یا مسافر ہو یا ایک ہمسایہ محتاج ہو اُسے کوئی چیز صدقہ میں ملی، وہ ھدیہ کے طور پر تمہیں پیش کرے یا تمہاری دعوت کرے۔"

انفاق کی فضیلت:

۱۔ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ ـــــــ بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ابن آدم! تو میرے ضرورتمند بندوں پر خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔"

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ ـــــــ ترمذی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ

...اس کی مدد کی جا سکتی ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کسی محتاج ... مالدار شخص خرید کر اپنے استعمال میں لے آئے اسی طرح
...اس ھدیہ کو قبول کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ... صدقہ کے مال میں سے پیش کرے۔
...یعنی اگر تو لوگوں پر خرچ کرے گا

رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے[۱]۔"

۳- وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ ــــــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی[۲] اور قصور معاف کر دینے سے اللہ آدمی کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو سربلندی ہی عطا فرماتا ہے[۳]۔"

---

[۱] کسی شخص نے اگر کسی لغزش اور معصیت سے اپنے کو خدا کے غضب کا مستحق بنا لیا ہے تو صدقہ خدا کے غضب کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ صدقہ دیکر بندہ خدا کی رحمت اور مغفرت کا مستحق بن جاتا ہے، اس کے علاوہ صدقہ کی برکت سے آدمی سوءِ خاتمہ اور بُری موت سے محفوظ رہتا ہے۔ صدقہ کی برکت سے اچھے اور نیک کاموں کی دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ایمان مضبوط اور کامل ہوتا ہے۔ آدمی کو حق پر ثبات و استقامت کی توفیق ملتی ہے۔ اس لئے صدقہ کرنے والے کا انجام بخیر ہو گا۔ قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا: وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی "اور (اچھا) انجام تقویٰ کے لئے ہے" (۲۰: ۱۳۲)

[۲] بالعموم لوگ صدقہ اس خوف سے نہیں دیتے کہ اس سے مال میں کمی آجائے گی۔ فرمایا گیا کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، صدقہ سے مال گھٹتا نہیں۔ اس میں برکت آتی ہے۔ صدقہ کے سبب دنیا میں بھی خدا کی مزید بخشش ہوتی ہے۔ آخرت میں جو کچھ عطا ہو گا وہ الگ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کا ارشاد ہے اَنْفِقْ یُنْفَقْ عَلَیْكَ "خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا۔" (بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہؓ) قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ "تم جو کچھ خرچ کرتے ہو خدا اس کی جگہ تمہیں اور دیتا ہے" (سبا: ۳۹)

[۳] کسی کا قصور معاف کر دینے سے آدمی چھوٹا نہیں ہو جاتا بلکہ اخلاقی لحاظ سے وہ بہت اونچا ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے درمیان اللہ اس کو باعزت زندگی عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خدا کی خوشنودی کے لئے تواضع اور خاکساری اختیار

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ: رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُوْنَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ ــــــ بخاری

"مصعب بن سعدؓ کہتے تھے کہ سعدؓ نے اپنے بارے میں یہ خیال کیا کہ انہیں اپنے سے کمتر پر فضیلت حاصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں (خدا کی طرف سے) مدد اور رزق تمہارے انہیں کمزوروں (اور فقیروں) کی وجہ سے ملتا ہے۔[۵]"

۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ ــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بے حد پریشان اور غبار آلود ہیں اور جنہیں دروازوں سے

کرتا ہے تو اس عمل سے وہ اپنے کو پستی میں نہیں گراتا بلکہ اپنی فطرت کے تقاضے پورے کر کے بلندی اور رفعت حاصل کرتا ہے اللہ اسے ایسی عزت اور سربلندی عطا فرماتا ہے جس کا حصول کسی دیگر تدبیر سے ممکن ہی نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں وہ یہ ہیں۔ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ " بندے کا مال صدقہ سے کم نہیں ہوتا اور جس بندے پر ظلم و زیادتی کی جائے اور وہ اس پر صبر کر جائے تو لازماً خدا اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جس بندے نے سوال کا دروازہ کھولا خدا اس کے لئے فقر و افلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے۔"

۵ یعنی کسی شخص کا کمزوروں اور غریبوں کے مقابلہ میں اپنے کو بلند مرتبہ سمجھنا نادانی ہے۔ خدا کتنے ہی لوگوں کو محض کمزوروں اور مسکینوں کی وجہ سے اور ان کی دعاؤں کی برکت سے رزق دیتا ہے اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں فتح و نصرت عطا فرماتا ہے اس لئے کمزوروں اور غریبوں کی وقعت گھٹانا ٹھیک نہیں ہے بلکہ مالداروں کا فرض ہے کہ وہ ضعیفوں اور

Marfat.com

دھکّے دے کر ہٹا دیا جاتا ہے۔ اگر وہ خدا پر قسم کھائیں تو خدا ان کی قسموں کو لازماً پوری کر دے[ے]"

۶- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ قَدِ اضْطَرَّتْ اَيْدِيْهِمَا اِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ، وَجَعَلَ الْبَخِيْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَاَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا ــــــــــ مسلم، بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ دینے والوں کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جنہوں نے لوہے کی زرہیں پہن رکھی ہوں۔ ان دونوں کے ہاتھ سینے اور حلق تک جکڑے ہوئے ہیں[ے]۔ صدقہ دینے والا جب بھی صدقہ دیتا ہے تو وہ زرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ دینے کا خیال کرتا ہے تو وہ زرہ مزید تنگ ہو جاتی ہے اور زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا ہے[ش]۔"

غریبوں کے حقوق کو پہچانیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

[ے] یعنی کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر پریشان حال اور بے وقعت ہوتے ہیں۔ کوئی انہیں خاطر میں نہیں لاتا۔ حالانکہ خدا سے ان کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ وہ اگر خدا کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھالیں تو خدا ان کی قسم کو پورا کر کے رہےگا۔ ان کی بات اور درخواست رد نہیں ہو سکتی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے جنت میں داخل ہوتے زیادہ تعداد مسکینوں کی دیکھی۔ دولتمند وں کو دیکھا کہ انہیں روک لیا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

[ے] زرہوں کی تنگی کے سبب ان کے ہاتھ اوپر سے نیچے تک بالکل جسم سے چمٹ گئے ہیں۔

[ش] یعنی فیاض شخص جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ وہ کھلے دل سے صدقہ دیتا ہے۔ وہ تنگ دل نہیں ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف بخیل شخص جب کچھ دینے کو سوچتا ہے تو اس کا سینہ اور تنگ

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَفِي رِوَايَةٍ مَّنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَتِرَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ ——— بخاری، مسلم، نسائی

"عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ سے بچو آدھے چھوہارے کے ذریعہ سے ہی سہی۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص تم میں سے اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ آگ سے بچ سکے آدھے چھوہارے کے ذریعہ سے ہی سہی، اُسے ضرور بچنا چاہیے[۱]"

۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى فَالْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ ——— بخاری، مسلم وغیرہ

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپ منبر پر تشریف رکھتے اور صدقہ کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرماتے تھے، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر کا (ہاتھ) دینے والا ہے اور نیچے کا مانگنے والا۔"

ہو جاتا ہے گویا اس کا جسم کسی تنگ زرہ میں ایسا کسا ہوا ہے کہ وہ ہاتھ باہر نکال کر کسی کو کچھ دینے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ پیسہ دیتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیسے کے ساتھ اسی کی روح بھی نکل جائے گی۔

زرہ جسم کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔ جب وہ کشادہ ہو جاتی ہے تو پورا جسم محفوظ ہو جاتا ہے۔ یعنی صدقہ کے سبب آدمی کو پورے طور پر خدا کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔ رہا بخیل شخص تو وہ ضیق اور تنگ دلی میں مبتلا ہوتا ہے۔ نہ وہ محفوظ ہوتا ہے اور نہ اسے حقیقی آرام وچین حاصل ہوتا ہے۔

[۱] یعنی صدقہ ضرور دو۔ یہ خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے والی اور دوزخ کی آگ سے بچانے والی چیز ہے۔ اگر زیادہ صدقہ دینے کی استطاعت نہ ہو تو جو بھی ہو سکے اگرچہ وہ نہایت قلیل مقدار ہو، صدقہ کرو۔

Marfat.com

۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ. قَالَ: فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ ــــــ بخاری مسلم

"ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کس کو اپنے مال سے بڑھ کر اپنے وارث کا مال زیادہ عزیز ہے؟ (صحابہؓ نے) عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم میں تو ہر ایک کو اپنا ہی مال سب سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا مال تو وہی ہے جو اُس نے آگے بھیجا اور وہ اس کے وارث کا مال ہے جو اُس نے پیچھے چھوڑا[۱۰]۔"

۱۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا. قَالَ: بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا ــــــ ترمذی

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک بکری ذبح کی گئی (اور اس کا گوشت ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا گیا)، آپؐ نے دریافت فرمایا: اس میں سے کیا باقی رہا؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اس کا صرف ایک شانہ بچا ہے۔ آپ نے فرمایا: سب باقی ہے سوا اس شانہ کے (جو تقسیم نہیں کیا گیا)[۱۱]۔"

---

[۱۰] یعنی اگر تمہیں اپنا مال عزیز اور پیارا ہے تو تمہارا مال تو وہ ہے جو تم خدا کی راہ میں صرف کر کے اپنی دائمی زندگی کے لئے بھیجتے ہو۔ جو کچھ جمع کر کے تم اپنے پیچھے دنیا میں چھوڑتے ہو وہ تمہارا نہیں تمہارے ورثاء کا مال ہے۔ اگر تم نے اپنے لئے آگے کچھ نہیں بھیجا ہے یا بہت کم بھیجا ہے تو تم مفلس ہو۔ خواہ دنیا میں قارون کا خزانہ ہی کیوں نہ جمع کر رکھا ہو۔ لیکن اگر تم نے آگے کے لئے سامان کر لیا ہے اور کرتے رہتے ہو تو تم مفلس ہرگز نہیں ہو دنیا تمہیں مفلس سمجھتی ہے تو اس کی نظر کا قصور ہے۔

[۱۱] یعنی جو گوشت تقسیم کر دیا گیا حقیقت میں وہی باقی ہے اور کام آنے والا ہے۔ ہمیشہ کا فائدہ اُسی سے ملا یا گا جو حصہ اپنے لئے روک لیا گیا، وہ ختم ہونے والا ہے۔

Marfat.com

۱۱۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ انْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَةِ فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ: ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ فَقُلْتُ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ ھُمْ؟ قَالَ ھُمُ الْاَکْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ ــــ بخاری، مسلم

"ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم وہ بڑے خسارے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو بڑے سرمایہ دار ہیں، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں (ہر طرف بھلائی کے کام میں) خرچ کیا اور ایسے لوگ کم ہیں[۱]"

۱۲۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُہُ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی عِیَالِہٖ، وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی دَابَّتِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی اَصْحَابِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ــــ مسلم

"حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل دینار وہ ہے جس کو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی خدا کی راہ میں سواری کے لئے خرچ کرتا ہے[۲] اور وہ دینار افضل ہے جسے

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ مال و دولت بڑی آزمائش کی چیز ہے۔ اس آزمائش میں کامیاب وہی ہو سکتے ہیں جن کے دل میں مال کی محبت نہ ہو جو اپنے مال کو کشادہ دلی کے ساتھ کارِ خیر میں خرچ کرتے رہیں۔ جو ایسا نہیں کرتے وہ دولت پانے کے باوجود بڑے خسارے میں ہیں۔

[۲] یعنی جہاد کے لئے گھوڑا وغیرہ خریدنے میں صرف کرتا ہے۔

Marfat.com

وہ خدا کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے[۱۲]"

۱۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْكِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ ــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار وہ ہے جو تو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ایک دینار وہ ہے جو تو کسی غلام کو آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے اور ایک وہ دینار ہے جو کسی مسکین پر خرچ کرتا ہے اور ایک دینار وہ ہے جو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ ان سب سے بڑھ کر باعثِ اجر وہ دینار ہے جسے تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے[۱۳]۔"

۱۴۔ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الاٰیة ــــــ ترمذی، ابن ماجہ، دارمی

فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اللہ کا) حق ہے۔ پھر آپؐ نے تلاوت فرمایا: لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

---

[۱۲] یعنی اپنے اُن ساتھیوں اور رفقاء پر خرچ کرتا ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کر رہے ہوتے ہیں۔

[۱۳] معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کی تعلیم دی ہے وہ حد درجہ متوازن ہے اس میں بے اعتدالی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے سب سے زیادہ اہمیت قریب ترین فرائض کی بجا آوری ہے۔ اہل وعیال کے حقوق ادا کرنا فرض ہے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد نفل کی باری آتی ہے۔ ہر ایک کے حق کو سمجھنا چاہیے اور مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

Marfat.com

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ....

(نیکی اور وفاداری یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کر لو، بلکہ وفاداری اُن کی ہے جو اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، (اللہ کی) کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور اپنا مال اس کی محبت کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دے، اور گردنیں چھڑانے (غلام آزاد کرانے) میں خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے ....)"[لہ]

۱۶ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ ——— ابوداؤد، ترمذی

لہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی آدمی کی ذمہ داریاں باقی رہتی ہیں۔ زکوٰۃ دینے کے بعد آدمی کو اپنا ہاتھ بالکل کھینچ نہیں لینا چاہیے اور نہ اجتماعی تقاضوں اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کی طرف سے غافل ہونا چاہیے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اگر کوئی ضرورت مند اور مصیبت زدہ آجائے یا کوئی اجتماعی تقاضا سامنے آجائے تو آدمی کو اس سلسلہ میں مال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استشہاد کے طور پر سورۃ البقرہ کی آیت، لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الخ تلاوت فرمائی۔ اس آیت میں نیکی کے کاموں کے ذیل میں ایمان کے بعد رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں وغیرہ کے مالی تعاون کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نماز کی اقامت اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے مالی تعاون کا جو ذکر یہاں کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔

Marfat.com

"ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس مسلمان نے کسی مسلمان کو جس کے پاس کپڑا نہیں تھا، کپڑا پہنایا، اللہ اس کو
جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔ اور جس مسلم نے کسی مسلم کو بھوک کی حالت میں
کھانا کھلایا اللہ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلم نے کسی مسلم کو
پیاس کی حالت میں پانی پلایا اللہ اس کو (جنت کی) سربمہر شراب پلائے گا۔"

۱۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
لَوْ كَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ
شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَیْنٍ ــــــ بخاری

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر
میرے پاس اُحد کے برابر سونا ہو تو میرے لئے خوشی کی بات یہی ہوگی کہ تین
راتیں گزرنے سے پہلے پہلے میرے پاس اس میں سے کچھ بھی نہ رہے۔ سوائے اس کے
کہ قرض ادا کرنے کے لئے اس میں سے کچھ بچا لوں[1]۔"

۱۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ ــــــ ترمذی

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] یعنی میرے لئے مسرت کی بات یہ نہیں ہے کہ مال میرے پاس جمع ہو بلکہ مسرت کی بات میرے لئے یہ ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہو میں اُسے جلد سے جلد خدا کی راہ میں خرچ کر دوں۔ یہاں تک کہ اپنے پاس کچھ بھی نہ رہنے دوں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہی ہوتی ہے۔ ان کی زندگی اسکی کھلی شہادت پیش کرتی ہے کہ وہ سچے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ حق و صداقت کی جو تحریک وہ دنیا میں چلاتے ہیں اس کے پیچھے ہرگز ان کا کوئی مادی یا دنیوی مفاد نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں حق و صداقت کے لئے کرتے ہیں نہ کہ کسی ذاتی منفعت کے لئے۔

Marfat.com

دینار و درہم کا بندہ ملعون ہے۔[۹]"

۱۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ ——— ترمذی

"ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عادتیں کسی صاحب ایمان میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ بخل اور بد خلقی۔[۱۰]"

۲۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ لَجَاهِلٌ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ ——— ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی قریب ہے اللہ سے، قریب ہے جنت سے، قریب ہے لوگوں سے، دور ہے دوزخ سے

---

[۹] یعنی جو لوگ مال و دولت کے پرستار ہیں۔ خدا کی راہ میں جنہیں اپنا مال خرچ کرنا حد درجہ گراں گزرتا ہے وہ خدا کی رحمتوں سے دور ہیں، ان کے حصہ میں پھٹکار اور لعنت کے سوا اور کچھ نہیں آسکتا۔

مال و دولت کی پرستش بہت ہی بری خصلت ہے اسی لئے صدقہ لینا صرف اسی کو روا ہے جو محتاج ہو محتاج شخص کو اگر خدا نے صحت اور طاقت دی ہے تو اسے بھی حتی الامکان صدقہ و زکوٰۃ لینے سے بچنا چاہیے اسے محنت و مشقت کے ذریعہ اپنی گزر اوقات کا سامان بہم پہنچانا چاہیے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ وَلَا لِذِیْ مِرَّةٍ سَوِیٍّ "مالدار کے لئے صدقہ (زکوٰۃ) حلال نہیں ہے اور نہ اس شخص کے لئے جو توانا و تندرست ہو"

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی، نسائی، احمد، ابن ماجہ)

[۱۰] یعنی بخل اور بد خلقی کی ایمان سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے ایمان تو آدمی کو کشادہ دل، عالی ظرف اور باحوصلہ بناتا ہے جب کہ بخل اور بد خلقی درحقیقت تنگ نظری، تنگ دلی، دنائت کی پیداوار ہیں۔

Marfat.com

اور بخیل شخص دور ہے اللہ سے، دور ہے جنت سے، دور ہے لوگوں سے، قریب ہے دوزخ سے[1] اور جاہل سخی اللہ کو بخیل عابد سے زیادہ پسند ہے"۔

۲۱۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكٰوةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللّٰهُ بِالسِّنِيْنَ ـــــ طبرانی فی الاوسط

"حضرت بریدہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ روک لی اللہ نے اُسے قحط میں مبتلا کر دیا[2]۔"

۲۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمْ يَمْنَعْ قَوْمٌ زَكٰوةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا ـــــ طبرانی

---

[1] سخاوت اور فیاضی سے آدمی کو خدا کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ فیاض اور سخی شخص سے لوگ بھی خوش رہتے ہیں اور ایسا شخص اپنے انجام کے لحاظ سے بھی کامیاب ہوتا ہے۔ جنت اس کی دائمی جائے قرار ہوتی ہے۔ اسکے برخلاف بخیل شخص سے نہ خدا راضی ہوتا ہے اور نہ دنیا کے لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنے انجام کے لحاظ سے وہ بجائے جنت کے دوزخ کا مستحق ہوتا ہے۔

سخاوت اور فیاضی صفاتِ رذیلہ کے دُور کرنے میں حد درجہ معاون ہے۔ آدمی کو اس کے ذریعہ روحانی و اخلاقی بلندی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کے اندر خدا کی عظمت اور بزرگی کا زیادہ سے زیادہ احساس و شعور بیدار ہو سکے۔ رہا بخیل شخص تو نفسانیت اور تنگ دلی میں کچھ اس طرح گرفتار رہتا ہے کہ اُسے روحانی و اخلاقی بلندی حاصل ہی نہیں ہوتی اس کا دل مادّی منفعتوں ہی میں الجھا رہتا ہے۔ زندگی کی اعلیٰ قدروں سے وہ آشنا ہی نہیں ہو پاتا۔

[2] اس لئے قحط کو دُور کرنے کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ ٹیوب ویل اور پمپنگ سسٹم وغیرہ آبپاشی کے ذرائع فراہم کئے جائیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مال کی زکوٰۃ نکالی جائے۔

Marfat.com

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کسی قوم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک لی اس سے آسمان کی بارش روک لی گئی اور اگر جانور نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو۔"[۲۱]

صدقہ کا وسیع مفہوم:

۱۔ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَۃً عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ یَحْتَسِبُھَا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃٌ ــــــ بخاری و مسلم

"ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلم شخص اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔"[۱]

۲۔ وَعَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّدَقَۃُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَۃٌ وَھِیَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَۃٌ وَصِلَۃٌ ــــــ احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی

"سلیمان بن عامرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی

---

[۲۱] یعنی اللہ تعالیٰ کبھی بے گناہ جانوروں کی وجہ سے بارش کر دیتا ہے، حالانکہ انسانوں کی نافرمانیوں کا تقاضا تو یہ ہوتا ہے کہ بارش بالکل نہ ہو۔

[۱] یعنی اس پر بھی وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ مومن جب دوسروں پر خرچ کرتا ہے اس وقت بھی اصلاً خدا کی خوشنودی ہی اس کے پیش نظر ہوتی ہے۔ اور جب وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اس وقت بھی وہ خدا ہی کی رضا کا جویا ہوتا ہے۔ ایک ہی کردار ہے جس کا مظاہرہ مومن کی زندگی میں مختلف حالتوں میں ہوتا ہے۔ اپنی روح کے اعتبار سے اس کا ہر عمل صدقہ ہے۔

Marfat.com

مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور کسی ضرورت مند عزیز کو دینے میں وہ پہلو ہیں، وہ صدقہ بھی اور صلۂ رحم بھی ہے[۱]۔

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ ـــــ ابو داؤد

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو غریب شخص اپنی محنت کی کمائی سے کرے[۲] اور ابتدا ان لوگوں سے کرو جن کے تم ذمہ دار ہو[۳]"

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ، قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰی نَفْسِكَ، قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ، قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰی وَلَدِكَ، قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ: اَنْفِقْهُ عَلٰی اَهْلِكَ، قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ، قَالَ: اَنْفِقْهُ عَلٰی خَادِمِكَ، قَالَ: عِنْدِیْ اٰخَرُ، قَالَ: اَنْتَ اَعْلَمُ ـــــ ابو داؤد و نسائی

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی ذات پر خرچ کرو۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس اور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کو اپنی

---

[۱] یعنی کسی ضرورت مند عزیز پر خرچ کرنے سے صدقہ کے علاوہ صلۂ رحم کا بھی اجر ملتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے صدقہ ہی نہیں کیا بلکہ صدقہ دے کر اپنے عزیز کے ساتھ سلوک بھی کیا۔

[۲] یعنی غریب شخص جب اپنی محنت کی کمائی سے خرچ کرتا ہے تو خدا کے نزدیک اس کا صدقہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

[۳] خرچ کرنے میں سب سے پہلے ان کی خبر لینی چاہیے جن کی آدمی پر ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اہل و عیال سے بے پرواہ ہو کر اِدھر اُدھر صدقات بانٹتا پھرتا ہے تو اس کا یہ رویہ دینی نقطۂ نظر سے ہرگز مستحسن نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اولاد پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس اور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس اور ہے آپؐ نے فرمایا: پھر اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو۔ اس نے کہا اس کے لئے میرے پاس اور ہے، آپؐ نے فرمایا: تم زیادہ واقف ہو کہ تمہارے اعزہ و اقرباء میں کون زیادہ ضرورت مند اور مستحق ہے۔"[ش]

۵۔ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ۔ ——— ابن ماجہ

"حضرت سراقہ بن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بہترین صدقہ سے آگاہ نہ کروں؟ وہ اپنی اس بیٹی کے ساتھ سلوک کرنا ہے جو تیری طرف واپس کر دی گئی ہو[۱] اور تیرے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔"

۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً تَغْدُوْا بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاٰخَرَ ——— بخاری، مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی ہے جو کسی کو دودھ پینے کے لئے عاریۃً دیدی جائے اور وہ زیادہ دودھ دینے والی بکری جو دودھ پینے کے لئے کسی کو

ش اس حدیث سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی احکام تقاضائے عقل و فطرت کے عین مطابق ہیں۔ ان احکام کی خلاف ورزی درحقیقت عقل و فطرت کی مخالفت ہے۔

۱ یعنی اس کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی ہو یا وہ فوت ہو گیا ہو اور اس کا کفیل اب تیرے سوا کوئی اور نہ ہو۔

Marfat.com

دیدی جائے کہ وہ صبح کو برتن بھر کر دودھ دیتی ہو اور شام کو ایک اور برتن بھر کر[۱]۔"

۷۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْہُ اِنْسَانٌ اَوْ طَیْرٌ وَبَھِیْمَۃٌ اِلَّا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃٌ وَفِیْ رِوَایَۃِ الْمُسْلِمِ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ مِنْہُ لَہٗ صَدَقَۃٌ ——— بخاری، مسلم

"حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلم شخص کوئی درخت لگائے یا کھیتی کرے اور اس میں سے انسان پرند اور جانور کھائیں تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے[۲]۔ مسلم کی ایک روایت حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ اس میں سے جو چوری چلا جائے وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے[۳]۔"

۸۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَؓ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَلْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔ ابوداؤد، نسائی

"سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ام سعد (یعنی میری ماں) مرگئی تو کون سا صدقہ بہتر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: پانی۔ سعدؓ نے کنواں کھودا اور کہا: یہ ام سعد کے لئے

---

[۱] ایسے صدقہ سے ایک طرف صدقہ کرنے والے کی فیاضی اور اس کی کشادہ دلی کا پتہ چلتا ہے، دوسری طرف اس سے ضرورت مند شخص کی حاجت روائی بھی بخوبی ہوتی ہے اس لئے اس کی تعریف فرمائی۔ عربوں میں اس طرح کا رواج تھا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔

[۲] اس کے ذریعہ مخلوقِ خدا کو جو فائدہ بھی پہنچے اس میں اس کے لئے اجر و ثواب ہے۔

[۳] چور نے اگر اس کو نقصان پہنچایا تو اس میں بھی اس کے لئے اجر و ثواب ہے۔ مومن کسی حال میں بھی خسارہ میں نہیں رہتا چوری کرنے والا حقیقت میں اپنا نقصان کرتا ہے کیسی مومن و مسلم بندے کو وہ حقیقی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

Marfat.com

صدقہ ہے[نلہ]"

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ، یُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِهٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْهَا اَوْیَرْفَعُ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ وَکُلُّ خُطْوَةٍ یَخْطُوْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ ——— بخاری مسلم

"ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے ہڈی کے جتنے جوڑ ہیں، ہر ایک پر صدقہ واجب ہے۔ ہر روز جس میں سورج طلوع ہو[لله]

نلہ یعنی اس کا اجر و ثواب ام سعد کو ملے۔ کنویں کا شمار صدقۂ جاریہ میں ہوتا ہے جب تک کنواں باقی رہتا ہے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں اس کا اجر و ثواب پہنچتا رہتا ہے۔

یہاں چند باتیں سمجھ لینے کی ہیں:

ایصالِ ثواب اسی عمل کا ہو سکتا ہے جو شریعت کے مطابق ہو اور خالصۃً اللہ کے لئے کیا گیا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ثواب کا ھدیہ ان ہی لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جو ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں جن کی حیثیت خدا کے یہاں مہمان کی ہے۔ خدا کے باغیوں اور مجرموں کو ثواب کا تحفہ نہیں پہنچ سکتا۔

نیک عمل کے دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک اس کے وہ نتائج جو عمل کرنے والے کی روح و اخلاق پر مرتب ہوتے ہیں۔ جن کے سبب وہ خدا کے یہاں جزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ دوسرے اس کا وہ اجر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسے انعام کی شکل میں ملتا ہے۔ ایصال ثواب کا تعلق صرف دوسری چیز سے ہے۔ پہلی چیز سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اچھے اعمال کی روحانی اور اخلاقی فوائد اور ان کی جزا کسی کو منتقل نہیں کی جا سکتی البتہ ان کے اجر و ثواب کے متعلق وہ اللہ سے دعا کر سکتا ہے کہ وہ اس کے کسی عزیز یا محسن کو عطا کر دے۔

لله بدن کا ہر جوڑ انسان کے حق میں خدا کا ایک فضل و احسان ہے۔ خدا کے ہر احسان کی شکر گزاری میں جذبے

Marfat.com

دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ کسی آدمی کو سواری پر سوار ہونے میں یا اس کا سامان اس پر لادنے میں مدد کرنا صدقہ ہے، اور ایک اچھی بات بھی صدقہ ہے اور نماز کے لئے جو قدم بھی اٹھاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور تکلیف دینے والی چیز کا راستے سے دور کرنا بھی صدقہ ہے۔"

۱۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ وَحُذَيْفَةَ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ ———— بخاری و مسلم

"حضرت جابرؓ اور حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔"

۱۱۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ ———— احمد، ترمذی

"حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بھلائی صدقہ ہے اور یہ بات بھی بھلائی اور نیکی ہی سے ہے کہ تم بشاش چہرے کے ساتھ اپنے بھائی سے ملاقات کرو۔ اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو[۲]۔"

کے لئے ضروری ہے کہ وہ صدقہ کرے۔ صدقہ صرف اس کا نام نہیں ہے کہ کوئی شخص خدا کی راہ میں روپے پیسے خرچ کرے بلکہ اپنی روح کے لحاظ سے صدقے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ آگے اسی حدیث میں اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جن چیزوں کو اس حدیث میں صدقے سے تعبیر کیا گیا ہے وہ محض مجازاً صدقہ نہیں ہیں بلکہ واقعتاً ان میں صدقے کی روح اور اسپرٹ پائی جاتی ہے۔

[۲] مطلب یہ ہے کہ صدقہ کا مفہوم اسلام میں بے حد وسیع ہے۔ اس میں ہر بھلائی اور نیکی شامل ہے۔ غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ ہی نہیں اسلام کے دیگر ارکان و اعمال بھی عظیم قدروں کے حامل ہیں اور ان میں بڑی وسعت اور گہرائی پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

۱۲- وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِیْنُ الَّذِیْ یُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِہٖ طَیِّبَۃً بِہٖ نَفْسُہٗ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِیْنَ

——— بخاری، مسلم

"ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امانت دار مسلم خازن جب خوشی سے وہ چیز دیتا ہے جس کے دینے کا اُسے حکم دیا جاتا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوتا ہے[۳۲]"

ایک شخص صدقہ میں روپیہ پیسہ تو خرچ کر دیتا ہے لیکن وہی شخص دوسری بھلائیوں اور نیکی کے کاموں سے دور رہتا ہے نہ وہ موقعہ پر انصاف کی بات کہتا ہے۔ نہ بھائیوں سے ہنسی خوشی کے ساتھ ملتا ہے اور نہ ضرورت مندوں کے ساتھ اس کا رویہ ہمدردانہ ہوتا ہے بلکہ مخلوق خدا کو اس سے تکلیفیں ہی پہنچتی رہتی ہیں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی فی الواقع متصدقین (صدقہ کرنے والوں) میں شامل نہیں ہو سکا ورنہ اس کا متصدق ہونا زندگی کے مختلف مواقع پر لازماً ظاہر ہوتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص ایک طرف تو غریبوں کی ہمدردی میں خدا کی خوشنودی کے لئے اپنا مال خرچ کرے، دوسری طرف وہ بندگان کے لئے باعثِ آزار بنے اور بھلائی اور نیکی کے کاموں سے اُسے دُور کا بھی تعلق نہ ہو۔ ایسے شخص کا صدقہ حقیقت میں صدقہ نہیں محض نمائش ہے محض ایک بے روح عمل ہے جس کے پیچھے کوئی صحیح شعور اور سچا اور مخلصانہ جذبہ نہیں پایا جاتا۔ یا پھر وہ فہم و بصیرت سے اس درجہ عاری ہے کہ اپنی تمام گھناؤنی حرکتوں کے باوجود اپنے صدقہ کو بابرکت ہی تصور کرتا ہے حالانکہ اس کا صدقہ اس روزے دار کے روزے سے مختلف نہیں ہے جو روزہ رکھنے کے باوجود نہ خدا کی نافرمانی سے باز آتا ہے اور نہ نفسانیت اور ظلم سے اپنے کو بچاتا ہے۔ روزے سے اس کے پلے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ نہیں پڑتا۔

[۳۲] خازن بیت المال سے جو رقم یا مال نکال کر پیش کرتا ہے وہ اس کا کوئی ذاتی مال نہیں ہوتا اس کے باوجود اس کا شمار صدقہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مال پیش کرتے ہوئے وہ اپنے اندر کسی قسم کی تنگی محسوس نہیں کرتا بلکہ خوش دلی سے جو کچھ کہا جاتا ہے پیش کر دیتا ہے۔ امانت داری، دل کی کشادگی اور قلبی انبساط انفاق (صدقہ کے

Marfat.com

۱۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَا رَجُلٌ یَتَصَدَّقُ عَلٰی ھٰذَا فَیُصَلِّیْ مَعَہٗ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰی مَعَہٗ ــــــــ ترمذی، ابوداؤد

"ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص (مسجد میں) آیا حضورؐ نے فرمایا: تم میں کوئی شخص ہے جو اس پر صدقہ کرے (یعنی) اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ ایک شخص اٹھا اُس نے اس کے ساتھ پڑھی۔"[1]

۱۴۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ، قَالُوْا: فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ قَالَ: فَلْیَعْمَلْ بِیَدِہٖ، فَیَنْفَعُ نَفْسَہٗ وَیَتَصَدَّقُ، قَالُوْا: فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ اَوْ لَمْ یَفْعَلْ، قَالَ: فَیُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفِ، قَالُوْا: فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْہُ. قَالَ: فَیَأْمُرُ بِالْخَیْرِ، قَالُوْا: فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ، قَالَ: فَیُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّہٗ صَدَقَۃٌ ــــــــ بخاری، مسلم

لازمی مظاہر میں سے ہیں۔ اس لئے ایسا خازن جو تنگ دلی سے پاک ہو صدقہ کے اجر و ثواب سے کیسے محروم رہ سکتا ہے

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دیر سے مسجد میں پہنچے جب کہ جماعت ہو چکی ہو اور کوئی ایسا شخص نہ ہو جس نے ابھی نماز ادا نہ کی ہو تو اس کے اکیلے نماز ادا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ جو لوگ پڑھ چکے ہیں ان میں سے کوئی نماز میں اس کا ساتھ دے تاکہ وہ جماعت کی برکت اور ثواب سے محروم نہ رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صدقہ قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ کا مفہوم بے حد وسیع ہے۔ دوسروں کے لئے جو قربانی یا ایثار کیا جائے گا اس کا شمار صدقہ میں ہی ہوگا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایسا صدقہ کیا ہے۔ صدقہ کرنے والے کے لئے یہ نماز نفل قرار پائے گی۔ امامت نفل نماز پڑھنے والا بھی کر سکتا ہے اور فرض ادا کرنے والا بھی کر سکتا ہے حضورؐ کے عہد مبارک میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد یہ صدقہ نہیں ہو سکتا کیونکہ فجر اور عصر کے بعد نفل نماز پڑھنی ممنوع ہے۔ ظہر اور عشاء میں ایسا ہو سکتا ہے

Marfat.com

"حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کے ذمہ صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر کسی کے پاس (دینے کو) کچھ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام کرے اور کمائے اس طرح خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو یا یہ بھی نہ کرسکے؟ آپ نے فرمایا: کسی غمزدہ ضرورت مند کی مدد کرے[۱]۔ لوگوں نے کہا: اگر وہ یہ بھی نہ کرسکے۔ آپ نے فرمایا: دلوگوں کو نیکی کا حکم کرے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکے؟ فرمایا: اپنے آپ کو برائی اور شر سے بچائے کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے[۲]"

---

[۱] صدقہ ہر مسلم کا ایک لازمی وصف ہے۔ اگر صدقہ کرنے کے لئے مال نہیں ہے تو آدمی کو محنت مزدوری کر کے اس سعادت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اگر وہ کسی وجہ سے یہ بھی نہیں کرسکتا تو کسی ضرورت مند پریشان حال کی خدمت بجا کرے۔ یہ بھی صدقہ کی ایک قسم ہے۔ اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو زبان سے لوگوں کے کام آئے، انھیں بھلائی کا حکم کرے۔ ایمان کی وجہ سے آدمی کو ایک طرح کا ذہنی، قلبی اور روحانی انبساط اور فراخی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا یہ انبساط فطرتاً زندگی میں مختلف اسالیب کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور اُسے ظاہر ہونا بھی چاہیئے کیونکہ یہ اس کے ایمان کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اس انبساط کا ایک خاص مظہر صدقہ ہے۔ صدقہ چونکہ ایمان اور انبساطِ روحانی کا مظہر ہے اس لئے یہ باطن کی تربیت اور تزکیہ میں بھی معاون ہوتا ہے۔ ان ہی وجوہ کی بنا پر مومن کے لئے صدقہ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ صدقہ کی روح چونکہ ایمان کی حلاوت، کشادہ دلی اور ذہنی و روحانی انبساط ہے جو روپے پیسے سے دوسروں کی مدد کے علاوہ لوگوں کی دوسری خدمات کا بھی محرک بنتا ہے، اس لئے ان سب کو "صدقہ" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ اس چیز کو بھی صدقہ کہا گیا کہ آدمی اس بات کا خیال رکھے کہ اس سے کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

[۲] اس روایت میں صدقہ کی اور بھی وسیع تر تشریح ملتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ صرف ایجابی طور پر مالی، بدنی ہی نہیں ہے اور نہ وہ صرف قول و عمل تک محدود ہے بلکہ سلبی پہلو بھی ایک صدقہ اور نیکی ہے جس شخص نے اپنے آپ کو برائی سے بچایا اُس نے نیکی ہی کے محاذ کو مضبوط کرنے میں اپنا تعاون پیش کیا۔ یہ بھی ایک صدقہ ہے۔

Marfat.com

انفاق کے بعض آداب:

۱۔ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنْفِقِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ ـــــ بخاری، مسلم

"حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ کرتی رہو گنو مت۔ اگر تم اس طرح حساب کر کے دوگی تو اللہ بھی تمہیں حساب ہی سے دے گا اور دولت کو روکو مت۔ ورنہ خدا بھی تم سے مال کو روک لے گا۔ کشادہ دستی سے تم سے جتنا ہوسکے دیتی رہو۔"

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ آدَمَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَکَ وَاَنْ تُمْسِکَہٗ شَرٌّ لَکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ ـــــ مسلم

"ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! جو تیری ضرورت سے زیادہ ہو اس کا خرچ کرنا تیرے لئے بہتر ہے اور اس کا روکنا تیرے لئے بُرا ہے۔ اور ہاں گزارے اور ضرورت کے بقدر رکھنے پر تیرے لئے کوئی ملامت کی بات نہیں اور سب سے پہلے ان پر خرچ کر جن کی تم پر ذمہ داری ہے[1]۔"

---

[1] اسلام میں انفاق کو پسند اور بلا ضرورت مال جمع کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔ بخل اور مال کی حرص سے ایک طرف دولت کا پھیلاؤ اور گردش رک جاتی ہے جس دولت سے بہت سے ضرورت مند اپنی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں وہ شخص واحد کی تجوریوں میں بند رہ کر اپنی افادیت کھو دیتی ہے۔ دوسری طرف انفاق کے ذریعہ سے آدمی کو روحانی و اخلاقی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ مال و دولت اور مادی منفعت کی ہوس اسکے

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی بِلَالٍ وَ عِنْدَهٗ صُبْرَةٌ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ: مَا هٰذَا یَا بِلَالُ؟ قَالَ شَیْءٌ اَدَّخَرْتُهٗ لِغَدٍ فَقَالَ: اَمَا تَخْشٰی اَنْ تَرٰی لَهٗ بُخَارًا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ. اَنْفِقْ یَا بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا ——— بیہقی فی شعب الایمان

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار بلال کے پاس آئے ان کے پاس چھواروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے بلال یہ کیا ہے؟ عرض کیا: میں نے اسے کل کے لئے جمع کر رکھا ہے۔ فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ قیامت کے دن تم دوزخ کی آگ میں اس کی تپش دیکھو۔ اے بلال خرچ کرو اور عرش کے مالک سے کم دینے کا اندیشہ نہ کرو[1]"

دل سے نکلتی ہے۔ وہ زندگی کی ان اعلیٰ قدروں سے آشنا ہوتا ہے جن کا شعور بخل اور حرص و ہوس کی حالت میں اسے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ انفاق کا اصلاح باطن اور تہذیب نفس میں بڑا دخل ہے، اس حقیقت کو ہر وہ شخص تسلیم کرے گا جسے دین کے مسائل میں کچھ بھی غور و فکر سے کام لینے کا موقع ملا ہوگا۔

خرچ کرنے میں آدمی کو سب سے پہلے ان لوگوں کی ضروریات کو دیکھنا چاہیے جن کی کفالت کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ دوسروں پر خرچ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دوسروں کے لئے تو حد درجہ فیاض ہو اور اپنے اہل و عیال اور اعزہ کے واجبی حقوق کا بھی اسے پاس و لحاظ نہ ہو۔

[1] اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کل کے لئے کچھ رکھنے کی شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے بلکہ درحقیقت آپ نے یہ بات ذہن نشین کرانی چاہی ہے کہ آدمی کا اصل بھروسہ مال و اسباب پر نہیں خدا پر ہونا چاہیے۔ جس خدا نے آج رزق کا انتظام فرمایا ہے، وہ کل بھی انتظام کرے گا۔ اگر خدانخواستہ ہمارا بھروسہ خدا کو چھوڑ کر کسی مادی چیز پر ہوا، اور ہم خدا کی رزاقی اور اس کی قدرت کو بھول گئے تو یہ چیز ہمارے حق میں عذاب ثابت ہوگی۔

Marfat.com

۴۔ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ ـــــــ بخاری

"ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عرش کے سایہ میں ہوگا) وہ شخص جس نے صدقہ دیا ہے اور اُسے اتنا چھپایا کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ اُس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا[1]۔"

۵۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: اَلَا مَنْ وَّلِيَ يَتِيْمًا لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ ـــــــ ترمذی

"عمرو بن شعیبؒ اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا اور فرمایا: خبردار جو شخص کسی یتیم کا سرپرست ہو اور اس یتیم کے پاس مال ہو تو اس سرپرست کو چاہیے کہ وہ اس مال کو تجارت میں لگائے اور اُسے چھوڑ نہ دے کہ زکوٰۃ اُسے کھا جائے[2]۔"

---

[1] یعنی وہ حد درجہ چھپا کر صدقہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ مقصود تو خدا کو راضی کرنا ہے نہ کہ مخلوق خدا کو یہ دکھانا ہے کہ ہم بڑے داتا ہیں اگر وہ دنیا کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ صدقہ کے اجر و ثواب سے محروم رہے گا بلکہ اُلٹا ایک بڑے گناہ کا مرتکب قرار پائے گا۔ اس لئے کہ جو کام اُسے خدا کے لئے کرنا چاہیے تھا اس کو اس نے دنیا والوں کو دکھانے کے لئے کیا یہ ایک طرح کا شرک ہوا۔

اگر نمود و نمائش کی نیت نہ ہو تو کھلے طریقہ سے خرچ کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر چھپا کر دینا زیادہ بہتر ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ (۲:۲۷۱) اگر کھلے طریقے سے خیرات کرو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر غریبوں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اس سے تمہاری بُرائیاں دُھلتی ہیں۔"

[2] یتیموں کا مال اگر تمہارے پاس ہے اور تم نے اس کی حفاظت اور نگرانی کی ذمہ داری قبول کی ہے تو اس مال کو تجارت میں لگاؤ۔ ان کے مال کو یوں ہی نہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر تم نے ان کے مال کو یوں ہی چھوڑ دیا اور

Marfat.com

۶۔ وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
إِذَا أَتَاکُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْیَصْدُرْ عَنْکُمْ وَھُوَ عَنْکُمْ رَاضٍ ــــــ مسلم

"جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو چاہیئے کہ وہ تمہارے پاس سے اس حال میں واپس ہو کہ وہ تم سے راضی ہو[۵]۔"

۷۔ وَعَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
سَبَقَ دِرْھَمٌ مِائَۃَ أَلْفِ دِرْھَمٍ۔ قِیْلَ وَکَیْفَ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ:
کَانَ لِرَجُلٍ دِرْھَمَانِ فَتَصَدَّقَ بِأَجْوَدِھِمَا وَانْطَلَقَ آخَرُ إِلٰی عُرْضِ مَالِہٖ
فَأَخْرَجَ عَنْہُ مِائَۃَ أَلْفِ دِرْھَمٍ فَتَصَدَّقَ بِھَا ــــــ نسائی

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم لاکھ درہم پر سبقت لے گیا۔ عرض کیا گیا: یہ کیسے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں جو ان دونوں میں کھرا ہے، اُس نے اس کو صدقہ کر دیا۔ دوسرا شخص اپنے (پھیلے ہوئے کثیر) مال کے ایک گوشہ میں گیا۔ وہاں سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ کر دیا (تو پہلے شخص کا ایک درہم اس کے لاکھ سے افضل ہے[۶])۔"

اُسے تجارت میں نہیں لگایا۔ محض اس کی زکوٰۃ ہی نکالتے رہے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کا مال دھیرے دھیرے ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اس لئے یتیموں کی سچی بہی خواہی اور ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان کے مال کی حفاظت کرو اور اس کو ترقی دو نہ یہ کہ ان کے فائدے اور نقصان کی تمہیں کوئی پرواہی نہ ہو۔

[۵] یعنی تم اپنی زکوٰۃ برضا و رغبت پوری پوری ادا کرو۔

Marfat.com

۸۔ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَعْطُوا السَّآئِلَ وَلَوْجَآءَ عَلٰی فَرَسٍ اَخْرَجَہٗ مَالِکٌ وَلِاَبِیْ دَاؤُدَ عَنْ عَلِیٍّ لِلسَّآئِلِ حَقٌّ وَلَوْجَآءَ عَلٰی فَرَسٍ ــــــــ

"زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کو دو، اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار آئے ۔مالک نے اس کو روایت کیا ہے۔ ابوداؤد حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سائل کا حق ہے، اگرچہ وہ گھوڑے پر چڑھ کر آئے۔"

۹۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ بِمِثْلِ بَیْضَۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَصَبْتُ ھٰذَا مِنْ مَّعْدِنٍ فَخُذْھَا فَھِیَ صَدَقَۃٌ مَّآ اَمْلِکُ غَیْرَھَا فَاَعْرَضَ عَنْہُ فَاَتَاہُ مِنْ قِبَلِ رُکْنِہِ الْاَیْمَنِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ فَاَعْرَضَ عَنْہُ فَاَتَاہُ مِنْ قِبَلِ رُکْنِہِ الْاَیْسَرِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ فَاَعْرَضَ عَنْہُ ثُمَّ اَتَاہُ مِنْ خَلْفِہٖ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ فَاَخَذَھَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَذَفَہٗ بِھَا فَلَوْ

۱؎ ایسا شخص جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے۔ ایک لاکھ خرچ کر دینا کچھ مشکل نہیں ہے جبکہ ایک دوسرے شخص کا ایک درہم خرچ کرنا بھی ایک بڑی قربانی ہو سکتی ہے۔ جو صدقہ تنگی کی حالت میں کیا جاتا ہے، اس کی اہمیت خدا کے نزدیک اس صدقہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے جو فراخی اور خوشحالی کی حالت میں آدمی کرتا ہے۔

۲؎ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس کھانے کو ہو یا جو اس کی طاقت رکھتا ہو کہ کما سکے اس کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ سوال کرے یا زکوٰۃ لے۔ یہ اولوالعزمی کی تعلیم ہے۔ رہا قانون تو جو شخص بقدر نصاب مال سے کم رکھتا ہے اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو لوگوں میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ وہ حتی الامکان سوال سے پرہیز کریں، آپ نے یہاں تک فرمایا کہ جو شخص صبح و شام کی روٹی کا سامان رکھتا ہو وہ اگر سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ اپنے حق میں آگ جمع کرتا ہے، لیکن دوسری طرف آپ نے اہلِ ایمان کے اندر انفاق کا جذبہ بھی بدرجۂ اتم پیدا کیا اور یہ تعلیم دی کہ سائل کو دو اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو کر (یعنی بہتر حالت میں) آئے۔

Marfat.com

اَصَابَتْهُ لَاَوْجَعَتْهُ وَقَالَ: يَاْتِيْ اَحَدُكُمْ بِجَمِيْعِ مَا يَمْلِكُ فَيَقُوْلُ هٰذِهٖ صَدَقَةٌ ثُمَّ يَقْعُدُ يَتَكَفَّفُ النَّاسَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى۔ ـــــ ابوداؤد

"حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا اور کہا یا رسول اللہ اسکو میں نے ایک مکان میں پایا ہے۔ آپ اسے لے لیں یہ صدقہ ہے۔ اسکے سوا میری ملکیت میں کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ پھر وہ داہنی طرف سے آیا اور یہی بات کہی۔ آپ نے اس سے پھر اعراض فرمایا۔ پھر وہ بائیں جانب سے آیا اور یہی بات کہی۔ پھر آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ پھر وہ پیچھے سے آیا اور ویسی ہی بات کہی۔ پھر آپ نے اس کو لے لیا اور اس سے اس شخص کو کھینچ کر مارا اگر اسکو لگ جاتا تو اسے تکلیف پہنچتی۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنی ساری ملکیت لاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے۔ پھر اس کے بعد وہ بیٹھ کر لوگوں سے بھیک مانگتا ہے۔ سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو استغناء کے ساتھ ہو۔[۸]"

۱۰۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَىُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ ـــــ ابوداؤد

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: تھوڑے مال والے کی کوشش و مشقت[۹] اور صدقہ دینے

---

[۸] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم یا ذمہ دار شخص کو صدقہ وصول کرتے وقت دینے والے شخص کے حالات اور اس کے دیگر کوائف کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ صدقہ دینے والے کو بھی چاہیے کہ صدقہ دیتے وقت اس پہلو سے اپنا جائزہ ضرور لے کہ وہ اگر اپنی ساری ملکیت یا اپنی جائداد کا زیادہ حصہ خدا کی راہ میں صدقہ کر رہا ہے تو اس کے نتیجہ میں کل وہ لوگوں سے بھیک نہیں مانگے گا بلکہ وہ کما کر کھائے گا۔ اگر وہ اس کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا تو اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ بس اتنا ہی صدقہ کرے جتنا وہ آسانی سے خرچ کر سکتا ہے۔

[۹] یعنی محنت کر کے جو کچھ تھوڑا بہت حاصل کیا اس میں سے تکلیف و مشقت برداشت کر کے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

Marfat.com

میں ابتدا ان لوگوں سے کرو جن کی تم پر ذمہ داری ہے۔[۱]

۱۱۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الصَّدَقَۃِ اَنْ تُشْبِعَ کَبِدًا جَائِعًا ـــــــ البیہقی فی شعب الایمان

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو بھوکے جگر کا پیٹ بھر دے۔"

۱۲۔ وَعَنْ سَعِیْدٍ اَنَّ سَعْدًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَعْجَبُ اِلَیْکَ؟ قَالَ الْمَاءُ ـــــــ ابوداؤد

"سعید سے روایت ہے کہ سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کہ کون سا صدقہ آپ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی پلانا۔"[۲]

۱۳۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ اَوِ التَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ بِہٖ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْہِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْاَلَ النَّاسَ ـــــــ بخاری، مسلم

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے اور اُس کو ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں دیدی جاتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اپنی ضرورتیں پوری کرنے کا سامان بھی نہیں ہے اور کسی کو اس کی محتاجی کا احساس بھی نہیں ہو پاتا کہ اس کو صدقہ دیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے مانگنے کے لئے جاتا ہے۔"[۳]

---

[۱] اس لئے کہ ان کا حق سب سے زیادہ ہے۔

[۲] بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کے لئے پانی کا انتظام کرنا بہترین نیکی و صدقہ ہے اس طرح کے صدقہ سے ضرورتمند کی دعا حسنہ بھی

[۳] مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی خبرگیری مقدم ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود لوگوں سے اپنی تکلیف کا اظہار

Marfat.com

۱۴- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ ــــــــــ بخاری، مسلم

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا اس حال میں صدقہ کرنا کہ تو تندرست ہو اور تیرے اندر مال کی چاہت اور خواہش ہو، افلاس سے ڈرتا اور دولت مندی کی امید رکھتا ہو[۱۲] اور ایسا نہ ہو کہ تو سوچتا اور ٹالتا رہے، یہاں تک کہ جب جان

نہیں کرتے اور نہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں جس کی وجہ سے عام طور پر لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں ہو پاتا کہ وہ کس حال میں ہیں۔ یہ لوگ سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کی مدد کی جائے اور اس طرح سے مدد کی جائے کہ ان کی عزت اور وقار کو صدمہ نہ پہنچے۔ اسی طرح کی تعلیم قرآن مجید میں بھی دی گئی ہے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ (۲: ۲۷۳)
"یہ صدقہ ان محتاجوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں ایسا گھر گئے ہیں کہ (روزی کی فراہمی کے لیے) زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے ان کے (سوال سے) بچنے کی وجہ سے ناواقف شخص انہیں مالدار سمجھتا ہے۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے چمٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے تمہاری مدد کے لیے) جو مال بھی خرچ کرو گے بلاشبہ اللہ اس کا جاننے والا ہے۔"

[۱۲] مطلب یہ ہے کہ صدقہ تو وہی اللہ کے یہاں بہت مقبول ہے جو تندرستی و توانائی کی حالت میں کیا جائے جبکہ آدمی کے سامنے مختلف مسائل ہوتے ہیں۔ اس کا اپنا مستقبل ہوتا ہے۔ اسے مال کی ضرورت اور خواہش ہوتی ہے، اس سب کے باوجود اگر وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو یقیناً وہ خدا کے یہاں اجر کا مستحق ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن میں

Marfat.com

حلق میں پہنچ جائے تو کہنے لگو کہ اتنا فلاں کے لئے ہے اور اتنا فلاں کے لئے ہے۔ حالانکہ اب تو وہ فلاں ہی کو ملے گا[۱۲]۔"

۱۵۔ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوۃِ وَدَاوُوْا مَرْضَاکُمْ بِالصَّدَقَۃِ وَاسْتَعِیْنُوْا عَلٰی حَمْلِ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ ——— ابوداؤد

"حضرت حسن سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ کے ذریعہ سے اپنے مالوں کی حفاظت کرو[۱۳] اور اپنے مریضوں کا علاج صدقہ کے ذریعہ سے کرو[۱۴] اور دعا اور تضرع کے ذریعہ سے مصائب کا استقبال کرو[۱۵]۔"

۱۶۔ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ قَالَ: حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَضَاعَہُ الَّذِیْ کَانَ عِنْدَہٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِیَہٗ وَظَنَنْتُ اَنَّہٗ یَبِیْعُہٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَشْتَرِہٖ وَلَا تَعُدْ

فرمایا گیا ہے: وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۹:۹)

[۱۲] یعنی آدمی جب زندگی سے مایوس ہو جائے اور سمجھ لے کہ مال و دولت سب کچھ اب چھن جانے کو ہے اس وقت اگر وہ صدقہ کرتا اور وصیت کرتا ہے تو اس کا اللہ کے یہاں کوئی وزن نہیں ہے۔ اب تو اسکا مال دوسروں کے ہاتھ میں خود ہی پہنچ جانے گا۔

[۱۳] یعنی تم مال کی زکوٰۃ دوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے مال کی حفاظت فرمائے گا۔ اگر تم زکوٰۃ نہیں نکالتے تو کسی بھی وقت تمہارا یہ جرم تباہی لاسکتا ہے اور تمہارا مال تباہ و برباد ہو سکتا ہے۔

[۱۴] یعنی مریضوں کے علاج میں ڈاکٹروں اور طبیبوں پر ہی بھروسہ نہ کرو بلکہ اس سب سے بڑے طبیب کی طرف بھی رجوع کرو جس کے قبضۂ قدرت میں دکھ سکھ زندگی اور موت سب کچھ ہے اسے راضی کرنے اور اس کا تعاون حاصل کرنے کی بہترین شکل صدقہ ہے۔ تم صدقہ کر کے غریبوں کی مدد کروگے تو خدا مصیبت میں تمہاری مدد کرے گا۔

[۱۵] یعنی مصیبت آنے پر اللہ کے سامنے گڑگڑاؤ اور زاری اختیار کرو خدا تمہاری مصیبت کو ٹال دے گا۔

Marfat.com

فِیْ صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِیْ صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِكَ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِیْ صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِیْ قَيْئِهِ ——— بخاری، مسلم

"حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو خدا کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا،[1] اس نے اس کو خراب کر دیا[2] میرا ارادہ ہوا کہ اسے خرید لوں، میرا خیال تھا کہ وہ اسے سستا بیچے گا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (کہ کیا میں اسے خرید لوں) آپؐ نے فرمایا: ہرگز اُسے نہ خریدو اور اپنے صدقے کو لوٹاؤ نہیں خواہ وہ تم کو ایک ہی درہم میں دے کیونکہ اپنے صدقہ کو لوٹانے والا ایسا ہی ہے جیسے کتا جوتے کر کے اسے چاٹ لے۔" ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "اپنے صدقہ کو نہ لوٹاؤ کیونکہ صدقہ کو لوٹانے والا اس شخص کی طرح ہے جو قے کر کے اُسے چاٹ لے[3]۔"

۱۶۔ وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَؓ وَحَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ اور حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یعنی راہ خدا میں انہوں نے ایک گھوڑا دیا۔

[2] یعنی اُس نے اس گھوڑے کو بے پروائی سے رکھا جس کے سبب وہ دبلا اور کمزور ہو گیا۔

[3] حضرت ابن عمرؓ کا عمل یہ تھا کہ اگر وہ کوئی ایسی چیز خریدتے بھی جسے انہوں نے صدقہ کیا ہوتا تو اُسے وہ اپنے پاس نہ رکھتے بلکہ اُسے فوراً صدقہ کر دیتے (بخاری)

صدقہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا بہت ہی گھناونی اور پست حرکت ہے۔ اسی لئے اس کو قے کے چاٹنے سے تشبیہ دی گئی۔ صدقے میں دیئے ہوئے مال کو خریدنے والا اگرچہ حقیقی اعتبار سے اپنے صدقہ کو باطل نہیں کرتا۔ پھر بھی ظاہر میں وہ اسی چیز کو لوٹا رہا ہوتا ہے جس کو وہ خدا کی راہ میں دے چکا ہوتا ہے۔ اسلامی ذوق کے لئے یہ ظاہری مشابہت

Marfat.com

نے فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنے پیچھے غنا چھوڑ جائے اور صدقہ دینے میں ابتدا ان لوگوں سے کرو جن کی ذمہ داری تم پر ہو۔"

سوال کرنے سے پرہیز:

۱۔ عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ یَکْفُلُ لِیْ اَنْ لَّا یَسْأَلَ النَّاسَ شَیْئًا فَاَتَکَفَّلُ لَہٗ بِالْجَنَّۃِ فَقَالَ ثَوْبَانُ: اَنَا فَکَانَ لَا یَسْأَلُ اَحَدًا شَیْئًا ——— ابوداؤد، نسائی

"حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے کہ وہ لوگوں سے سوال نہ کرے گا تو میں اس کے لئے جنت کا

بھی گراں ہے۔ اسی لئے اس نے اس چیز کو پسند نہیں کیا کہ آدمی اس چیز کو خرید لینے کی کوشش کرے جس کو وہ خدا کی راہ میں نکال چکا ہے۔

۱؎ غنا چھوڑ جانے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد دل میں کسی قسم کی گھٹن اور تنگی محسوس نہ کرے۔ صدقہ دینے میں یہ دیکھنا چاہیے کہ یا تو اتنا بچ رہا ہو کہ خود اسے صدقہ لینے کی نوبت نہ آئے گی یا پھر آدمی اتنا متوکل ہو کہ اپنے دل میں کچھ بھی تنگی محسوس نہ کرے یعنی آدمی دل کا غنی ہو۔ صدقہ کرنے کے بعد خدا پر بھروسہ کرنے کی بہترین مثال حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہے۔ وہ گھر کا سارا اثاثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ گھر میں خدا اور اس کا رسول باقی ہیں۔ لیکن عام اصول یہی ہے کہ صدقہ دینے کے بعد اتنا باقی رہے کہ آدمی کی اپنی ذاتی ضروریات پوری ہو جائیں اور وہ تنگی محسوس نہ کرے۔

اس حدیث میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ عزیز و اقربا سے فارغ ہونے کے بعد باہر کے لوگوں کو دینا چاہیے۔ گھر میں آدمی کے بال بچے اور عزیز و اقربا ضرورت مند ہیں اور وہ باہر صدقہ بانٹتا پھرتا ہے۔ تو یہ صدقہ کی روح کے سراسر منافی ہوگا۔

Marfat.com

ضامن ہوتا ہوں۔ ثوبانؓ نے عرض کیا: میں یہ عہد کرتا ہوں ۔ اس لئے وہ کسی سے سوال نہ کرتے تھے[2]۔"

۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَزَالُ الْمَسْئَلَةُ بِاَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ ۔۔۔ بخاری مسلم نسائی

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے جو شخص (بلا ضرورت) سوال کرتا رہیگا وہ اللہ تعالیٰ سے (قیامت کے دن) اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا[2]۔"

۳۔ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ وَمَنْ سَاَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهٖ مَالَهٗ كَانَ خُمُوْشًا فِيْ وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَضْفًا يَاْكُلُهٗ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ ۔۔۔۔۔۔ ترمذی

"حُبشی بن جُنادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] اسلام میں اس بات کو سخت ناپسند کیا گیا ہے کہ کوئی شخص بھیک مانگے اور لوگوں سے سوال کرتا پھرے۔ اسلام چاہتا ہے کہ آدمی حتی الامکان اپنے آپ کو سوال کی ذلت سے بچائے۔ اسلام کی اس تعلیم کا یہ اثر تھا کہ صحابہؓ اگر اونٹ پر بیٹھے ہوتے اور اونٹ کی نکیل نیچے گر جاتی تو خود اُتر کر اُسے اُٹھاتے (کسی دوسرے سے اٹھانے کے لئے نہ کہتے۔ لیکن افسوس کہ آج اسلام پر ایمان رکھنے والوں میں۔ ایسے طبقے بھی پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اپنے رسولؐ کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے گداگری اور سوال ہی کو اپنا پیشہ اور ذریعہ معاش بنا لیا ہے۔

[2] دنیا میں وہ لوگوں سے سوال کر کے اپنے وقار اور آبرو کو خاک میں ملاتا تھا۔ اس دن اس کی ذلت اور آبرو کی بربادی اس شکل میں ظاہر ہوگی کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔ نحوست اور بے رونقی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی۔

Marfat.com

سوال کرنا مالدار آدمی کے لئے جائز نہیں ہے اور نہ توانا و تندرست آدمی کے لئے جائز ہے۔ البتہ ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس کو افلاس نے زمین پر گرا دیا ہو یا جو تاوان یا قرض کے بوجھ سے لدگیا ہو[5]۔ اور جو شخص اپنے مال کو بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرے تو یہ سوال قیامت کے روز اس کے چہرے پر ایک زخم ہوگا اور جہنم کا گرم پتھر ہوگا جس کو وہ کھائے گا[6]۔ تو اب جس کا جی چاہے سوال کم کرے اور جس کا جی چاہے زیادہ کرے۔"

۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا یَسْأَلُ جَمْرًا فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْ لِیَسْتَكْثِرْ ـــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زیادہ مال حاصل کرنے کیلئے لوگوں سے مانگتا ہے تو وہ درحقیقت آگ کا انگارہ مانگتا ہے۔ اب خواہ اس میں کمی کرے یا زیادہ مانگے۔"

---

[5] یعنی انتہائی لاچاری اور مجبوری کی حالت میں سوال کی اجازت ہے۔

[6] اس روز یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ بلا ضرورت دنیا میں لوگوں سے سوال کر کے وہ اپنی آبرو اور اپنے چہرے کی آب و تاب کو کھو چکا ہے۔ اس روز اس کے چہرے پر رونق نہ ہوگی بلکہ اس کا چہرہ چھلا ہوا اور زخمی ہوگا۔ دنیا میں سب سے زیادہ ناگوار اور اذیت رساں چیز دنی لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کو اختیار کئے ہوئے تھا۔ اس کے نتیجے میں اس دن اُسے گرم پتھر کھانا پڑے گا۔ گویا یہ اس بات کا اظہار ہوگا کہ جب تم نے اپنے لئے اذیت رساں اور ناگوار شئے کو پسند کیا ہے تو تمہارے لئے وہی چیز فراہم کی گئی ہے جو تمہیں پسند ہے۔ جب دنیا میں تم نے حد درجہ خستہ کن شئے کو اختیار کیا تھا تو یہاں اس سے کیوں بھاگتے ہو۔ جب دنیا میں تم نے اپنی فطرت کے خلاف روش اختیار کی ہے تو نتیجہ کے لحاظ سے بھی تمہیں اس چیز کو قبول کر لینا چاہیے جو تمہاری فطرت کے خلاف اور تمہارے لئے موجبِ تکلیف دہ ہے۔

Marfat.com

۵۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَسَائِلُ كُدُوْحٌ يَكْدِحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ فَمَنْ شَاءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهٖ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهٗ اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا ـــــــ ابوداؤد، ترمذی، نسائی

"سمرۃ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال کرنا زخم ہے جس سے آدمی اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے۔ تو اب جو شخص چاہے اپنے چہرے پر باقی رکھے اور جو چاہے ضائع کردے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی حاکم سے سوال کرے یا کسی ایسی چیز کا سوال کرے جس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو[۵]۔"

۶۔ وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ ـــــــ بخاری

"زبیر بن العوامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی پشت پر لاد کے لائے اور بیچے اور اللہ اس ذریعہ سے اس کی عزت و آبرو کو برقرار رکھے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے، وہ اس کو دیں یا نہ دیں[۶]۔"

---

[۵] یعنی حاکم سے اگر اپنے کسی جائز حق کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ درست ہے۔ اسی طرح انتہائی مجبوری کی حالت میں اگر کوئی لوگوں سے سوال کرتا ہے تو اسے قابل ملامت نہیں سمجھا جائے گا۔ عام حالات میں آدمی کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ لینے کے بجائے دینے والا بنے۔

[۶] یعنی لکڑی بیچ کر اپنی معاشی ضرورت پوری کرے اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کر کے اپنی عزت اور وقار کو مجروح نہ کرے۔ سوال کرنا خود ذلت کی بات ہے، سوال کے بعد کوئی تو اسے کچھ دے گا اور کوئی انکار کرے گا اس طرح اس کو ذلت و ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ عَلَی الصَّدَقَۃِ فَقَالَ لِاَبِیْ رَافِعٍ اِصْحَبْنِیْ کَیْمَا تُصِیْبَ مِنْھَا فَقَالَ لَا حَتّٰی اٰتِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْأَلَہٗ فَانْطَلَقَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَہٗ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِی الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ——— ترمذی، ابوداؤد، نسائی

"ابورافعؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ اس نے ابورافعؓ سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تاکہ تمہیں بھی اس میں سے کچھ مل جائے۔ ابورافعؓ نے کہا کہ جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کرلوں، تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا۔ ابورافعؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا: زکوٰۃ وصدقہ ہم لوگوں (یعنی ہمارے گھر اور ہمارے خاندان) کے لئے حلال نہیں ہے اور کسی گھرانے کے موالی (غلام) بھی انہی میں سے ہیں[1]۔"

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد اور اپنے خاندان والوں کے لئے صدقات اور زکوٰۃ حلال نہ رکھا۔ اس میں دوسری حکمتوں کے ساتھ ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اگر آپ کے خاندان اور آپ کی اولاد کیلئے زکوٰۃ ہوتی تو لوگ اپنے نبیؐ کی محبت اور تعلق کی بنا پر اپنی زکوٰۃ آپ ہی کی اولاد اور خاندان والوں کو دینے کی کوشش کرتے اور قوم دوسرے غرباء اور مساکین محروم رہتے۔ قیامت تک کے لئے اپنے اہل خاندان اور اپنی اولاد کو زکوٰۃ وصدقات کی مد محروم کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سچے نبی ہونے کا ناقابل انکار ثبوت پیش فرمایا ہے۔ آپؐ کے اعلان نبوت کے پیچھے اگر کوئی مادی منفعت اور دنیوی فائدہ کے حصول کا جذبہ کام کررہا ہوتا تو کبھی بھی آپ اپنی اولاد اور اپنے اہل خاندان کو کے فنڈ سے محروم نہ رکھتے۔ اس ایثار وقربانی کے پیچھے حق وصداقت ہی کی قوت کارفرما تھی۔ ورنہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ "مقدس" کہلانے والے اشخاص اور خاندان صدقات اور دان کا اصل حقدار خود کو سمجھتے ہیں۔

اس حدیث سے اس کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں جب کہ غلاموں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ آپؐ نے غلام کو اپنے خاندان کا ایک فرد قرار دیا۔ ابورافعؓ آپؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

Marfat.com

۸۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰہِ أَوْشَكَ اللّٰہُ لَهُ بِالْغِنَىٰ، إِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ أَوْ غِنًى آجِلٍ ــــــ ابوداؤد، ترمذی

"حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کوئی سخت حاجت پیش آئے اور اس نے اُسے لوگوں کے سامنے رکھا تو اس کو اس مصیبت سے مستقل نجات نہیں ملے گی اور جس شخص نے اسے اللہ کے سامنے رکھا تو اللہ جلد ہی اس کی حاجت پوری کر دے گا یا تو جلدی موت دے کر اگر اس کی موت کا وقت آگیا ہو، یا کچھ تاخیر سے خوشحالی دے کر[ش]"

ش آدمی کو اپنی ضرورت اور حاجت اپنے خدا ہی کے سامنے رکھنی چاہیے۔ خدا ہی اس کا حقیقی سرپرست ہے۔ وہی اس کی ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بیکسی اور غربت کی حالت میں اللہ ہی کو پکارا تھا: رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ (۲۸: ۲۴) "رب جو اچھی چیز بھی تو میری طرف اُتار دے میں اس کا محتاج ہوں" اللہ نے انہیں ٹھکانا دیا۔

جو شخص بجائے خدا کے مخلوقِ خدا پر بھروسہ رکھتا ہے وہ کسی بھی مصیبت سے نجات نہیں پا سکتا۔ اس کی زندگی لوگوں سے سوال ہی کرتے گزرے گی جو شخص خود اپنی خودداری اور عزت و وقار کا خیال نہیں رکھتا خدا کو بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

ایک حدیث حضرت ابی کبشہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تین چیزوں پر قسم کھاتا ہوں۔ ایک یہ کسی صدقہ سے کسی مال میں کمی نہیں آتی۔ دوسرے یہ کہ کسی پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر عزت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو شخص اپنے اوپر بھیک مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر تنگدستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔" (ترمذی)

Marfat.com

روزہ

انسان کی فطری صلاحیتوں اور قوتوں کے ابھرنے اور نشو ونما پانے کے لئے تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عام طور پر ذہنوں پر مادی اور افادی پہلو کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ آدمی کے لئے یہ حد درجہ مشکل ہوتا ہے کہ وہ چیزوں کو ان کی فطری پاکیزگی میں دیکھ سکے اور زندگی کی اہم قدروں اور بیش قیمت حقیقتوں کو سمجھ سکے۔ روزہ ایک مقدس عبادت اور ہماری روحانی اور اخلاقی تربیت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ روزہ کا اصل مقصد طہارتِ روح اور تقویٰ ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: ۱۸۳)

اے ایمان لانے والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

جب تک آدمی میں ضبطِ نفس نہ ہو اسکے اندر تقویٰ کی کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ خواہشات سے مغلوب انسان کو نہ خدا کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اور نہ وہ زندگی کی اعلیٰ حقیقتوں اور ضرورتوں کو محسوس کر پاتا ہے۔ غالب بہیمیت اسے اسکا موقع ہی نہیں دیتی کہ وہ اپنی فطرت کے حقیقی تقاضوں کی طرف توجہ دے سکے۔ روزہ اس بات کا عملی مظاہرہ ہے کہ اکل و شرب اور جنسی خواہش کی تکمیل کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے جو ہماری توجہ کی طالب ہے۔ روزہ بندے کو خدا کی طرف اور زندگی کی ان اعلیٰ حقیقتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے جو حیاتِ انسانی کا اصل سرمایہ ہیں۔ وہ بندے کو تجرید کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچاتا ہے جہاں بندہ اپنے رب سے بے حد قریب ہو جاتا ہے۔ جہاں تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور سارے نفسیاتی حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر علماء نے کہا ہے کہ من مفطرٍ صائمٌ وکم من صائمٍ مفطرٌ: کتنے ہی لوگ روزے سے نہیں ہوتے اسکے باوجود حقیقت کے اعتبار سے وہ صائم ہوتے ہیں اور کتنے ہی لوگ روزہ رکھتے ہوئے بھی درحقیقت

Marfat.com

روزہ دار نہیں ہوتے ۔" روزہ بظاہر اس چیز کا نام ہے کہ آدمی سحر کے وقت سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور جنسی خواہش کے پورا کرنے سے رکا رہے لیکن اپنی روح کے لحاظ سے روزہ جس چیز کا نام ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنی خواہشات پر قابو ہو اور اُسے تقویٰ کی زندگی حاصل ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بظاہر تو روزے سے ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا روزہ نہیں ہوتا، نہ اس کی نگاہیں عفیف ہوتی ہیں اور نہ اس کی زندگی پاکیزگی اور خدا ترسی کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

روزے کے لئے قرآن نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ "صوم" ہے۔ صوم کے لغوی معنی احتراز و اجتناب اور خاموشی کے ہیں۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں :۔

"صوم" کے اصل معنی کسی کام سے رُک جانے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا بات چیت کرنے اور چلنے پھرنے سے ہو۔ اسی وجہ سے گھوڑا چلنے پھرنے یا چارہ کھانے سے رُک جائے تو اُسے صائم کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے: خیل صیام، اخری غیر صائمۃ (بعض گھوڑے نہیں کھا رہے تھے اور بعض چارہ کھا رہے تھے) تھمی ہوئی ہوا اور دوپہر کے وقت کو بھی صوم کہتے ہیں، اس تصور کے ساتھ کہ اس وقت سورج وسطِ آسمان میں رُک جاتا ہے۔"

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ درحقیقت کسی چیز سے رُک جانے کی کیفیت کا نام صوم ہے۔ روزہ حقیقت میں اسی شخص کا ہے جو روزے کی حالت میں تو کھانے پینے اور جنسی خواہش کو پورا کرنے سے باز رہے، لیکن گناہوں کے ارتکاب اور ناپسندیدہ طرزِ عمل کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دے۔

روزہ اپنے آپ کو خدا کے لئے ہر چیز سے فارغ کر لینا اور کامل طور پر خدا کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے۔ اس پہلو سے روزے کو اعتکاف سے بڑی مناسبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعتکاف کے ساتھ روزہ رکھنا ضروری سمجھا گیا ہے بلکہ قدیم شریعت میں تو روزے کی حالت میں بات چیت سے بھی احتراز کیا جاتا تھا۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے موقع پر حضرت مریمؑ بیحد پریشان ہوئیں اور انہوں نے یہاں تک کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور لوگ مجھے بالکل بھول

Marfat.com

جانے۔ اس وقت انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا گیا تھا:

فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے، تو اشارے سے
فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا کہہ دینا: میں نے تو رحمان کے لئے روزے کی
فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (مریم: ۲۶) نذر مانی ہے، میں آج کسی آدمی سے نہ بولوں گی"۔

روزہ میں انسان کو فرشتوں سے بڑی حد تک مشابہت حاصل ہوتی ہے۔ فرشتے کھانے پینے کی ساری ضرورتوں سے مستغنی ہیں۔ ان کی غذا خدا کی حمد و تسبیح ہے۔ روزہ کی حالت میں مومن بندہ بھی خواہشاتِ نفس اور کھانے پینے سے کنارہ کش ہو کر خدا کی بندگی اور عبادت میں مصروف نظر آتا ہے۔

روزہ رکھ کر بندہ اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پاتا ہے۔ اس شخص سے جو اپنے نفس کو زیر نہ کر سکے آپ اس بات کی توقع نہیں کر سکتے کہ وہ حق کی حمایت اور باطل کے استیصال کے لئے جان توڑ کوشش کر سکتا ہے۔ جہاد کے لئے صبر اور عزیمت دونوں درکار ہیں۔ صبر و عزیمت روزے کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے مہینے کو "صبر کا مہینہ" کہا ہے۔ رمضان کے مہینے میں مسلسل ایک مہینے تک صبر و ضبط اور خدا کی اطاعت کی مشق کرائی جاتی ہے۔

عام حالات میں آدمی کو دوسروں کی تکلیف اور بھوک پیاس کا احساس نہیں ہو پاتا۔ روزہ میں بھوک پیاس کا عملی تجربہ آدمی کے اندر فطری طور پر یہ احساس ابھارتا ہے کہ وہ ناداروں اور ضرورتمندوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے اور انہیں ان کی پریشان حالی میں نہ چھوڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے کو "مواسات کا مہینہ" کہتے تھے اور اس مہینہ میں آپ انتہائی درجہ فیاض ہوتے تھے۔

روزہ سراپا عاجزی و خاکساری کا اظہار بھی ہے۔ اسی لئے کفارۂ سیأت میں روزے کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ شریعت میں کفارے کے طور پر روزہ رکھنے کا حکم آتا ہے۔ روزہ نہ صرف یہ کہ گناہ کے اثرات کو دل سے مٹاتا ہے۔ بلکہ دعا کی قبولیت اور اللہ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا

Marfat.com

موثر ذریعہ بھی ہے۔ قدیم صحیفوں میں بھی روزے کی اس خصوصیت کا ذکر ملتا ہے:

"خداوند کا روز (ایام اللہ) عظیم اور خوفناک ہے۔ کون اس کی برداشت کر سکتا ہے؟ لیکن خداوند فرماتا ہے۔ اب بھی پورے دل سے روزہ رکھ کر اور گریہ وزاری اور ماتم کرتے ہوئے میری طرف رجوع لاؤ اور کپڑوں کو نہیں بلکہ دلوں کو چاک کر کے خداوند اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو کیونکہ وہ رحیم و مہربان قہر میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے۔" (یوایل ۲: ۱۱-۱۳)

روزہ مقدس ترین عبادت ہے۔ روزہ خدا کی بڑائی اور عظمت کا مظہر اور اظہارِ شکر کا ذریعہ ہے۔ روزے کے ذیل میں قرآن مجید میں جہاں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (تاکہ تقویٰ حاصل کرو) فرمایا گیا ہے، وہیں یہ بھی ارشاد ہوا:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ	اور تاکہ اس ہدایت پر جو تمہیں بخشی گئی ہے
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ: ۱۸۵)	اللہ کی بڑائی کرو اور تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔

بنی نوع انسان پر یوں تو خدا کے بے شمار احسانات ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں قرآن جیسی نعمت سے نوازا۔ قرآن نے انسان کو حیاتِ ابدی کا راستہ دکھایا۔ انسان کو اخلاق کے اس بلند مرتبہ سے آشنا کیا جس کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ روزہ رکھ کر بندہ خدا کی اس عظیم عطا اور بخشش پر خوشی اور شکر گزاری کا اظہار کرتا ہے۔ انسان خدا کا بندہ اور اس کا پروردہ ہے۔ خدا اس کا آقا و معبود ہے۔ انسان کے لئے خوشی اور مسرت کا بہترین اور کامل ذریعہ وہی ہے جس سے اس تعلق اور رشتہ کا اظہار ہوتا ہو۔ جو رشتہ اور تعلق اس کا اپنے خدا سے ہے۔

ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا!

یہ اظہارِ تعلق فطری طور پر خدا کے احسانات کا اعتراف بھی ہوگا جو شکر کی اصل بنیاد ہے۔ رمضان کا مہینہ خاص طور پر روزے کے لئے اس لئے منتخب فرمایا گیا کہ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا۔ نزولِ قرآن کے مقاصد اور روزہ میں بڑی مناسبت پائی جاتی ہے۔ قرآن جن مقاصد کے

Marfat.com

تحت نازل ہوا ہے۔ ان کے حصول میں روزہ معاون ثابت ہوتا ہے۔

رمضان میں ایک ساتھ مل کر روزہ رکھنے سے نیکی اور روحانیت کی فضا پیدا ہو جاتی ہے جس کا دلوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ کم ہمت اور کمزور ارادہ کے آدمی کے لئے بھی نیکی اور تقوے کی راہ پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ کامیاب وہی ہے جس پر یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ اُس کی ذمہ داری صرف روزے کے ظاہری آداب و شرائط کی نگہداشت تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اس کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ روزے کے اصل مقصد سے غافل نہ ہو۔ روزے کا اصل مقصد اور اس کی غرض وغایت صرف روزے کے زمانے تک مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق انسان کے پورے عرصۂ حیات سے ہے۔ قدیم صحائف میں بھی ایسے روزوں کو بے وقعت قرار دیا گیا ہے۔ جس کا تقویٰ، اخلاص اور اعلیٰ اخلاق سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ذیل کے فقرے کس قدر موثر ہیں:

"تم اس طرح کا روزہ نہیں رکھتے ہو کہ تمہاری آواز عالم بالا پر سنی جائے۔ کیا یہ وہ روزہ ہے جو مجھ کو پسند ہے؟ ... کیا وہ روزہ جو میں چاہتا ہوں یہ نہیں کہ ظلم کی زنجیریں توڑیں اور جوئے کے بندھن کھولیں اور مظلوموں کو آزاد کریں، بلکہ ہر ایک جوئے کو توڑ ڈالیں کیا یہ نہیں کہ تو اپنی روٹی بھوکوں کو کھلائے اور مسکینوں کو جو آوارہ ہیں اپنے گھر میں لائے اور جب کسی کو ننگا دیکھے تو اُسے پہنائے اور تو اپنے ہم جنس سے روپوشی نہ کرے؟ تب میری روشنی صبح کی مانند پھوٹ نکلے گی ... اور اگر تو اپنے دل کو بھوکے کی طرف مائل کرے اور آزردہ دل کو آسودہ کرے تو تیرا نور تاریکی میں چمکے گا اور تیری تیرگی دوپہر کی مانند ہو جائے گی۔" (یسعیاہ ۵۸: کے ابتدائی فقرے)

اگر روزے سے واقعۃً فائدہ اٹھایا جائے تو وہ آدمی کو اس مقام پر کھڑا کر دیتا ہے کہ اسے ہمہ وقت اپنی ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔ اس کے شب و روز کبھی بے خوفی اور بے پروائی کے ساتھ بسر نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ گناہوں اور ناپسندیدہ کاموں سے اجتناب کرے گا اور اپنے مقصدِ زندگی کو پیشِ نظر رکھے گا۔

Marfat.com

روزہ کی حقیقت:

۱۔ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّؓ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ! قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَ قِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ، وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ، وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ. قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ، وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَ اَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ ـــــــــ بیہقی فی شعب الایمان

• حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت والا بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے[1] اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر

---

[1] یعنی رمضان کا مبارک مہینہ آگیا ہے۔

Marfat.com

ہے[۱۲] اس (مہینے) کے روزے کو اللہ نے فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں (خدا کی بارگاہ میں) کھڑا ہونے کو نفل مقرر کیا ہے[۱۳] جو شخص اس مہینے میں کوئی نیک نفل کام اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے کرے گا تو وہ ایسا ہو گا جیسے اس مہینے کے سوا دوسرے مہینے میں کسی نے فرض ادا کیا ہو اور جو اس مہینہ میں فرض ادا کرے گا وہ ایسا ہو گا جیسے اس مہینے کے سوا دوسرے مہینے میں کسی نے ستر فرض ادا کئے[۱۴] اور یہ صبر کا مہینہ ہے[۱۵] اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے[۱۶]

---

[۱۲] یہ اشارہ شب قدر کی طرف ہے۔ قرآن اسی مبارک رات سے اترنا شروع ہوا ہے۔ اس رات کی بڑی اہمیت ہے یہ وہ رات ہے جس میں ان باتوں کا فیصلہ ہوتا ہے جو علم و حکمت پر مبنی ہوتی ہیں اور جن میں دنیا کی فلاح اور بھلائی ہوتی ہے۔ دنیا کے معاملوں کا فیصلہ اسی رات میں ہوتا ہے وہ رات جس میں قرآن اترنا شروع ہوا ہے وہ کوئی معمولی رات نہیں ہو سکتی یہ رات تو ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے کبھی ہزار مہینوں میں بھی انسانوں کی فلاح کے لئے وہ کام نہیں ہوا جو اس ایک رات میں ہوا اس رات کو فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں۔ دیکھیے سورۃ القدر اور سورۃ الدخان: ۲-۵

[۱۳] رمضان میں دن کو روزہ رکھنا فرض ہے اور رات میں تراویح پڑھنا اور زیادہ سے زیادہ نماز میں خدا کے حضور کھڑا ہونا فرض تو نہیں ہے لیکن یہ عمل اللہ کو بے حد پسند ہے۔

[۱۴] رمضان کا مہینہ روزے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اس مہینے میں تمام مسلمان مل کر روزہ رکھتے ہیں۔ اس طرح انفرادی عبادت ایک اجتماعی عبادت بن جاتی ہے۔ لوگوں کے الگ الگ روزہ رکھنے سے جو روحانی اور اخلاقی فائدے ہو سکتے تھے سب کے مل کر روزہ رکھنے سے وہ فائدے بے حد حساب بڑھ جاتے ہیں۔ رمضان کا یہ مہینہ پوری فضا کو نیکی اور پرہیزگاری کی روح سے بھر دیتا ہے۔ آدمی کو روزہ رکھ کر گناہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ لوگوں میں نیکی کی رغبت بڑھ جاتی ہے اور ان کے دلوں میں یہ خواہش ابھرتی ہے کہ وہ غریبوں اور محتاجوں کے کام آئیں اور نیک کاموں میں حصہ لیں۔ نیکیوں کی تاثیر اور برکت بڑھ جاتی ہے اسلئے اللہ کے یہاں ان کے اجر میں بھی بے انتہا اضافہ ہو جاتا ہے

[۱۵] اس مہینہ میں آدمی بھوک پیاس کی تکلیف اٹھا کر اپنی خواہشات پر قابو پاتے اور اپنے کو خدائی احکام کا پابند بنانے کی کوشش

Marfat.com

اور وہ مہینہ ہے جس میں ایمان والوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے شہ جس کسی نے اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور جہنم کی آگ سے آزادی کا سبب ہوگا اور اُسے اس روزہ دار کے ثواب کے برابر دیا جائے گا بغیر اس کے کہ اس روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔"

آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہم میں ہر ایک کو سامان میسر نہیں ہوتا جس سے وہ روزہ دار کو افطار کرا سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا ایک کھجور پر یا پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کو افطار کرا دے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے اسے اللہ میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا کہ اس کو پیاس ہی نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا یہ (رمضان) وہ مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ (دوزخ کی) آگ سے آزادی ہے شہ اور جو شخص

کرتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایسی صلاحیت اور قوت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے وہ خدا کے راستے میں صبر و استقامت کے ساتھ آگے بڑھ سکے اور ان تکالیف و مصائب کا جو اُسے راہِ حق میں پیش آئیں، پامردی کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔

لہ روزہ میں اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ شدت کے ساتھ پیدا ہونا چاہیئے بھوک پیاس میں مبتلا ہو کر آدمی اس بات کو اچھی طرح محسوس کر سکتا ہے کہ مفلسی اور تنگدستی میں آدمی پر کیا کچھ گزرتی ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں بے انتہا رحیم و شفیق ہو جاتے تھے۔ کوئی سائل دروازے سے خالی نہیں جاتا تھا اور نہ کوئی قیدی قید میں رہتا تھا۔

شہ یعنی ظاہری اور روحانی ہر طرح کی برکات اس مہینہ میں حاصل ہوتی ہیں۔

شہ یہ مہینہ نیکیوں کی بہار لے کر آتا ہے۔ اہلِ ایمان اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت اور بندگی میں لگ جاتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں پر خدا کی خاص رحمت اور عنایت ہوتی ہے یہاں تک کہ رمضان کا ابتدائی حصہ گزرنے کے بعد اہلِ ایمان اور خدا کے اطاعت گزار بندوں کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ خدا ان کی پچھلی غلطیوں اور گناہوں سے

Marfat.com

اس مہینہ میں اپنے مملوک (غلام یا خادم) کے کام میں تخفیف کرے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے دوزخ کی آگ سے آزادی دیدے گا۔

۲- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ تَعَالَى إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ ——— بخاری، مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا یا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا (جتنا چاہوں گا) بدلہ دوں گا[۱] انسان اپنی شہوتِ نفس اور اپنا کھانا میری ہی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔

درگزر فرمائے اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ اس مہینے کے آخری حصے تک پہنچتے پہنچتے اس مبارک مہینہ سے فائدہ اٹھانے والوں کی زندگیوں میں اتنی پاکیزگی آجاتی ہے اور اس درجہ کا تقویٰ اور خدا ترسی کا جذبہ ان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نجات یافتہ قرار دیے جانے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ خدا دوزخ سے ان کی رہائی اور آزادی کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔

[۱] یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمالِ نیک کا اجر ان کی نیت اور خلوص کے لحاظ سے دس گنے سے سات سو گنے تک دیتا ہے لیکن روزے کا معاملہ اس عام قانون سے مختلف ہے۔ روزہ خاص خدا کیلئے ہوتا ہے۔ دوسری عبادتیں اور نیکیاں کسی نہ کسی ظاہری حرکت سے کی جاتی ہیں۔ اس لئے دوسرے لوگوں سے چھپانا بے حد مشکل ہے لیکن روزہ ایسا خاموش اور غیر مرئی عمل ہے جس کو روزہ دار اور خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ اس لئے اللہ اس کا اجر بھی بے حد حساب عطا فرمائے گا۔ اس کے علاوہ رمضان میں نیکی اور تقویٰ کا عام ماحول میسر آتا ہے جس میں خیر اور صلاح کے پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملتا ہے

Marfat.com

روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں۔ ایک مسرت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب کی ملاقات کے وقت[۱۱] اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے[۱۲]۔ اور روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ شور و شغب اور دنگا فساد کرے اور اگر اُسے کوئی گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں (میں تمہارے اس مشغلہ میں حصہ نہیں لے سکتا)[۱۳]۔

۳۴۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ

اتنی ہی زیادہ نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اس مہینے میں عمل کرے گا اور جتنا زیادہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا اور سال کے باقی گیارہ مہینوں میں رمضان کے اثرات کو باقی رکھے گا اتنا ہی زیادہ اس کے نیک اعمال پھلتے پھولتے رہیں گے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یہ خصوصیت عام حالات میں دیگر اعمال کو حاصل نہیں ہے۔

[۱۰] یعنی روزے میں نہ اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے اور نہ کچھ کھاتا پیتا ہے۔

[۱۱] یعنی ایک خوشی اُسے دنیا ہی میں افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ دن بھر بھوکا پیاسا رہنے کے بعد جب وہ شام کو افطار کرتا ہے تو اُسے جو لذت اور راحت حاصل ہوتی ہے وہ عام حالات میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کی بھوک پیاس بھی دور ہو جاتی ہے اور اُسے یہ روحانی خوشی بھی حاصل ہوتی ہے کہ اس کو اللہ کے حکم کی تعمیل کی توفیق ملی۔

[۱۲] روزے کی حالت میں منہ کی بو خراب ہو جاتی ہے اس لئے بار بار مسواک کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن اللہ کی نگاہ میں وہ مشک کی خوشبو سے کہیں زیادہ قابلِ قدر ہے۔ اس لئے یہ بو اس بھوک پیاس کی وجہ سے ہے جس کے پیچھے خدا کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا کی طلب کے سوا کوئی اور جذبہ کام نہیں کر رہا تھا۔

[۱۳] یعنی جس طرح ڈھال کے ذریعہ آدمی دشمن کے وار سے اپنے کو بچاتا ہے اسی طرح روزہ شیطان اور نفس کے حملوں سے بچنے کے لئے ہے۔ روزہ کے آداب کا کوئی اگر لحاظ رکھے تو وہ روزہ کی وجہ سے بہت سے گناہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اور آخرت میں آتش دوزخ سے نجات پا سکتا ہے۔

Marfat.com

اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَاناً وَّاِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ــــــــــ بخاری مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسی طرح جو رمضان میں ایمان اور احتساب کے ساتھ (راتوں میں) کھڑا ہو گا اس کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور (اسی طرح) جو شب قدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کرے گا اس کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے[۱۷۱]"

۴۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلاً يَتَجَشَّأُ فَقَالَ: اَقْصِرْ مِنْ جُشَائِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعاً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعاً فِى الدُّنْيَا ــــــــــ شرح السنہ، ترمذی۔

"حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکار لیتے سنا تو فرمایا: اپنی ڈکار کو کم کر اس لئے کہ قیامت کے دن سب سے بڑھ کر بھوکا وہ شخص ہو گا جو دنیا میں خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے[۱۷۲]"

---

[۱۷۱] ایمان کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور آخرت کا جو عقیدہ اسلام نے دیا ہے وہ اس کے ذہن میں تازہ رہے اور احتساب کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کی رضا کا طالب ہو۔ ہر وقت اپنے خیالات اور اعمال پر نظر رکھے کہ کہیں وہ خدا کی رضا کے خلاف تو نہیں جا رہا ہے۔ اس کے اعمال و افکار کے پیچھے کوئی غلط قسم کا جذبہ ہرگز نہ ہو۔ ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے سے اللہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے گا۔ اس لئے کہ وہ کبھی خدا کا نافرمان تھا بھی تو اب وہ نافرمانی سے باز آگیا اور خدا کی طرف رجوع کر لیا۔

[۱۷۲] یعنی آخرت میں آسودگی اور چین و راحت تو اس شخص کے لئے ہے جس کو آخرت کی فکر نے دنیا میں آسودہ ہونے کا موقعہ نہ دیا۔ اتنا زیادہ کھانا کہ آدمی لمبی لمبی ڈکاریں لیتا پھرے۔ آدمی کو کسلمند غفلت شعار بنا دیتا ہے۔ عاقل شخص اپنے

Marfat.com

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوةٌ وَزَکٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ ــــــ ابن ماجہ

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔"

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ــــــ بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ (روزہ رکھ کر) اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔"[۱]

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاُ وَکَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ

دل کو تاریکی سے بچا نہیں سکتا۔ دل کی تاریکی سب سے بڑی محرومی ہے۔ روزہ آدمی کو اس بات کا سبق دیتا ہے کہ وہ شکم پروری کو حیات کا اصل مقصود نہ سمجھے۔ زندگی کی قدر و قیمت اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: مَا مَلَأَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ یُّقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ کَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَّثُلُثٌ شَرَابٌ وَّثُلُثٌ لِّنَفْسِهٖ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

"آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہیں بھرا (جبکہ پیٹ کو اس طرح بھرا جائے کہ آدمی محض چرنے چگنے والا جانور بن کر رہ جائے اور دین کے تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر ہی رہے) آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھی رکھ سکیں اور اگر پیٹ بھرنا ضروری ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ کھانے کیلئے۔ ایک پینے کے لئے اور ایک حصہ اپنے لئے (یعنی سانس وغیرہ لینے کیلئے)"

[۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے میں بھوکا پیاسا رہنا بذات خود مطلوب نہیں بلکہ روزے کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ آدمی کے اندر تقویٰ پیدا ہو اور وہ خدا ترسی کی زندگی بسر کر سکے۔

مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ ـــــــ دارمی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ پلے نہیں پڑتا اور کتنے ہی راتوں کو (نماز میں) کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ انہیں اپنے قیام سے رت جگے کے سوا کچھ پلے نہیں پڑتا۔[۷]"

۸۔ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ عَدَّهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِي أَوْ فِي يَدِهِ قَالَ التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهُ وَالتَّكْبِيرُ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُورُ نِصْفُ الْإِيمَانِ ـــــــ ترمذی

"قبیلہ بنی سُلیم کے ایک صحابی شخص کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پر شمار کر کے فرمایا: تسبیح[۸] نصف میزان کو بھر دیتی ہے اور الحمد للہ[۹] اسے پورے طور پر پُر کر دیتا ہے اور تکبیر[۱۰] جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ ہے سب کو بھر دیتا ہے اور روزہ نصف

---

[۷] مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے روزے اور قیام کے اصل مقصد کو سمجھا ہی نہیں اور نہ اُسے حاصل کرنے کی کوشش کی تو پھر اس کی امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ روزے اور قیام فی اللیل سے اُسے کوئی فائدہ پہنچے گا۔

[۸] یعنی سبحان اللہ کہنا خدا کی عظمت و برتری کا اظہار ایسا عمل ہے جو نصف میزان عمل کو بھر دینے کے لئے کافی ہے بشرطیکہ یہ اظہار سچے دل سے ہوا ہو۔ سچے دل سے خدا کی عظمت کا اقرار آدمی کی زندگی کو بدل سکتا ہے پھر اسکی میزان نیکیوں سے کیوں نہ بھرے گی۔

[۹] یعنی خدا کی حمد و ستائش جو زندگی خدا کی تسبیح اور حمد و ستائش سے عبارت ہو وہی ایسی زندگی ہے جسے کامل زندگی کہا جا سکتا ہے۔ اسلئے تسبیح و تحمید کے سبب میزانِ عمل کا پُر ہو جانا فطری سی بات ہے۔

[۱۰] یعنی اللہ اکبر کہنا جن کو حقیقی سماعت حاصل ہے انہیں کائنات میں ہر طرف زمین میں بھی اور خلاؤں اور ستاروں میں بھی تکبیر ہی کی گونج سنائی دیتی ہے۔ زمین آسمان کا ہر ذرہ خدا کی کبریائی اور بڑائی کی داستان سنا رہا ہے۔ جب کوئی خدا کی بڑائی کا نعرہ لگاتا ہے تو

Marfat.com

صبر اور پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔"

۹۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ: اَعِيْدَا وُضُوْءَ كُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا اٰخَرَ، قَالَا لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اِغْتَبْتُمْ فُلَانًا ـــــ البيهقي

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ دو روزہ داروں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم دونوں دوبارہ وضو کرکے نماز پڑھو اور اپنا روزہ پورا کرکے دوسرے دن قضا روزہ رکھو۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ یا رسول اللہ! فرمایا: تم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے[۲]۔"

۱۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَرَاٰى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا لَهُ؟ فَقَالُوْا رَجُلٌ صَائِمٌ. فَقَالَ

زمین و آسمان کا ہر ذرہ اس کی "سنگتی" کرتا ہے۔ گویا اس کے ساز کی آواز ساز کائنات کی آواز سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔

[۱] مومن کی پوری زندگی کو ہم صبر سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ مومن ایک ضابطۂ حیات کا پابند ہوتا ہے۔ اس کا اصل مطمح نظر آخرت کی کامیابی ہے۔ وہ دنیا میں اس لئے زندہ رہتا ہے کہ خدا کی راہ میں سرگرم سفر ہو۔ اس کے لئے عظیم صبر کی ضرورت ہوتی ہے صبر کے بغیر نہ تو آدمی خدا کی راہ میں ایک قدم چل سکتا ہے اور نہ اسکے بغیر اسکے کردار اور سیرت کی تعمیر ہو سکتی ہے۔ اس حدیث میں روزے کو نصف صبر کہا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے روزہ رکھ لیا۔ اس نے صبر و ثبات کی تربیت حاصل کرلی اب ضرورت ہے کہ وہ اس سے اپنی پوری زندگی میں فائدہ اٹھائے اور اپنی پوری زندگی کو صبر کے سانچے میں ڈھالے جس دن اس کی زندگی صبر کے سانچے میں ڈھل گئی اس دن ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اپنے صبر کو کامل کرلیا۔ اس وقت نصف صبر نہیں اسے پورا صبر حاصل ہوگا۔

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ نماز روزے کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جبکہ آدمی ہر طرح کی برائیوں سے اپنے کو بچائے۔ یہاں تک کہ نہ تو کسی شخص کی غیبت کرے اور نہ کسی دوسرے گناہ میں مبتلا ہو۔

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ تَصُوْمُوْا فِی السَّفَرِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ
لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِی السَّفَرِ ———— بخاری، مسلم وغیرہ

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس لوگ جمع تھے اور اس پر سایہ کر رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ روزہ دار ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نیکی نہیں ہے کہ سفر میں تم روزہ رکھو۔ ایک روایت میں ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے[۱۱]۔"

---

[۱۱] مطلب یہ ہے کہ سفر میں تمہارے لئے روزہ رکھنا ناقابلِ برداشت ہے تو سفر میں روزہ کیوں رکھتے ہو۔ روزے کا مقصد اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہرگز نہیں ہے بلکہ روزے کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرض کیا ہے کہ بندے اس کے ذریعہ سے پاکیزگی اور تقویٰ کی دولت سے ہم کنار ہوں۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف نکلے تو آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ جب آپ کراع الغمیم پر پہنچے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو رہا ہے اور وہ آپ کے عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ آپؐ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگا کر پیا۔ لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بعض لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور بعض لوگ اسی طرح روزے رکھے رہے۔ پھر آپؐ کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ (سخت تکلیف کے باوجود) روزے سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہی لوگ نافرمان ہیں۔ (مسلم، ترمذی، نسائی)

ایک حدیث میں جس کے راوی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا صَائِمُ رَمَضَانَ فِی السَّفَرِ کَالْمُفْطِرِ فِی الْحَضَرِ: "سفر میں رمضان کا روزہ رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ گھر پر رمضان کا روزہ نہ رکھنا" (ابن ماجہ) مطلب یہ ہے کہ آدمی کے اندر اگر اس کی طاقت نہیں ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھ سکے پھر بھی وہ روزہ رکھتا ہے تو درحقیقت وہ روزہ نہیں رکھتا بلکہ شریعت کو اپنے لئے مصیبت ٹھہراتا اور خدا کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ دین کی فطری راہ سے ہٹا ہوا ہے۔ اسی دشواری اور مشکل کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "روزے میں وصال سے بچو"۔ وصال سے مراد یہ ہے کہ اس طرح دن رات مسلسل روزہ رکھا جائے کہ درمیان میں نہ سحری کھائی جائے اور نہ افطار کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے خاص قوت عطا فرمائی تھی اسلئے آپ روزہ میں وصال بھی فرما لیتے تھے لیکن دوسروں کو آپؐ نے اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ روزے میں وصال کریں۔ (بخاری، مسلم وغیرہ)

Marfat.com

نفل روزے:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَاقْرَإِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ: إِنِّيْ أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِيْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ ——— بخاری ومسلم

"عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے اور رات کو (عبادت میں) کھڑے رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ، میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور کھاؤ پیو بھی، رات میں کھڑے بھی رہو اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے ملاقاتیوں، مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے [۱]۔ جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا [۲]۔ ہر مہینہ کے تین دن کے روزے ہمیشہ کے روزوں کی حیثیت رکھتے ہیں [۳]۔ ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو اور ہر مہینہ میں ایک قرآن پڑھو۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا داؤدؑ کی طرح روزے رکھ لیا کرو، یہ روزہ کی بہترین شکل ہے ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور ہفتہ میں ایک قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس پر اضافہ نہ کرو

روزے کے فطری احکام:

۱۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ ــــــــ بخاری و مسلم

"حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لوگ جب تک افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے حالتِ خیر میں رہیں گے[1]۔"

---

[1] یعنی روزے اور عبادت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آدمی زندگی کے دوسرے مطالبات اور ضرورتوں کو بھول جائے۔ اُسے ہر حالت میں اعتدال کی روش اختیار کرنی چاہیے۔ وہ نفل روزے رکھے لیکن ہمیشہ روزے رکھنا صحیح نہیں ہے۔ وہ روزے بھی رکھے اور کھائے پئے بھی۔ اس طرح راتوں میں عبادت بھی کرے اور آرام کے لئے بھی وقت نکالے۔

[2] ہمیشہ روزے رکھنا اپنے کو بے جا مشقت میں ڈالنا ہے۔ اسلام میں جس روش کو پسند کیا گیا ہے وہ اعتدال کی روش ہے۔ مسلسل روزہ رکھنے سے روزے کی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ روزے سے جو فوائد مقصود ہیں وہ بھی پورے طور پر حاصل نہیں ہوتے جو شخص ہمیشہ روزے سے رہے اس کے تمام دن یکساں ہوتے ہیں۔ روزے کے دنوں کا امتیاز غیر روزے کے دنوں کے ذریعے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ جس شخص کے یہاں غیر روزے کے دن ہی نہ آئیں اُس کے روزے کوئی خصوصیت کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔

بعض صحابہؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے روزے رکھنے کی اجازت دی تھی پے در پے روزے رکھنے سے مراد کثرت سے روزے رکھنا ہے نہ کہ ہمیشہ روزے رکھنا۔

[3] آدمی اگر ایمان و احتساب کے ساتھ ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھے تو گویا وہ ہمیشہ روزے سے رہتا ہے۔ مہینے کے تین روزے اس کے پورے مہینے کو پاک اور منور رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ مہینے کے تین روزوں کے علاوہ اور بھی دوسرے نفل روزوں کا تذکرہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہر شخص اپنی طاقت اور حالات کے لحاظ سے ان میں سے انتخاب کر سکتا ہے۔

[1] مسند احمد کی ایک روایت میں مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ وَاَخَّرُوا السَّحُوْرَ بھی ہے یعنی لوگ اس وقت تک حالتِ خیر میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے اور سحری کھانے میں تاخیر کریں گے۔

Marfat.com

۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُوْمُ الْمَرْاَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ــــــــ بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ بغیر اس کی اجازت کے روزہ نہ رکھے[1]"

۳- وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ مِّنْ مَالِكٍ اِسْمُهٗ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَضَعَ شَطْرَ الصَّلٰوةِ عَنِ الْمُسَافِرِ وَاَرْخَصَ لَهٗ فِی الْاِفْطَارِ وَاَرْخَصَ فِیْهِ لِلْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰی اِذَا خَافَتَا عَلٰی وَلَدَیْهِمَا ــــــــ اصحاب السنن

ترمذی کی ایک روایت میں ہے، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا "اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے محبوب بندہ وہ ہے جو افطار کرنے میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہے۔" ابوداؤد کی روایت میں ہے لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ "دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک کہ لوگ افطار میں عجلت سے کام لیتے رہیں گے۔" افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ لوگوں کی نگاہیں دین کی روح اور اصل مقصد سے ہٹی ہوئی نہیں ہیں بلکہ وہ حقیقت سے آشنا ہیں۔ ان کے یہاں جس چیز کی اصل اہمیت ہے وہ احکام کی روح اور ان کے مقاصد ہیں۔ آدمی کی نگاہ جب دین کی اصل اور منشا سے بے گانہ ہو جاتی ہے تو لازماً اس کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی احکام میں ظاہر کے لحاظ سے بے جا احتیاط اور غلو میں پڑ جاتا ہے۔ اس کا یہ غلو اور احتیاط ایک بڑی بیماری کا پتہ دیتی ہے۔ وہ یہ کہ اس کی نگاہ میں جس چیز کی اصل اہمیت حاصل ہونی چاہیے تھی، اس سے وہ غافل ہو گیا ہے جس کام کو جس طرح انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے، اُسے اسی طرح انجام دینا چاہیے آدمی کو اپنی رائے اور اپنے ذوق کا پابند ہونے کے بجائے خود کو خدا کے حکم کا پابند بنانا چاہیے۔ یہی تقویٰ اور بندگی کا اصل تقاضا ہے۔

[1] شوہر کی موجودگی میں اگر نفل روزہ رکھنا ہو تو اُس سے اجازت لے لینی چاہیے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ شوہر کی مقاربت کی خواہش ہو اور بیوی کے روزے سے ہونے کی وجہ سے اُس کی خواہش پوری نہ ہو سکے اور اس طرح باہم ناخوشگواری کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس میں اور دوسری مصلحتیں بھی ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ احکام دین میں انسانی جذبات اور ضروریات کی کتنی رعایت رکھی گئی ہے۔

Marfat.com

"بنی عبداللہ بن کعب بن مالک قبیلہ کے ایک شخص جن کا نام انس بن مالک ہے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لئے نصف نماز کر دی ہے اور اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے جس طرح اس عورت کو اجازت دی ہے جو بچہ کو دودھ پلاتی ہو یا حاملہ ہو جبکہ اُسے اپنے حمل یا بچہ پر کسی قسم کی تکلیف کا خوف ہو۔"[۱]

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ ——— بخاری مسلم ابوداؤد

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا تو وہ اپنا روزہ (توڑنے کے بجائے) پورا کرے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا (اس نے قصداً روزہ نہیں توڑا)۔"[۲]

۵۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلصَّوْمُ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَالْفِطْرُ یَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْاَضْحٰی یَوْمَ تُضَحُّوْنَ ——— ابوداؤد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] سفر میں مسافر کے لئے یہ آسانی پیدا کی گئی ہے کہ وہ پوری نماز پڑھنے کے بجائے قصر کرے۔ چار رکعت کی نماز ہے تو دو ہی رکعت ادا کرے۔ اسی طرح اگر رمضان کا مہینہ ہے تو سفر کی حالت میں اُسے یہ اجازت حاصل ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے جتنے دن کے روزے چھوٹ گئے ہوں سفر کے بعد انہیں پورا کر لے۔ عورت اگر حاملہ ہے اور روزہ رکھنے سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ بھی روزہ نہ رکھے بعد میں چھوٹے ہوئے روزوں کو پورا کرے۔ اسی طرح بچہ اگر دودھ پی رہا ہے اور ماں کے روزہ رکھنے سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ بچے کو تکلیف ہو گی تو وہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔ یہ حدیث بھی اس کا بیّن ثبوت ہے کہ دین میں انسانی مصالح اور ضروریات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

[۲] مطلب یہ ہے کہ اللہ تو آدمی کے تقویٰ اور اس کی نیتوں کو دیکھتا ہے۔ چونکہ اس شخص نے جان بوجھ کر نہیں بلکہ بھول کر کھایا پیا ہے اسلئے اس کے اس کھانے پینے سے اس کے تقویٰ اور حکم خداوندی کے احترام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حقیقت کی نگاہ میں کھانے پینے کے باوجود وہ صائم ہے۔

Marfat.com

روزہ اسی دن ہے جس دن تم روزہ رکھو اور افطار اسی دن ہے جس دن تم افطار کرو، قربانی اسی دن ہے جس دن تم قربانی کرو۔[ش]"

اعتکاف:

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ ــــــــ بخاری، مسلم

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اُٹھا لیا۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔[۱]"

۲۔ وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ اَحْيَا اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ ــــــــ مسلم بخاری

ش یعنی روزے کا آغاز اور اختتام اور قربانی کے دن کا تعین اجتماعی فیصلہ کے تحت ہوگا۔ جب قمری مہینے کے لحاظ سے روزے اور قربانی کا وقت آجائے تو آدمی روزہ رکھے اور قربانی کرے۔ اس کی توجہ خاص طور سے اس طرف رہنی چاہیئے کہ اسکے اعمال میں زیادہ سے زیادہ تقوے کی رُوح پیدا ہو اسلئے اللہ کے یہاں اصل اہمیت اسکی نہیں ہے کہ کسی نے روزہ کب رکھا، افطار کب کیا اور قربانی کس دن کی بلکہ اس کے یہاں اہمیت اول، قربانی وغیرہ اعمال و عبادات کی ہے اور ان اعمال میں بھی اس کی نگاہ خاص طور سے اس روح اور جذبہ پر ہوتی ہے جو ان اعمال و عبادات کے پیچھے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ قربانی ہی کیا ہے جس کے پیچھے فدائیت، جاں نثاری اور کامل وفاداری کا جذبہ نہ کام کر رہا ہو اور وہ روزہ ہی کیا ہے جو دُنیا میں آدمی کو ان چیزوں سے بے پروا نہ کرے جو حقیقتاً مطلوب نہیں ہیں۔

۱؎ رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوقِ عبادت حد درجہ بڑھ جاتا تھا۔ رمضان کے آخری ایام میں تو خاص طور سے

Marfat.com

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو زیادہ سے زیادہ شب بیداری فرماتے[1] اور اپنی بیویوں کو جگاتے (تاکہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کریں) اور آپ تہبند کس لیتے[2]۔"

آپ اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتے تھے۔ رمضان کے آخری دس دن بالکل اللہ کے لئے فارغ کر لیتے اور مسجد میں معتکف ہو جاتے تھے۔ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ سے لو لگائے اور اس کے آستانے پر (یعنی مسجد میں) پڑ جائے اور اسی کی یاد اور عبادت میں مشغول ہو جائے۔ معتکف ہو کر بندہ اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ اس کا حقیقی تعلق اپنے رب کے سوا کسی اور سے نہیں ہے۔ اس کی جلوت اور خلوت دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ وہ ہر حالت میں اللہ ہی کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ اعتکاف کی روح درحقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے کو خدا کے لئے فارغ کر دے تاکہ یہ عبادت ہو سکے۔ روزے اور اعتکاف میں مقصد اور عمل دونوں لحاظ سے انتہا درجہ کی مناسبت اور اتحاد پایا جاتا ہے۔ اسی لئے روزے کو اعتکاف کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے اور رمضان کو اعتکاف کا بہترین زمانہ سمجھا گیا ہے۔ روزے کی خصوصیت کو مزید تقویت بخشنے کے لئے قدیم شریعت میں خاموش رہنے کو بھی جزو صوم بنایا گیا تھا اور اس طرح کا روزہ بھی شروع ہوا تھا جس میں آدمی خدا کے سوا کسی سے گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

اعتکاف کا بہترین زمانہ رمضان کا ہے اور اس میں بھی خاص طور سے آخری عشرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اعتکاف کے لئے اسی کو خاص طور سے منتخب فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے۔ ایک سال کسی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکے تو دوسرے سال آپ نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔

[1] یعنی رات میں بیدار رہ کر اللہ کی عبادت کرتے۔

[2] یہ محاورہ ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ عبادت کے لئے مستعد ہو جاتے تھے اور عبادت میں لگ جاتے تھے۔

Marfat.com

حج

حج کے اصل معنی ہیں زیارت کا قصد کرنا۔ حج میں ہر طرف کے لوگ کعبہ کی زیارت کا قصد و ارادہ کرتے ہیں اسی لئے اس کا نام حج رکھا گیا۔ حج کو دین میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران: ۹۷)

لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو شخص اس گھر (کعبہ) تک پہنچ سکتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس کسی نے کفر کی روش اختیار کی تو وہ جان لے کہ اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے۔

حج کیلئے جانا حقیقت کی نگاہ میں خدا کی پکار پر لبیک کہنا ہے۔ خدا کی طلبی پر اس کے در پر حاضری دینا ہے۔ اس لئے قدرت رکھنے کے باوجود جو شخص فریضۂ حج سے غافل ہے، وہ درحقیقت خدا سے منہ پھیرے ہوئے ہے۔ خدا سے منہ موڑ کر آدمی خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔

اللہ نے کعبہ کو سراپا خیر و برکت اور ساری دنیا کی ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ یہ خالص توحید کا مرکز ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے اس گھر کی تعمیر خدا کے حکم سے کی تھی۔ اس تعمیر کی جگہ بھی اللہ ہی نے تجویز فرمائی تھی۔ اس گھر کو اپنا گھر کہہ کر خدا نے اس کی عظمت اور اہمیت بڑھا دی ہے اور دنیا میں اسے مرکزیت عطا فرمائی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ وہ نبی ہیں جنہیں اللہ نے ساری دنیا کا امام قرار دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو ہدایت فرمائی گئی کہ وہ لوگوں میں حج کی عام منادی کر دیں تاکہ جو لوگ خدائے واحد کی بندگی کا اقرار کریں، وہ سب کے سب اس مرکز سے وابستہ ہو جائیں۔ سال میں ایک بار حج کے لئے یہاں جمع ہوں اور اس گھر کا طواف کریں۔ سب مل کر خدا کی عبادت کریں، قربانی کریں، خود بھی کھائیں اور تنگ دست اور محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں۔ کعبہ ایک طرف حقیقی عبادت گاہ اور اصل مسجد ہے۔ دوسری مسجدیں اسی کی

Marfat.com

قائم مقام ہیں۔ دوسری طرف اس گھر کی تعمیر کے بنیادی مقاصد میں کمزوروں، محتاجوں اور مسکینوں کی خبر گیری بھی شامل ہے۔ اس طرح کعبہ پورے دین کا مرکز قرار پاتا ہے۔ اس کے ساتھ آدمی کی وابستگی خدا کے دین کے ساتھ وابستہ رہنے کے ہم معنی ہے۔ اس گھر کا حج کر کے آدمی توحید خالص کا پیامی بن کر لوٹتا ہے اس کے اندر یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ وہ توحید کے پیام کو ساری دنیا میں عام کرے۔

حج ایک پہلو سے سب سے بڑی عبادت ہے۔ خدا کی محبت میں آدمی اپنا کاروبار اور اپنے عزیزوں اور ساتھیوں کو چھوڑ کر لمبا سفر کرتا ہے پھر اس کا یہ سفر عام سفروں کی طرح نہیں ہوتا۔ اس سفر میں وہ خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جیسے جیسے اللہ کا گھر قریب ہوتا جاتا ہے آتش شوق و محبت اور زیادہ بھڑکتی جاتی ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے شرمسار ہوتا ہے۔ سچے دل سے توبہ کرتا اور خدا سے نیک عمل کی توفیق طلب کرتا ہے۔ سرزمین حجاز میں داخل ہوتا ہے تو اسلام کی صداقت اور عظمت کا احساس بے انتہا بڑھ جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ دل میں خدا اور اس کے دین کی عظمت و محبت کا ایسا نقش بیٹھ جاتا ہے جو مرتے دم تک محو نہیں ہوتا۔

حج کے جتنے مراسم ہیں ان سب سے آدمی کے دل پر توحید کا نقش قائم ہوتا ہے۔ حج کے اعمال میں سب سے پہلا عمل احرام باندھنا ہے۔ احرام ایک انتہائی فقیرانہ لباس ہے جس میں آدمی بس ایک تہمد باندھ لیتا ہے۔ کندھوں پر ایک چادر ڈال لیتا ہے۔ سر کو ننگا ہی رکھتا ہے۔ خواہ کوئی صدر مملکت ہو یا عام شہری سب کے سب ایک سطح پر نظر آتے ہیں۔ سارے امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔ احرام کی حالت میں آدمی زیب و زینت اور عیش و عشرت کی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ احرام باندھنے کے بعد اس کی زبان سے یہ کلمات نکلتے ہیں:

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ۔	"حاضر ہوں، اے اللہ! میں تیرے حضور حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ یقیناً حمد تیرے ہی لئے ہے سارے احسانات تیرے ہی ہیں۔ بادشاہی سلطنت تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔"

Marfat.com

یہ الفاظ تو بتاتے ہیں کہ غلام اپنے آقا کی پکار پر لبیک کہتا ہوا، آقا کے گن گاتا ہوا چلا آرہا ہے ہر نماز کے بعد، ہر بلندی پر چڑھتے اور ہر پستی کی طرف اترتے ہوئے اور ہر صبح بیدار ہو کر بلند آواز سے یہی کلمات دہراتا ہے۔ مکہ میں داخل ہو کر کعبہ پہنچتا ہے حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے اور کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ کعبہ کے گرد سات چکر لگاتا ہے۔ پھر مقام ابراہیم پر یا مسجد حرام کے اندر کہیں دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ پھر صفا کی پہاڑی پر جو کعبہ کے قریب ہی ہے چڑھتا ہے۔ کعبہ پر نظر ڈالتا ہے۔ پکار اٹھتا ہے۔ اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں" اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہے اور ہاتھ پھیلا کر جو کچھ مانگنا ہوتا ہے اللہ سے مانگتا ہے۔ پھر نیچے آتا ہے اور سامنے کی دوسری پہاڑی مَروہ کی طرف تیز قدموں سے چلتا ہے جسے سعی کہتے ہیں۔ اس پر بھی پہنچ کر وہ تکبیر، تہلیل اور درود اور دعا میں مشغول ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ سات بار سعی کرتا ہے۔ ۸ ذی الحجہ کی صبح کو لوگ مکہ سے مِنیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ یہ مقام مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں سے ۹ ذی الحجہ کی صبح کو حدودِ حرم سے باہر جا کر عرفات کے میدان میں پڑاؤ ڈالتے ہیں[1]۔ پھر اسی شام کو پورا مجمع مُزدلفہ جا کر ٹھہرتا ہے۔ پھر ۱۰ ذی الحجہ کو مِنیٰ واپس آ جاتا ہے۔ پھر سب لوگ جمرۂ عقبہ کی طرف چلتے ہیں اور اس پر سات کنکریاں مارتے ہیں۔ پھر مِنیٰ میں قربانی کرتے ہیں۔ پھر وہاں بال منڈواتے یا ترشواتے ہیں۔ پھر مکہ پہنچ کر طواف کرتے ہیں۔ پھر مِنیٰ کو واپس

---

[1] عرفات میں حجاج کا اجتماع میدانِ حشر میں خدا کے حضور پیشی کی یاد دلاتا ہے۔ قرآن میں بھی ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (حج کے مراسم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا) "گنتی کے کچھ دنوں میں (منیٰ میں) اللہ کو یاد کرو۔ پھر کوئی دو ہی دنوں میں جلدی کرے (اور لوٹ آئے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اگر کوئی ٹھہر جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ باتیں اس کے لئے ہیں جو ڈرتا ہے۔ اور اللہ کا ڈر رکھو اور جان رکھو کہ تم سب اس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔"

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ وہاں دو یا تین روز قیام رہتا ہے۔ ان ایام میں ہر روز تینوں جمروں پر سات سات بار تکبیر کے ساتھ کنکریاں مارتے ہیں تیسرے دن ان ستونوں پر سنگ باری کر کے مکہ واپس ہوتے ہیں اور سات بار کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ یہ طواف وداع کہلاتا ہے۔ اس طواف کے بعد حج سے فراغت ہو جاتی ہے۔ حج کے دوران میں کبھی امام کے خطبے سنتے ہیں کبھی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ کوچ کرتے ہیں۔ کبھی نمازیں جمع کر کے پڑھتے ہیں یعنی عجلت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ حج کے یہ مراسم ایک فوجی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ پانچ چھ روز تک لوگوں کو کیمپ کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ حج میں یوں تو ساری عبادتوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں لیکن جہاد سے اس کو خاص مشابہت حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا "جب جہاد سے فارغ ہو تو حج کے لئے کجاوے کسو کیونکہ حج بھی ایک جہاد ہے۔" (بخاری)

حج کی ایک ایک چیز مومن کے دل میں توحید اور خدا کی محبت کا نقش قائم کرتی اور اُسے جاں نثاری اور فدویت کا جذبہ بے اختیار عطا کرتی ہے۔ کعبہ مومن کو یاد دلاتا ہے کہ وہ اس امت سے تعلق رکھتا ہے جس کے ظہور میں آنے کی دعا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی اور جس کے برپا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ خدا اور اس کے دین کے لئے وقف ہو۔ حجرِ اسود پر ہاتھ رکھ کر اُسے بوسہ دینا ایک طرف اس بات کی علامت ہے کہ آدمی خدا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خدا سے اپنے عہدِ بندگی کی تجدید کر رہا ہے، دوسری طرف یہ بوسہ درحقیقت محبوب کے سنگِ آستانہ کا بوسہ ہے۔ کعبہ کا طواف فدویت اور جاں نثاری کے اُس فطری جذبہ کا اظہار ہے جو ہر مومن کے دل میں اپنے محبوب آقا کے لئے پایا جاتا ہے۔ خدا تو اس سے بالاتر ہے کہ کوئی اس کے گرد گھوم سکے۔ اللہ نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ اپنی فطری خواہش کو اس کے گھر کا طواف کر کے پورا کریں۔ اس طرح خدا کی ذات تو اس سے بلند و بالاتر ہے کہ کوئی اس کے دامن سے لپٹ کر التجائیں کر سکے۔ ہماری نارسائیوں پر ترس کھا کر اس نے ہماری تسکین کا یہ سامان کیا ہے کہ ہم اس کے دامن سے لپٹ کر اپنی آرزوئیں پیش کرنے کی تمنا اس کے چوکھٹ سے لپٹ کر پوری کر لیں چنانچہ طواف اور مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد مُلتَزَم سے چمٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔

Marfat.com

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اس بات کا اظہار ہے کہ ہم اسی طرح اپنے مالک کی خدمت اور اس کی خوشنودی کے لئے سرگرمِ عمل رہیں گے۔ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کا راستہ ہی ہمارا راستہ ہے۔ جمرات کے ستونوں پر کنکریاں مارنا درحقیقت ابرہہ کے لشکر کی تباہی کی یادگار ہے، جو عین حج کے موقع پر کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا تھا جسے کنکروں اور پتھروں کی بارش سے اللہ نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

قربانی حقیقت میں قرآن کے الفاظ میں "ذبحِ عظیم" ہے۔ جو حضرت اسماعیلؑ کا فدیہ قرار دیا گیا ہے۔ خدا کی راہ میں جانور قربان کرنا اپنے آپ کو قربان کرنے کا قائم مقام ہے۔ یہ درحقیقت اس بات کا اقرار ہے کہ ہماری جان خدا کی نذر ہے۔ جب وہ اسے طلب کرے گا ہم اسے پیش کر دیں گے جب بھی خدا کی راہ میں خون بہانے کی ضرورت پیش آئے گی ہم اپنا خون بہائیں گے ورنہ محض جانور کو قربان کر دینا بجائے خود کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک کہ اس کے پیچھے کوئی عظیم اور پاک جذبہ کام نہ کر رہا ہو چنانچہ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج: ۳۷)

نہ ان (قربانی کے جانوروں) کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے۔

قربانی کا حکم صرف مکہ میں حج کے موقع پر ادا کرنے کے لئے نہیں بلکہ قربانی کرنے کی استطاعت رکھنے والے مسلمان جہاں بھی ہوں اس موقع پر انہیں قربانی کرنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مدینہ میں رہے ہر سال قربانی کرتے رہے۔

Marfat.com

حج کی حقیقت:

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا ۔۔۔۔۔۔ مسلم، نسائی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے تو تم حج کرو۔[1]"

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

---

[1] حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے جو لوگ حج کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ان پر حج کرنا فرض ہے۔ راجح قول کے مطابق حج کے فرض ہونے کا حکم ۹ھ میں آیا۔ ۱۰ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی وفات کے صرف تین مہینے پیشتر حج کیا۔ یہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اسی حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں آپ پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: ۳) "آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور میں نے پسند کیا کہ تمہارا دین اسلام ہو۔" حج اسلام کا آخری اور تکمیلی رکن ہے۔ بندے کو اگر صحیح حج نصیب ہو جائے تو گویا اسے سعادت کا اصل مقام حاصل ہو گیا اور اسے ایسی نعمت حاصل ہو گئی جس سے بڑی نعمت کا تصور اس دنیا میں نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَقَامَ اَقْرَعُ ابْنُ حَابِسٍ اَفِیْ کُلِّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا وَالْحَجُّ مَرَّةٌ فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ (احمد، نسائی، دارمی) "لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ اقرع بن حابسؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟ آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہو جاتا تو تم اسے ادا نہ کر سکتے اور نہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتے۔ حج (زندگی میں) ایک بار فرض ہے جو اس سے زیادہ کرے وہ نفل ہے۔"

Marfat.com

قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ ــــــــــ بخاری، مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ دریافت کیا گیا: پھر کونسا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کونسا (عمل افضل ہے)؟ آپؐ نے فرمایا: حج مبرور[1]"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: اِنَّ عَبْدًا اَصْحَحْتُ لَہٗ جِسْمَہٗ، وَوَسَّعْتُ عَلَیْہِ فِی الْمَعِیْشَۃِ تَمْضِیْ عَلَیْہِ خَمْسَۃُ اَعْوَامٍ لَا یَفِدُ اِلَیَّ لَمَحْرُوْمٌ ــــــــــ ابن حبان، بیہقی

"ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے بندے کو جسمانی صحت بخشی اور اُسے فارغ البالی عطا کی (ان نعمتوں کے باوجود) پانچ سال گزر گئے۔ وہ میری طرف نہیں آیا، پس وہ محروم ہے۔"

۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا یُوْجِبُ الْحَجَّ؟ فَقَالَ: اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَۃُ ــــــــــ ترمذی، ابن ماجہ

"حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ فرمایا: زادِ راہ اور سواری[2]"

---

[1] ہر عمل کو اپنی جگہ کوئی نہ کوئی خصوصیت اور فضیلت حاصل ہے۔ حج بعض پہلوؤں سے نہ صرف یہ کہ سب سے بڑی اور جامع عبادت ہے بلکہ زندگی کی تمام سعی و جہد کا حاصل بھی ہے۔ حج میں بندہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوتا ہے اور قدم قدم پر اس کے صدقے ہوتا ہے۔ ایک بندے کے لئے اس سے بڑھ کر سعادت کی بات کیا ہو سکتی ہے ؎ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

[2] یعنی اگر اس کے پاس اتنی رقم ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے کا انتظام کر سکے اور مصارفِ سفر برداشت کر سکے تو اس پر حج واجب ہے۔ اگر وہ حج نہیں کرتا تو گنہگار ہو گا۔

Marfat.com

۵۔ وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَ یَوْمُ عَرَفَۃَ اِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیُبَاھِیْ بِھِمُ الْمَلٰئِکَۃَ فَیَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰی عِبَادِیْ اَتَوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا ضَاجِّیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ فَیَقُوْلُ الْمَلٰئِکَۃُ یَا رَبِّ فُلَانٌ کَانَ یُرَھَّقُ وَفُلَانٌ وَفُلَانَۃٌ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَمَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ عَتِیْقًا مِّنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ ——— شرح السنہ

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کے دن اللہ آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتا ہے[4] اور فرشتوں کے درمیان حج کرنے والوں پر فخر کرتا ہے۔ فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو جو پریشاں بال گرد آلود اور راستوں میں چیختے پکارتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں۔ میں انہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے رب! ان میں فلاں شخص بھی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ہے گنہگار ہے فلاں شخص اور فلاں عورت بھی ہے (جو گنہگار ہے) اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ انہیں بھی میں نے بخش دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ کسی دن عرفہ کے دن سے زیادہ آگ سے چھٹکارا نہیں حاصل کرتے[5]"

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ

---

[4] یعنی اہلِ دُنیا پر عرفہ کے دن وہ خاص نگاہِ کرم فرماتا ہے۔ عرفہ کا دن ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے جس دن تمام حج کرنے والے میدانِ عرفات میں ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں۔

[5] خدا کے حضور بندے کی یہ حاضری اپنے اندر ایسا اثر رکھتی ہے کہ اس سے دل کی بڑی سے بڑی سیاہی بھی دور ہو سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس قیمتی موقع سے فائدہ نہ اٹھائے اور حج سے واپس آکر پھر انہی آلودگیوں اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے جن سے وہ حج کی برکت سے چھٹکارا حاصل کر سکا تھا۔

Marfat.com

تَحْبِسُهُ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا ـــــ بیہقی

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو نہ کسی صریح ضرورت نے روکا ہو اور نہ کسی روکنے والے مرض نے اور نہ کسی ظالم حکمراں نے اور پھر اُس نے حج نہ کیا ہو اور اسی حالت میں اُسے موت آجائے تو اُسے اختیار ہے خواہ یہودی بن کر مرے یا نصرانی بن کر[له]۔"

۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْحَاجُّ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ، إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ، وَإِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ ـــــ ابن ماجہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے خدا کے وفد ہیں (جو اس کی بارگاہ میں جارہے ہیں)، اگر وہ اس سے دعا کریں تو وہ ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے[شه]۔"

له قدرت رکھنے کے باوجود حج سے غفلت برتنا اس بات کی علامت ہے کہ بندے کا رُخ بجائے خدا کی طرف ہونے کے کسی اور طرف ہے۔ جو وابستگی اُسے توحید اور مرکزِ توحید سے ہونی چاہیے نہیں ہے اسلئے خدا کو بھی ایسے نافرمان اور ناسپاس شخص کی کوئی پروا نہیں وہ جو چاہے کرے اور جس حالت میں چاہے مرے۔ قرآن میں بھی ارشاد ہوا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران: ۹۷) "اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس (خانۂ کعبہ) تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس گھر کا حج کرے اور جس نے کفر کیا تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔"

یہود و نصاریٰ حج نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اس حدیث میں حج نہ کرنے والوں کو یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی گئی ہے حج سے بے پروائی درحقیقت کفر کی روش ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے، میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگادوں۔"

شه اس حدیث سے حج اور عمرہ کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ حج اور عمرہ درحقیقت خدا کی جناب میں بندے کی حاضری ہے

مناسکِ حج:

۱- وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ وَالسَّعْیُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَرَمْیُ الْجِمَارِ لِاِقَامَۃِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی ــــــــــ ابوداؤد، ترمذی

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خانۂ کعبہ کا طواف کرنا، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا، جمرات پر کنکریاں مارنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے قیام کے لئے ہے[1]۔"

ایسی صورت میں خدا کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ وہ ان لوگوں کی درخواستوں کو رد فرما دے جو اس کے دربار تک پاک آرزوئیں اور امیدیں لئے پہنچے ہوں۔ اس لئے یقیناً خدا ان کی دعاؤں کو قبول فرمانے والا اگر وہ مغفرت کے طالب ہونگے تو انکی مغفرت فرمائیگا۔

حج کی طرح عمرہ بھی ایک عبادت ہے جو کعبہ کی زیارت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ عمرہ کسی بھی وقت کر سکتے ہیں، حج کا وقت مقرر ہے۔ عمرہ اکیلے ادا کرتے ہیں مگر حج اجتماعی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔ عمرہ میں حج ہی کے کچھ مراسم ادا کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حج کو اللہ نے ان لوگوں پر فرض قرار دیا ہے جو حج کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن عمرہ فرض نہیں ہے نسائی و بیہقی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: وَفْدُ اللّٰہِ ثَلٰثَۃٌ اَلْغَازِیْ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ "تین شخص خدا کے مہمان ہیں: جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا۔"

[1] مطلب یہ ہے کہ طواف، سعی اور کنکریاں مارنا وغیرہ حج کے اعمال و مناسک بذاتِ خود مطلوب نہیں ہیں بلکہ یہ سب ایک مہتم بالشان مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ وہ مقصد ہے خدا کے ذکر کا قیام، خدا کی توحید اور اس کی عظمت کا اظہار و اعلان۔ یہ بات ٹھیک اسی طرح کی ہے جیسے قربانی کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے، لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (الحج: ۳۷) "نہ ان قربانی کے جانوروں کے گوشت خدا کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے" ہوا لئے اصل مقصد ہمیشہ اور ہر عمل میں پیش نظر رہنا چاہیے۔

Marfat.com

۲۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ. قَالَ: فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهٖ اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ عَلٰى وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰى وَالِدِهٖ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ اَيِسَ اَنْ يُّعْبَدَ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَبَدًا وَّلٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِيْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضٰى بِهٖ ——— ابن ماجہ، ترمذی

"حضرت عمرو بن الاحوصؓ کہتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ بڑا حج کا دن ہے۔ فرمایا: تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری آبرو تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے اس دن اور تمہارے اس شہر میں حرام ہے[2] خبردار! کوئی ظالم ظلم کرتا ہے تو اپنے آپ پر ہی کرتا ہے[3]۔ خبردار کوئی باپ اپنی اولاد پر اور کوئی بیٹا اپنے باپ پر ظلم نہیں

---

[1] اپنے آخری حج کے موقع پر جب آپؐ سب سے رخصت ہوئے اور اپنا اہم تاریخی خطبہ دیا۔

[2] یعنی جس طرح تم آج کے دن اور اس شہر مکہ میں لوگوں کی جان، مال اور ان کی عزت و آبرو کی حرمت کا خیال رکھتے ہو اور کسی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاتے ٹھیک اسی طرح تم پر لازم ہے کہ تم اپنے درمیان میں بھی ان کا احترام کرو اور کسی کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچنے دو۔ آج کا دن تو اسی لئے آیا ہے اور یہ مقدس سرزمین تو اسی لئے ہے کہ تم پاکباز، راست رو اور خدا کے اطاعت گزار بندے بن سکو اور ہر ایک کے حقوق کو پہچانو۔ اور تم سے ایک ایسی مثالی اجتماعیت وجود میں آئے جس میں کسی کو کسی سے ضرر اور نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ بلکہ ہر ایک دوسرے کے حقوق کا پورا پورا احترام کرتا ہو۔

[3] یعنی جب کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے تو در حقیقت وہ اپنا برا کرتا ہے اور اپنی آخرت خراب کرتا ہے خواہ اسے اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔

Marfat.com

کرتا۔ خبردار! شیطان ہمیشہ کے لئے اس بات سے مایوس ہوگیا کہ تمہارے اس شہر میں اس کی عبادت کی جائے۔ لیکن تم اپنے ان اعمال میں اس کی اطاعت کرو گے جنہیں تم معمولی سمجھو گے پس وہ انہی پر خوش اور راضی ہوگا۔[۵]"

۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ ——— ابوداؤد، دارمی

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ کرے تو پھر جلد اُسے پورا کرے[۶]۔"

۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ

---

[۵] یعنی اب تو ایسا نہ ہوگا کہ یہاں بت پرستی ہو اور شرک و کفر پھیلے۔ البتہ یہ خرابی تم میں پیدا ہوسکتی ہے کہ تم بہت سے گناہ کے کاموں کو معمولی اور ہلکا تصور کرنے لگو اور ان سے بچنے کی کوشش نہ کرو، شیطان کے لئے یہ چیز بھی خوشی اور تسکین کا باعث بنے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ کسی بھی گناہ کو چھوٹا اور ہلکا سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: يَا عَائِشَةُ! إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا (ابن ماجہ، دارمی، البیہقی فی شعب الایمان) "اے عائشہ! اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جنہیں حقیر و معمولی سمجھا جاتا ہے کیونکہ ان گناہوں کے سلسلہ میں خدا کی جانب سے ایک مطالبہ کرنے والا (فرشتہ) بھی ہے۔" حضرت انسؓ کہتے ہیں: إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِي الْمُهْلِكَاتِ (بخاری) "تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے باریک ہیں (یعنی معمولی) ہم انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہلکات (ہلاک کر دینے والے اعمال) میں شمار کرتے تھے۔"

[۶] نیک کام میں بلاوجہ تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ مہلت عمر معلوم نہیں کب ختم ہو جائے۔ اگر زندگی باقی بھی رہی تو کیا خبر آئندہ کے حالات سفر حج کی اجازت بھی دیتے ہیں یا نہیں۔

Marfat.com

وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، لَا يَزِيْدُ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ ـــــ بخاری مسلم

"حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلبیہ کہتے ہوئے سنا جبکہ آپ کے سر کے بال جمے ہوئے اور مرتب تھے[1] آپ فرماتے تھے: "حاضر ہوں، اے اللہ! میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ یقیناً حمد تیرے ہی لئے ہے۔ سارے احسانات تیرے ہی ہیں۔ بادشاہی سراسر تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے[2]" آپ ان کلمات سے زیادہ نہ کہتے۔"

۵- وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّهٗ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ فَيَقُوْلُ: مَا اَرَادَ هٰؤُلَاءِ ـــــ مسلم

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ عرفہ کے دن سے زیادہ (اپنے) بندوں کو آتشِ دوزخ سے رہائی بخشتا ہو، (اس دن) وہ بہت ہی قریب ہو جاتا ہے[3] اور ان پر فخر کرتے ہوئے

---

[1] بالکل اس طرح جیسے غسل کے بعد سر کے بال مرتب اور جمے ہوئے ہوتے ہیں۔ پریشان و پراگندہ نہیں ہوتے۔

[2] اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ اپنے بندوں کو اپنی جناب میں حاضری کا بلاوا دیا تھا (الحج: ۲۷) یہ تلبیہ کے کلمات درحقیقت خدا کی اس طلبی کا جواب ہیں۔ گویا بندہ خدا کی طلبی کے جواب میں یہ عرض کرتا ہوا اس کی طرف بڑھتا ہے کہ خداوندا! میں جان و دل سے تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ مجھے آپ جہاں طلب فرمائیں میں بسر و چشم تیرے حضور حاضر ہوں۔

[3] ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو عرفات کے میدان میں جب لاکھوں کی تعداد میں خدا کے بندے اپنے خدا کی طلبی پر جمع ہوتے ہیں اور اس کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتے اور اس کی عنایات اور بخشش کے طالب ہوتے ہیں تو خدا کی رحمت ان سے بے انتہا قریب ہوتی ہے۔ میدانِ عرفات کا یہ عظیم اجتماع اتنی برکات اور خصوصیات کا حامل ہوتا ہے کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ کتنے ہی خدا کے بندے اس مبارک اجتماع کی برکتوں سے فیضیاب ہوتے اور خدا کے

Marfat.com

فرشتوں سے کہتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟[1] "

۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَیْتِ مِثْلُ الصَّلٰوۃِ اِلَّا اَنَّکُمْ تَتَکَلَّمُوْنَ فِیْہِ فَمَنْ تَکَلَّمَ فِیْہِ فَلَا یَتَکَلَّمَنَّ اِلَّا بِخَیْرٍ ——— ترمذی، نسائی

" حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خانۂ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ تم طواف میں بات چیت کرتے ہو[1] پس جو کوئی طواف کی حالت میں بات چیت کرے تو وہ اچھی اور بھلائی ہی کی بات کرے[2] "

یہاں مغفرت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ کتنے ہی لوگوں کی زندگیوں کو یہ اجتماع توحید خالص کے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور خدا ان کے بارے میں آتشِ دوزخ سے رہائی کا فیصلہ اسی طرح فرما دیتا ہے جس طرح میدانِ حشر میں وہ بہت سے لوگوں کے بارے میں مغفرت کا فیصلہ فرمائیگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ حج کے اس عظیم اجتماع کا معاد سے قریبی تعلق ہے۔ یہ اجتماع میدانِ حشر میں سب کے کھڑے ہونے کا تصور پیش کرتا ہے۔

[1] یہ عظیم اجتماع جو رجوع الی اللہ اور خدا کے حضور بندوں کی حاضری کا منظر پیش کر رہا ہوتا ہے اللہ کو بے حد محبوب ہے۔ خدا اپنی پسندیدگی کا اظہار فرشتوں کے درمیان ان الفاظ میں کرتا ہے کہ یہ میرے بندے کس مقصد سے یہاں جمع ہوئے ہیں میری رحمت و مغفرت کی طلب اور میرے حکم کی تعمیل کا جذبہ ہی ہے جو انہیں یہاں کھینچ کر لایا ہے۔

[1] یعنی طواف میں تمہیں اس کی اجازت ہے کہ تم آپس میں بات چیت کرو لیکن نماز میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

[2] طوافِ کعبہ اپنی روح اور مقصد کے لحاظ سے مثل نماز کے ہے۔ نماز اپنی حقیقت کے اعتبار سے خدا کی یاد اور بندے کی اپنے رب کیلئے شیفتگی اور گرویدگی اور اظہارِ عجز و نیاز کے سوا اور کیا ہے۔ طواف کی بھی یہی حقیقت ہے۔ طواف بھی خدا کے ذکر کے لئے ہے۔ طواف میں بھی بندہ گرویدگی اور جاں نثاری کے اس جذبہ کا اظہار کرتا ہے جو اس کے دل میں اپنے رب کیلئے پایا جاتا ہے اس لئے طواف میں لغو اور لایعنی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ نسائی کی ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول بھی موجود ہے: "اَقِلُّوْا مِنَ الْکَلَامِ فِی الطَّوَافِ فَاِنَّمَا اَنْتُمْ فِی الصَّلٰوۃِ" طواف کی حالت میں بہت ہی کم بات چیت کرو، اس لئے کہ طواف کرتے ہوئے درحقیقت تم نماز میں ہوتے ہو۔"

Marfat.com

حج اور عمرہ:

۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِهَادُ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالضَّعِيْفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ ——— نسائی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے، بوڑھے، ناتواں اور عورت کے لئے حج اور عمرہ ہی جہاد ہے[1]"

۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِي طَرِيْقِهِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ الْغَازِي وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ ——— بیہقی فی شعب الایمان

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادے سے نکلا پھر راستے ہی میں اُسے موت آگئی تو اللہ اس کے لئے جہاد، حج اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ دیتا ہے[2]"

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ معذور ہونے کی وجہ سے جہاد نہیں کر سکتے انہیں جہاد کا اجر و ثواب حج اور عمرہ سے ہی حاصل ہو جائے گا۔ خدا کے فضل سے یہ کچھ بعید نہیں کہ انہیں نفس کی وہ پاکیزگی اور بلندی جو جہاد کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے حج اور عمرہ ہی سے حاصل ہو جائے۔ حج اور عمرہ اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے جہاد کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہیں، اس لئے اگر کوئی شخص اپنی معذوری کی وجہ سے جہاد میں شریک نہیں ہو سکا تو وہ حج و عمرہ ہی سے جہاد کے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا جس طرح وہ شخص خدا کے یہاں جہاد کے اجر کا مستحق ہوتا ہے جو اپنے گھر سے جہاد کے ارادے سے نکل پڑا تھا لیکن موت نے اُسے میدانِ جہاد میں دشمنانِ حق سے نبرد آزما ہونے کا موقع نہ دیا۔

[2] صدقِ دل سے انسان جب خدا کی راہ میں نکل پڑا تو وہ اجر کا مستحق ہو گیا خواہ گھر سے نکلتے ہی موت اُس سے اس کی مہلتِ عمر چھین لے اور اُسے عمل کا موقع نہ دے۔ بجائے عمل کے اس کا اخلاص ہی اس کے لئے کافی ہو گیا۔ خدا تو لوگوں کے

Marfat.com

۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَابِعُوْا بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ فَاِنَّھُمَا یَنْفِیَانِ الذُّنُوْبَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ ـــــ نسائی

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یکے بعد دیگرے حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ دونوں گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔"[1]

۴۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: لَمَّا جَعَلَ اللّٰہُ الْاِسْلَامَ فِیْ قَلْبِیْ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: اُبْسُطْ یَمِیْنَکَ فَلْاُبَایِعْکَ فَبَسَطَ یَمِیْنَہٗ فَقَبَضْتُ یَدِیْ، فَقَالَ: مَالَکَ یَا عَمْرُو؟ قُلْتُ: اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ۔ قَالَ: تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قُلْتُ: اَنْ یُّغْفَرَ لِیْ قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ یَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ، وَاَنَّ الْھِجْرَۃَ تَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَھَا وَاَنَّ الْحَجَّ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ ـــــ مسلم

"حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے میرے دل میں اسلام لانے کا

ارادوں اور ان کے دلوں کو دیکھتا ہے۔ اس کے یہاں تو قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی شرفِ قبولیت حاصل کرلیتا ہے (ترمذی)۔ قرآن میں بھی ارشاد ہوا ہے: وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ، وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (النساء: ۱۰۰)
"اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے، پھر اس کی موت آجائے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہوگیا اور اللہ بڑا مغفرت فرمانے والا اور مہربان ہے۔"

[1] یعنی جس طرح بھٹی کی گرمی سے لوہے کا زنگ اور اس کا میل کچیل زائل ہو جاتا ہے اسی طرح حج اور عمرہ آدمی کے گناہوں کو مٹاتے اور اُن کے بُرے اثرات کو آدمی کے ذہن و قلب سے دُور کرتے ہیں اور اس کا رشتہ اس خدا سے قائم کرتے ہیں جو تمام بھلائیوں اور پاکیزگیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ اور گناہ کے انسان کے دل و دماغ پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، نفسِ انسانی کے لئے ان کی حیثیت زنگ اور میل کچیل کی ہے جسے دُور کئے بغیر انسان کی شخصیت اور اسکی زندگی میں نکھار نہیں آسکتا۔

Marfat.com

خیال ڈالا، تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں[۵۷] پس آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ نے فرمایا: عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: تم کیا شرط کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: یہ کہ میرے گناہوں کو بخش دیا جائے[۵۸] فرمایا: اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پچھلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت بھی پچھلے گناہوں کو ڈھا دیتی ہے۔ حج بھی پچھلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے[۵۹]۔"

---

[۵۷] یعنی آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں۔ آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آؤں۔

[۵۸] یعنی مجھ سے جو خطائیں اور گناہ کے کام اسلام سے پہلے ہو چکے ہیں، ان کو معاف کر دیا جائے۔

[۵۹] مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کفر یا شرک کو ترک کر کے صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ اپنے آپ معاف ہو جاتے ہیں۔ وہ تاریکی سے اُجالے میں آجاتا ہے۔ اُسے ایک نئی اور پاکیزہ زندگی حاصل ہوتی ہے۔ شرک و کفر یا اس سے پیدا ہونے والی دوسری آلائشیں سب اُس سے دُور ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے۔ قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (الانفال: ۳۸) "ان سے کہہ دو جنھوں نے کفر کیا ہے کہ اگر وہ باز آجائیں تو اُن کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔"

یہ حدیث بتاتی ہے کہ گناہوں سے پاک صاف کر دینے کی جو خاصیت اسلام قبول کرنے میں ہے وہ خاصیت اور تاثیر ہجرت اور حج میں بھی موجود ہے۔ ہجرت اور حج جیسے اعمال ایک پہلو سے تجدیدِ ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے لازماً ان میں وہی خاصیت ہونی چاہیے جو اسلام لانے میں ہے۔ آدمی ہجرت اسی وقت کر سکتا ہے جبکہ وہ گھر بار اور مال و دولت پر اپنے ایمان اور اسلام کو ترجیح دے۔ اسی طرح اپنے عزیزوں، دوستوں اور اپنے کاروبار وغیرہ کو چھوڑ کر حج کیلئے روانہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ آدمی نے اپنی خواہشات کے مقابلہ میں خدا کے حکم کو محترم سمجھا۔ اس طرح ہجرت یا حج کرنے والے شخص کے ایمان و یقین میں اگر ضعف اور کمزوری بھی آگئی تھی تو ہجرت اور حج جیسا عمل تجدیدِ ایمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا بندہ از سرِ نو اپنے رب سے عہدِ بندگی استوار کر رہا ہے اور اس طرزِ زندگی کو اختیار کرنے کا عزم کر رہا ہے جو خدا نے

Marfat.com

۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَرَادٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: حُجُّوْا، فَاِنَّ الْحَجَّ یَغْسِلُ الذُّنُوْبَ کَمَا یَغْسِلُ الْمَاءُ الدَّرَنَ ــــــ طبرانی فی الاوسط

"عبداللہ بن جرادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو کیونکہ حج گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔[۵]"

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَتٰی ھٰذَا الْبَیْتَ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَمَا وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس گھر (خانۂ کعبہ) کی زیارت کی اور نہ تو کسی شہوانی بات کا ارتکاب کیا اور نہ کسی فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو وہ اس طرح پلٹا جس طرح اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔[۶]"

اُس کے لئے پسند فرمایا ہے۔ اس سے پہلے اس نے اگر خطائیں یا گناہ کے کام کئے بھی ہیں تو درحقیقت اب اس نے خدا کی طرف رجوع کر لیا۔ آدمی کے اندر اخلاصِ عمل پیدا ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہ ہو۔ اس لئے اس کا رجوع کرنا ہی معافی کے لئے کافی ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہ تھا" اگر کسی کی ہجرت یا حج محض لوگوں کو دکھانے کے لئے ہے یا اس کے پیچھے محض کوئی مادی غرض کام کر رہی ہے تو ایسی ہجرت یا ایسے حج کا اس حدیث میں ذکر نہیں فرمایا گیا ہے۔

[۵] یہی خاصیت ایک حدیث میں نماز کی بیان فرمائی گئی ہے جس میں نماز کو غسل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

[۶] یعنی وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے۔ اس حدیث میں جن باتوں سے حج کے دوران میں بچنے کا ذکر کیا گیا ہے ان کا ذکر قرآن میں بھی ملتا ہے: اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ (البقرہ: ۱۹۷) "حج کے کچھ جانے پہچانے مہینے ہیں تو جس کسی نے ان میں حج کا ارادہ کر لیا تو اُسے یہ خیال رہے کہ حج میں نہ تو شہوت کی کوئی بات جائز ہے نہ فسق و فجور اور نہ لڑائی جھگڑا۔"

Marfat.com

۷. وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِمَا بَیْنَھُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ ــــــ بخاری و مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک اُن گناہوں کیلئے کفارہ ہے جو ان کے درمیان میں سرزد ہوئے ہوں اور حجِ مبرور کا بدلہ تو بس جنت ہے۹۔"

حج کے فطری احکام:

۱۔ عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ شَرِیْکٍؓ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاجًّا وَکَانَ النَّاسُ یَاْتُوْنَہٗ فَمِنْ قَائِلٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! سَعَیْتُ قَبْلَ اَنْ اَطُوْفَ وَاَخَّرْتُ شَیْئًا اَوْ قَدَّمْتُ شَیْئًا فَکَانَ یَقُوْلُ: لَا حَرَجَ اِلَّا رَجُلٍ

یوں تو ہر نیک عمل کی یہ خاصیت ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس سے گناہوں کے بُرے اثرات دلوں سے دُور ہوتے ہیں۔ انسان کا اخلاق درست ہوتا ہے اور اسے پاکیزگی اور طہارتِ نفس کی دولت حاصل ہوتی ہے لیکن حج میں یہ خاصیت خاص طور سے پائی جاتی ہے۔ حج ایک بڑی عبادت ہے۔ اسے اگر اسکے پورے آداب و شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے تو یقیناً یہ عبادت آدمی کی زندگی کو بدلنے اور اُسے نیکی، تقویٰ اور خدا پرستی کے سانچے میں ڈھال دینے کے لئے کافی ہے۔

۹ حجِ مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں حج کے جملہ آداب کا لحاظ رکھا گیا ہو جو پاک اور مخلصانہ ہو۔ اس حدیث میں بھی اسی حقیقت کا اظہار ہے جس کا اظہار پچھلی حدیث میں کیا گیا ہے۔ عمرہ پچھلے گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتا ہے۔ اس نیک عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ عمرہ گناہوں کے بُرے اثرات کو نفسِ انسانی سے دُور کرتا اور انسان کو پاکیزگی بخشتا ہے۔ عمرہ صرف یہی نہیں کہ اللہ کے گھر کی آبادی اور رونق کا سبب بنتا ہے بلکہ اس سے دلوں کی آبادی اور زینت بھی وابستہ ہے۔ حج اتنی بڑی عبادت اور انسان کے اخلاق و ایمان کا اتنا زبردست مظاہرہ ہے کہ اس فریضہ کو انجام دینے والا خدا کے یہاں جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ بشرطیکہ حج کے بعد وہ اپنی زندگی میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو خدا پرستی کے منافی ہو۔

Marfat.com

اُقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذَالِكَ الَّذِي حَرَجَ وَهَلَكَ ـــــــ ابوداؤد

"اُسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیلئے نکلا تو لوگ آپ کے پاس آتے تھے۔ اور آپ سے حج کے مسائل دریافت کرتے تھے۔ تو کوئی کہتا تھا کہ یارسول اللہ طواف کرنے سے پہلے میں نے (صفا و مروہ کے درمیان) سعی کر لی یا کسی کام کو بعد میں کر لیا (جسے پہلے کرنا چاہیے تھا) یا پہلے کر لیا (جسے بعد میں کرنا چاہیے تھا) آپ (ہر شخص کو) یہی جواب دیتے تھے کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ حرج تو اس میں ہے کہ کوئی ظلماً کسی مسلمان شخص کی عزت و آبرو کو مجروح کرے۔ بس ایسا شخص حرج میں پڑ گیا اور ہلاک ہوا۔[1]

۲۔ وَعَنْ اَبِي رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيِّ اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِي شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ ـــــــ ترمذی، ابوداؤد، نسائی

"حضرت ابو رزین عقیلیؓ کہتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حج اور عمرہ کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ سواری پر سفر کرنے کی اس میں قوت ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر لو۔"

---

[1] مطلب یہ ہے کہ حج کے مراسم اور اعمال میں کچھ تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ کوئی عمل پہلے کرنے کا تھا اُسے غلطی سے بعد میں کر لیا یا کوئی کام بعد میں کرنا چاہیے تھا اُسے پہلے کر لیا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے آدمی کے دین و ایمان میں کوئی خلل واقع ہوتا ہو یا اس سے ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہو۔ حرج اور نقصان کی بات تو یہ ہے کہ آدمی اُس کردار کو کھو دے جو ایک مومن کا اصل سرمایہ ہے۔ حج کے مراسم کی ادائیگی میں کوئی تقدیم و تاخیر ہو گئی تو یہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص مومنانہ اخلاق و کردار کو بھول جاتا ہے تو البتہ یہ تشویش کی بات ہے۔ خاص طور سے اگر حج کے دوران میں وہ کسی کے ساتھ زیادتی کرتا اور اسکی آبرو ریزی کرتا ہے تو یہ ستم بالائے ستم ہے یہ چیز تو اسکی ایمانی زندگی کی تباہی کی کھلی علامت ہے۔

Marfat.com

دُعَا

دعا بندے کی پکار اور خدا کی جناب میں اس کی درخواست ہے۔ ایک مسلم و مومن شخص خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو نہیں پکارتا اس کی زبان پر خدا ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ خدائے واحد کی عظمت و کبریائی کے اظہار کے لئے اس کی زبان وقف ہوتی ہے۔ اس کے اس عمل میں ساری کائنات اس کی ہم نوا ہوتی ہے۔ مومن صرف اپنے رب سے سوال کرتا ہے۔ اسی کو وہ حاجت روائی کے لئے پکارتا ہے۔ اسی کے حضور وہ اپنی فریاد پیش کرتا ہے۔ اس سے ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ اسی کو اپنا پناہ دہندہ اور کارساز سمجھتا ہے۔ یہی اس کا دین اور ایمان ہے۔ جس دین کا وہ پیرو ہے حقیقت میں وہی ساری کائنات کا دین ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الحدید: ۱)	ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے خدا کی تسبیح کرتی ہے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے

ایک دوسری جگہ فرمایا:

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (الرحمٰن: ۲۹)	آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اس کے سامنے دستِ سوال دراز کئے ہوئے ہیں۔

ایک مومن اور مسلم کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف ایک خدا کو پکارے اور صرف اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھے (الاعراف: ۵۵، السجدہ: ۱۶) ایک خدا کو پکارنا، خدا کی بندگی اور عبادت میں داخل ہے۔ جب بندہ اپنے رب کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا اور بے کسی اور بے چارگی کی حالت میں اُسے آواز دیتا ہے تو اس طرح درحقیقت وہ خدا کی آقائی و بالادستی کا اعتراف اور اپنی بندگی و عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ وہ خدا کے حضور اپنا عجز و تذلل پیش کر کے اس کی عنایت کا طالب ہوتا ہے۔ یہ اظہارِ عبودیت اور اظہارِ عجز و تذلل بجائے خود عبادت بلکہ روحِ عبادت ہے[1] اسی لحاظ سے نبی

[1] چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے: لفظ العبودية يتضمن كمال الذل وكمال الحب عبودیت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو "مُخُّ الْعِبَادَةِ" (عبادت کا مغز) قرار دیا ہے۔ اور اسی لئے خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو پکارنے کو قرآن شرک اور ضلالت قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں دعا اور پکارے اللہ کی عبادت مراد ہے۔ مثلاً

وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (الاعراف: ۲۹) — ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور دین کو خالص اسی کے لئے رکھ کر اسے پکارو

هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (المومن: ۶۵) — وہ زندۂ جاوید ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ بس دین کو اسی کے لئے خالص کر کے اسے پکارو۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن: ۱۸) — سجدے اللہ ہی کے لئے ہیں۔ بس تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

آدمی کے لئے یہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف کامل یکسوئی اور پوری توجہ کے ساتھ مائل ہو۔ دعا میں طلب، تمنا، محبت، انابت اور توجہ الی اللہ وغیرہ وہ سبھی چیزیں شامل ہوتی ہیں جو اہلِ ایمان کا سرمایۂ حیات ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا — اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے پوشیدہ پکارو۔ بلاشبہ حد سے تجاوز

انتہائی عاجزی اور انتہائی محبت کا نام ہے۔" (رسالۃ العبودیۃ ص۲۶) ابن قیم لکھتے ہیں: العبادۃ تجمع اصلین: غایۃ الحب بغایۃ الذل والخضوع فمن احببتہ ولم تکن خاضعا لہ لم تکن عابدا لہ ومن خضعت لہ بلا محبۃ لم تکن عابدا لہ حتی تکون محبا خاضعا "عبادت کی دو خاص اصل ہیں: انتہائی محبت، انتہائی عجز اور پستی کے ساتھ۔ اگر تم کسی سے محبت کرو مگر اس سے تمہارا عاجزانہ تعلق نہ ہو، تو تم اس کے عابد نہیں ہو۔ اسی طرح عاجزی ہو اور محبت نہ ہو تو اس وقت بھی تم عابد نہیں کہے جاؤ گے جب تک تم عاجزانہ محبت کرنے والے نہ بن جاؤ۔"

Marfat.com

فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (الاعراف: ۵۵-۵۶)

کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت برپا کرو اور اُسے خوف و طمع دونوں طرح کے ملے جلے جذبات) کے ساتھ پکارو۔ بے شک اللہ کی رحمت نیکوکار لوگوں سے قریب ہے۔

اس خصوصیت کو دوسری جگہ یوں واضح فرمایا گیا:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ (الانبیاء: ۹۰)

بیشک وہ (انبیاء کرام) نیکیوں میں سبقت کرتے تھے اور ہمیں رغبت و خوف (کی ملی جلی کیفیت) کے ساتھ پکارتے تھے اور وہ ہمارے سامنے عاجزی اختیار کرنے والے تھے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (السجدہ: ۱۶)

ان کے پہلو خوابگاہوں سے الگ ہو جاتے ہیں وہ ڈرتے ہوئے، اور امید رکھتے ہوئے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں

دعا کا ہماری زندگی سے گہرا ربط و تعلق ہے۔ وہ شخص جو خدا کی ہدایت کے مطابق نظامِ زندگی کو استوار کرنا چاہتا ہے۔ اُسے ہر وقت اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ خدا کی توفیق اور مدد اس کے شاملِ حال ہو۔ اس کے بغیر وہ ایک قدم بھی راہِ حق پر نہیں چل سکتا اور نہ اس کے بغیر وہ ان شیاطینِ انس و جن سے مقابلہ کر سکتا ہے جو اس کو حق سے برگشتہ و منحرف کرنے کے لئے ہمہ وقت اپنا زور صرف کرتے رہتے ہیں۔

مومن کا سب سے قیمتی سرمایہ اور قوت وہ جذبۂ طاعت و عبودیت ہے جس کے سہارے وہ راہِ حق پر ثابت قدم رہتا ہے اور ہر باطل طاقت کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایک طرف وہ زندگی میں عبودیت کے تقاضوں کو پورا کرے۔ اللہ کے مقرر کردہ حدود کا پاس و لحاظ رکھے۔ ہر قسم کی معصیتوں اور خدا کی نافرمانیوں سے اپنی زندگی کو پاک رکھے۔ دوسری طرف

Marfat.com

سانس کی ہر آمد و شد کے ساتھ خدا کے دامنِ رحمت و مغفرت سے اپنے کو وابستہ رکھے وہ اپنی احتیاج کا دامن ہمہ وقت خدا کی بارگاہ میں پھیلائے رہتا ہے۔ خلوت ہو یا جلوت، مسجد ہو یا بازار، سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا صحت ہر حالت میں اس کا یہ عمل جاری رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ خدا سے مدد و اعانت کا طالب ہوتا ہے۔ خدا کی بارگاہ میں عرض و معروض، سرگوشی اور مناجات کی توفیق کو بہت بڑی نعمت سمجھتا ہے۔

جذبۂ عبودیت انسان کا فطری جذبہ ہے۔ بندگی اور عبودیت کا جذبہ ہی ہے جو ہمارے دل میں اٹھنے والے مختلف جذبات و احساسات کو باغایت و بامعنی بناتا ہے۔ انہیں موزونیت اور رنگا رنگی عطا کرتا ہے تخیل و جذبات کی نیرنگیوں میں یکرنگی کی شان پیدا کرتا ہے۔ جذبۂ عبودیت کے حقیقی مفہوم اور اس کے تقاضوں سے کامل شناسائی صرف خدا کے رسولوں کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ عبودیت کا شعور وہ سرمایۂ تسکین و راحت ہے جس سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جو بندے کو اس کے رب سے ملاتی ہے جذبۂ عبودیت درحقیقت زندگی کی اعلیٰ ترین امنگوں کا حاصل ہے۔ یہ ایک ایسی مطلوب ہستی کی طلب ہے جو کمال درجہ مہربانیوں کا سرچشمہ اور خود ہماری حیات کا اصل منشا ہے۔ عجز و نیازمندی عرفانِ الٰہی کی روح اور عین حالتِ قرب کا نام ہے۔ ارشاد ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق) سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔

عجز و نیاز اور سجدہ ہی درحقیقت ایسی عظیم اور محبوب ہستی کی قربت کا اصل مفہوم ہو سکتا ہے۔ محبت اور خشیت سے خدا کی طرف متوجہ رہنا یہی ہماری اندرونی زندگی کی زرخیزی کا حاصل ہے۔ محبت و خشیت اور عجز و تذلل کا دعاؤں میں خاص طور سے اظہار ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عجز و نیازمندی کی زندگی تھی۔ آپ عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس کا اندازہ خاص طور سے آپ کی اُن دعاؤں سے کیا جا سکتا ہے جو آپ نے اپنے رب کے حضور میں مانگی ہیں۔ آپ کی دعاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روح کس درجہ اپنے رب سے وابستگی رکھتی تھی اور کس درجہ آپ پر اپنے رب کی عظمت و جلال کا احساس چھایا رہتا تھا اور اپنی اور ساری کائنات کی بے بسی اور خدا کی قدرت کاملہ

Marfat.com

اور اس کی ہمہ گیر رحمت و ربوبیت پر آپؐ کو کتنا یقین تھا ۔ اس میں شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ کی دعائیں علم و عرفان کا شاہکار، خداشناسی اور خدا سے آپؐ کے سچے اور گہرے تعلق کی روشن دلیل ہیں ۔

Marfat.com

دعا کی اہمیت:

۱۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ قَرَأَ: وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ

——— ابوداؤد، ترمذی، احمد، نسائی، ابن ماجہ

"حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عین عبادت ہے۔ پھر آپؐ نے تلاوت فرمایا: وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ الخ "تمہارے رب نے کہا: مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے متکبرانہ روگردانی کرتے ہیں جلد ہی وہ ذلیل وخوار ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے[1]۔"

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ——— ترمذی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا مغزِ عبادت ہے[2]۔"

---

[1] اس حدیث میں جس آیت کو نقل فرمایا گیا ہے، اس میں دعا کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خدا سے دعا مانگنا عین تقاضۂ بندگی ہے۔ دعا سے منہ موڑنے کا معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی تکبر میں مبتلا ہے اور اپنے رب کے سامنے عبو[دیت] کے اعتراف سے گریزاں ہے۔ بندہ جب اپنے خالق و مالک کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا اور اس سے دعائیں مانگتا [ہے] تو درحقیقت وہ اس طرح اپنے رب کی آقائی، بالادستی کا اعتراف اور اپنی بندگی اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ اس[کا] یہ اظہارِ عبودیت بجائے خود عبادت ہے۔ وہ اس کے اجر سے کسی صورت میں بھی محروم نہیں رہ سکتا خواہ وہ چ[یز] اس کو ملے یا نہ ملے جس کے لئے اس نے خدا سے دعا مانگی تھی۔

[2] عبادت کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ بندہ خدا کی بالادستی اور اس کی کبریائی کے سامنے جھ[ک] جائے اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بندگی کا اقرار کرے۔ دعا میں ایک طرف بندے کی عاجزی، محتاجی ا[ور]

Marfat.com

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ شَیْئٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ ــــــــ ترمذی، ابن ماجہ

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نزدیک کوئی چیز دعا سے زیادہ باوقعت نہیں ہے[۱]۔"

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ یَسْأَلِ اللّٰهَ یَغْضَبْ عَلَیْهِ ــــــــ ترمذی۔

"حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے[۲]۔"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْکُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَیْئًا یُعْطِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَنْ یُّسْأَلَ الْعَافِیَةَ ــــــــ ترمذی

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا اُس کے لئے رحمت کے دروازے

بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ دوسری طرف وہ خدا کی بالاتری اور اس کی آقائی کا اعتراف کرتا ہے۔ اس لئے دعا عین عبادت بلکہ جانِ عبادت ہے۔ اس کے اجر و ثواب سے بندہ کسی حال میں بھی محروم نہیں رہے گا۔

[۱] دعا کو کوئی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ دعا بندے کو خدا سے قریب کرتی اور اس کا رشتہ خدا سے مضبوط کرتی ہے۔ جو چیز آدمی کو خدا سے قریب کرنے والی ہو اس سے زیادہ باوقعت چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔

[۲] یعنی جس طرح اللہ کو بندے کا یہ عمل بہت پسند ہے کہ وہ خدا سے دعائیں مانگے اور اپنی حاجتوں کو اس کے روبرو پیش کرے اسی طرح اللہ کو یہ بات حد درجہ ناپسند ہے کہ کوئی شخص خدا سے مانگنا چھوڑ دے۔ اس کے سامنے اپنی درخواست لے کر نہ جائے، یہ بے نیازی نہ کسی بندے کو زیب دیتی ہے، نہ خدا ہی اسے پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

کھل گئے۔[۵] اور خدا سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ اس سے عافیت طلب کی جائے[۶]۔"

۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْئَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ ___ ترمذی

"ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس کے فضل کے طالب ہو کیونکہ اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت کشادگی کا انتظار ہے[۷]۔"

---

۵ یعنی جس کو دعا کی توفیق حاصل ہوگئی اس کے حصے میں تمام بھلائیاں آسکتی ہیں۔ دعا کے ذریعہ سے فلاح و کامیابی کے تمام دروازے کھل سکتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے بندہ خدا کی رحمتوں اور خاص عنایتوں کا مستحق قرار پاتا ہے۔ دعا اپنی حقیقت کے لحاظ سے انسان کے دل کی تڑپ اور اس کی روح کی طلب کا دوسرا نام ہے۔ جب کسی بندہ کو سچی طلب اور تڑپ میسر آگئی تو اس کے لئے رحمت کے دروازے بند نہیں رہ سکتے۔

۶ عافیت میں دنیوی و اخروی، ظاہری و باطنی ہر طرح کی عافیت اور سلامتی شامل ہے جس بندے نے خدا سے عافیت طلب کی اس نے خدا سے بہت بڑی نعمت کی درخواست کی۔ عافیت طلب کر کے اس نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا کہ خدا کی حفاظت اور اس کے فضل و کرم کے بغیر آدمی کو عافیت اور سلامتی حاصل نہیں ہو سکتی۔ خدا ہی ہے جو آدمی کو مصیبت اور تکلیف سے بچاتا اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اس طرح کی دعاؤں سے خدا کے سامنے بندے کی کامل عاجزی، محتاجی اور عبودیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اسلئے ایسی دعا خدا کو بہت محبوب ہے۔

۷ بندوں کے مانگنے اور سوال کرنے پر خدا کی رحمت کو پیار آتا ہے۔ جو بندہ خدا سے نہیں مانگتا وہ اس سے سخت ناراض ہوتا ہے۔ خدا کے کرم کی امید رکھتے ہوئے اس کا انتظار کرنا کہ وہ پریشانیوں اور مصیبتوں کو دور کرے گا اور کشادگی اور سہولت بخشے گا، اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے کیونکہ اس میں بندہ خشیت اور عاجزی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ رہتا اور اس سے اس کے کرم کا امیدوار ہوتا ہے۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا عَلَی الْأَرْضِ مُسْلِمٌ یَدْعُو اللّٰهَ تَعَالٰی بِدَعْوَةٍ اِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ اِیَّاهَا اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ ــــــ ترمذی

"عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں کوئی بھی مسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو یا تو خدا اس کو وہی چیز دیتا ہے (جس کی وہ دعا کرتا ہے) یا اس درجے کی کسی برائی (بلا و مصیبت) کو اس سے دور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کرے [ہ]"

۸۔ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَبَّكُمْ حَیِیٌّ كَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْهِ اِلَیْهِ اَنْ یَرُدَّهُمَا صِفْرًا ــــــ ابوداؤد، ترمذی

"حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب بڑا حیادار اور کریم ہے۔ اس کو اس سے شرم آتی ہے کہ جب اس کا بندہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے دعا کرے تو وہ انہیں خالی لوٹا دے [و]"

۹۔ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ ــــــ ترمذی۔

ہ یعنی بندے کی دعا کسی بھی حال میں ضائع نہیں ہوتی۔ یا تو اس کی مانگی ہوئی چیز ہی اُسے عطا کر دی جاتی ہے یا آنے والی کسی بلا و مصیبت کو اس سے دُور کر دیا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ دعا کسی گناہ کی نہ ہو اور نہ وہ امرہ میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے ہو۔

و یعنی بندے کی دعا کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ خدا غایت درجہ حیا اور کرم کی صفت سے متصف ہے۔ وہ دستِ سوال دراز کرنے والوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹا سکتا۔ انجیل میں ہے: "جبکہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو

Marfat.com

"حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قضا کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی مگر دعا۔[1] اور عمر کو کوئی چیز بڑھا نہیں سکتی مگر نیکی۔[2]"

۱۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ — ترمذی واحمد عن معاذ بن جبل

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: دعا بہرحال نافع ہے ان بلاؤں میں بھی جو نازل ہو چکی ہیں اور ان کے معاملہ میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی ہیں۔ پس اے خدا کے بندو دعا کا اہتمام کرو۔[3]"

تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیز کیوں نہ دے گا۔" (متی ۷: ۱۱)

[1] قضا سے مراد خدا کا فیصلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دعا نہ کرنے کی صورت میں خدا کا جو فیصلہ درعمل ہونے والا ہوتا ہے دعا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے بدل دیتا ہے جو قضا نافذ ہونے والی ہوتی ہے، دعا کرنے سے وہ پلٹ جاتی ہے کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ خدا کے فیصلہ کو بدل سکے لیکن خدا خود اپنے فیصلہ کو بدل سکتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب بندہ اس سے دعا کرتا ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار سورۂ نوح میں اس طرح فرمایا گیا ہے:
أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَأَطِيْعُوْنِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى (نوح نے اپنی قوم سے کہا، تم لوگ اللہ کی بندگی اور تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ایک خاص وقت تک تمہیں مہلت دے گا۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر و شرک پر جمے رہنے کی صورت میں خدا کا یہی فیصلہ تھا کہ اس قوم کو ہلاک کر دیا جائے لیکن اگر وہ خدا کی بندگی اور تقوے اور رسول کی اطاعت اختیار کر لیتی تو اسے ہلاک کر دینے کا فیصلہ اس فیصلہ سے بدل جاتا کہ اُسے عمل کی مزید مہلت عطا کی جاتی۔ مزید تشریح کے لئے دیکھیے باب 'تقدیر پر ایمان'

[2] نیکی سے آدمی کے کاموں اور اس کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔ دیکھیے باب "تقدیر پر ایمان"

[3] اللہ تعالیٰ آنے والی بلا اور مصیبت کو آنے سے روک سکتا ہے اور اس مصیبت کو جو آ چکی ہو، دُور کر سکتا ہے اس لئے بندے کو

Marfat.com

۱۱۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ ـــــــــ ترمذی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو اپنی حاجت اپنے رب سے مانگنی چاہیئے یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ بھی مانگے اگر وہ ٹوٹ جائے [۱۳]"

۱۲۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِيْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰى ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ يُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَاِمَّا اَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ يَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْٓءِ مِثْلَهَا قَالُوْا اِذَنْ نُّكْثِرُ قَالَ: اَللّٰهُ تَعَالٰى اَكْثَرُ فَضْلٍ ـــــــــ احمد

"ابو سعید خدریؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: ایک مسلمان جب بھی کوئی دعا مانگتا ہے، بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ ہو، تو اللہ اُسے تین صورتوں میں سے کسی صورت میں قبول کر لیتا ہے۔ یا تو اس کی دعا دُنیا ہی میں قبول کر لی جاتی ہے یا اُسے آخرت میں اجر دینے کے لئے محفوظ رکھ لیا جاتا ہے۔ یا اُسی درجے کی کسی بُرائی (مصیبت اور بلا) کو اس پر آنے سے روک دیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اب ہم بہت دعا کریں گے۔ فرمایا: خدا تعالیٰ کا فضل بھی بہت زیادہ ہے [۱۴]"

ہر حال میں اُسی کو پکارنا چاہیئے۔

[۱۳] یعنی ایسے معاملات جو بظاہر اپنے اختیار میں محسوس ہوتے ہیں اُن میں بھی تدبیر کرنے کے ساتھ ساتھ خدا سے مدد کا طالب ہونا چاہیئے اس لئے کہ اُس کی توفیق و تائید کے بغیر کسی بھی معاملہ میں ہماری تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور دعا کے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر حالت میں اپنی عاجزی اور خدا کی بالادستی کو تسلیم کر رہا ہے۔ اپنی عاجزی اور خدا کی بالادستی کا اعتراف بندے کو خدا کی مدد کا مستحق بنا دیتا ہے۔

[۱۴] یعنی دعا کرنے والا کسی بھی صورت میں خسارہ میں نہیں رہتا یا تو اس کی خاص مانگی ہوئی چیز اُسے

دعا کے کچھ آداب:

۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ، اِرْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ، اُرْزُقْنِیْ اِنْ شِئْتَ وَلْیَعْزِمْ مَسْئَلَتَہٗ اِنَّہٗ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَلَا مُکْرِہَ لَہٗ ـــــــــ بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ خدایا! مجھے بخش دے اگر تو چاہے، مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے، مجھے رزق دے اگر تو چاہے بلکہ اُسے قطعیت کے ساتھ اپنی مانگ رکھنی چاہیے۔ بے شک وہ کرے گا وہی جو چاہے گا کوئی اس پر دباؤ ڈالنے والا نہیں ہے[1]۔"

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ ـــــــــ ترمذی

عطا کر دی جاتی ہے یا اگر کسی مصلحت اور حکمت کے سبب اسکی مانگی ہوئی چیز اُسے نہ دی گئی تو اس کی دعا کو اس کے لئے آخرت کا سرمایہ بنا دیا جاتا ہے یا اس دعا کی وجہ سے اس پر آنے والی کسی مصیبت کو آنے سے روک دیا جاتا ہے۔ ترمذی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَا مِنْ اَحَدٍ یَدْعُوْ بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاہُ اللّٰہُ مَا سَاَلَ اَوْ کَفَّ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَہٗ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ "جو شخص بھی دعا مانگتا ہے اللہ یا تو اُس کے سوال کو پورا کر دیتا ہے یا اُس کے مطالبہ کے مثل اس سے کسی برائی کو روک دیتا ہے، جب تک کہ کسی گناہ یا قطعِ رحم کی دعا نہیں مانگتا۔"

[1] یعنی دعا میں کسی بھی طرح کی بے نیازی اور بے پروائی کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔ بندے کو اپنی ضرورت قطعیت کے ساتھ اپنے رب کے حضور پیش کرنی چاہیے تاکہ خدا کے سامنے زیادہ سے زیادہ بندے کی محتاجی اور عاجزی کا اظہار ہو۔

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ کہ وہ قبول فرمائے گا اور جان رکھو کہ اللہ غافل اور بے حضورِ قلب کی دعا قبول نہیں کرتا۔[1]"

۳- وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ إِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ ــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ دعا پوری قطعیت اور پوری رغبت کے ساتھ مانگے اس لئے کہ اللہ جو چیز عطا فرماتا ہے اس کا عطا کرنا اس کے لئے دشوار اور مشکل نہیں ہوتا۔"

۴- وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يُسْتَجَابُ لِيْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ ــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے۔ عرض کیا گیا۔ جلد بازی کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا۔ جلد بازی یہ ہے

---

[1] یعنی دعا مانگتے وقت نہیں پورے طور پر خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ تمہیں اس بات کا یقین ہو کہ خدا دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ وہ ہماری دعاؤں کو اکارت نہیں جانے دے گا۔ دعا اگر تذبذب اور بے یقینی کی حالت میں مانگی گئی تو وہ بالکل بے جان ہوگی۔ ایسی بے روح دعا اپنا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔

Marfat.com

کہ کوئی کہے کہ میں نے بہت دعا کی بہت دعا کی، مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی نہیں ہوئی تو وہ اس کے بعد وہ تھک جائے اور دعا مانگنی چھوڑ دے[۳]۔"

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ: "یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ"۔ وَقَالَ: "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ" ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَى السَّمَاءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ، فَاَنّٰى یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ ـــــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! خدا پاک ہے وہ صرف پاک و طیب چیز کو قبول فرماتا ہے اور خدا نے اس معاملہ میں جو حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے، وہی اہلِ ایمان کو بھی دیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے: "اے رسولو! پاک و طیب چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو، میں خوب جانتا ہوں" اور فرمایا: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو کچھ کہ ہم نے تمہیں دیا ہے۔" اس کے بعد آپؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) اس حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور گرد سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف

---

[۳] بندے کو دعا ترک نہیں کرنی چاہیے۔ اسے کیا معلوم کہ خدا کو اس کی دعا کب اور کس صورت میں قبول کرنا منظور ہے۔ کبھی بندے ہی کی بعض مصلحتوں کی بنا پر اس کی دعا جلد قبول نہیں کی جاتی، ایسی صورت میں اسے اپنے خدا سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جلد بازی سے کام لے کر وہ خود اپنا ہی کام خراب کر دے گا۔ مسلسل اپنے آقا کے در کا بھکاری بنا رہنا کیا اس کے لئے کم شرف کی بات ہے۔

Marfat.com

ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے رب! اے رب! .... اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، اور حرام غذا سے وہ پلا بڑھا ہے۔ پھر اس کی دعا کیونکر قبول ہو سکتی ہے[ے]۔"

۶۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَبِیْتُ عَلٰی طُھْرٍ ذَاکِرًا لِلّٰہِ تَعَالٰی فَیَتَعَارُّ مِنَ اللَّیْلِ فَیَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ ـــــــــ ابوداؤد

"حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلم شخص پاکی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا سو جاتے۔ پھر رات کو جب وہ بیدار ہو اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کرے تو خدا اس کی مطلوبہ شے اُسے ضرور عطا فرماتا ہے[ش]۔"

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَنْزِلُ رَبُّنَا کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَیَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَّسْأَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ ـــــ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ

[ے] آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص اس بات کی شکایت کر رہا ہے کہ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں اور وہ نہیں دیکھتا کہ وہ جو کچھ کھا پی رہا ہے اور جو کچھ پہن رہا ہے، وہ کہاں تک حلال اور طیب ہے۔ ایسی صورت میں اس کی شکایت کو حق بجانب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کتبِ قدیمہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی بات سنی جائے تو وہ گناہوں سے باز آئے۔ یسعیاہ میں ایک جگہ کہا گیا ہے: "تمہاری بدکاری نے تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان جدائی کر دی ہے اور تمہارے گناہوں نے اُسے تم سے روپوش کیا ایسا کہ وہ نہیں سنتا۔" (۵۹: ۲)

[ش] رات کا یہ وقت خاص طور سے دعا کے قبول ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ اس تنہائی اور سکون کے اوقات میں اگر بندہ خدا کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اس کے سامنے اپنی حاجتیں رکھتا ہے تو خدا کی رحمت یقیناً اس کی طرف متوجہ ہو کر رہے گی اور اس کی دعائیں مقبول ہوں گی۔

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات کو جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو آسمان دنیا پر اترتا ہے [1] اور فرماتا ہے: کون شخص ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کون شخص ہے جو مجھ سے مانگے میں اُسے عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اُس کو بخش دوں [2]۔"

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ قَالَ: قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ: جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ ——— ترمذی

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے یا رسول اللہ! فرمایا: جو رات کے آخری حصہ میں کی جائے [3] اور جو فرض نمازوں کے بعد کی جائے [4]۔

۹۔ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُرَدُّ الدُّعَآءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ قِیْلَ: مَاذَا نَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ: سَلُوا اللّٰہَ تَعَالٰی

---

[1] قریبی آسمان جس پر اہلِ دنیا کی نظر پڑتی ہے۔

[2] یعنی خاص طور سے اہلِ دنیا کی طرف اس کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ اس وقت جو دعا بھی مانگی جائے اس کے قبول ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے۔

[3] اس لئے کہ اس وقت بستر کا آرام چھوڑ کر خدا کو یاد کرنا اور اس کی جناب میں دعائیں کرنا اخلاص کے بغیر ممکن نہیں اور اخلاص کے ساتھ مانگی ہوئی دعا قبول ہو کر رہتی ہے۔

[4] نماز اور خاص طور سے فرض نماز خوشنودی رب کی موجب ہے اس لئے نماز کے بعد دعا کے مقبول ہونے کا زیادہ امکان پایا جاتا ہے۔ یہ دعا مانگنے کا ایک بہترین وقت بھی ہوتا ہے۔ فرض کی ادائیگی کے سبب بندے کو خدا کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ خدا کی رحمت اس سے مزید قریب ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر دعا کا قبول ہونا ایک فطری بات ہے۔

Marfat.com

اَلْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ——— ابوداؤد، ترمذی

"حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان میں جو دعا کی جاتی ہے وہ کبھی رد نہیں کی جاتی یہ عرض کیا گیا: اس وقت ہم کیا مانگیں یارسول اللہ؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگو"۔

۱۰۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ——— ابوداؤد، مالک

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو اوقات ایسے ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی۔ اذان کے وقت اور جنگ کے وقت جب لوگ ایک دوسرے سے چمٹ جائیں[۱۲]"۔

۱۱۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ

---

[۱۱] ابوداؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش ہونے کے وقت بھی دعا رد نہیں کی جاتی۔ مؤطا کی ایک روایت میں آیا ہے "سَاعَتَانِ تُفْتَحُ فِيْهِمَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَقَلَّ دَاعٍ تُرَدُّ عَلَيْهِ دَعْوَتُهُ حَضْرَةُ النِّدَاءِ لِلصَّلٰوةِ وَالصَّفُّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" دو وقت ایسے ہیں کہ جن میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بہت کم ایسے دعا مانگنے والے ہوتے ہیں جن کی دعائیں ان اوقات میں رد کی جاتی ہیں، اس اذان کے وقت جو نماز کے لئے دی جائے اور جب فی سبیل اللہ لوگ صف بستہ ہوں"۔

روایتوں میں دعاؤں کی مقبولیت کے جو اوقات بیان کئے گئے ہیں وہ خاص نزول رحمت کے اوقات ہیں۔ ان اوقات میں لوگ خاص طور سے خدا کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں اسلئے خدا بھی ان اوقات میں مانگی ہوئی دعاؤں کو رد نہیں کرتا۔

[۱۲] یعنی جنگ چھڑ جائے۔

حَتّٰی یَقْعُدَ وَدَعْوَۃُ الْمَرِیْضِ حَتّٰی یَبْرَأَ وَدَعْوَۃُ الْاَخِ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ ھٰذِہِ الدَّعَوَاتِ اِجَابَۃً دَعْوَۃُ الْاَخِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ ـــــ البیہقی فی دعوات الکبیر

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ دعائیں ایسی ہیں کہ وہ (لازماً) قبول کی جاتی ہیں۔ مظلوم کی دعا جب تک کہ وہ ظالم سے بدلہ نہ لے لے۔ حج کرنے والے کی دعا جب تک کہ وہ گھر واپس نہ آجائے۔ مجاہد کی دعا جب تک کہ جہاد سے فارغ نہ ہو جائے۔ بیمار کی دعا جب تک کہ اچھا نہ ہو جائے یا وفات نہ پا جائے بھائی کی اپنے بھائی کے حق میں غائبانہ دعا۔ پھر آپ نے فرمایا: کہ ان دعاؤں میں سب سے جلد قبول ہونے والی بھائی کی غائبانہ دعا ہے۔"

۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوا الدُّعَآءَ ــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس (سجدے کی حالت میں) کثرت سے دعا کیا کرو[۱]۔"

۱۳۔ وَعَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَکَّ فِیْ اِجَابَتِھِنَّ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَۃُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَۃُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ ــــــ ابوداود، نسائی

"ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں ایسی ہیں جو قبول ہو کر رہتی ہیں۔ ان کے قبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں مظلوم کی

---

[۱] سجدہ کی حالت میں بندہ خدا سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ سجدہ عین قربت ہے۔ یہ بندہ کے لئے خدا سے عرض معروض کرنے کا بہترین موقع ہوتا ہے

Marfat.com

دعا، مسافر کی دعا، وہ دعا جو باپ اپنے بیٹے کے لئے کرے[۱۳]"

۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ دَعْوَۃٍ اَسْرَعُ اِجَابَۃً مِّنْ دَعْوَۃِ غَائِبٍ لِغَائِبٍ ——— ابوداؤد، ترمذی

"ابن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دعا اس دعا سے زیادہ جلد قبول نہیں ہوتی جو غائب شخص کسی غائب شخص کے لئے کرتا ہے[۱۴]"

۱۵۔ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا دَعَا لِاَحَدٍ بَدَءَ بِنَفْسِہٖ ——— ترمذی

---

[۱۳] ان دعاؤں میں اخلاص ہوتا ہے۔ یہ دعائیں دل سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسلئے یہ سیدھی عرش تک پہنچتی ہیں۔ ماں باپ کے دلوں میں اپنی اولاد کے لئے جو خلوص ہوتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ مسافر اور مظلوم کے دل شکستہ ہوتے ہیں یہ دل کی شکستگی خدا کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی بڑی طاقت رکھتی ہے مظلوم خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو اسکی سن لی جاتی ہے۔ اسلئے مظلوم کی آہ سے ڈرنے کی تاکید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ مظلوم کی دعا اور خدا کے درمیان میں کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ پھر مظلوم جو کچھ چاہتا ہے خدا کی سنت کا تقاضا بھی وہی ہوتا ہے۔ یہ دونوں کی موافقت اپنا نتیجہ دکھا کر رہتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ثَلٰثَۃٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰہُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّکَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ (ترمذی) "تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی: روزہ دار کی دعا جبکہ وہ روزہ افطار کرے عادل امام (حاکم) کی دعا اور مظلوم کی دعا۔ اس (مظلوم کی دعا) کو اللہ ابر کے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے کہ قسم ہے میری عزت کی میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہی کیوں نہ کروں"۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ اشخاص کی دعا خاص طور سے قبول ہوتی ہے: مظلوم کی دعا جب تک وہ بدلہ نہ لے، حج کرنے والے کی دعا جب تک کہ وہ لوٹ کر واپس نہ آجائے۔ مجاہد کی دعا جب تک وہ شہید ہو کر دنیا سے لاپتہ نہ

Marfat.com

"اُبی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کے لئے دعا کرتے تو پہلے اپنے لئے دعا فرماتے[۱۵]"

۱۶۔ وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْعُوا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰٓى اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى خَدَمِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰٓى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُّسْئَلُ فِيْهَا عَطَاءً فَيَسْتَجِيْبَ لَكُمْ ــــــ ابوداؤد

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے حق میں یا اپنی اولاد کے حق میں یا اپنے خادموں کے حق میں یا اپنے مال و جائداد کے حق میں بددعا نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی دعا کے قبول ہونے کی ہو اور تمہاری دعا قبول ہو جائے[۱۶]"

۱۷۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ

ہو جائے۔ بیمار کی دعا جب تک کہ وہ شفایاب نہ ہو جائے، اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لئے غائبانہ دعا (البیہقی)

[۱۴] مسلم اور ابوداؤد کی ایک روایت حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يَّدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ بِمِثْلٍ "جب بھی کوئی مسلم بندہ اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو (جیسا تو نے اپنے بھائی کے لئے مانگا)" غائبانہ دعا میں چونکہ اخلاص زیادہ ہوتا ہے اسلئے ایسی دعا میں مقبولیت و برکت کی خاص شان پائی جاتی ہے۔

[۱۵] اللہ کو بندے کی عاجزی و عبودیت بے حد محبوب ہے۔ عبودیت اور عاجزی کا کامل اظہار اس بات میں ہے کہ بندہ دوسروں کے لئے دعا مانگنے سے پیشتر خدا کے حضور میں اپنی محتاجی، حاجتمندی اور مسکینی پیش کرے۔

[۱۶] جس کے نتیجے میں تم مصیبت میں پڑ جاؤ اور پھر تمہیں ندامت اور پشیمانی ہو۔ اس کے علاوہ یوں بھی بددعا کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ ترمذی کی ایک روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: مَنْ دَعَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَهٗ فَقَدِ انْتَصَرَ "جس کسی نے اس پر بددعا کی جس نے اس پر ظلم کیا ہو اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔"

Marfat.com

وَإِنَّهُ لَا يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهُ إِلَّا خَيْرًا ــــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ جلد موت آنے کی دعا کرے، کیونکہ جب موت آجائے گی تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور مومن شخص کے لئے اس کی عمر بھلائی ہی میں اضافہ کا سبب بنتی ہے[ا]"

۱۸۔ وَعَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْعُوا بِالْمَوْتِ وَلَا تَمَنَّوْهُ فَمَنْ كَانَ دَاعِيًا لَا بُدَّ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي ــــــ نسائی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کی دعا نہ کرو اور نہ اس کی تمنا کرو۔ اگر کسی شخص کے لئے ایسی دعا ناگزیر ہو گئی ہو تو وہ یوں عرض کرے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے اور مجھے (دنیا سے) اٹھا لے جب موت میرے حق میں بہتر ہو۔"

۱۹۔ وَعَنْ عُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ وَقَالَ: أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا. فَقَالَ:

[ا] بعض لوگ پریشانیوں اور تکلیفوں سے تنگ آکر موت کی دعا اور تمنا کرنے لگتے ہیں۔ اس سے روکا جا رہا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں صاف لفظوں میں فرمایا گیا: لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ "تم میں سے کوئی پیش آجانے والی تکلیف کے سبب موت کی تمنا نہ کرے۔"

موت کی دعا اور تمنا کرنا ایک تو مومنانہ صبر و تحمل کے خلاف ہے۔ دوسرے آدمی جب زندہ ہے وہ توبہ و انابت اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان کرتا ہے۔ جبکہ موت کے بعد اس کا موقع نہیں رہتا۔ مومن اگر واقعی مومن ہے تو زندگی کے لمحات اس کے لئے خیر اور بھلائی ہی کا سبب بنیں گے۔

Marfat.com

كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي اَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا ــــــــــ ابوداؤد، ترمذی

"حضرت عمرؓ بن خطابؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عمرہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی[۱۸]۔ آپؐ نے اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: میرے چھوٹے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں شامل کرنا اور ہم کو بھول نہ جانا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کے عوض ساری دنیا مجھے دیدی جائے تو مجھے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی۔ (مجھے آپؐ کا پیار بھرا رشتہ ساری دنیا سے بڑھ کر عزیز ہے)"

۲۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوَا ذٰلِكَ ــــــــــ ابوداؤد

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے[۱۹]۔"

۲۱۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اَنْ يَدْعُوَ ثَلٰثًا وَيَسْتَغْفِرَ ثَلٰثًا ــــــــــ ابوداؤد

"حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار دعا مانگنا اور تین بار استغفار کرنا بہت پسند تھا[۲۰]۔"

---

۱۸ یعنی عمرہ کرنے کے لئے مکہ جانے کی اجازت چاہی۔

۱۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی جامعیت کا اندازہ آپ کی اُن دعاؤں سے کیا جا سکتا ہے جو کتب احادیث میں منقول ہوئی ہیں۔ آپ کی کچھ دعائیں ہم آگے نقل کر رہے ہیں۔

۲۰ دعاؤں کو کئی بار دہرانے میں خاص فائدہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس طرح بندے کی طرف سے زیادہ سے زیادہ عجز و تذلل کا اظہار ہوتا ہے جو بندگی کی اصل روح ہے۔ اس کے علاوہ دعائیہ کلمات کو ایک سے زیادہ بار دہرانے سے دل لازماً زبان کے ساتھ ہو جاتا ہے اور پھر دعا بے اثر نہیں رہتی۔

Marfat.com

۲۲۔ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِؓ قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْ فِيْ صَلٰوتِهٖ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عَجِلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَءْ بِتَحْمِيْدِ اللهِ تَعَالٰى وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لْيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَآءَ ——— ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ

"فضالہ بن عبیداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص نماز کے بعد دعا مانگ رہا ہے لیکن اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجا۔ آپ نے فرمایا: اس شخص نے دعا مانگنے میں جلدی کی پھر آپ نے اس شخص کو بلاکر فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھ چکے تو اسے پہلے خدا کی حمد و ثنا کرنی چاہیے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے، پھر اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے[۱]۔"

۲۳ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: رَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ ——— بخاری

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھایا کہ میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی[۲]۔"

---

[۱] یعنی آپ نے دعا مانگنے کے آداب بتلائے کہ آدمی دعا مانگنے سے پہلے خدا کی حمد و ثنا کرے اور اس کے رسولؐ پر درود و سلام بھیجے، اس کے بعد اپنی درخواست خدا کے حضور میں پیش کرے۔ یہ تو بہت ہی نامہذب بات ہوگی کہ منہ کھولتے ہی کوئی جھٹ اپنا مطلب پیش کرنے لگ جائے۔ تہذیب کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے دعا مانگی جارہی ہے پہلے اس کی خوبی اور اس کے احسانات اور اسکی عظمت کا اعتراف کیا جائے، پھر اس موقع پر یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی اپنے عظیم محسن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھولے۔ آپ سے قلبی اور روحانی رشتہ و تعلق کا تقاضا ہے کہ آپ پر درود و سلام بھیجا جائے اور آپ کے حق میں خدائے بزرگ و برتر سے دعا کی جائے۔

[۲] سہل بن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سروں کو دونوں مونڈھوں

Marfat.com

۲۴- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ ـــــــ ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہو کہ سختیوں کے وقت اللہ اس کی دعا کو قبول فرمائے تو اسے چاہیے کہ آرام وخوشحالی میں کثرت سے دعا مانگے ۔[۳۳]"

۲۵- وَعَنْ عُمَرَ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ یَدَیْهِ فِی الدُّعَاءِ لَمْ یَرُدَّهُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ـــــــ ترمذی

"حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تو ان کو اس وقت تک نہ لوٹاتے جب تک اپنے منہ پر نہ پھیر لیتے[۳۴]"

کے برابر کرتے پھر دعا مانگتے تھے ۔ (البیہقی)

[۳۳] جو لوگ محض پریشانی اور سختی میں خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ ان کا خدا سے رابطہ ضعیف و کمزور ہوتا ہے اس کے برخلاف جو لوگ خوشحالی اور تنگی ہر حال میں خدا سے دعا مانگتے ہیں ان کا رابطہ اپنے رب سے نہایت قوی ہوتا ہے۔ انہیں اپنے رب پر اعتماد اور بھروسہ بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی دعائیں دوسروں کی دعاؤں کے مقابلہ میں زیادہ موثر ہوتی ہیں۔

[۳۴] دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بلا و مصیبت کے موقع پر دعا فرماتے تاکہ وہ بلا و مصیبت دور ہو تو ہاتھ کی پشت آسمان کی طرف ہوتی تھی اور جب عام حالات میں دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے خدا سے دعا مانگتے تو ہاتھ پھیلا کر مانگتے جس طرح کوئی سائل کسی داتا کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے۔ دعا کے بعد ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کے حضور پھیلے ہوئے یہ ہاتھ خالی نہیں لوٹتے ہیں۔ خدا کی رحمت و برکت کا کچھ نہ کچھ حصہ انہیں ضرور حاصل ہوتا ہے۔

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا کو آمین اے خدا میری یہ دعا قبول فرما کہہ کر ختم کرنا چاہیے ۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعائیں

نماز کی بعض دعائیں:

۱۔ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ ثُمَّ قَالَ: وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ اَنَا بِکَ وَاِلَیْکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ وَاِذَا رَکَعَ قَالَ: اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَکَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ قَالَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمِلْاَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ وَاِذَا سَجَدَ قَالَ: اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ. ثُمَّ یَکُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا یَقُوْلُ بَیْنَ التَّشَھُّدِ وَالتَّسْلِیْمِ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ

Marfat.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ ——— مسلم

"حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو تکبیر اللہ اکبر کہتے اور پھر کہتے:
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي ـ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ "میں نے یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں[1] میری نماز، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلموں میں سے ہوں[2] اے اللہ تو بادشاہ ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تو میرا رب ہے، میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور میں اپنے گناہوں کا معترف ہوں۔ تو میرے سارے گناہ بخش دے[3] کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں اور

---

[1] دیکھئے سورۃ انعام: ۷۹

[2] دیکھئے سورۃ انعام: ۱۶۲ - ۱۶۳۔ اس میں نماز کے مقابلے میں زندگی اور قربانی کے مقابلے میں موت کا لفظ آیا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نماز ہماری زندگی اور قربانی ہماری موت کی تشریح ہے۔ نماز حقیقت میں اس بات کا عہد ہے کہ ہم پوری زندگی میں خدا ہی کی طاعت و بندگی کریں گے۔ ہماری پوری زندگی اسی کی اطاعت میں بسر ہو گی اور قربانی اس کا اظہار اور اس بات کا عہد و پیمان ہے کہ ہماری جان خدا کی راہ میں قربان ہے۔

[3] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ ہو گیا تھا جس کے لئے آپ خدا سے بخشش طلب کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ خطا اور قصور کا تعلق آدمی کے اپنے درجے اور مرتبے سے ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ نہیں ہوا۔ پھر بھی آپ خدا کے آگے گڑگڑا رہے ہیں اور اس سے بخشش طلب کر رہے ہیں کہ خدایا میری خطاؤں کو معاف فرما، میں خطاوار ہوں۔ آپ سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہمیں کرنا چاہئے تھا وہ ہم سے نہیں ہو سکا اللہ کی راہ میں جتنی کوشش کرنی چاہئے تھی وہ ہم نہیں کر سکے۔ آپ اپنا تن من دھن سب کچھ خدا کی راہ میں لگا کر بھی

Marfat.com

بہترین اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرما، تیرے سوا کوئی بہترین اخلاق کی طرف رہنمائی کرنے والا نہیں ہے۔ اور بُرے اخلاق کو مجھ سے دُور رکھ۔ تیرے سوا کوئی بُرے اخلاق کو مجھ سے دُور نہیں کر سکتا۔ میں تیرے حضور میں حاضر ہوں اور خدمت گزاری کی سعادت کا آرزومند ہوں۔ بھلائی تمام تر تیرے ہاتھ میں ہے اور بُرائی کو تجھ سے کوئی نسبت نہیں۔ میں تیرے ہی بل پر ہوں اور تیری ہی طرف رجوع ہوں تو بابرکت و بلند و برتر ہے۔ میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں"۔

اور جب رکوع کرتے تو فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ ـــــ وَعَصَبِیْ" اے اللہ! میں نے تیرے لئے رکوع کیا، اور تجھ پر ایمان لایا۔ تیرا مطیع فرمان ہوا، سراپا عجز میں تیرے حضور میں میرے کان، میری آنکھیں، میرا مغز، میری ہڈیاں، میرے پٹھے"۔

اور جب آپؐ اپنا سر (رکوع سے) اٹھاتے تو کہتے:۔

سمجھ رہے ہیں کہ اللہ کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔ یہ عبدیت کا سب سے اونچا مقام ہے۔ اللہ کی عظمت اور بزرگی کا پورا احساس جب آدمی کو ہو جاتا ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی اپنا قصور ہی نظر آتا ہے جب آدمی کا دل اس درجہ پاک ہو جاتا ہے اس وقت اللہ اس کے بارے میں کہتا ہے کہ اپنے بندے کا ہم نے سب کچھ معاف کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن نے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ اللہ نے آپؐ کا سب کچھ معاف کر دیا ہے (سورۃ الفتح: ۲) پھر بھی آپؐ اپنے رب سے غافل نہیں ہوئے۔ آپؐ کو اسی کی فکر دامنگیر رہتی تھی کہ آپ اپنے رب سے اپنے اور اہلِ ایمان کے گناہوں کیلئے مغفرت طلب کریں۔ عبدیت اور بندگی کے سیدھے سادے جذبات کتنے پاکیزہ اور رُوح کو زندگی بخشنے والے ہیں۔

لہ اسلام کہتے ہی اس کو ہیں کہ آدمی اپنی سیرت و کردار اور اخلاق کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسلام میں انسان سے جس بات کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ انسان کی فطرت اور اس کے حقیقی اخلاق کے عین مطابق ہے۔ اخلاقیات کے باب میں اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ ـــــ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ "اے اللہ! ہمارے رب! تیرے ہی لئے حمد ہے آسمانوں اور زمین کو بھر دینے والی اور ان کے علاوہ جو تو چاہے اس کو بھر دینے والی [ف]۔"

اور جب سجدے میں جاتے تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُ ـــــ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ "اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے سجدہ کیا میں تجھ پر ایمان لایا اور تیرا مطیع فرمان ہوں میرا چہرہ اس ہستی کے آگے سجدہ ریز ہوا جس نے اُسے پیدا کیا، اُس کی صورت گری کی، اور اس میں کان اور آنکھیں بنائیں۔ بہت بابرکت ہے اللہ بہترین خالق۔"

پھر تشہد اور سلام کے درمیان فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ـــــ اِلَّا اَنْتَ "اے اللہ معاف فرما میرا وہ گناہ جو میں نے پہلے کیا اور جو بعد میں کیا، جس کو میں نے چھپ کر کیا اور جس کو میں نے علانیہ کیا اور جو کچھ میں نے زیادتی کی اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ڈال دینے والا ہے اور کوئی الٰہ نہیں سوائے تیرے [ف]۔"

[ف] یعنی ساری تعریفوں اور ستائشوں کا مستحق تو ہی ہے۔ آسمان اور زمین تیری حمد کے نغموں سے گونج رہے ہیں یہاں یہ بات جان لینے کی ہے کہ خدا نے ہم پر جو احسانات کئے ہیں ان کی شکر گزاری کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہماری زبان پر خدا کی تعریف و ستائش کے کلمات ہوں۔

[ف] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز میں مختلف اوقات میں مختلف چیزیں پڑھی ہیں بعض نے ان اذکار میں سے کسی ایک کا التزام کر لیا ہے کسی نے دوسرے کا۔ اگر کوئی شخص تمام دعاؤں کو یاد کر لے اور انہیں بدل بدل کر پڑھتا رہے تو زیادہ اچھا ہے۔ جس طرح ہم مختلف اوقات میں قرآن کی مختلف سورتیں اور آیتیں پڑھتے ہیں اسی طرح اگر ہم اپنی نمازوں میں مختلف اوقات میں حضورؐ کی سکھائی ہوئی مختلف دعائیں بھی پڑھیں تو ہماری نمازیں اور زیادہ فطری عبادت بن سکتی ہیں۔ نمازوں کے محض رسمی بن کر رہ جانے میں دوسری باتوں کے ساتھ اس کا بھی دخل ہے کہ ہم نے حضورؐ

Marfat.com

۲- وَعَنْ عَائِشَةَ رضی قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ـــــــــ مسلم

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات (میری آنکھ کھلی تو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا۔ میں آپ کو ڈھونڈھنے لگی۔ میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کے تلووں پر پڑا، اس وقت آپ سجدے میں تھے اور آپ کے دونوں پاؤں کھڑے تھے (جیسے کہ سجدے کی حالت میں ہوتے ہیں) اور آپ عرض کر رہے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ـــــ عَلٰى نَفْسِكَ" اے اللہ میں تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ لیتا ہوں اور تیری گرفت سے تیری پناہ لیتا ہوں میں تیری ثنا و ستائش پوری طرح کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود فرمائی ہے[۱]"

کی دعاؤں میں سے کسی ایک پر اکتفا کر لیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس دعا کے الفاظ پر بھی غور کیجیے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ رسول کی زبان مبارک کے سوا کسی دوسرے کی زبان سے نہیں نکل سکتے۔ اتنا بلند تخیل جو ہر شک و شبہے سے پاک ہو رسول کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے کسی قدر آپ کی باطنی کیفیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لمبی دعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر رات کے نوافل میں پڑھتے تھے۔

۱؎ یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حالت میں بھی حقِ بندگی کو نہیں بھولتے تھے۔ خدا کی عظمت و بزرگی کے جو تقاضے ہوتے ہیں ان کی طرف سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔

Marfat.com

۳- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْکُتُ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَاءَةِ اِسْکَاتَةً فَقُلْتُ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْکَاتُكَ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ اَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ـــــــ بخاری ومسلم

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان میں کچھ سکوت فرماتے تھے۔ میں نے ایک دن عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموش رہ کر کیا پڑھتے ہیں؟ فرمایا: میں یہ پڑھتا ہوں: اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ ـــ وَالْبَرَدِ[ا] اے اللہ میرے اور میری خطاؤں کے بیچ اتنا فاصلہ کر دے جتنا فاصلہ تو نے مشرق اور مغرب کے بیچ رکھا ہے[۲]۔ اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اے اللہ میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولے سے دھو دے[۳]۔"

[ا] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز میں مختلف اوقات میں مختلف دعائیں پڑھی ہیں۔ عام طور پر لوگ تکبیر اور قرأت کے درمیان سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ (اے اللہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ بابرکت ہے تیرا نام بلند و بالا ہے تیری منزلت! کوئی الٰہ نہیں بجز تیرے) پڑھتے ہیں۔ یہ بھی انہی اذکار میں سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں پڑھتے تھے۔ اگر کوئی آپ کی پڑھی ہوئی ساری دعائیں یاد کرے اور انہیں بدل بدل کر پڑھے تو زیادہ اچھا ہے۔

[۲] یعنی جس طرح مشرق سے مغرب دور ہے اور مغرب سے مشرق اسی طرح مجھے بھی خطاؤں سے دور رکھ۔

[۳] یعنی جس طرح کپڑے کا میل مختلف چیزوں سے دھویا جاتا ہے۔ اسے پانی سے دھوتے ہیں۔ پانی موجود نہ ہو تو برف سے اور وہ نہ ملے تو اولوں سے دھوتے ہیں۔ اسی طرح تو میری خطاؤں اور گناہوں کو اپنی مختلف اور گوناگوں رحمتوں سے

Marfat.com

۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْا فِي الصَّلٰوةِ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ ——— بخاری، مسلم

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ ——— مِنَ الْمَغْرَمِ "اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب سے، مسیح دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے سارے فتنہ سے۔ اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں گناہ اور قرض سے [۱]"

۵- وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْا بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ——— بخاری، مسلم

دھو دے۔ فقرے کا یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ خطاؤں سے آدمی جہنم کا سزاوار ہوتا ہے اور جہنم میں تپش اور دہکتی آگ ہے تو اس تپش کی نسبت سے پانی، برف اور اولے کا ذکر فرمایا گیا۔ یعنی میری خطاؤں کو اپنی اُن رحمتوں سے دھو دے جو جہنم کی آگ کو سرد کر دینے والی ہیں۔

[۱] مسلم کی ایک روایت میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ "جب تم میں سے کوئی آخری تشہد پڑھ کر فارغ ہو تو اس کو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے: عذاب جہنم سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنوں سے اور دجال کے شر سے۔" اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس دعا کے پڑھنے کا خاص موقع نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے یہ دعا نہایت جامع ہے اس میں دنیا و آخرت کے تمام مصائب اور آفات سے حفاظت کی اللہ سے درخواست کی گئی ہے۔

Marfat.com

"حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی دعا سکھایئے جس کو میں اپنی نماز میں مانگوں۔ آپ نے فرمایا: کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ۔۔۔ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ "اے اللہ میں نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا۔ گناہوں کو تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ اپنی خاص عنایت سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما تو بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے[۱]۔"

۶۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ صَلٰوتِہٖ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَ اَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ ۔۔۔ نسائی

"شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یوں عرض کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ ۔۔۔ لِمَا تَعْلَمُ "اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے دین میں ثبات اور رشد و ہدایت پر استواری و عزیمت اور مانگتا ہوں تجھ سے تیری دی بخشی ہوئی نعمتوں کی شکر گزاری اور تیری خوب تر عبادت کی توفیق اور مانگتا ہوں تجھ سے قلب سلیم صداقت شعار زبان اور مانگتا ہوں تجھ سے وہ بھلائی جو تیرے علم میں ہے اور تیری پناہ لیتا ہوں اس شر اور برائی سے جس کا تجھے علم ہے اور بخشش طلب کرتا ہوں تجھ سے ان گناہوں کی جو تجھے معلوم ہیں۔"

---

[۱] نماز میں دعا کا خاص موقع نماز کے آخر میں سلام سے پہلے ہے۔ اسلئے لازماً حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع کے لئے دعا کی تعلیم کے لئے حضورؐ سے درخواست کی ہوگی اور حضورؐ نے اسی موقع کے لئے انہیں یہ دعا سکھائی ہوگی۔ اس دعا سے معلوم ہوا کہ آدمی خواہ خدا کا کتنا ہی اطاعت گزار کیوں نہ ہو اُسے اپنے آپ کو سراپا خطاکار ہی تصور کرنا چاہیے اور خدا سے بخشش اور معافی کا خواستگار ہونا چاہیے۔ بندہ طاعت و عبادت میں کتنی ہی سرگرمی کیوں نہ دکھائے حق بندگی کبھی ادا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا بَعْدَ التَّشَھُّدِ: اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ عَلَی الْخَیْرِ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاھْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِکْ لَنَا فِیْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّیَّاتِنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَاجْعَلْنَا شَاکِرِیْنَ لِنِعْمَتِکَ مُثْنِیْنَ بِھَا قَابِلِیْھَا وَاَتِمَّھَا عَلَیْنَا ——— ابوداؤد

"عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد ہمیں یہ دعا سکھاتے تھے اَلِّفْ اَللّٰھُمَّ ——— وَاَتِمَّھَا عَلَیْنَا "جوڑ دے اے اللہ! ہمارے دلوں کو بھلائی پر جوڑ دے اور ہمارے باہمی تعلقات کو درست فرما۔ اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر روشنی کی طرف لے آ۔ اور ظاہر و باطن کی بے حیائیوں سے ہمیں دور رکھ اور ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں، ہمارے دلوں، ہماری بیویوں اور ہماری نسل میں برکت دے اور ہم پر عنایت فرما تو بڑا عنایت فرما اور مہربان ہے۔ ہمیں تو اپنی نعمتوں اور احسانات کا شکر گزار اور شایانِ شان طریقہ پر ان کا استقبال کرنے والا بنا اور نعمتوں کا ہم پر اتمام فرما۔[۱]"

۸۔ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَؓ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَھِیْدٌ اَنَّکَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَھِیْدٌ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ

---

[۱] یعنی ہم تجھ سے ہر خیر اور بھلائی کے طالب ہیں، ہمیں ظاہری اور باطنی ہر طرح کی نعمتوں سے نواز دے ہم نعمتوں کا قدر شناس اور اپنا شکر گزار بندہ بنا، ایسا نہ ہو کہ تیری طرف سے تو احسانات اور عنایت کی بارش ہو اور ہماری طرف سے کفرانِ نعمت اور احسان فراموشی کا اظہار ہو۔ اس سے بڑھ کر تاریکی اور ضلالت کیا ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنے محسنِ حقیقی کے احسانات کو فراموش کر دے، اور اس کے حقوق کا اسے کوئی پاس و لحاظ نہ ہو۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَھِیْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ کُلَّھُمْ اِخْوَۃٌ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اِجْعَلْنِیْ مُخْلِصًا لَّکَ وَاَھْلِیْ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ مِّنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ——— ابوداؤد

"حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عرض کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا ——— اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " اے اللہ اے ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب! میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تنہا تو ہی رب ہے تیرا کوئی شریک وسہیم نہیں، اے اللہ! ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب! میں گواہ ہوں کہ محمدؐ تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے۔ اے اللہ ہمارے رب اور رب ہر چیز کے میں گواہ ہوں کہ تمام بندے بھائی بھائی ہیں۔ اے اللہ ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب! مجھے اور میرے گھروالوں کو دنیا اور آخرت کی ایک ایک ساعت کے لئے (ہمیشہ کے لئے) اپنا مخلص اور وفادار بنا لے[۲۹] اے ذوالجلال والاکرام میری التجا سن لے اللہ سب سے بڑا، بزرگ و برتر ہے، اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے[۳۰]۔"

۹- وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ: اَخَذَ بِیَدِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: یَا مُعَاذُ وَاللّٰہِ لَاُحِبُّکَ اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ اَنْ تَقُوْلَ: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ——— احمد، ابوداؤد، نسائی

---

[۲۹] یعنی تو ہمیں اپنا، صرف اپنا اور ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لے میری وفاداری اور اخلاص میں کبھی فرق نہ آئے۔

[۳۰] یعنی ساری کائنات اللہ ہی کے نور سے روشن اور قائم ہے۔ اس وسیع کائنات میں جہاں کہیں کوئی حسن و کمال اور نور و جمال پایا جاتا ہے، خواہ وہ کسی شکل میں پایا جاتا ہو، اس کا حقیقی سرچشمہ اور منبع خدا کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہے (سورۃ النور: ۳۵)

Marfat.com

"معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ، اے معاذ! بخدا مجھے تم سے محبت ہے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں[16] کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور پڑھو: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي — عِبَادَتِكَ "اے اللہ اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی خوب تر عبادت کے باب میں میری مدد فرما[17]"۔

۱۰۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ ثَلٰثًا وَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ——— مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ

"حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو تین بار استغفار کرتے[18] پھر دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ — وَالْاِكْرَامِ "اے اللہ تو سلامت ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، تو برکت والا اور بلند و برتر ہے اے عظمت و نوازش والے"۔

۱۱۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوبَةٍ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ——— بخاری، مسلم

---

[16] یعنی خاص طور پر میں اس محبت کی بنا پر جو مجھے تم سے ہے تم کو یہ وصیت اور تاکید کرتا ہوں۔

[17] یہ دعا نہایت مختصر ہونے کے باوجود بڑی اہم اور دلکش ہے۔ اس دعا میں خدا سے ان چیزوں کی درخواست کی گئی ہے جو زندگی کا حاصل ہیں جن کے بغیر زندگی میں صحیح معنوں میں کوئی معنویت اور گہری دلکشی پیدا نہیں ہو سکتی۔

ایک روایت میں اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي کے بجائے رَبِّ اَعِنِّيْ آیا ہے۔

[18] یعنی تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ "میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں" کہتے۔

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا فرماتے تھے: لَا اِلٰہَ ـــ مِنْكَ الْجَدُّ ۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہی اکیلا خدا ہے۔ کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں، اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے۔ وہی حمد و ستائش کا مستحق ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! تو جو کچھ عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس چیز کے نہ دینے کا تو فیصلہ فرمائے اسے کوئی نہیں دے سکتا اور کسی اقبال مند کو اس کی اقبال مندی تیرے مقابلہ میں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی[۱]۔

۱۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ـــــــ بخاری و مسلم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تہجد

---

[۱] امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو خط لکھا تھا کہ آپ مجھے کوئی بات لکھیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو۔ جواب میں حضرت مغیرہؓ نے یہ دعا لکھ کر بھیجی۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے امیر کو منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو اس دعا کی تعلیم و تلقین کرتے سُنا۔

Marfat.com

پڑھنے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ ــــــ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ

"اے اللہ حمد وستائش تیرے ہی لئے ہے۔ تو ہی قائم رکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا اور ان سب کا جو اِن میں ہیں اور حمد وستائش تیرے ہی لئے ہے، تو ہی نور ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب کا جو ان میں ہیں اور حمد وستائش کا مستحق تو ہی ہے۔ تیرے ہی لئے حکومت اور فرمانروائی ہے آسمانوں اور زمین کی اور ان سب کی جو ان میں ہیں۔ حمد وستائش تیرے ہی لئے ہے، تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، (مرنے کے بعد) تیری ملاقات حق ہے، تیرا فرمان حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے۔ سارے نبی برحق ہیں، محمدؐ بھی برحق ہے اور قیامت کا آنا برحق ہے۔ اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا، تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا، تیری طرف رجوع کیا، اور تیرے ہی بل پر میں دشمنانِ حق سے لڑا اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ پس تو بخش دے وہ سب قصور جو مجھ سے پہلے سرزد ہوئے، اور جو پیچھے ہوئے، جو میں نے پوشیدہ کئے، جو میں نے علانیہ کئے اور جن کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ باخبر ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ڈالنے والا ہے۔ تو ہی اللہ ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں[۱]۔"

۱۳۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ

---

[۱] امام نوویؒ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے شبانہ کی خصوصیات یہ ہوتی تھیں کہ آپ اس میں اللہ کے حقوق کا اعتراف کرتے اور اس کے سچا ہونے کا اقرار فرماتے اور اس کی بشارتوں اور وعدوں کو یاد کرتے، بعث بعد الموت جنت اور دوزخ کے برحق ہونے کی تصدیق فرماتے تھے۔ اس طرح کی ایک دعا معجم کبیر اور مستدرک میں حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت زیدؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے یہ دعا تعلیم فرمائی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ اسے اپنے اہل خانہ کو سکھاؤ اور ہر روز ان کو اس کی تلقین کرتے رہو۔

Marfat.com

كَانَ يَدْعُوا بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَائِيْ وَعَمْدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ـــــ بخاری

"حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ـــــ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ "اے اللہ معاف فرما میری خطا کو، میری نادانی کو، کاموں میں زیادتی کو اور اس گناہ کو جس کا علم تجھ کو مجھ سے زیادہ ہے۔ اے اللہ بخش دے میری اس خطا کو جسے میں نے سنجیدگی سے کیا ہو اور جس کو ہنسی مذاق میں کیا ہو اور جس کو بھول چوک میں کیا ہو اور جسے دانستہ کیا ہو اور یہ تمام خطائیں میرے پاس ہیں۔ اے اللہ! بخش وہ سب قصور جو مجھ سے پہلے سرزد ہوئے اور جو پیچھے ہوئے اور جو میں نے پوشیدہ کئے، اور جو میں نے علانیہ کئے اور جن کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ باخبر ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے، اور تو ہی پیچھے ڈالنے والا ہے اور تجھے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔"

صبح و شام کی کچھ دعائیں:

۱۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ اَصْحَابَهٗ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" وَاِذَا اَمْسٰى فَلْيَقُلْ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ" ـــــ ابوداؤد، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کی صبح ہو تو اسے خدا کے حضور میں عرض کرنا

چاہیے: اَللّٰھُمَّ اَصْبَحْنَا ــــ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ" اے اللہ! تیری مدد سے ہم نے صبح کی اور تیری ہی مدد سے ہم نے شام کی اور تیری ہی مدد سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی حکم کے تابع ہماری موت ہے اور تیری ہی طرف پہنچنا ہے۔"

اور اسی طرح جب وہ شام کرے تو خدا کے حضور میں عرض کرے: اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا ــــ اِلَیْکَ النُّشُوْرُ" اے اللہ تیری ہی مدد سے ہم نے شام کی اور تیری ہی مدد سے ہم نے صبح کی اور تیری ہی مدد سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی فیصلہ کے تابع ہماری موت ہے اور تیرے ہی حضور میں پھر اُٹھ کر حاضر ہونا ہے۔[1]"

۲. وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّیْلِ وَضَعَ یَدَهٗ تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی" وَاِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ" ــــ بخاری، مسلم

"حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنے بستر پر جاتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔ پھر فرماتے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی" اے اللہ! تیرے ہی نام کے ساتھ میری زندگی بھی وابستہ ہے

---

[1] انسانی زندگی میں صبح و شام کی آمد و رفت بڑی نعمت ہے۔ اوقات کی یہ نیرنگی زندگی کو اکتاہٹ سے نجات دلاتی ہے انسان کو خدا کی اس عظیم نعمت کا احساس ہونا چاہیے۔ پھر اسی کے ساتھ اس کے ذہن کو اس حقیقت کی طرف بھی منتقل ہونا چاہیے کہ صبح اور شام کی طرح ہماری زندگی کی صبح و شام بھی خدا کے حکم کے تابع ہے۔ ایک دن ہمیں دنیا سے ہی رخصت ہونا ہے۔ اور خدا کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ کہنے کے لئے تو یہ ایک چھوٹی سی دعا ہے، جسے صبح و شام پڑھنے کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے لیکن دیکھیے کس طرح زندگی کی حقیقتوں کو اس میں سمیٹ لیا گیا ہے، زندگی کو صحیح رُخ پر رکھنے کے لئے اس دعا کا ورد کیا کسی نسخۂ کیمیا سے کم ہے۔ یہی خصوصیت آپ کی تعلیم فرمائی ہوئی تمام دعاؤں میں پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

اور موت بھی" اور جب سوکر اٹھتے تو عرض کرتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ـــــ النُّشُوْرُ" حمد ستائش اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم پر موت طاری کرنے کے بعد ہمیں زندگی دی اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) دوبارہ اٹھکر حاضر ہونا ہے ؎۔"

۳۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ وَقُلْ: اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ ـــــــ بخاری ، مسلم

"حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو پہلے وضو کرو جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہو۔ پھر اپنے داہنے پہلو لیٹ جاؤ اور (خدا کی بارگاہ میں) عرض کرو اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ ـــــ نَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ "اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو بالکل آپ کے سپرد کر دیا، اپنے رُخ کو آپ کی جانب متوجہ کیا، اپنے سب امور آپ کے حوالے

؎ یعنی جس طرح اللہ ہمیں خواب سے بیدار کرتا ہے اسی طرح وہ ہمیں موت کے بعد بھی دوبارہ زندگی عطا کرے گا، آخر کار ہمیں اس کے سامنے اپنے کارنامۂ زندگی کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ چونکہ نیند بڑی حد تک موت سے مشابہ ہے اسلئے اسے موت کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے حضورؐ کا یہ عمل منقول ہے کہ ہر شب کو آپ جب بستر خواب پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ لیتے اور سورۂ اخلاص، الفلق اور الناس پڑھ کر ان کو پھونکتے اور اپنے جسم پر جہاں تک ہو سکتا پھیر لیا کرتے تھے۔ مسح کی ابتدا سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے فرماتے۔ یہ عمل آپ تین بار فرماتے تھے۔

Marfat.com

کر دیئے، آپ ہی کو اپنا پشت پناہ بنایا آپ سے ڈرتے اور امید و طلب کرتے ہوئے، آپ کے سوا کوئی جائے پناہ اور بچاؤ نہیں جہاں آپ (کی گرفت) سے بچ کر کوئی نکل سکے میں ایمان لایا آپ کی کتاب پر جسے آپ نے اپنے نبی پر نازل فرمائی اور آپ کے نبی پر جسے آپ نے بھیجا[۱]، پس اگر تمہاری موت آگئی تو وہ دینِ فطرت پر ہوگی۔ ان کلمات کو (سونے سے قبل) اپنا آخری بول بناؤ[۲]،

مجلس کی دعا:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَلَّ مَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰی یَدْعُوَ بِھٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ لِاَصْحَابِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ، وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مُصِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا

---

[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے آرام و استراحت کو بھی کس طرح نماز کی طرح مقدس بنا دیا، نماز کے لئے وضو شرط ہے، بستر خواب پر جانے کے لئے بھی وضو کی تعلیم دی جا رہی ہے جس طرح نماز کی روح اور حقیقت توجہ الی اللہ اور خدا کی یاد ہے اسی طرح اس دعا میں خواب و استراحت کو بھی توجہ الی اللہ اور حوالگی و سپردگی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

[۲] کسی شخص نے اگر اپنے آپ کو خدائے واحد کے آگے ڈال دیا اور اسی کو اپنا سرپرست اور پناہ دہندہ بنا لیا اور اس کی اتاری ہوئی ہدایت پر ایمان لے آیا تو حقیقت میں اس نے اس دین کو اختیار کر لیا جو صحیح اور فطری دین ہے، جس سے انحراف دراصل اپنی فطرت سے انحراف اور بغاوت کے مرادف ہے۔

اس حدیث میں جو دعا تعلیم فرمائی گئی ہے اس میں اس کیفیت اور حالت کی کامل عکاسی ہوتی ہے جو ایک خدا پرست انسان کی حالت اور کیفیت ہونی چاہیئے۔ اگر اسی پر آدمی کو موت آجائے تو یقیناً اس کی موت دینِ فطرت پر ہوگی۔

Marfat.com

عَلٰی مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا
وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا ——— ترمذی

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھیں اور اپنے اصحاب کے لئے یہ دعا نہ فرمائیں: اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ — مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا، اے اللہ ہمیں نصیب فرما اپنی خشیت اتنی کہ جس سے تو ہمارے اور اپنی نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے اور اپنی اطاعت اتنی کہ جس سے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے۔ اور یقین اتنا کہ جس سے تو دنیا کی مصیبتوں کو ہمارے لئے ہیچ بنا دے اور جب تک ہمیں زندہ رکھ ہم کو ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور ہماری توانائیوں سے بہرہ مند رکھ۔۔ انہیں آخر تک باقی رکھ اور ہمارے جوشِ انتقام کا رُخ اُنہی کی طرف رکھ جو ہم پر ظلم کریں اور جو ہماری دشمنی پر کمربستہ ہو اس پر ہمیں غلبہ عطا فرما اور ہمارے دین کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے ہمیں محفوظ رکھ اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی فکر اور ہمارا مبلغِ علم نہ بنا اور ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔ ؎"

سفر کی دعا:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

؎ ایک روایت میں جس کے راوی ابوہریرہؓ ہیں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں فرماتے تھے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ "باعظمت ہے تو اے اللہ حمد و ستائش ہے تیرے لئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں" کسی مجلس سے اٹھنے پر آدمی اگر لمبی دعا نہ پڑھ سکے تو یہ مختصر دعا ہی پڑھ لے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں اگر آدمی پورے شعور کے ساتھ پڑھے تو وہ اس کی زندگی کو بدلنے اور سدھارنے کے لئے کافی ہیں۔

Marfat.com

كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيْرِهِ خَارِجًا إِلَى السَّفَرِ كَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ: سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَ إِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ وَ الْمَالِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ــــــــ مسلم

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جانے وقت اونٹ پر سوار ہوتے تو تین بار "اللہ اکبر"[1] کہتے۔ اس کے بعد فرماتے: سُبْحٰنَ الَّذِي ـــــ وَالْأَهْلِ" باعظمت ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر فرمایا، ہم میں تو اس کی قدرت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں[2] اے اللہ! اپنے اس سفر میں ہم تجھ سے نیکی تقوی اور اس عمل کی استدعا کرتے ہیں جو تیری رضا کا باعث ہو۔ اے اللہ اس سفر کو ہمارے لئے آسان کر دے اور اس کی مسافت کو مختصر کر دے۔ اے اللہ! تو ہی اس سفر میں رفیق اور ساتھی ہے اور ہمارے پیچھے تو ہی ہمارے اہل وعیال اور مال کیلئے ہمارا قائم مقام ہے[3]

---

[1] اس میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ آدمی کو ہر بلندی پر خدا کی عظمت اور اس کی بڑائی کا خیال ہونا چاہیے۔ اونٹ کیا اس وقت تو کتنے ہی لوگ بلند پرواز ہوائی جہازوں میں سوار ہو کر فضائے آسمانی میں تیرتے ہیں لیکن ایسے لوگ کم ہی ہیں جو اس موقع پر خدا کی عظمت وبڑائی کو یاد کرتے ہوں۔

[2] یعنی جس طرح آج ہم یہ سفر کر رہے ہیں، اسی طرح ایک دن ہمیں ایک دوسرا سفر بھی کرنا ہے اور وہ ہے دنیا سے خدا کی طرف ہماری روانگی۔ اس اہم سفر کی تیاری سے آدمی کو کسی حال میں بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

[3] یعنی تو ہی ان کا حافظ اور نگہبان ہے۔

Marfat.com

اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور زحمت سے اور اندوہناک مناظر سے اور اس سے کہ واپس ہوکر میں اہل وعیال اور مال وجائداد کو بری حالت میں دیکھوں تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

اور جب آپ سفر سے واپس ہوتے اس وقت بھی یہ کلمات فرماتے اور ان میں ان الفاظ کا اضافہ فرماتے اٰئِبُوْنَ ــــ حَامِدُوْنَ "ہم واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد وستائش کرنے والے ہیں"

۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَدَّعَ رَجُلًا آخَذَ بِيَدِهٖ فَلَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ ــــ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ

"ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت فرماتے تو کہتے: اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ ــــ عَمَلِكَ "میں نے تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے آخری عمل کو اللہ کے سپرد کیا"

ے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج وغیرہ کے سفر سے واپس ہوتے تو راستے کے ہر بلند مقام پر سے گزرتے ہوئے تین بار اللہ اکبر کہتے اور یہ دعا پڑھتے تھے۔ (بخاری، مسلم) حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! میں سفر کے لئے پابہ رکاب ہوں۔ آپؐ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ فرمایا: عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ "اللہ کا ڈر رکھنا اور جب کسی بلند مقام پر چڑھنا تو تکبیر کہنا" (احمد و ترمذی) کعب بن مالک کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ واپس آکر مسجد میں دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ سفر میں بالعموم آدمی بے اطمینانی کی حالت میں ہوتا ہے لیکن سفر کی حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو باطنی کیفیات ہوتی تھیں ان کا کسی قدر اندازہ ان کلمات سے کیا جاسکتا ہے جو حالت سفر میں آپؐ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے تھے ــــ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج سے یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ہر اونچی زمین پر تین مرتبہ اللہ اکبر کہتا اور پھر فرماتے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ

Marfat.com

کھانے کی دعا:

۱۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَوْ شَرِبَ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ——— ابو داؤد، ترمذی

"حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ کھاتے یا پیتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ——— الْمُسْلِمِیْنَ" حمد وثنا کا مستحق وہ اللہ ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔"[ل]

رنج وغم کے وقت کی دعا:

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْکَرْبِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ——— بخاری ومسلم

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی اور غم کے وقت

وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اٰئِبُوْنَ. تَائِبُوْنَ. عَابِدُوْنَ. سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ.

(بخاری ومسلم) "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اسی کی ہے، حمد وستائش اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اکیلے ہی جمعیتوں کو شکست دی۔"

ف ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مسافر کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک خود وہ شخص نہ چھوڑتا۔ (ترمذی)

ل ظاہری نعمتوں کے ساتھ اس عظیم روحانی نعمت کو بھی یاد فرمایا کہ خدا نے اسلام جیسی بے بہا دولت عطا فرمائی ہے۔ اس نعمت پر خدا کے حضور شکر وسپاس کے جذبات نذر نہ کئے جائیں تو یہ سب سے بڑی احسان فراموشی اور کفرانِ نعمت ہے۔

Marfat.com

یہ کلمات فرماتے: لَا اِلٰهَ ــــ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ کوئی الٰہ نہیں اللہ کے سوا جو عظمت اور بُردبار ہے، کوئی الٰہ نہیں اللہ کے سوا جو عرش عظیم کا مالک ہے، کوئی الٰہ نہیں اللہ کے سوا جو آسمانوں کا رب ہے، زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔[۱]"

کچھ جامع دعائیں:

۱۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ: كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ــــ بخاری، مسلم، ابوداؤد

"حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ ــــ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ "اے اللہ ہمیں عطا فرما دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔[۲]"

۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ــــ بخاری، مسلم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ ــــ

---

[۱] غم اور پریشانی اور بے چارگی کے عالم میں خدا کی عظمت اور اس کی بزرگی کو یاد کرنا برمحل ہے۔ ایک دوسری روایت میں بھی آیا ہے جب آپ کو کوئی فکر دامن گیر ہوتی تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرماتے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اور جب دعا اور گریہ میں انہماک زیادہ بڑھ جاتا تو فرماتے: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ (ترمذی)۔ ایک روایت میں ہے کہ بے چینی اور اضطراب والم کی حالت میں فرماتے: يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ "اے زندہ جاوید! اے کائنات کو سنبھالنے والے! تیری رحمت سے میری فریاد ہے!"

[۲] یہ دعا قرآن سے ماخوذ ہے دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۰۱ یہ دعا انتہائی جامع ہے۔ اس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کو سمیٹ لیا گیا ہے۔

Marfat.com

وَالْمَمَاتِ" اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور انتہائی بڑھاپے اور ضعف سے اور بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے[۹]"

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیٰوةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ ——— مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ ——— مِنْ کُلِّ شَرٍّ" اے اللہ، درست فرما دین کو جو میرے کاموں اور میرے معاملہ کا محافظ ہے[۱۰] اور درست فرما میری دنیا کو جس میں میرا رہنا سہنا ہے اور درست فرما میری آخرت کو جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور میری زندگی کو ہر نیکی میں بڑھا اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے راحت و آرام کا سبب بنا[۱۱]"

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ——— مسلم

---

۹ مطلب یہ ہے کہ ہر فتنہ اور آزمائش میں تو میری مدد کر اور مجھے گمراہی اور ہلاکت سے بچالے۔

۱۰ دین کے ذریعہ ہمارے نفس، مال وغیرہ ہر چیز کی حفاظت ہوتی ہے۔ ہمارا دین خود ہمارا پاسباں ہے کسی کا یہ قول کتنا صحیح ہے کہ جتنی حفاظت مسلمانوں نے اسلام کی کی ہے اس سے کہیں زیادہ خود اسلام نے ان کی حفاظت کی ہے۔ دین نے ہر ایک کے حقوق ٹھہرائے ہیں۔ دین کی درستی سے آدمی ہر طرح کی تباہی و بربادی سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۱ یعنی میری موت میرے حق میں بہتر ثابت ہو۔ موت مجھے ہر طرح کے فتنوں سے بچنے کا ذریعہ ہو اور وہ ہمیں دائمی راحت و مسرت سے ہمکنار کرے۔

Marfat.com

"حضرت عبداللہ بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ــــ وَالْغِنٰی "اے اللہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں ہدایت، تقویٰ عفت اور غنا۔"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْا یَقُوْلُ: رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْھُدٰی لِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا لَکَ ذَاکِرًا لَکَ رَاھِبًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاھًا مُنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ ــــــــ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ

"حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے تھے رَبِّ اَعِنِّیْ ــــــ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ "رب! میری مدد کر میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر۔ مجھے فتح عطا کر اور میرے خلاف کسی کو فتح نہ دے۔ میرے لئے خفیہ تدبیر کر اور میرے خلاف کسی کیلئے خفیہ تدبیر نہ کر اور مجھے ہدایت دے اور سیدھے راستے پر چلنا میرے لئے آسان کر دے۔ اور اس کے خلاف میری مدد کر جس نے مجھ پر زیادتی کی ہو۔ رب! بنا مجھے اپنا شکرگذار، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے (رب سے) ڈرنے والا، اپنا فرمانبردار، اپنی طرف عاجزی کرنے والا اور زیادہ آہیں بھرنے والا اور رجوع کرنے والا۔ رب! میری توبہ قبول فرما، میرے گناہ کو دھو ڈال، میری دعا قبول کر۔ میری دلیل وحجت کو باقی رکھ۔ میری زبان کو درست رکھ اور میرے دل کو ہدایت سے نواز اور میرے سینہ (دل) کی سیاہی کو نکال دے[1]۔"

---

[1] یعنی میرے اندر وہ تمام ظاہری و باطنی اوصاف پیدا کر دے جو تجھے پسند ہیں۔ مجھے زندگی کی وہ تمام پاکیزگیاں عطا ہوں جو تیرے اطاعت شعار بندوں کی سب سے قیمتی متاع ہیں۔

Marfat.com

۶۔ وَعَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ ـــــ ترمذی، نسائی

"ابن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ ـــــ الْاَرْبَعِ" اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے دل سے جس میں عاجزی و فروتنی نہ ہو اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے اور ایسے نفس سے جو آسودہ نہ ہو، اور ایسے علم سے جو فائدہ بخش نہ ہو۔ میں ان چاروں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"[۳]

۷۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ ـــــ ابوداود، نسائی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ ـــــ الْاَخْلَاقِ" اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ مخالفت، نفاق اور بد اخلاقی سے۔"

۸۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ وَمَالِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ ـــــ ترمذی

---

[۳] معلوم ہوا کہ کامیاب شخص وہی ہے جو لایعنی باتوں سے دور رہتا ہے۔ جو فضول کاموں میں اپنے اوقات کو ضائع نہیں کرتا۔ جس کا دل نرم، خدا کے آگے جھکا ہوا ہو جس کا نفس بے صبر نہ ہو۔ جو قانع اور خدا کے فیصلہ پر راضی ہو۔

Marfat.com

"حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ———— البَارِدِ "اے اللہ میں طالب ہوں تیری محبت کا اور ان کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کا جو مجھے تیری محبت تک رسائی بخشے! اے اللہ تو اپنی محبت کو میرے لئے محبوب تر بنادے میرے اپنے نفس سے، میرے اپنے مال سے، میرے اپنے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے[۱] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت داؤدؑ کا ذکر کرتے تھے تو فرماتے تھے وہ بہت ہی بڑے عابد شخص تھے"۔

۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنِيْ حُبُّهُ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ ———— ترمذی

"حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] بندے کا خدا سے تعلق اور رشتہ محض حاکم و محکوم کا نہیں ہے بلکہ خدا ہی سچے بندے کے لئے ایک معبود اور محبوب و مطلوب ہستی بھی ہے قرآن میں بھی اہل ایمان کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ خدا سے بے انتہا محبت رکھتے ہیں۔ ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ ۱۶۵) "اور جو اہل ایمان ہیں انہیں تو سب سے بڑھ کر محبت اللہ ہی سے ہوتی ہے"۔ ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۖ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المائدہ ۵۴) "اے ایمان لانے والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھرے گا تو پھرے، اللہ جلد ہی اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اس کو محبت ہوگی اور اس سے انہیں محبت ہوگی۔ وہ اہل ایمان کے لئے نرم اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے"۔ ایمان اور اسلامی تعلیم کی

Marfat.com

فرماتے تھے:

"اے اللہ! مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت عطا فرما جس کی محبت تیرے نزدیک میرے لئے فائدہ بخش ہو۔ خدایا! جو کچھ تو نے مجھے میری پسندیدہ چیزوں میں سے دیا ہے اُسے اپنے پسندیدہ کاموں میں میرا معین بنا دے۔ خدایا! جو کچھ تو نے میری پسندیدہ چیزوں میں سے مجھ سے روک رکھا ہے اُسے تو میرے حق میں ان چیزوں کے لئے موجبِ فراغ بنا جو تجھے پسند ہیں"

(۱۰) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّى بِنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ صَلٰوةً فَأَوْجَزَ فِيهَا فَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْقَوْمِ لَقَدْ خَفَّفْتَ وَأَوْجَزْتَ الصَّلٰوةَ فَقَالَ أَمَّا عَلَيَّ ذٰلِكَ لَقَدْ دَعَوْتُ فِيهَا بِدَعَوَاتٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ تَبِعَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ هُوَ أُبَيٌّ غَيْرَ أَنَّهُ كَنّٰى عَنْ نَفْسِهِ فَسَأَلَهُ عَنِ الدُّعَاءِ ثُمَّ جَاءَ وَأَخْبَرَ بِهِ الْقَوْمَ: اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى

انتہا محبتِ الٰہی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے انجیل اور قرآن میں "زندگی" کہا گیا ہے۔ ہم دل و جان سے اللہ سے محبت کریں۔ زندگی درحقیقت یہی ہے حضرت مسیحؑ سے دریافت کیا گیا کہ توریت کے احکام میں سب سے اعلیٰ حکم کیا ہے؟ فرمایا "خدا کی محبت تمام دل تمام روح، تمام عقل سے کرنا ہی سب سے اول اور اعظم حکم ہے" (متی: ۲۲)

زبور میں جو ترانے اُن کی طرف منسوب ہیں ان سے بھی اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کو اپنے رب سے انتہائی محبت تھی اور وہ بڑے ہی عبادت گذار تھے۔ مثال کے طور پر زبور کے یہ فقرے ملاحظہ ہوں: "اے خدا! تو میرا خدا ہے۔ میں دل سے تیرا طالب ہوں گا۔ خشک اور پیاسی زمین میں جہاں پانی نہیں میری جان تیری پیاسی اور میرا جسم تیرا مشتاق ہے اسی طرح میں نے مقدِس میں تجھ پر نگاہ کی تاکہ تیری قدرت اور حشمت کو دیکھوں کیونکہ تیری شفقت زندگی سے بہتر ہے میرے ہونٹ تیری تعریف کریں گے۔ اسی طرح میں عمر بھر تجھے مبارک کہوں گا اور تیرا نام لیکر اپنے ہاتھ اٹھایا کروں گا میری جان گویا گودے اور چربی سے سیر ہوگی اور میرا منہ مسرور لبوں سے تیری تعریف کرے گا جب میں بستر پر تجھے یاد کروں گا اور رات کے ایک ایک پہر میں تجھ پر دھیان کروں گا" (زبور ۶۳: ۱-۶)

یعنی اس دعا کا یہ اثر ہو کہ تیری مرضیات مجھے محبوب ہو جائیں اور جو تجھے پسند ہے وہی میں بھی پسند کرنے لگوں۔

الْخَلْقِ اَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّي اَللّٰهُمَّ وَاَسْئَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَاَسْئَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَاَسْئَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَاَسْئَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَاَسْئَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَاَسْئَلُكَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ وَاَسْئَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ ۔ اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ ــــــــــ نسائی

"عطاء بن سائبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ عمارؓ بن یاسر نے ہمیں نماز پڑھائی۔ انہوں نے نماز میں اختصار کیا۔ بعض لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم نے نماز ہلکی پڑھی اور نماز کو مختصر کر دیا۔ انہوں نے کہا، مجھے یہ تخفیف مضر نہیں کیونکہ میں نے اس نماز میں ایسی دعائیں کی ہیں جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر جب وہ کھڑے ہوئے تو لوگوں میں سے ایک شخص ان کے پیچھے ہو لیا اور وہ میرے والد تھے۔ عمارؓ سے وہ دعا پوچھی پھر آئے اور لوگوں کو اس سے آگاہ کیا، (وہ دعا یہ ہے) اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ ــــــــــ هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ "اے اللہ بحق اپنے علم غیب کے اور بحق اپنی قدرت کے جو تجھے مخلوق پر حاصل ہے مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہو اور مجھے موت دے جب کہ موت تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہو، اے اللہ! اور میں تجھ سے کھلے چھپے ہر حال میں تیرا خوف مانگتا ہوں اور میں تجھ سے اس کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے حق بات کہنے کی توفیق حاصل ہو، خوشی کی حالت میں بھی اور ناراضی کی حالت میں بھی اور میں تجھ سے اس کا طلب گار ہوں کہ . . . راہِ اعتدال پر قائم رہوں افلاس میں بھی اور وسعت اور غنا کی حالت

Marfat.com

ہیں بھی[8] میں تجھ سے ایسی نعمت کا طالب ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور میں تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد رضا کا طالب ہوں[9] اور میں تجھ سے موت کے بعد خنکی حیات کا طالب ہوں[10]، تجھ سے لذتِ دید کا طالب ہوں کہ تیرے روئے مبارک کی طرف دیکھوں اور مجھے تیری ملاقات کا ایسا شوق درکار ہے جو ضرر رساں نہ ہو اور نہ فتنہ وگمرہی میں مبتلا کرنے والا ہو[11]
اے اللہ! ہمیں زینتِ ایمان سے مزین فرما[12]۔ اور ہمیں ان لوگوں کی سیدھی راہ پر لگا جو ہدایت یافتہ ہیں"۔

توبہ واستغفار:

۱۔ عَنْ اَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

[8] یعنی تنگی وخوشحالی ہر حالت میں میری زندگی کا توازن برقرار رہے۔ میں غیر معتدل اور نامناسب روش کسی حال میں اختیار نہ کروں۔

[9] یعنی تیرے حکم اور تیرے فیصلہ پر میں ہر حال میں راضی رہوں۔ مجھے اصلاً جو چیز مطلوب ہو وہ تیری رضا اور خوشنودی کے سوا کچھ اور نہ ہو۔

[10] یعنی موت کے بعد وہ راحت اور آرام میرے حصے میں آئے جس کا تونے اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرمایا ہے۔

[11] یعنی یہ شوق ایسا نہ ہو کہ مجھے کسی فتنہ وگمرہی میں مبتلا کردے اور میں احکام سے غافل ہو جاؤں مجھے وہ شوق مطلوب چاہیے جس کے سبب میں زیادہ سے زیادہ تیری اطاعت وفرماں برداری کرسکوں۔

[12] معلوم ہوا کہ ایمان حیات کی زینت اور رونق ہے۔ ایمان کو ایک بے کیف اور خشک نظریہ سے وہی لوگ تعبیر کرسکتے ہیں جو ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہیں۔ قرآن سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایمان دلوں کی زینت اور رونق ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ (الحجرات: ۷) "لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنادیا اور اسے تمہارے دلوں میں رچا بسا دیا اور کفر اور فسق وفجور اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناگوار بنا دیا یہی لوگ سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں"۔

Marfat.com

إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي حَتَّى أَسْتَغْفِرَ اللهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ، أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ تُوبُوا إِلَى رَبِّكُمْ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَتُوبُ إِلَى رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ.

"اغر مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے دل پر ایک پردہ سا آجاتا ہے یہاں تک کہ میں خدا سے ہر روز سو بار مغفرت چاہتا ہوں[1]۔ مسلم و ابو داؤد اس کے راوی ہیں۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: توبہ کرو اپنے رب کے حضور میں، بخدا میں ہر روز اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے حضور میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔"

۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَاللهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً ــــــ بخاری

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بخدا میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔" ــــــ بخاری

۳۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَتْ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ ــــــ ابوداؤد، ترمذی، حاکم

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ توبہ و استغفار میں نفس کی گھٹن اور کدورت زائل کرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ آدمی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے۔ دنیوی علائق و لوازمات میں دل کی کیفیت یکساں نہیں رہتی۔ توبہ و استغفار سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور وہ ابر جو آسمانِ دل پر آجاتا ہے بآسانی صاف ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

"ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کہا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ـــــ اَتُوْبُ اِلَیْهِ" میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ زندہ جاوید اور قیوم ہے اور اسی کے حضور میں توبہ کرتا ہوں" اس کے گناہ بخش دیئے گئے اگرچہ وہ جنگ سے دپیٹھ پھیر کر بھاگا ہو[1]۔"

۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِکُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَیَغْفِرُ لَهُمْ ـــــ مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) ایسے لوگوں کو پیدا کرے جو گناہ کر کے اللہ سے مغفرت کے طالب ہوں اور اللہ ان کو بخشدے[2]۔"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ

---

[1] آدمی جتنا زیادہ خدا کا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اُسے خدا کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اور اتنا ہی زیادہ اُسے اپنے اندر قصور نظر آتا ہے۔ اپنے تمام ترنیک اعمال، اخلاص و تقوٰی کے باوجود وہ خدا کے سامنے اپنے کو خطاکار ہی سمجھتا ہے۔

[2] سچے دل سے جب کوئی شخص اپنے گناہ پر نادم ہوتا ہے اور خدا سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے تو خدا اس کے بڑے سے بڑے گناہ کو بھی بخش دیتا ہے۔ ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا گیا ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ "گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا" (ترمذی، بیہقی فی شعب الایمان) ہمارے لئے اس حدیث میں تسلی و تشفی کا بڑا سامان موجود ہے۔ توبہ کے سلسلے میں یہ بات سامنے رہنی چاہیئے کہ اگر کسی نے کسی شخص کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا ہے تو توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ حتی الوسع نقصان کی تلافی بھی کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ـــــــ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص، استغفار کو اپنے اوپر لازم کرے تو اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے اور ہر غم و پریشانی سے اُسے نجات دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے اور اس طرح رزق بہم پہنچاتا ہے جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا[1]۔“

۶- وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ ـــــــ ترمذی، ابن ماجہ، دارمی

”حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان خطاکار

---

[1] اس حدیث سے اوپر کی حدیث کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے بڑی تسلی ہے جو بشری کمزوری کے سبب کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہوں اور اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوں۔ اس حدیث میں دراصل اس حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ انسان کی اصل خوبی اور اس کی فطرت کا اصل کمال یہ نہیں ہے کہ اس سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہو۔ یہ خوبی اور کمال تو خدا نے فرشتوں کے لئے رکھا ہے۔ انسان کے لئے جو خوبی رکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب کبھی اس سے کوئی قصور ہو جائے تو اُسے شرم دامنگیر ہو۔ وہ جلد سے جلد سنبھل جائے۔ قصور کی تلافی کرے اور اپنی اصلاح کی کوشش میں لگ جائے۔ انسان اگر اپنی لغزش پر سنبھلتا اور اصلاح و تلافی کے لئے کوشاں ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسکی اصل فطرت گندی نہیں ہوئی ہے گندگی اگر لگی ہے تو اوپر ہی لگی ہے۔ آدمی کی ہلاکت اور موت تو یہ ہے کہ اسکی فطرت ہی کو گندگی لگ جائے صدہا گناہ اور نافرمانیوں کے باوجود اسے اسکا احساس نہ ہو کہ وہ کس حال میں مبتلا ہے۔ انسان کو خدا نے نیکی اور گناہ دونوں کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے ایسی مخلوق سے جس میں نیکی اور گناہ دونوں کی استعداد موجود ہو بے گناہی مطلوب نہیں ہو سکتی۔ ایسی مخلوق کے لئے بڑا مقام یہی ہے کہ جب بھی بتقاضائے بشریت اس سے کوئی خطا ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے بلکہ نادم ہو اور خدا سے مغفرت کا طالب ہو۔

Marfat.com

ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔[۲]"

۷- وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ غُفِرَ لَهٗ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ ——— ترمذی، ابوداؤد

بلال بن یسار رضؓ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور ان سے ان کے دادا نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ ——— وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ "میں بخشش طلب کرتا ہوں، اس خدا سے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں جو زندۂ جاوید اور قائم بالذات اور سارے جہاں کا قائم رکھنے والا ہے اور میں اسی کی طرف پلٹتا ہوں۔" اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ جہاد سے فرار ہوا ہو۔[۳]"

۸- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

[۱] معلوم ہوا کہ استغفار بہت سی پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ کتنی ہی پریشانیاں آدمی کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ استغفار کرنے سے خدا اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کی پریشانیاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔

[۲] خطا اور غلطی انسان سے ہوتی ہی رہتی ہے لیکن بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ خدا کی بارگاہ میں اپنی خطاؤں کی معافی طلب کرتے رہتے ہیں۔

[۳] توبہ اگر دل سے کی جائے تو بڑے سے بڑے گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں حتی کہ اس شخص کی بھی بخشش ہو سکتی ہے جو میدانِ جہاد سے دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگا ہو۔

ابوداؤد کی روایت میں بلال بن یسار کے بجائے ہلال بن یسار آیا ہے۔

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَةَ مَرَّةٍ ـــــــ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ

”حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک نشست میں سو بار فرماتے: رَبِّ اغْفِرْلِي ــــــ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ” اے رب مجھے بخش دے اور مجھ پر عنایت فرما۔ بیشک تو سب سے بڑھ کر توبہ قبول کرنے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے۔“

Marfat.com

اللہ کا ذکر

اللہ کی یاد اور اس کا ذکر درحقیقت اسلام کی اصل روح اور بنیاد ہے۔ اس کے بغیر انسان کو وہ زندگی حاصل ہی نہیں ہوتی جو اسلام میں مطلوب ہے اللہ کی یاد اور اس کا خیال ہی ہے جو انسان کی زندگی کو مستقل طور سے خدا اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے جس طرح جسمانی وجود کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ سانس کی آمد و شد کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہے، ٹھیک اسی طرح ہمارے روحانی اور اخلاقی وجود کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ ہم ہمہ وقت خدا کی طرف راغب ہیں ہماری زبان دائماً اس کے ذکر سے تر رہے۔ خدا کا خیال دل میں اس طرح بس جائے کہ وہ ہمارے شعور سے گزر کر تحت الشعور اور لاشعور تک میں اتر جائے اور پھر ہماری حرکات و سکنات، ہماری چال ڈھال، ہماری گفتگو اور خاموشی غرض ہماری ہر چیز اس بات کی غماز ہو کہ ہم ایک خدا کے بندے اور اس کے غلام ہیں۔ اس کی عظمت کا احساس ہمیں غافل اور بے پروا ہونے سے باز رکھے اور اس کی رضا طلبی کا جذبہ ہر آن ہمیں اس بات کا جویا رکھے کہ کس طرح ہمیں زیادہ سے زیادہ کار نیک کی توفیق حاصل ہو۔ ہمیں کسی نیک کام کی توفیق حاصل ہو جائے تو ہم خدا کا شکر ادا کریں۔ مصیبت اور تکلیف کے وقت ہم اس کی رحمت کے طالب ہوں۔ ہر مصیبت اور مشکل میں اسی کی طرف رجوع کریں۔ گناہ اور برائی کا کوئی موقع سامنے آئے تو ہم خدا سے ڈر جائیں۔ ہم سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو فوراً اس سے معافی چاہیں۔ ہر حاجت اور ضرورت کے وقت اس سے دعا مانگیں ہر کام خدا کے نام سے کریں۔ کھانا کھائیں تو خدا کا نام لے کر کھائیں سونے جائیں تو خدا کو یاد کر کے سوئیں۔ سو کر اٹھیں تو خدا کا نام لیتے ہوئے اٹھیں۔ عام حالات میں بھی کسی نہ کسی بہانے سے خدا کا نام زبان پر آتا رہے۔ یہی درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔

اسلامی زندگی کا یہ عین تقاضا ہے کہ خدا کی یاد آدمی کی رگ رگ میں رچ بس گئی ہو۔

Marfat.com

اس دائمی ذکر کے بغیر ہماری وہ عبادتیں بھی جو مخصوص اوقات میں ادا کی جاتی ہیں۔ کوئی خاص اثر نہیں دکھا سکتیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں صرف ذکر کی نہیں بلکہ "ذکرِ کثیر" کی تاکید فرمائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (الاحزاب: ۴۱)

اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعہ: ۱۰)

اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ذکر اللہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر پورے دین کو "ذکر رب" سے تعبیر فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد ہے:

وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (الجن: ۱۶-۱۷)

اور یہ کہ اگر وہ راہ پر ٹھیک ٹھیک لگ جاتے تو ہم انہیں وافر پانی سے سیراب کر دیتے تاکہ ہم اس میں ان کو آزمائیں اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا تو وہ اسے عذاب میں چڑھاتا چلا جائے گا۔

ذکر کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو یاد کرتے رہیں:

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ (الاعراف: ۲۰۵)

اور اپنے رب کو صبح و شام یاد کرتے رہو، اپنے جی میں گڑگڑاتے اور ڈرتے ہوئے اور دھیمی آواز کے ساتھ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غافل ہیں۔

اللہ کے ذکر سے غافل ہونے کو موجب خسران بتایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ

اے ایمان والو! تمہارے مال تمہیں اللہ کی

Marfat.com

أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (المنافقون: ۹)

یاد سے غافل نہ کریں اور نہ تمہاری اولاد، اور جو کوئی ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ خسارے میں پڑنے والے ہیں۔

اہل ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۵)

اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

فرمایا گیا جو بندے مجھ کو یاد کریں گے میں بھی ان کو یاد کروں گا۔

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (البقرہ: ۱۵۲)

(میرے بندو!) مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد کروں گا اور میرے شکر گزار بنو اور احسان فراموشی نہ کرو۔

ذکر کو اطمینانِ قلب کا موجب بتایا گیا اور بتایا گیا کہ جو اہل ایمان ہیں ان کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے ہی اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد: ۲۸)

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ سن رکھو اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

عبادت سے فراغت کے بعد خاص طور سے ذکر اللہ کی تاکید فرمائی گئی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ذکر اللہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے کسی حالت میں فراغ مطلوب نہیں۔ یہ عبادت ہر وقت جاری رہنی چاہیے اور اس کو مستقل اپنا وظیفۂ حیات بنا لینا چاہیئے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ (النساء: ۱۰۳)

جب تم نماز ادا کر لو تو اللہ کا ذکر کرو (ہر حالت میں) کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے۔

جمعہ کی نماز کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

Marfat.com

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعہ:۱۰)

پھر جب (جمعہ کی) نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

حج کے بارے میں فرمایا گیا:

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ: ۲۰۰)

پھر جب تم اپنے مناسک ادا کر کے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو جیسے کہ تم (تفاخر کے طور پر) اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔

قرآن کی بعض آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اونچے سے اونچے اعمال اور عبادات کی روح اور اس کا مقصد اللہ کا ذکر اور اس کی یاد ہی ہے مثلاً نماز کے بارے میں فرمایا:

أَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِذِكْرِي (طٰہٰ:۱۴) میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

مناسک حج کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللَّهِ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اور جمرات کی رمی یہ سب چیزیں اللہ کے ذکر کے لئے مقرر ہوئی ہیں۔

جہاد کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (الانفال: ۴۵)

اے ایمان والو! جب تمہاری مڈبھیڑ دشمنوں کے کسی گروہ سے ہو جائے تو (لڑائی میں) ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ امید ہے تم فلاح یاب ہو گے۔

اہل بصیرت کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کا غور و فکر اللہ کی یاد سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ کسی حالت میں

Marfat.com

اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ کائنات کی ہر چیز انہیں اللہ کی عظمت اور اس کے عدل کی یاد دلاتی رہتی ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ. الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (آلِ عمران: ۱۹۰-۱۹۱)

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے ایک دوسرے کے بعد باری باری آنے میں ارباب دانش کے لئے نشانیاں ہیں۔ ان (ارباب دانش) کے لئے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں): ہمارے رب! تو نے یہ سب بیکار نہیں بنایا ہے۔ باعظمت پاکیزگی والے رب! ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔

اللہ کا ذکر اور اس کی یاد سارے اعمال کی جان ہے، اس کے بغیر سارے اعمال بے روح ہو جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں واضح فرمایا ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ: أَيُّ الْمُجَاهِدِينَ أَعْظَمُ أَجْرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ أَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرًا. قَالَ: أَيُّ الصَّائِمِينَ أَكْثَرُ أَجْرًا؟ قَالَ: أَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ذِكْرًا ثُمَّ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ وَالْحَجَّ وَالصَّدَقَةَ كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ ذِكْرًا ـــــــ مسند احمد

" معاذ بن انس جہنی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! جہاد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔

Marfat.com

اُس نے عرض کیا: روزہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ اجر پانے والا کون ہے؟
فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔ پھر اس شخص نے اسی طرح نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ ادا کرنے والوں کے بارے میں پوچھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کا یہی جواب دیا کہ جو ان میں اللہ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو۔"

Marfat.com

ذکر اللہ کی اہمیت:

۱۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ؟ قَالَ: اَلذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ، قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ: لَوْضَرَبَ بِسَیْفِہٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا فَاِنَّ الذَّاکِرَ لِلّٰہِ اَفْضَلُ مِنْہُ دَرَجَۃً ——— احمد، ترمذی

"حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا بندہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن افضل اور بلند مرتبہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا اس شخص سے بھی ان کا درجہ بڑھا ہوا ہے جو راہ خدا میں جہاد کرے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اگر کوئی اپنی تلوار کفار و مشرکین میں چلائے یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ خود خون سے رنگین ہوگیا پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والا اس سے مرتبہ میں بہتر ہے[1]۔"

---

[1] ذکر یا اللہ کی یاد حقیقت میں اسلام کی روح اور غایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی بڑے سے بڑے عمل میں اگر خدا کی یاد، اس کی محبت اور اس کی رضا اور خوشنودی کے حاصل کرنے کا جذبہ شامل نہ ہو تو اس عمل کا خدا کی نگاہ میں کچھ بھی وزن نہیں ہے۔ اس کے برعکس تھوڑا عمل بھی اگر کامل للّٰہیت کے ساتھ ہو اور اس کا اصل محرک خدا کی یاد اور اس کی محبت ہو تو اسلامی نقطۂ نظر سے اس عمل کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ کے ذکر کو ہر چیز کے مقابلہ میں فوقیت اور عظمت حاصل ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے: وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (العنکبوت: ۴۵) "اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے" اسلام میں اچھے سے اونچے اعمال کی روح اور غایت ذکر اللہ ہی ہے مثلاً

Marfat.com

۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِیْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلٰى جَبَلٍ يُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ، فَقَالَ: سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ، قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ ———— مسلم

"حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستے پر جا رہے تھے، آپ ایک پہاڑ پر سے گزرے جسے جمدان[1] کہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: چلو یہ جمدان ہے، "مفردون" سبقت لے گئے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ "مفردون" کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں[2]"

نماز کے بارے میں ارشاد ہوا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ: ۱۴) "میری یاد کے لئے نماز قائم کرو" جہاد کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال: ۴۵) "اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو (لڑائی میں) جمے رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، شاید تم کامیاب ہو جاؤ" کوئی بھی عمل ہو اس میں جان اللہ کی یاد سے ہی پڑتی ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: ذِكْرُ اللّٰهِ "کیا میں تمہیں بتاؤں) تمہارے وہ اعمال جو بہترین اور پاکیزہ ہیں تمہارے بادشاہوں کے نزدیک اور بلند ہیں تمہارے درجات میں اور تمہارے لئے بہتر ہیں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے اور تمہارے لئے بہتر ہیں اس سے کہ تمہاری اپنے دشمن سے مڈبھیڑ ہو اور تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے" یعنی انفاق اور جہاد وغیرہ سے ذکر اللہ کا درجہ بڑھا ہوا ہے (مالک، احمد، ترمذی، ابن ماجہ) [1] یہ ایک پہاڑی کا نام ہے جو مدینہ کے قریب ایک دن کی مسافت پر ہے۔

۳۔ وعن عبد اللّٰہ بن بسرؓ قال: جاء اعرابی الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ای الناس خیر فقال: طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ، قال: یا رسول اللّٰہ! ای الاعمال افضل؟ قال: ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللّٰہ (احمد ترمذی)

"حضرت عبداللہ بن بسرؓ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: کونسا آدمی بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: مسرت (اور خوشخبری) اس کے لئے جس نے لمبی عمر پائی اور اچھے کام کئے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کونسا عمل بہتر ہے۔ فرمایا: یہ کہ تو دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔[۴]"

۴۔ وعن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ان اللّٰہ یقول انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ —— بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں۔[۵]"

۵۔ وعن ابی ہریرۃ وابی سعیدؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون اللّٰہ الا حفتھم الملٰئکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت

۳؎ "مفردون" کے لغوی معنی ہیں اپنے کو سب سے الگ، اکیلا اور ہلکا پھلکا کر لینے والے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رُوح کی غذا خدا کی یاد ہے جو سب طرف سے کٹ کر ایک خدا کے ہو گئے ہوں۔ جن کا قبلہ مقصود خوشنودیٔ رب کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں۔ لغو اور لایعنی کاموں سے جنھوں نے اپنے کو آزاد کر لیا ہو۔ یہی مقام تفرید ہے۔ اسی کو قرآن کریم نے "تبتل" سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا "اور اپنے رب کا نام لو اور سب کچھ چھوڑ کر اسی کی طرف لگ جاؤ۔"

۴؎ یعنی تو خدا کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہو۔ یہاں تک کہ تیری موت آجائے۔

۵؎ یعنی کوئی بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو اسے میری معیت میرا قرب اور میرا تعاون حاصل ہوتا ہے۔ میں اپنے ایسے بندے کی طرف سے غافل نہیں ہوتا۔

Marfat.com

عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ ـــــ مسلم

"ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب بھی لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازماً فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں[1] اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے[2] اور اللہ ان (فرشتوں) میں ان کا ذکر کرتا ہے جو اس کے قریب ہیں[3]۔"

۷۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ ـــــ ترمذی

"حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ بات نہ کیا کرو۔ کیونکہ غیر اللہ کے ذکر کے کلام کی کثرت دل کیلئے قساوت ہے اور لوگوں میں اللہ سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کے دل میں قساوت ہے[4]۔"

---

[1] بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی جانب سے کچھ فرشتے اسی کام کیلئے مقرر ہیں کہ وہ اُن لوگوں کی تلاش میں رہیں جو خدا کا ذکر کرتے ہوں جب وہ کسی جگہ ذکر کرنے والوں کو پالیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہیں کہ آؤ جس چیز کی ہمیں تلاش تھی وہ یہاں موجود ہے۔ پھر وہ ذکر کرنے والوں کو اپنے پروں سے ڈھک لیتے ہیں اور آسمانِ دنیا تک پھیل جاتے ہیں۔

[2] خدا کی رحمت انہیں گھیر لیتی ہے۔ وہ خدا کی خصوصی رحمت کے مستحق ہو جاتے ہیں اور خدا انہیں اطمینان و سکون کی دولت سے نوازتا ہے شبہات اور تردّدات انہیں نہیں ستاتے انہیں کامل یقین و طمانیت حاصل ہوتی ہے سکینت کیلئے خدا کی طرف سے خصوصی عطیہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس خصوصی نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ دیکھئے سورۃ التوبہ: ۴۰۔ الفتح: ۴، ۲۶۔

[3] بندے کے لئے کتنے بڑے شرف کی بات ہے کہ اس کا رب اس کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں کے درمیان فرمائے۔

[4] سوز و گداز، نرمی اور لطافتِ احساس درحقیقت دل کے بنیادی اوصاف ہیں۔ ان اوصاف کو باقی رکھنے اور

Marfat.com

۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ ——— ابوداؤد

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک نشست ایسی گزاری جس میں اس نے اللہ کو یاد نہ کیا اس پر اللہ کی طرف سے تباہی مسلط ہوگئی اور جو شخص کہیں لیٹا اور اس میں اس نے خدا کو یاد نہیں کیا اس پر خدا کی طرف سے تباہی مسلط ہوگئی[۱۰]۔"

۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ

انہیں نشوونما دینے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی خدا کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔ اس کی گفتگوئیں خدا کے ذکر سے خالی ہوں۔ آدمی کا دل اس کے ہر قول و عمل کے اثر کو قبول کرتا رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص خدا سے غافل ہو کر اس کے ذکر کے بغیر گزرتے زبان چلاتا رہے گا تو اس کا دل پر لازماً بُرا اثر پڑے گا۔ اس کا دل سخت بے حس اور بے نور ہو جائے گا۔ ظاہر ہے ایسا دل جو سخت اور بے حس ہو جائے خدا کی عنایات کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے۔ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی گفتگوؤں میں خدا کے ذکر کو شامل رکھے۔

[۱۰] مطلب یہ ہے کہ خدا سے غافل ہونا اپنی حقیقت کے لحاظ سے تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے جو شخص خدا کی یاد سے غافل ہو گیا وہ گویا لٹ گیا۔ مومن کی زندگی کی ساری رونق اور بہار خدا کے ذکر اور اس کی یاد سے ہے۔ خدا کے خوف اور اس کی یاد اور محبت سے وہ اپنے دل کو معمور رکھتا ہے۔ اس کی عظمت کا احساس ہر وقت اسکو ہلا سکتا ہے اور اسکی محبت اسے ہر وقت اپنی طرف متوجہ رکھتی ہے۔ خدا کو بھول جانے کا مطلب اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے اپنی متاعِ عزیز کو کھو دیا۔ اس نے اپنے چمن زار کو اجاڑ دیا۔ آج اگر اُسے اس کا احساس نہیں ہوتا ہے تو کل قیامت اس کا احساس یقیناً ہوگا۔ اس وقت وہ کہے گا کاش وہ زندگی کے کسی لمحہ کو بھی ضائع نہ کرتا تو کتنا اچھا ہوتا!

Marfat.com

حِمَارٍ وَّكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ـــــــ ابوداؤد، حاکم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کسی ایسی مجلس سے اٹھیں جس میں انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو گویا یہ لوگ مردار گدھے کی نعش چھوڑ کر اٹھے ہیں اور یہ ان کے لئے قیامت کے روز حسرت ہوگی[۱۱]۔"

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا يَذْكُرُهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَيِّتِ ـــــــ بخاری و مسلم

"حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے[۱۲]۔"

۱۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی كُلِّ اَحْيَانِهٖ ـــــــ ابوداؤد

---

[۱۱] مطلب یہ ہے کہ خدا کی یاد اور اس کے ذکر کے بغیر اگر کوئی مجلس برخاست ہوگئی تو گویا آدمی نحوست اور وحشت کے مقام کے سوا کسی دوسری جگہ سے نہیں اٹھا ہے۔ اس نے وہاں سے اپنے لئے حسرت سمیٹی ہے۔ فرحت اور مسرت کا سامان نہیں کیا ہے۔

[۱۲] اس حدیث میں ایک عظیم حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کی یاد اور اس کا ذکر ہی حقیقی زندگی ہے۔ خدا سے غافل شخص زندگی سے محروم ہے۔ خدا ہی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی یاد سے آدمی کو حقیقی زندگی میسر آتی ہے۔ حقیقی زندگی اس کے سوا اور کیا ہے کہ آدمی اپنے خدا کو پالے اور دل و جان سے اس سے محبت کرنے لگے۔ انبیاء جس ہدایت سے سرفراز ہوتے ہیں وہ اسی زندگی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ توریت میں ہے: "انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے۔" یعنی خدا کے نازل کردہ احکام و ہدایت کے ذریعہ سے ہی آدمی حقیقی زندگی سے آشنا ہو سکتا ہے۔ انجیل برنباس کا

Marfat.com

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوقات میں اللہ عزوجل کو یاد کرتے تھے۔ (کسی وقت بھی آپ اللہ سے غافل نہیں رہتے تھے)"

ذکر کے بعض پاکیزہ کلمات:

۱۔ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ الْکَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔۔۔۔۔ مسلم

سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام

یہ فقرہ کتنا قابلِ قدر ہے "بدن کھانے سے جیتا ہے اور نفس علم و محبت سے زندگی پاتا ہے" (۱۰۶: ۱۱) یوحنا کی انجیل میں ہے "خدا کی روٹی وہ ہے جو آسمان سے اتر کر دنیا کو زندگی بخشتی ہے۔" (۶: ۲) حضرت مسیحؑ دعا فرماتے ہیں: "ہماری روز کی روٹی (Daily bread) ہمیں روز دیا کر" (متی ۶: ۱۱) حضرت مسیحؑ تمثیلوں میں باتیں کرتے تھے روٹی سے ان کی مراد یہاں وہی چیز ہے جس سے آدمی کو حقیقی زندگی میسر آتی ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْہَا (الانعام: ۱۲۲) "کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس کے لئے روشنی کر دی جس کو لئے ہوئے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہو۔ ان سے نکلنے والا ہی نہ ہو"۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کو جو زندگی حاصل ہوتی ہے غیر اہلِ ایمان اس سے محروم ہوتے ہیں۔

خدا کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید چونکہ حقیقی حیات کا سبب بلکہ انسان کے لئے عین حیات کی حیثیت رکھتے ہیں اسی لئے جنت کی زندگی میں خاص طور سے یہ چیز اہلِ جنت کو غذا سے روحانی کے طور پر ٹھیک اسی طرح حاصل ہوگی جس طرح کہ بلا کسی زحمت بتکلیف کے ہم سانس لیتے ہیں سانس لینے کے عمل میں دوسری کوئی چیز حاجت اور مانع کبھی نہیں ہوتی۔ ہم کوئی بھی کام کر رہے ہوتے ہیں سانس کا عمل برابر جاری رہتا ہے ٹھیک اسی طرح تسبیح و تحمید میں کوئی بھی چیز رکاوٹ نہیں بنے گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں،

Marfat.com

کلموں میں یہ چار افضل ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہ، الحمدُ للّٰہ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللّٰہُ اکبرُ

يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ كَمَا تُلْهَمُونَ النَّفَسَ (مسلم، ابوداؤد عن جابرؓ) اہل جنت کو تسبیح اور تحمید کا الہام ہوتا رہے گا جیسے سانس کا الہام ہوتا ہے۔"

۱؎ "سبحان اللہ" یہ کلمۂ تسبیح ہے اس تسبیح کا مقصود خدا کی عظمت اور برتری کا اقرار و اظہار ہے۔ قرآن کریم نے اپنی سات سورتوں کو کلمۂ تسبیح سے شروع کیا ہے جیسے سورۃ الحدید اس آیت سے شروع ہوتی ہے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "اللہ کی تسبیح کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے" ایسا کلمہ جس سے خدا کی برتری اور عظمت کا اظہار ہو ظاہر ہے حقیقت کی نگاہ میں وہ ایک افضل اور بہترین کلمہ قرار پائے گا۔

۲؎ "الحمد للہ" (حمد اللہ کے لئے ہے) کلمۂ تحمید ہے یعنی خدا کی حمد و ستائش کا کلمہ ہے۔ قرآن کریم کا افتتاح کلمۂ تحمید ہی سے ہوا ہے کسی بندے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسا شرف ہو سکتا ہے کہ اس کی زبان سے اپنے رب کی حمد و ستائش کا کلمہ ادا ہو۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں اور اس کے احسانات کی شکر گزاری کا بھی اس سے بہتر طریقہ دوسرا نہیں ہو سکتا کہ ہم دل اور زبان سے اس کی خوبیوں اور کمالات کا اعتراف کریں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ رَاسُ الشُّکْرِ۔ پھر کلمۂ تحمید کو دعا بھی فرمایا گیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے افضل الدعاء الحمد للہ۔ بظاہر اس کلمہ میں طلب و سوال نہیں ہے لیکن حمد و شکر پر اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ بندہ پر مزید نوازش فرمائے گا (سورۂ ابراہیم: ۷) اسلئے اس کلمہ کو ایک بہترین دعا کہا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح مجرد اللہ کی یاد کو ذکر نہیں کہتے جب تک کہ اس کے ساتھ اللہ کی محبت نہ ہو ٹھیک اسی طرح محض اللہ کی تعریف کا نام حمد نہیں ہے اس کے ساتھ محبتِ الٰہی کا ہونا بھی ضروری ہے (ملاحظہ ہو الفوائد لابن القیم ص۱۹۳) اور محبت طلب کی بہترین قسموں میں سے ہے۔

کلمۂ حمد کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ کائنات کی ہر شے خدا کی حمد و ستائش میں لگی ہوئی ہے (سورۂ بنی اسرائیل: ۴۴) تخلیقِ کائنات اور کائنات کے ہر قانون سے خدا کے جمال و کمال ہی کا اظہار ہوتا ہے اہلِ جنت کی بھی آخری پکار کلمۂ تحمید ہوگا (سورۂ یونس: ۱۰)

Marfat.com

۲- وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى شَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ: اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

؎ لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں) یہ کلمۂ توحید ہے یہ کلمہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ خدا کے سوا دوسرا کوئی خدا اور خدائی صفت سے متصف نہیں۔ اس کے سوا جو ہیں اسی کی مخلوق اور بندے ہیں۔ خدا کے سوا کوئی نہیں جس کو حاکم مطلق اور معبود تسلیم کیا جائے۔ آدمی کا فرض ہے کہ وہ ایک خدا کا بندہ بن کر رہے۔ اپنے جذبات عبودیت کو اسی کے حضور میں پیش کرے۔ خدا کے سوا ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جس کو آدمی اپنا معبود، اپنی تمام تر آرزوؤں کا مرکز اور اپنا حاکم و آقا بنائے۔ توحید کی تعلیم پچھلی کتابوں میں بھی ملتی ہے مثلاً "سن اے بنی اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں اور تو ان کو اپنی اولاد کے ذہن نشین کرنا اور گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اور اٹھتے وقت ان کا ذکر کیا کرنا (استثنا ۶: ۴-۹) ایک دوسری جگہ آیا ہے: "تجھ کو کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرنی ہوگی اس لئے کہ خداوند جس کا نام غیور ہے وہ خدائے غیور ہے بھی" (خروج ۳۴: ۱۴) ایک دوسری جگہ کہا گیا ہے: "تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو آسمان یا زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔"
(خروج ۲۰: ۴-۵)

؎ اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) یہ کلمۂ تکبیر ہے۔ اس کلمہ سے خدا کی بڑائی کا اظہار مطلوب ہے سب خدا کی مخلوق ہیں۔ خدا سے بڑی ہستی کسی کی نہیں ہے۔ یہ چاروں کلمات سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اپنی نوعیت کے لحاظ سے اللہ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہیں اور خدا کی عظمت و جلال اور اس کی توحید کا جامع اظہار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں ان کلموں کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے بلکہ یہاں تک بیان فرمایا گیا ہے کہ جنت چٹیل میدان ہے اس کے درخت اور باغات یہی کلمات ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

Marfat.com

وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوبَ الْعَبْدِ كَمَا يَتَسَاقَطُ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ ——— ترمذی

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جسکے پتے خشک تھے۔ آپؐ نے اس پر اپنا عصا مارا تو پتے جھڑ پڑے آپؐ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ گناہوں کو اسی طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑتے ہیں ؃"

۳- وَعَنْ اَبِي ذَرٍّؓ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلٰئِكَتِهِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" ——— مسلم

"حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا کلام افضل ہے؟ فرمایا: جس کو اللہ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے یعنی "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ؎"

اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ (مسلم) "میرا سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا میرے نزدیک ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے (یعنی دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے محبوب یہ کلمات ہیں)۔"

؃ آدمی اگر شعور کے ساتھ ان کلمات کو پڑھے تو اس کے فکر و عمل میں عظیم انقلاب برپا ہو سکتا ہے، اور اسکی ساری خطاؤں اور غفلتوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔ آدمی کی زندگی کو بدلنے اور اس کو پاکیزگی بخشنے کے لئے یہ کلمات کافی ہیں

؎ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (ہم اللہ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں) کا مطلب بھی وہی ہے جو سبحان اللہ والحمد للہ کا ہے۔ اس کلمہ کی معنوی عظمت و اہمیت کے پیش نظر اس کو بہترین کلمات میں شمار فرمایا گیا اور اس کو خاص طور سے فرشتوں کا وظیفہ قرار دیا گیا۔ ایک روایت میں تو یہاں تک آتا ہے کہ جس شخص نے روزانہ سو دفعہ "سبحان اللہ وبحمدہ" کہا اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ شعور کے ساتھ جو شخص دن

Marfat.com

۴۔ وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ——— بخاری، مسلم، ترمذی

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے، میزان میں بہت بھاری، خداوند مہربان کو بہت پیارے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ؎۔"

۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی اِلَی الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الَّذِیْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (البیہقی فی شعب الایمان)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کو سب سے پہلے قیامت کے دن جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ لوگ ہوں گے جو خوشی اور تکلیف وغم ہر حالت میں خدا کی حمد کرتے ہیں۔"

۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْحَمْدُ رَاْسُ الشُّکْرِ مَا شَکَرَ اللّٰہَ عَبْدٌ لَا یَحْمَدُہٗ ——— البیہقی

"حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمد بنیاد ہے شکر کی جس بندے نے خدا کی حمد وستائش نہیں کی، اس نے شکر ادا نہیں کیا۔"

۷۔ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ اَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْکُلَ الْاُکْلَةَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْہَا اَوْ یَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْہَا۔

——— مسلم، ترمذی

۱؎ کوئی اساس پاکیزہ کلمہ کو پڑھے گا یہ ممکن نہیں کہ یہ کلمہ اس کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو اور اس کی سیرت کو بدل کر نہ رکھدے۔

۲؎ یہ کلمے اللہ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ کلمے نیکی کے پلڑے کو بہت زیادہ جھکانے والے ہوں گے اور ہمہ تن تمام خوبیوں کے باوجود نہ ان کلموں کا پڑھنا کچھ مشکل ہے اور نہ ان کو یاد رکھنا کوئی دشوار کام ہے۔

Marfat.com

"حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا ایسے بندے سے خوش رہتا ہے جو کھانا کھا کر خدا کی حمد کرے اور پانی پی کر خدا کی حمد و ستائش کرے۔"

۸- وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَلِمَۃٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی. فَقَالَ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ـــــــ مسلم، بخاری

"حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں وہ کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں ضرور بتلایئے۔ آپؐ نے فرمایا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ [ا]"

۹- عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَۃَ اَنْفُسٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ ـــــ بخاری، مسلم

[ا] لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ "کوئی تدبیر اور قوت اللہ کے بغیر کارگر نہیں" خدا کی مدد شاملِ حال نہ ہو تو کسی تدبیر سے انسان برائیوں اور گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور اگر خدا اسے قوت اور طاقت نہ دے تو انسان کے بس میں نہیں کہ وہ خدا کی طاعت و بندگی کا فریضہ انجام دے سکے۔ اس کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ آدمی ساری قوتوں کا سرچشمہ خدا ہی کو سمجھے۔ اپنی ذاتی قوت سے کوئی کسی چیز پر حاوی اور غالب نہیں ہو سکتا۔ اس کلمہ کو اگر شعور کے ساتھ پڑھا جائے تو اس سے آدمی پر اپنی بے چارگی اور بے بسی منکشف ہوگی۔ غرور و تکبر ختم ہو جائے گا اپنی ذات یا کسی دوسرے پر بھروسہ کرنے کے بجائے وہ ہمیشہ خدائے واحد پر بھروسہ رکھے گا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ بندہ یہ کلمہ پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے: اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ بیہقی "میرا بندہ مطیع و فرمانبردار بن گیا اس نے راہ تسلیم و رضا اختیار کر لی۔"

Marfat.com

"حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دس بار لَا اِلٰهَ ــــــ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔ بادشاہی اور فرمانروائی اسی کی ہے۔ وہی حمد و ستائش کا مستحق ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے) پڑھا وہ اس شخص جیسا ہوگا جس نے حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے چار غلام آزاد کئے[۹]۔"

۸ وَعَنْ اَبِىْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِىِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ــــــ مسلم

"حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزگی نصف ایمان ہے[۱۰]۔ الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ آسمان وزمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں[۱۱]۔"

۹ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ: جَاءَ اَعْرَابِىٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ عَلِّمْنِىْ كَلَامًا اَقُوْلُهُ، قَالَ: قُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَلَا

---

۹ غلام آزاد کرنا یوں بھی بہت بڑا کارِ ثواب ہے، اور اگر وہ غلام کسی پیغمبر کی اولاد میں سے ہوں تو انہیں آزاد کرنے کا جو اجر و ثواب ہوگا ظاہر ہے۔

۱۰ یعنی صفائی ستھرائی ایمان کے تقاضوں میں ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے لباس اور جسم ہی کو نہیں بلکہ اپنے باطن کو بھی پاک وصاف رکھے۔ بُرے خیالات اور غلط عقائد سے اپنے کو محفوظ رکھے۔ جس نے اپنے ظاہر کو پاک وصاف رکھا، اس نے گویا ایمان کے نصف تقاضے پورے کر لئے۔ جس نے اپنے ظاہر و باطن دونوں کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کی، اس نے گویا ایمان کی تکمیل کر لی۔

Marfat.com

حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ، قَالَ: فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّيْ، فَمَالِيْ؟ قَالَ: قُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ ——— مسلم

"حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا رسول اللہ! مجھے کسی ایسے کلام کی تعلیم دیجیے جسے میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا: کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ——— الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ" اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے اللہ سب سے بڑا ہے، زیادہ سے زیادہ حمد وستائش کا مستحق اللہ ہے، اللہ رب العالمین با عظمت ہے کسی کے پاس کوئی تدبیر اور کوئی قوت نہیں ہے یہ چیز صرف اللہ کے سہارے ملتی ہے جو عزت وغلبہ والا اور ذی حکمت ہے۔" دیہاتی نے عرض کیا: یہ سب تو میرے رب کے لئے ہوئے میرے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ——— وَارْزُقْنِيْ "اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا کر[2]"

---

[1] یعنی ان پاکیزہ کلمات کی برکات اور اجر وثواب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ تم خدا کی حمد وستائش کے ساتھ ساتھ اس سے اپنے لئے رحمت ومغفرت اور حلال رزق کی دعا بھی کرسکتے ہو۔ اس سے ظاہری وباطنی ہر طرح کی بھلائی اور خیر طلب کرسکتے ہو۔

Marfat.com

اعتدال کی راہ

۱. عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَرْجِسَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَۃُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ۔ ترمذی

"عبداللہ بن سرجس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن کردار (نیک چال چلن)، بردباری اور اعتدال و میانہ روی، نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے[1]۔"

۲. وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَّلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَۃِ ـــــــ بخاری

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین آسان ہے اور دین سے جب بھی کسی نے زور آزمائی کی اور اس میں شدت اختیار کی دین نے اُسے ہرا دیا۔ پس میانہ روی اختیار کرو اور اعتدال سے کام لو اور خوشخبری اور صبح و شام اور کچھ رات کے حصے سے مدد حاصل کرو[2]۔"

---

[1] یعنی یہ اوصاف معمولی اور کم درجہ کے نہیں ہیں۔ ان اوصاف کو انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ جو شخص جس قدر اپنی سیرت و کردار میں ان اوصاف کو جگہ دے گا وہ اسی قدر فیضانِ نبوت سے فیضیاب سمجھا جائے گا۔

اعتدال و میانہ روی زندگی کے ہر معاملہ میں مطلوب ہے۔ دانشمند وہی ہے جو زندگی کے تمام معاملات میں افراط و تفریط کے بجائے معتدل طرزِ عمل اختیار کرے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ دین آدمی کے لئے مصیبت بن کر نہیں اترا ہے۔ دین درحقیقت زندگی کے صحیح اور فطری طرزِ عمل کا نام ہے

۳- وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ جَابِرِبْنِ سَمُرَۃَ السَّوَائِیِّ ؓ قَالَ: کُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ، فَکَانَتْ صَلَاتُہٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُہٗ قَصْدًا ـــــ مسلم

"حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرۃ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک تھا، آپ کی نماز بھی اعتدال کے ساتھ تھی اور آپ کا خطبہ بھی اعتدال کے ساتھ تھا۔"

۴- وَعَنْ عَمَّارٍؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ طُوْلَ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِہٖ مَئِنَّۃٌ مِّنْ فِقْہِہٖ فَاَطِیْلُوا الصَّلٰوۃَ

فطرت کی راہ پر چلنا ہی آدمی کے لئے آسان ہے الّا یہ کہ کوئی اپنی فطرت ہی کا باغی ہو جائے کم فہمی، ناعاقبت اندیشی اور دوسرے غلط محرکات کی بنا پر اکثر ایسا ہوا ہے کہ آسان اور فطری دین کو لوگوں نے اپنے لئے مصیبت بنا لیا اور اپنی خود ساختہ دشواریوں کو مذہب کی طرف منسوب کر دیا۔

اس حدیث سے جو بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے وہ یہی کہ دین میں تمہارے لئے معتدل طرزِ عمل پسند کیا گیا ہے جس کو تم اختیار کر سکو۔ اس لئے دین میں غلو اور شدت پسندی سے ہرگز کام نہ لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی طرف سے کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار کرو جو اعتدال سے ہٹا ہوا ہو، زندگی کے توازن کو برقرار رکھو۔ ہر ذمہ داری کو ملحوظ رکھو۔ صبح و شام اللہ کی عبادت کرو اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اسکے حضور میں کھڑے ہو۔ اس طرح اپنے لئے وہ قوت فراہم کرتے رہو جس سے تمہارے لئے سفرِ حیات کی ساری دشواریاں آسان ہو جائیں۔ اور تم خوشی اور مسرت کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار ہو سکو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرہ: ۱۸۵) "اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے سختی نہیں چاہتا"۔

ٰٰ۱؎ نہ تو آپؐ نے بہت لمبی نماز پڑھائی اور نہ بہت مختصر۔ یہی حال آپ کے خطبہ کا بھی تھا۔ خطبہ میں ایسی طوالت نہ تھی کہ سامعین گھبرا جائیں۔

Marfat.com

وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا ——— مسلم

"حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کسی شخص کی نماز کی طوالت اور اس کے خطبہ کا اختصار اس کے فقیہ (دین کا فہم رکھنے والا) ہونے کی دلیل ہے۔ لہذا نماز کو لمبی کرو اور خطبہ کو مختصر رکھو۔ یقیناً بعض خطبے جادو ہوتے ہیں۔[ے]"

۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا: أَبُوْ إِسْرَائِيْلَ نَذَرَ أَنْ يَقُوْمَ فِي الشَّمْسِ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ۔ بخاری

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرمارہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ آپؐ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا: یہ ابواسرائیل ہیں۔ انھوں نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑے رہیں گے، نہ بیٹھیں گے اور نہ سایہ لیں گے، نہ بات چیت کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: ان سے کہو بات چیت کریں، سایہ لیں، بیٹھیں اور روزہ پورا کریں۔[ش]"

ے مطلب یہ ہے کہ خطبہ بہت لمبا نہیں ہونا چاہیے۔ خطبہ کے مقابلہ میں نماز لمبی ہونی چاہیے۔ یہ بڑی ناسمجھی کی بات ہوگی کہ آدمی نماز تو بہت ہی مختصر پڑھائے مگر خطبہ اس کا بہت لمبا ہو۔ بعض خطبے ایسے بلیغ ہوتے ہیں جن میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔ خطبہ کا اختصار اس کی اثر انگیزی کو کم نہیں کرتا بلکہ اس سے اس کی اثر انگیزی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

ش مطلب یہ ہے کہ دین و شریعت سے مقصود آدمی کی جسمانی تعذیب اور نفس کشی ہرگز نہیں ہے۔ اسلام میں جو چیز مطلوب ہے وہ ہے تزکیۂ نفس اور انضباطِ نفس نہ کہ نفس کشی۔ خواہشاتِ نفس پر قابو پانے کیلئے روزہ کافی ہے۔

Marfat.com

۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ ——— بخاری، مسلم

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔" [له]

۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا اِمْرَاَةٌ قَالَ: مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ هٰذِهٖ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا، قَالَ: مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ ——— بخاری، مسلم

"حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ان کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے دریافت فرمایا: یہ کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ فلاں خاتون ہیں اور ان کی نماز کا بہت چرچا ہے (یہ نمازیں زیادہ پڑھتی

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے غلط اور غیر شرعی قسم کی کوئی نذر اور منت مانی ہے تو اس کا پورا کرنا ہرگز واجب نہیں ہے بلکہ اس کا نہ کرنا ضروری ہے۔

له عمل پر مداومت اختیار کرنے کی بڑی اہمیت ہے۔ مومن کا ہر نیک عمل اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو اس کو اپنے رب سے ہوتا ہے کسی نیک عمل کو اختیار کر کے اُسے چھوڑ دینے کے معنی صرف اس عمل کو چھوڑ دینا نہیں ہے بلکہ اس سے اس تعلق کو بھی صدمہ پہنچتا ہے جو آدمی کو اپنے رب سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ چیز کبھی بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتی کہ آدمی کے اس تعلق اور نسبت میں کسی قسم کی کمی پیدا ہو جو اس نے اپنے رب سے قائم کی ہو۔ عمل پر مداومت اسی وقت ممکن ہے جبکہ آدمی کا شعور بیدار ہو اور وہ عبادات و اعمال میں معتدل طرزِ عمل اختیار کرے۔ اتنا ہی بوجھ اٹھائے جتنا وہ اٹھا سکتا ہو۔ اعتدال کے راستے کو اختیار کر کے وہ اپنی زندگی میں بھی توازن پیدا کر سکتا ہے۔

Marfat.com

ہیں) آپ نے فرمایا: رُک جاؤ تم پر اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم میں طاقت ہو۔ اللہ نہ اُکتائے گا جب تک تم نہ اُکتاؤ۔ اللہ کو وہی دین وطاعت زیادہ محبوب ہے جس پر اس کا اختیار کرنے والا مداومت اختیار کرے۔[۵۹]"

۸- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا ۔۔۔۔۔۔ بخاری، مسلم

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو محض اس کا عمل نجات نہیں دلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: کیا آپ کو بھی نہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا: مجھ کو بھی نہیں سوائے اس کے کہ مجھے اللہ اپنی رحمت میں چھپالے۔ لہٰذا میانہ روی اختیار کرو اور اعتدال سے کام لو اور صبح وشام اور کچھ رات کے حصہ میں میانہ رفتار سے چلتے رہو منزلِ مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔[۶۰]"

۹- وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ

---

[۵۹] آدمی کی وہی طاعت وبندگی اور عبادت خدا کے نزدیک پسندیدہ اور حقیقت کی نگاہ میں معتبر ہے جو محض وقتی اور چند روزہ نہ ہو بلکہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہو گئی ہو۔

[۶۰] یعنی آدمی کو یہ غلط فہمی ہرگز نہیں ہونی چاہیے کہ وہ اپنے عمل کے بل پر جنت میں داخل ہوگا۔ طاعت وبندگی کا حق کس سے ادا ہو سکا ہے۔ آدمی کے لئے صحیح طرزِ عمل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ زندگی میں اعتدال کی روش اختیار کرے اور خدا کی رحمت ومغفرت پر بھروسہ رکھے۔ یقیناً خدا کی رحمت شاملِ حال ہوگی، اور وہ منزلِ مقصود پہ پہنچ جائے گا۔

Marfat.com

عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ ـــــــ ابوداؤد

"حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے آپ پر سختی نہ کرو ورنہ پھر اللہ بھی تم پر سختی کرے گا۔ ایک قوم نے اپنے آپ پر سختی کی تھی تو اللہ نے بھی اس پر سختی کی۔ یہ جو لوگ صومعوں اور دیار میں پائے جاتے ہیں یہ انہی کی یادگار اور بقایا ہیں۔ رہبانیت انہوں نے خود نکالی تھی ہم نے (خدا نے) اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۹؎"

۹؎ دیکھیے قرآن سورۃ الحدید: ۲۷۔ مطلب یہ ہے کہ خدا نے جو احکام بھی دیے ہیں وہ فطری اور قابلِ عمل ہیں تم خود اپنے لئے پابندیاں اور سختیاں نہ ایجاد کرو۔ اس سے پہلے ایک قوم (یہود و نصاریٰ) نے دینِ فطرت کے خلاف ورزی کی اور اپنے لئے طرح طرح کی سختیاں اور مشقتیں گھڑ لیں تو خدا نے بھی اس کے ساتھ سختی فرمائی۔ یہ رہبانیت اور ویراگ کی رسم عیسائیوں نے خود ایجاد کی تھی۔ اس کا حکم خدا نے انہیں نہیں دیا تھا۔ آج بھی دیر اور صومعہ میں جو لوگ پائے جاتے ہیں وہ اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ فطری اور متوازن دین پر عمل پیرا ہوں۔ ان لوگوں کی روش ہرگز اختیار نہ کریں جنہوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی۔ زندگی کے فطری راستے سے ہٹ گئے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِنَّ هَذَا الدِّينَ مَتِينٌ فَأَوْغِلُوا فِيهِ بِرِفْقٍ وَلَا تُبَغِّضُوا إِلَى أَنْفُسِكُمْ عِبَادَةَ اللَّهِ فَإِنَّ الْمُنْبَتَّ لَا أَرْضًا قَطَعَ وَلَا ظَهْرًا أَبْقَى (قال العراقي في تخريج الاحياء رواه احمد من حديث انس والبيهقي من حديث جابرؓ) "یہ دین قوی اور مضبوط ہے اسے نرمی کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کرو (خواہ مخواہ کے لئے سختیاں ایجاد کر کے) خدا کی عبادت سے اپنے دل کو متنفر نہ کرو کیونکہ زیادہ تیز رو مسافر نہ سفر طے کر پاتا ہے اور نہ سواری بچ پاتی ہے (یعنی وہ اپنی سواری کو ہلاک کر دیتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچ بھی نہیں پاتا۔)"

Marfat.com

اصطلاحاتِ حدیث

حدیث:

حدیث کے معنی یوں تو بات کے ہوتے ہیں لیکن اس لفظ کے اندر بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ کسی کے قول، دعا، خبر، واقعہ سب کے لئے اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل اور تقریر[1] کو حدیث کہتے ہیں۔

صحابی:

صحابی اس خوش نصیب شخص کو کہتے ہیں جسے ایمان کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

تابعی:

وہ خوش نصیب شخص جسے حالتِ ایمان میں کسی صحابی سے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

تبعِ تابعین:

وہ حضرات جنھوں نے بحالتِ ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔

اثر:

عام طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول و عمل کو اثر کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع آثار ہے۔

---

[1] تقریر کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو برقرار رکھنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا گیا، یا آپ نے کوئی طریقہ رائج پایا اور اسے آپ نے روکا نہیں، اصطلاحاً اسے تقریر کہتے ہیں۔

Marfat.com

سند:

حدیث کو روایت کرنے والوں کے سلسلہ کو سند کہتے ہیں۔

متن:

حدیث کی اصل عبارت یا الفاظ کو متن کہتے ہیں۔

حدیث کی بنیادی طور پر دو قسمیں کی جاتی ہیں: صریحی و حکمی

۱۔ صریحی:

وہ حدیث جس میں صاف طور پر یہ ذکر ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل یا تقریر ہے۔

۲۔ حکمی:

وہ حدیث جس میں قول و عمل یا تقریر کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو لیکن اس میں جن امور کو صحابی نے نقل کیا ہو وہ ایسے ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی انہیں بتا نہیں سکتا جیسے علاماتِ قیامت، قیامت کے واقعات، نبیوں کے حالات جن میں اس بات کی کوئی علامت نہ ہو کہ وہ بنی اسرائیل سے لئے گئے ہیں۔

حدیثِ قدسی:

جس حدیث کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف منسوب کر کے فرمائیں اسے حدیث قدسی کہتے ہیں۔

سند کے لحاظ سے حدیث کی حسب ذیل قسمیں کی جاتی ہیں:

۱۔ مرفوع:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔

۲۔ موقوف:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہو۔

۳۔ مقطوع:

جس حدیث کی سند تابعی تک پہنچکر ختم ہو جاتی ہو۔

Marfat.com

بعض لوگ موقوف اور مقطوع کو اثر کہتے ہیں یعنی وہ صحابہؓ اور تابعی کے قول و عمل کو بالترتیب موقوف اور مقطوع کہتے ہیں۔

۴۔ مُسند:

وہ مرفوع حدیث جس کی سند متصل ہو۔ یہی تعریف مشہور ہے۔

۵۔ ثُلاثیات:

ان احادیث کو کہتے ہیں جن میں راوی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے پائے جاتے ہوں۔

رُواۃ کے لحاظ سے حدیث کی پانچ قسمیں کی جاتی ہیں:

۱۔ مُتصل:

وہ حدیث جس کے سلسلہ سند میں شروع سے آخر تک کہیں کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

۲۔ مُنقطع:

متصل کے برعکس یعنی وہ حدیث جس کے سلسلہ سند میں کہیں ایک یا زیادہ راوی ساقط ہو گئے ہوں۔

۳۔ مُعضَل:

وہ حدیث جس کے سلسلہ سند میں مسلسل دو یا دو سے زیادہ راوی غائب ہوں۔

۴۔ مُعلّق:

وہ حدیث جس کی سند کی ابتدا سے ایک یا متعدد راوی چھوڑ دیے گئے ہوں یا پوری سند ہی حذف کر دی جائے۔ اس حذف کو اصطلاحاً تعلیق کہتے ہیں۔

۵۔ مُرسَل:

وہ حدیث جس کے سلسلہ سند میں تابعی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صحابی کا ذکر نہ ہو۔ جمہور علماء کے نزدیک مرسل حدیث کے بارے میں توقف کرنا چاہیے کیونکہ معلوم نہیں کہ ساقط ہونے والا راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تابعی نے کسی صحابی سے ہی روایت کی ہو۔

Marfat.com

اس کا بھی امکان ہے کہ اس نے کسی تابعی سے روایت کی ہو لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مرسل حدیث مطلقاً مقبول ہے کیونکہ ارسال کرنے والے نے کمال وثوق اور اعتماد کی بنا پر ہی ارسال کیا ہوگا۔ اگر اس کے نزدیک روایت غیر معتبر ہوتی تو وہ ارسال کیوں کرتا اور اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیوں منسوب کرتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اس کی تائید کسی دوسری روایت سے ہوتی ہو خواہ وہ دوسری روایت بھی مرسل ہی کیوں نہ ہو تو وہ مقبول ہے۔

اگر راوی کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ ثقات وغیر ثقات دونوں کو ساقط کر دیتا ہے تو سبھی کے نزدیک اس روایت کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔

درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے حدیث کی تین قسمیں کی جاتی ہیں:

۱۔ صحیح:

وہ حدیث جس میں حسب ذیل باتیں موجود ہوں:

۱۔ سند متصل ہو ۲۔ راوی عادل اور سیرت وکردار کے لحاظ سے قابل اعتماد ہو ۳۔ حافظہ درست ہو اور صاحبِ فراست ہو ۴۔ روایت شاذ نہ ہو ۵۔ معلل بھی نہ ہو۔

شاذ اور معلل سے مراد کیا ہے؟ آگے اس کی وضاحت کی جا رہی ہے۔ اگر یہ تمام شرائط پوری ہوتی ہوں تو روایت کو "صحیح لذاتہٖ" کہا جائے گا لیکن راوی میں اگر کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کمی کثرتِ طرق سے پوری ہو جاتی ہو تو اس کی روایت کی ہوئی حدیث کو "صحیح لغیرہٖ" کہیں گے۔

۲۔ حسن:

وہ روایت جس میں صحیح حدیث کی تمام شرطیں پوری ہوتی ہوں صرف حافظہ یا ضعفِ ضبط کے لحاظ سے ہلکا پن ہو۔ اگر اس طرح کی حسن روایت کو دوسری قسم کی روایات کی تائید حاصل ہو تو اُسے صحیح لغیرہ کہیں گے۔

جس حدیث کے راوی حسن کے راوی سے کم درجے کے ہوں مگر وہ متعدد سندوں سے منقول ہو اُسے حسن لغیرہ کہیں گے

۳۔ ضعیف:۔

ایسی روایت جس میں صحیح حدیث کے تمام اوصاف و شرائط میں یا بعض اوصاف میں نمایاں کمی پائی جاتی ہو۔

Marfat.com

کئی ضعیف حدیثوں کے باہم ملنے سے ان کا شمار حسن لغیرہٖ کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ضعف نقصِ سیرت و کردار کے لحاظ سے نہ ہو۔

حدیث صحیح کے احکام میں حجت ہونے پر ہر ایک کا اتفاق ہے۔ حسن لذاتہٖ کا حکم بھی اکثر علماً اسلام کے نزدیک مثل حدیث صحیح کے ہے اگرچہ مرتبہ میں اس سے کم ہے۔ ضعیف حدیث اگر تعدد طرق کے سبب حسن لغیرہٖ کے درجہ کو پہنچ جائے تو احکام میں اس کے حجت ہونے پر بھی سب کو اتفاق ہے۔

تعدادِ رُواۃ کے لحاظ سے حدیث کی حسب ذیل تین قسمیں قرار دی جاتی ہیں۔

۱۔ متواتر:

وہ حدیث جس کے راوی ہر دور میں اتنی کثرت سے پائے جاتے ہوں کہ انکا جھوٹ پر متفق ہوجانا ممکن نہ ہو۔ تواتُر کی کئی قسمیں کی جاتی ہیں:

۱۔ تواترِ طبقہ یا تواتُرِ لفظی: ایک دَور سے دوسرے دَور تک پوری وسعت کے ساتھ روایت کا سلسلہ پایا جاتا ہو جیسے قرآن مجید لفظ بلفظ اسی انداز میں ہم تک منتقل ہوا ہے۔

۲۔ تواتُرِ عمل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر اب تک امت کا عظیم گروہ مسلسل کسی دینی امر پر عمل کرتا آرہا ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہوجانا ناممکن ہو مثلاً پانچ وقت کی نماز ہیں، اذان، نماز کی بنیادی ہیئت، زکوٰۃ روزہ۔ حج، قربانی وغیرہ۔

۳۔ تواتُرِ معنوی یا تواتُرِ قدرِ مشترک: راویوں کے الفاظ گو مختلف ہوں مگر الفاظ میں معنی و مفہوم مشترک ہو۔ اور یہ قدرِ مشترک درجہ تواتر کو پہنچا ہوا ہو مثلاً معجزاتِ نبوی، دعا میں ہاتھ اٹھانا، غزوات و سیَر، اسلام کے ضروری احکام، اوامر و نواہی وغیرہ کی روایات۔

۲۔ خبرِ واحد یا احاد:۔

جس کے راوی تعداد کے لحاظ سے درجۂ تواتر کو نہ پہنچے ہوں۔

محدثین آحاد کی تین قسمیں کرتے ہیں:

۱۔ مشہور، وہ حدیث جس کے راوی صحابہؓ کے بعد کسی دور میں بھی تین سے کم نہ ہوں بلکہ

Marfat.com

ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد تین یا تین سے زیادہ ہو مشہور کو بعض مستفیض بھی کہتے ہیں۔

۲۔عزیز: وہ حدیث جس کے راوی ہر دور میں دو سے کم نہ ہوں۔

۳۔غریب: ایسی حدیث جس کے سلسلۂ سند میں کسی دور میں ایک ہی راوی ہو غریب کو "فرد" بھی کہتے ہیں۔

فرد کی دو قسمیں ہیں: فردِ مطلق و فردِ نسبی

۱۔فردِ مطلق: صحابی سے روایت کرنے والا راوی صرف ایک ہو تو اس حدیث کو فردِ مطلق کہتے ہیں۔

۲۔فردِ نسبی: صحابی سے روایت کرنے والے زیادہ ہیں لیکن انکے بعد کے طبقہ میں راوی صرف ایک ہے تو اُسے فردِ نسبی کہیں گے۔

متابع: فردِ حدیث کے راوی کے بارے میں گمان تھا کہ اس کی روایت صرف ایک راوی نے کی ہے اس کا کوئی دوسرا موافق مل جائے تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں۔

شاہد: ایک حدیث کسی صحابی نے روایت کی ہے، ایسی دوسری حدیث کسی دوسرے صحابی سے مل جائے جس سے پہلی حدیث کی تائید ہوتی ہو تو اس کو شاہد کہیں گے۔

مخالفت کے لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں کی جاتی ہیں:۔

۱۔شاذ:

وہ حدیث جس میں ثقہ راوی اپنے سے قوی تر کی مخالفت کرتا ہو۔

۲۔محفوظ:

وہ حدیث جس کا راوی ثقہ ہو لیکن اس کی مخالفت ایک ایسا ثقہ راوی کرتا ہو جس سے وہ قوی تر ہے۔

۳۔مُنکر:

وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور وہ ثقہ یا قوی راوی کی مخالفت کرتا ہو۔

۴۔معروف:

ایسی حدیث جس کا راوی قوی ہو۔ اس کی مخالفت ضعیف راوی نے کی ہو۔

حدیث کے سلسلہ کی بعض اور مخصوص اصطلاحات حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

۱۔مقبول:

وہ حدیث جسے روایت و درایت کے لحاظ سے ائمہ حدیث نے قابلِ حجت قرار دیا ہو۔

۲۔مردود:

ایسی حدیث جسے روایت و درایت کے لحاظ سے ائمہ حدیث نے ناقابلِ حجت ٹھہرایا ہو۔

۳۔محکم:

ایسی مقبول حدیث جس کی معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہو۔

۴۔مختلفُ الحدیث: کسی مقبول حدیث کے خلاف کوئی دوسری مقبول حدیث آجائے لیکن غور و فکر کے بعد دونوں میں تطابق ہو جائے تو اسے مختلف الحدیث کہیں گے۔

۵۔ناسخ و منسوخ:

مقبول حدیث کے مقابلہ میں کوئی دوسری مقبول حدیث آجائے اور دونوں میں مطابقت ممکن نہ ہو تو جو حدیث مقدم ہوگی وہ منسوخ قرار پائے گی اور جو مؤخر ہوگی اُسے ناسخ قرار دیں گے۔ بشرطیکہ دونوں کے راوی قوت کے لحاظ سے ایک ہی درجے کے ہوں۔

۶۔مُتوقَّفٌ فِیہ

جن دو حدیثوں میں تعارض ہو اور دونوں میں تطابق ناممکن ہو اور شانِ نزول کے لحاظ سے ان میں سے کسی کو ناسخ یا منسوخ قرار دینا بھی ممکن نہ ہو تو دونوں میں عمل کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

۷۔مُعَلَّل:

وہ حدیث جس میں کوئی ایسا مخفی نقص پایا جاتا ہو جسے ماہرینِ حدیث ہی بھانپ سکتے ہوں۔ مثلاً کسی وہم کی بنا پر مرفوع کو موقوف قرار دے لیا گیا ہو وغیرہ۔

۸۔موضوع:

وہ حدیث جو من گھڑت ہو، جس کے سلسلہ سند میں ایسا شخص موجود ہو جو حدیثیں گھڑ کر بیان کرتا ہو۔

۹۔متروک: جس حدیث کی کسی جھوٹے شخص نے روایت کی ہو۔

Marfat.com

۱۰۔ مُدرَج : اس کی دو قسمیں ہیں :۔

۱۔ مدرج الاسناد : جس کی سند میں تغیر و تبدل کر دیا گیا ہو۔

۲۔ مدرج المتن : متن حدیث (حدیث کی اصل عبارت) میں صحابی یا تابعی کا قول ملا دیا گیا ہو خواہ لغت بیان کرنے کے لئے ملایا گیا ہو یا کسی معنیٰ کی توضیح کے لئے یا مطلق کی تقیید کی غرض سے درج کیا ہو وہ حدیث مدرج ہوگی۔

۱۱۔ مَقلوب :

وہ حدیث جس میں راوی مقدم و مؤخر ہو گئے ہوں یا حدیث کے الفاظ مقدم و مؤخر ہوئے ہوں یعنی اسناد یا متن میں الٹ پھیر ہوا ہو۔

۱۲۔ مُضطَرِب :

حدیث کے سلسلۂ اسناد میں راویوں کا اختلاف پایا جاتا ہو۔ یہ اختلاف تقدیم و تاخیر کے سبب بھی ہو سکتا ہے مثلاً ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی ہو یا سلسلۂ اسناد کے راویوں کے اسماء میں تصحیف، اختصار یا حذف ہو یا حدیث کے متن میں بھی تقدیم و تاخیر ہو۔ یعنی ایک متن کی جگہ دوسرا متن ہو۔ اسی طرح کی دوسری چیزیں بھی وجہ اضطراب ہو سکتی ہیں اور ان کے درمیان توافق ممکن ہو تو حدیث مقبول ہے ورنہ اسکے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا۔

۱۳۔ مُصَحَّف یا مُحَرَّف :

راویوں کے نام میں جن کی صورتِ خط میں یکسانیت پائی جاتی ہو تغیر کر دیا گیا ہو۔

۱۴۔ مُبْہَم : وہ حدیث جس کے راوی کا نام بیان نہ کیا گیا ہو۔

۱۵۔ مستور :

وہ حدیث جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جس کا حافظہ خراب ہو گیا ہو اور یہ پتہ نہ چلے کہ یہ حدیث کس زمانے کی ہے۔ اس زمانے کی جبکہ اس کا حافظہ صحیح تھا یا اس وقت کی جبکہ اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

۱۶۔ مُختَلِط : جس کے راوی کو بھول یا غلطی کا مرض لاحق ہو گیا ہو۔

Marfat.com

۱۷۔ مُدلّس :

راوی جس سے روایت کرے اس سے اسکی ملاقات ہو مگر روایت اس نے اس سے براہ راست سنی نہ ہو مگر الفاظ ایسے استعمال کرے جس سے یہ خیال ہوتا ہو کہ اُس نے اُسے براہ راست سُنا ہے۔ راوی کے ایسے الفاظ استعمال کرنے کو جس سے یہ گمان ہو کہ اس نے براہ راست روایت لی ہے حالانکہ اُس نے روایت براہ راست لی نہیں ہے تدلیس کہتے ہیں۔ تدلیس کرنے والے کو مُدلّس کہا جاتا ہے۔

مُدلّس کی روایت قبول کی جائے یا نہ قبول کی جائے، اس میں اختلاف ہے۔ فقہا و محدثین کی ایک جماعت کی رائے میں تدلیس عیب ہے جس کسی کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ تدلیس کرتا ہے اس کی حدیث قبول نہ کی جائے لیکن جمہور کے نزدیک ایسے شخص کی تدلیس مقبول ہے جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ ثقات ہی کی تدلیس کرتا ہے جیسے ابن عُیَیْنَہ۔ اس شخص کی تدلیس مقبول نہیں جو ضعیف اور غیر ضعیف، ثقہ اور غیر ثقہ سب کی تدلیس کرتا ہے جب تک وہ سمعت یا حدثنا یا اخبرنا جیسے الفاظ کے ذریعہ سماع کی صراحت نہ کرے، اس کی روایت قبول نہ کی جائے گی۔

تدلیس کے مختلف اسباب تھے کبھی تو کسی فاسد غرض کے تحت آدمی تدلیس کرتا ہے۔ کبھی راوی تدلیس سیاسی اسباب کی بنا پر کرتا ہے۔ بعض اکابر نے تدلیس اس وجہ سے بھی کی کہ انہیں حدیث کی صحت پر پورا یقین و اعتماد حاصل تھا۔

۱۸۔ مُرسَلِ خفی :

مُدلّس اور مرسل خفی میں بہت باریک سا فرق ہے۔ تدلیس میں تو راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات ہوتی ہے لیکن مرسل خفی میں صاحب ارسال گو اپنے مروی عنہ کا ہم عصر ہوتا ہے مگر اس سے اس کی ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔

۱۹۔ روایتِ مُعَنْعَن :

معنعن اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ایک راوی اوپر کے راوی سے بہ لفظ "عن" روایت کرتا ہے۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ یہ روایت مجھ تک فلاں شخص سے پہنچی۔ اس سے یہ بات صاف نہیں ہوتی کہ اس نے

Marfat.com

یہ حدیث خود سنی ہے یا درمیان میں کوئی اور بھی ہے جس کو اس نے حذف کر دیا۔ اسی لیے معنعن میں تدلیس یا ارسال کا شبہ ہوتا ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ لفظِ عن یا قال کا استعمال اکثر اہل فن کے یہاں مطلق اجازت و اتصال کے لئے ہوتا رہا ہے۔

نوٹ: ائمہ حدیث نے بعض اصطلاحات اپنے لئے مخصوص کی ہیں۔ مثلاً امام ترمذی روایتوں میں بالعموم اس کی صراحت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، غریب حسن ہے۔ حسن غریب صحیح ہے۔ کوئی روایت حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہو سکتی ہے اس طرح اس کا حسن صحیح ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اسی طرح غرابت اور صحت کا اجتماع بھی ممکن ہے لیکن حسن اور غرابت کے اجتماع میں اشکال پیدا ہوتا ہے کیونکہ جب امام ترمذی نے حسن میں تعددِ طُرق کا اعتبار کیا ہے تو حسن اور غرابت کا اجتماع کیسے ممکن ہے۔

محدثین نے اس اشکال کے سلسلے میں کہا ہے کہ حسن میں تعددِ طُرق کا اعتبار علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ حسن کی ایک قسم میں ترمذی نے تعدد کا اعتبار کیا ہے۔ جہاں حسن اور غرابت کے اجتماع کا ذکر ہو وہاں صاف ظاہر ہے کہ حسن کی دوسری قسم مراد ہے کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حسن غریب سے مراد یہ ہے کہ حدیث جن سندوں سے منقول ہے ان میں ایک سند کے لحاظ سے اسے حسن کہا جا سکتا ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے اُسے غریب کہیں گے۔

Marfat.com

علوم حدیث

علم حدیث کی تکمیل و ترتیب اور حفاظت کے لئے محدثین نے بہت سے علوم ایجاد کئے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

۱۔علم اسماء الرجال:

اس میں راویوں کے حالات سے بحث کی جاتی ہے یہ گویا رواۃ حدیث کی سوانح حیات اور ان کا تذکرہ ہے۔ اسماء الرجال کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسا راوی کس درجہ کا ہے اور کسی روایت میں اس پر کس حد تک بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔علم الروایت:

اس میں روایت حدیث اور ضبط حدیث پر بحث کی جاتی ہے۔

۳۔علم الدرایت:

اس میں حدیث کے متن (اصل عبارت) کی چھان بین اور اس کے پرکھنے کے اصول و ضوابط بیان کئے جاتے ہیں۔

۴۔تدوین الحدیث:

اس میں احادیث کے جمع کرنے کے سلسلہ میں بحث ہوتی ہے۔

۵۔الناسخ والمنسوخ:

اس میں اس پر بحث ہوتی ہے کہ کونسی حدیث ناسخ ہے اور کونسی منسوخ ہے اور اسے منسوخ قرار دینے کے کیا وجوہ و اسباب ہیں۔

۶۔علم النزول:

اس میں احادیث کے شان نزول کے بارے میں بحث کی جاتی ہے یعنی یہ کہ کونسی حدیث کس موقع کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی بات کس موقع پر ارشاد فرمائی ہے۔

Marfat.com

۷۔ علم النظر فی الاسناد:

اس میں حدیث کے سلسلۂ سند پر بحث کی جاتی ہے۔

۸۔ کیفیت الروایت:

اس میں اسکا تذکرہ کرتے ہیں کہ راوی نے حدیث کس طرح روایت کی ہے اور اس کے درجات کیا ہیں۔

۹۔ الفاظ الحدیث:

محدثین کی اصطلاحات کیا ہیں؟ اور جن الفاظ میں حدیث منقول ہوئی ہے وہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

۱۰۔ طبقات الحدیث:

اس میں اس پر بحث ہوتی ہے کہ کونسی حدیث کس درجے کی ہے؟ اور اس کے راوی کس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟

۱۱۔ غریب الحدیث:

غیر مانوس الفاظ اگر حدیث میں کہیں آئے ہیں تو ان کا کیا مطلب ہے اور حدیث میں وہ کس مقصد کے پیش نظر آئے ہیں۔ محاورات کی رو سے ان کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

۱۲۔ الجرح والتعدیل:

اس میں راویوں کے قابل اعتماد یا بے اعتبار ہونے کے وجوہ و اسباب پر بحث کی جاتی ہے۔

۱۳۔ طرق الاحادیث:

بعض حدیثیں کئی سلسلۂ اسناد سے مروی ہیں اور مضمون کے لحاظ سے ان کے ٹکڑے کتب حدیث کے مختلف بابوں میں نقل کئے جاتے ہیں۔ طرق الاحادیث میں اسی کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ بخاری میں اس طرح کی روایات بکثرت ملتی ہیں۔

۱۴۔ الموضوعات:

موضوع اور من گھڑت حدیثوں کے پہچاننے کا کیا طریقہ ہے؟ اس علم میں اس پر بحث کی جاتی ہے۔

Marfat.com

۱۵۔ علمِ علَلِ حدیث:

یہ نہایت مشکل علم ہے۔ اس میں اس کی تفصیلات ہوتی ہیں کہ کسی حدیث کے راوی کب پیدا ہوئے؟ ان کا انتقال کہاں ہوا؟ پیدائش سے لے کر وفات تک کیا حالات رہے؟ کہاں سکونت اختیار کی؟ ان کے نام، القاب، کنیت کیا تھی؟ ان کا حفظ و ضبط کس درجہ کا تھا؟ فہم و معرفت انہیں کس درجہ کی حاصل رہی ہے۔

۱۶۔ تصحیفُ الاسماء:

اس میں ہم شکل اور باہم ملتے جلتے ناموں کی وضاحت اور تشریح کی جاتی ہے تاکہ ان میں امتیاز ہو سکے اور نام کی مشابہت کے سبب راوی کو سمجھنے میں کسی قسم کا دھوکا نہ ہو۔

۱۷۔ مُتشابِہ:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راویوں کے نام اور تلفظ میں یکسانیت پائی جاتی ہے لیکن انکے آباء کے نام خط میں یکساں ہونے کے باوجود تلفظ میں مختلف ہوتے ہیں یا اس کے برعکس راویوں کے ناموں میں تشابہ ہو اور ان کے آباء کے نام ایک ہوں اسے مُتشابہ کہتے ہیں۔ اس موضوع پر خطیب بغدادی کی ایک کتاب ہے۔ اس سلسلہ میں محدثین نے نہایت باریک اور نازک فرق کی تحقیق کی ہے اور التباس و اشتباہ کے ہر چھوٹے بڑے امکان کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۸۔ مُوتَلِف و مُختَلِف:

اس میں ان راویوں میں تمیز و فرق کرتے ہیں جن کے نام خط میں یکساں ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں۔ اس فن پر کئی ایک کتابیں تصنیف کی گئی ہیں جن میں سب سے جامع اور مفید تصنیف "تبصیرالمنتبہ بتحریرالمُشتَبِہ" ہے۔

۱۹۔ مُتفِق و مُتفرِق:

متعدد راویوں کے نام، کنیت اور نسب ایک ہوں تو ان میں فرق کرنے کے لئے تفصیل کے ساتھ بتایا جاتا ہے کہ اس نام، کنیت اور نسب کے کتنے راوی ہیں، کن طبقوں میں ہیں اور ہر ایک نے کن کس سے روایت کی ہے۔ اصطلاح میں اسے متفق و متفرق کہتے ہیں خطیب بغدادی کی اس پر ایک مستقل تصنیف ہے۔

Marfat.com

۲۰۔ علم الوحدان :

اس میں ان راویوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کی مرویات نہایت قلیل ہیں۔

۲۱۔ روایۃ الآباء عن الابناء :

اس میں باپ کے بیٹوں سے روایت کرنے کے سلسلہ میں بحث کی جاتی ہے۔

۲۲۔ روایۃ الصحابہ عن التابعین :

اس میں صحابہ کے تابعین سے روایت کرنے کے سلسلہ میں بحث کی جاتی ہے اور اس کے وجوہ و اسباب پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۲۳۔ علم الجمع والتفریق :

اس میں مجہول راویوں کے حالات کی تحقیق کی جاتی ہے۔

۲۴۔ معرفۃ الحدیث : اس میں علوم حدیث کی حقیقت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۲۵۔ علم الاسباب : اس میں حدیث کے اسباب بیان کئے جاتے ہیں۔

۲۶۔ طبقات المدلسین :

دلس کے معنی ہیں خرید و فروخت میں عیب کو چھپانا۔ نور و ظلمت کے اختلاط کو بھی لغت میں دلس کہتے ہیں۔ روایت مدلس کا راوی چونکہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ جس سے روایت کر رہا ہے اس سے اس نے براہ راست سنا ہے حالانکہ روایت براہ راست اس کی سنی ہوئی نہیں ہوتی، محدثین نے صرف واضعین حدیث اور کمزور قسم کے راویوں کا ہی پتہ نہیں لگایا ہے بلکہ انہوں نے اپنی غیر معمولی کاوش سے مدلسین پر کتابیں لکھی ہیں۔ ابن حجر کی بھی اس پر ایک کتاب ہے جس میں ۱۵۲ مدلسین کا تذکرہ ہے جن کو انہوں نے پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے طبقہ میں کل ۳۳ اشخاص ہیں۔ دوسرے طبقے میں بھی ۳۳ تیسرے میں ۵۰، چوتھے میں ۱۲ اور پانچویں طبقے میں ۲۴ اشخاص ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی • لاہور پاکستان
ذخیرہ

Marfat.com

Marfat.com

۱۔ کلامِ نبوتؐ	محمد فاروق خاں (یوپی انڈیا)	۵.۰۰
۲۔ سید مودودی، بچپن، جوانی، بڑھاپا	سید اسعد گیلانی	۲۰.۰۰
۳۔ محسوساتِ زنداں	ظفر جمال بلوچ	۱۰.۰۰
۴۔ تحریکِ مجاہدین کا انقلابی پہلو	سید اسعد گیلانی	۹.۰۰
۵۔ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل	سید قطب شہید	۱۸.۰۰
۶۔ آپ کے نام	ظفر جمال بلوچ	۷.۰۰
۷۔ قائدِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم		۱۲.۰۰
۸۔ چمنِ آرزو	سید اسعد گیلانی	۹.۰۰
۹۔ تلاشِ راہِ حق	〃	۳.۰۰
۱۰۔ چوکھٹ کے اندر	اُمِ فاروق	۶.۰۰
۱۱۔ تفسیر سورۂ انفال	مولانا عبدالحیٔ	۱۰.۰۰
۱۲۔ ہار جیت (ناول)	پروفیسر کریم بخش نظامانی	۱۰.۰۰
۱۳۔ اسلام میں حلال و حرام	ڈاکٹر یوسف قرضاوی	۲۰.۰۰
۱۴۔ چراغِ منزل	مولانا یونس ندوی	۳.۲۵
۱۵۔ فرضِ بندگی اور اس کے تقاضے	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱.۲۵
۱۶۔ اسلام اور عصرِ حاضر کا چیلنج	مولانا معین الدین	۱.۰۰
۱۷۔ تحریکِ اسلامی	پروفیسر خورشید احمد	۲.۵۰
۱۸۔ خالد کے نام	ظفر جمال بلوچ	۲.۰۰
۱۹۔ نظامِ تعلیم کا اساسی تخیل	عبدالحمید صدیقی	۳.۵۰

۲۳ - اے
روڈ

Marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

۱۔ کلام نبوت	محمد فاروق خاں (یو پی انڈیا)	۵.۰۰
۲۔ سید مودودی بچپن جوانی بڑھاپا	سید اسعد گیلانی	۲۰.۰۰
۳۔ محسوسات زنداں	ظفر جمال بلوچ	۱۰.۰۰
۴۔ تحریک مجاہدین کا انقلابی پہلو	سید اسعد گیلانی	۹.۰۰
۵۔ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل	سید قطب شہید	۱۸.۰۰
۶۔ آپ کے نام	ظفر جمال بلوچ	۷.۰۰
۷۔ قائد انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم		۱۲.۰۰
۸۔ چمن آرزو	سید اسعد گیلانی	۹.۰۰
۹۔ تلاش راہ حق	"	۳.۰۰
۱۰۔ چوکھٹ کے اندر	ام فاروق	۶.۰۰
۱۱۔ تفسیر سورۃ انفال	مولانا عبدالحی	۱۰.۰۰
۱۲۔ ہار جیت (ناول)	پروفیسر کریم بخش نظامانی	۱۰.۰۰
۱۳۔ اسلام میں حلال و حرام	ڈاکٹر یوسف قرضاوی	۲۰.۰۰
۱۴۔ چراغ منزل	مولانا یونس ندوی	۳.۲۵
۱۵۔ فرض بندگی اور اس کے تقاضے	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱.۲۵
۱۶۔ اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج	مولانا معین الدین	۱.۰۰
۱۷۔ تحریک اسلامی	پروفیسر خورشید احمد	۲.۷۵
۱۸۔ خالد کے نام	ظفر جمال بلوچ	۲.۰۰
۱۹۔ نظام تعلیم کا اساسی تخیل	عبدالحمید صدیقی	۳.۵۰

[illegible] ۲۳ - اے کین روڈ [illegible]

Marfat.com

محمد فاروق خاں

Marfat.com